



**EDITING OF THE "DIWAN" OF
SANAULLAH KHAN "FIRAQ" DEHLVI
WITH A SHORT INTRODUCTION AND NOTES**

THESIS SUBMITTED FOR THE DEGREE OF

Doctor of Philosophy

IN

URDU

BY

SYED ALI BAQAR ZAIDI

(Research Scholar)

Under the supervision of

Dr. NOORUL HASAN NAQVI

READER

DEPARTMENT OF URDU
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)

1986



ترتیب و تدوین

گلیات

ثناء اللہ خان فراق دہلوی

مع مقدمہ حواشی و فرهنگ

برائے ڈاکٹر آف فلاسفی (اردو)

پیشکش

سکید علی باقر زیدی (ریسرچ اسکالر)

نگار

ڈاکٹر نور الحسن نقوی

ریڈر

شعبہ اردو

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۶۱۹۸۶



T3579

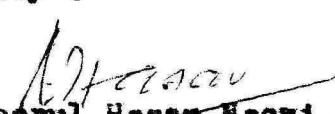
T-3579



5-11-1990

CERTIFICATE.

This is to certify that the thesis
Under the title "Editing Diwan of
Sanaullah Khan Firaq Dehlvi " is the
original and independent work of
Mr. Syed. Ali Baqar Zaidi, and has not
been submitted for any other degree in
this or any other University .


Dr. Noorul Hasan Haqvi,
Reader
Department of Urdu ,
Aligarh Muslim University ,
ALIGARH .

SUMMARY
EDITING OF THE "DIWAN" OF
SANAULLAH KHAN
"FIRAQ" DEHLVI
WITH A SHORT INTRODUCTION
AND NOTES

Sanaullah Khan "Firaq" Dehlvi, a poet of the golden period of Urdu literature, i.e. the 19th century had been quite popular in his time and thereafter, but with the dawn of 20th century his fame suffered and eclipsed. This strange phenomenon stimulated my curiosity to explore the significance of his accomplishments.

In the course of my study of this poet, I discovered that many of his distinguished and important poetic works were lying unannotated, because no collection of his poetic work has ever been published. I made-up my mind to edit his "DIWAN" with a short introduction and annotations.

My present thesis is designed to fill up this lacuna of the history of Urdu literature. I have divided it into two parts, the first dealing with his life history in brief along with a short

introduction, and the other comprising the text of his "DIWAN" with Foot notes indicating variations of manuscripts, meanings of difficult words, and phrases, corrections of spellings and stanzas written inadvertently wrong, by the calligrapher.

It would be an ample reward of my labour, if the hidden treasure of the poetic works of "FIRAAQ DEHLVI" comes light bringing into focus the style and temper of the poetry of the age and the poet's own contribution to the literature of the time.

ANCESTRY AND LIFE HISTORY IN SHORT


According to the available sources, Sanaullah Khan "FIRAAQ" who was born at Delhi probably in the year 1174 A.H. and died in 1246 A.H. at the same place. He belonged to a "AFGHAN Family". His uncle, Hidayatulla Khan "Hidayat" was a famous poet of the age. By occupation, Firaq was a famous physician and learned the Unani System of medicine from Qudratulla Qasim, a renowned poet, writer and physician. "Firaq" had only one son, Nasrullah Khan "Vesal", by name. He too was a poet. "Firaq" was one of the chief pupils of Khwaja Mir "Dard", the most renowned and greatest poet of his age.

"Firaq" was regarded a respectable person in the society and held a place in the Moghal Court.

Besides more than five hundred "Ghazals" "Firaq" left many poems, salams (سلم), tarikhi-ghazal (تاریخی قطعات) and rebaiyat (رباعیات).

The printing press had not come into vogue till then and the few copies that were made of the poetic collections were soon forgotten. "Firaq" was, however, important enough to earn a mention in most Tazkirahs and the few couplets that were selected convinced people of his stature in poetry. If he could not be adjudged properly it was primarily because of the inaccessibility to his poetic works in the various genre. This present work fulfils the need.

My thesis is not the final work on "Firaq" but marks just a beginning. It would serve as a leading mile stone for the future scholars, who could certainly study the various aspects of his contribution in greater details.



(Syed Ali Baqar Zaidi)

T-1511

ترتیب

پہلا باب -

پیش لفظ

- ۱۔ موصولہ نسخوں کی کیفیت
- ۲۔ ترتیب و قدوین کے اصول و قواعد

دوسرا باب -

خاندانی حالات

- ۱۔ نام اور تخلص
- ۲۔ ولادت و وفات اور مدفن
- ۳۔ وطن
- ۴۔ خاندان
- ۵۔ فرزند

تیسرا باب -

حالات زندگی

- ۱۔ تعلیم و تربیت
- ۲۔ ہمیشہ
- ۳۔ سیرت
- ۴۔ مسلک
- ۵۔ شاہی اعزاز اور دیار سے وابستگی
- ۶۔ معاصرین سے تعلقات
- ۷۔ فراق کی ادبی محفلوں اور مرکون میں شرکت
- ۸۔ فراق کی شاگردی کا مسئلہ
- ۹۔ فراق کے تلامذہ

چوتھا باب - اساتذہ سخن اور فراق کی شاعری کا اجمالی جائزہ

- ۱۔ اساتذہ سخن
- ۲۔ فراق کی شاعری کا اجمالی جائزہ
- ۳۔ فراق کا ڈکشن
- ۴۔ اختتامیہ

پانچواں باب - مستحسن

- ۱۔ غزل
- ۲۔ رباعیات
- ۳۔ تاریخی قطعات
- ۴۔ سلام
- ۵۔ مناجات
- ۶۔ قصیدہ
- ۷۔ نظم
- ۸۔ فراق کے وہ اشعار جو موصولہ نسخوں میں نہیں ہیں
- ۹۔ کتابیات

پہلا باب

پیش لفظ

پہلا باب

پیشہ لفظ

بارہویں صدی ہجری کا زمانہ ہندوستان کی تاریخ میں اگر ایک طرف مغلیہ سلطنت کے زوال کی علامت ہے تو دوسری طرف اردو شاعری کے عہدِ زرین سے عبارت ہے۔ مہر تقی میر مرزا محمد رفیع سودا اور خواجہ میر درد اس دور کے نمائندہ شاعر تھے۔ ان شعراء میں خواجہ میر درد کے سب سے زیادہ شاگرد تھے جن میں قیام الدین قائم ہدایت اللہ خان ہدایت اور ثناء اللہ خان فراق ارشد قلامذہ میں تھے۔ یہ سبھی شاعر صاحبِ دیوان تھے اور اپنی فکری صلاحیت و فنی لہانت کی بدولت معاصرین میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ ان شعراء کو تاریخِ ادب میں وہ مقام مل گیا جس کے وہ مستحق تھے لیکن فراق اس سے محروم رہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا دیوان ابھی تک شائع نہیں ہو سکا۔ ان کے کلام کے کچھ منتخب اشعار اگر تذکروں میں ملتے بھی تو ان کی حیثیت "مثنیٰ نمونہ از خروارے" سے زیادہ نہیں۔

اردو شاعری کے عہدِ زرین کا یہ خلا آج بھی موجود ہے اور جب تک یہ پر نہیں ہوتا اردو ادب کی تاریخ نامکمل اور غیر مربوط رہے گی۔ ماضی کی زندہ روایتوں کا عرفان حال کو سمجھنے میں معاون ہوتا ہے کیونکہ ماضی مرثا نہیں بلکہ حال میں صم ہو کر مستقبل کی تشکیل کے لئے سرچشمے کا کام دیتا ہے۔ اس لئے ادبِ عالیہ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ ماضی کی تحقیق اور اس کی مدد سے معاصر ادب کی تنقید و تعمیر ہر زندہ اور ترقی پزیر زبان کے ادب کے لئے ضروری ہے۔

ادب نے ایک ادبی طالب علم کی حیثیت سے تلاش و جستجو کے جذبے کے تحت تاریخِ ادب کے اس گردِ آلود اور ارق پریشان کی جب میں نے ورق گردانی کی تو مجھے خواجہ میر درد کے شاگرد رشید صاحبِ دیوان شاعر ثناء اللہ خان فراق کے

نام نے اپنی طرف منوجہ کیا جن کی نہ صرف شعری نشوونما خواجہ میر درد کے
ہانمون ہوئی تھی بلکہ ان کا کلام بھی خاص اہمیت کا حامل نظر آیا ہے لہذا
میں نے ثناء اللہ خان فراق کے دیوان کی ترتیب و تدوین کو اپنی تحقیق کا موضوع
بنایا۔ میرا موضوع دیوان فراق کی ترتیب و تدوین تھا ^{لیکن} بلکہ میں نے فراق کی شعری
کا ایک اجمالی جائزہ بھی پیش کر دیا ہے تاکہ فراق کے شعری سرمایہ کی قدر و قیمت
ضمنی طور پر آسانی ہو۔ مجھے امید ہے کہ اس تحقیق کے سلسلے میں میری
سعی نا تمام آئندہ کے محققین کے لئے رطب و یابس کا کام دے سکے گی۔

دیوان فراق کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں ہندوستان کے مختلف
کتب خانوں میں کہیں خود جا کر اور کہیں خط و کتابت کے ذریعے ان کے کلام کے
قلی نسخوں کو دریافت کرنے کی حق الامکان کوشش کی لیکن صرف دو نسخے ایک
انجمن ترقی اردو و ہند علی گڑھ (۱) کے کتب خانے میں اور ایک بنارس ہندو یونیورسٹی
کی لائبریری میں دستیاب ہو سکا۔

انڈیا آفس لائبریری لندن سے خط و کتابت کرنے پر معلوم ہوا کہ فراق کے
کلام کا لچہ حصہ وہاں موجود ہے لیکن جب اس کی عکس تصویر منگوائی تو اس میں
فراق کے صرف دو شعر ملے جو دیوان میں موجود ہیں۔

موصولہ نسخوں کی کیفیت و درجہ دہل ہے

نسخہ علی گڑھ

انجمن ترقی اردو و ہند علی گڑھ کے کتب خانے میں موصولہ نسخہ کا لائبریری

(۱) تحقیق کے دوران انجمن ترقی اردو و ہند کا مرکزی دفتر اور کتب خانہ علی گڑھ میں
تھا لیکن اب یہ دہلی منتقل ہو گیا ہے۔

نمبر ۲۹/۲۴۲ ہے - صفحات ۱۲۰ میں حجم ۶ ۸ ہے - کثافت ۱۵ مسطری
ہے - تحریر خوشخط مستعقل ہے -

مخطوطے میں کل غزلین ۲۰۵ ہیں - پہلی غزل کا مطلع ہے -
درون کیا وصف میں ستاد تیری خوش نگاہی ہے
مراک دامن نگہ میں جال ہے کیا پشت مامی ہے
آخری غزل "نون" کی ردیف میں ہے جس کا مطلع ہے -
کی خال و خط کی تیرے تحریر اپنے ہاتھوں
صانع نے کیا ہی کھینچی تصویر اپنے ہاتھوں

حاشیہ پر صفحہ ۱۱۲ سے ۱۱۴ تک ۲-۵ غزلین سید روشن کی دیج ہیں
اور ان پر "غزل از سید روشن" تحریر ہے - صفحہ ۱۲۰ پر لکھا ہوا ہے "ابن
کتاب خواجہ داد میان است اگر کسے دعوائے کد باطل است" نسخے میں کاتب
کا نام یا ترقیہ دیج نہیں ہے - کلفذ دیب زردی مائل ہے جس سے تحریر کی
قدامت کا اندازہ ہوتا ہے - ترک کا التزام ہے لیکن جزوبندی میں عموماً ترک کے
الفاظ کٹ گئے ہیں - کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی جس سے کہا جاسکے کہ
علی گڑھ کا نسخہ مائل اور مصدقہ ہے -

نسخہ بنارس

فراق کے کلام کا یہ قلعی نسخہ بنارس ہندو یونیورسٹی کی لائبریری میں
محفوظ ہے جس پر "کلیات فراق" دیج ہے - اس کا لائبریری نمبر $\frac{11-IX-3}{20}$ ہے
یہ نسخہ دیوان ظفر (مخطوطہ) کے ساتھ جلد ہے - دونوں نسخوں کے کل
صفحات کی تعداد ۲۴۲ ہے - ان میں وہ صفحات جو فراق کے کلیات سے متعلق ہے
ان کی تعداد ۱۹۱ الف تک ہے - ب سادہ ہے - کلیات کے تحریر کردہ صفحات
پندرہ سطریں مسطر ہیں - حجم ۶ انچ جوڑا اور ۱۰ انچ لمبا ہے - صفحہ

۱۹۱ ہر گیارہ اشعار کی ایک غزل دیج ہے جس کے آخر کے اشعار ناقابل فہم ہیں۔
 تحریر خط شکست میں ہے۔ کاتب کا نام امیر تحریر ہے۔ مخطوطہ دریدہ کم خوردہ
 اور شکستہ حالت میں ہے۔ کہیں کہیں الفاظ بھی اڑ گئے ہیں۔ کاتب کم سواد اور
 بد خط معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ املے کی ہوشمار غلطیاں ہیں۔ کئی کئی الفاظ ایک
 ساند ملا کر لکھے گئے ہیں مثلاً نشمین (نشع میں) کوچمین (کوچہ میں)
 آئینمین (آئینے میں) شمعرویان (شمع رویان) وغیرہ اس لئے علاوہ طویل بحروں
 کی دو چار غزلیں ایسی بھی ہیں جن کے مصرعے بجائے الگ الگ لکھنے کے نثر کی
 طرح ایک ساند لکھے ہوئے ہیں۔ حقیقتاً اس طرح کی تحریر کا پڑھنا اور اشعار
 کا سمجھنا "کو کندن و کاء ہر آوردن" سے کم نہ تھا۔

موصول شدہ نسخوں میں بنارس کے نسخے کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ یہ
 نسخہ معتبر ہے اور شاعر کا اصل کلام معلوم ہوتا ہے۔ اس بیان کی تائید میں
 اگرچہ ہمارے پاس کوئی تحریری ثبوت نہیں ہے لیکن ایسے آثار و علامات کافی موجود
 ہیں جو اس کی کفایت اور مواد کو شاعر کا کلام اور اس کے عہد پر معمول کرتے ہیں
 مثال کے طور پر چند باتیں دیں دیکھ لیں۔

- ۱۔ کافذ بادای دہیز اور سہیدی مائل ہے جو بارہویں صدی ہجری یعنی
 عہد فراق میں پایا جاتا تھا۔
- ۲۔ اوراق انتہائی ہوسیدہ دریدہ اور کم خوردہ حالت میں ہیں۔ کافذ کا
 رنگ بھی مقرر ابام سے ہلکا ہو گیا ہے جس سے قدامت کا اندازہ ہوتا ہے۔
- ۳۔ روشنائی سیاہ اور سرخ استعمال ہوئی ہے خاص طور پر تخلص سرخ
 روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ یہ طریقہ عہد قدیم میں رائج تھا۔
- ۴۔ خط نستعلیق روان میں کفایت کا رواج بھی عہد قدیم کی یادگار ہے اور اس
 خط میں یہ نسخہ بھی تحریر ہے۔

۵۔ عہد قدیم میں پانچ مصروف اور مجہول لکھنے کا جداگانہ طریقہ نہ تھا۔
اسی خط میں یہ نسخہ بھی تحریر ہے۔ کہ اور گ کے سلسلے میں بھی
یہی صورت حال ہے۔

۶۔ کتابت عہد قدیم میں مروجہ اصول کے تحت ہے مثلاً جھونڑا (جھوڑا)
دونوں (دونو) صد میں (صدع) اودھر (ادھر) ایدھر (ادھر) بہت
(بہت) دوانا (دیوانہ) بندا (بندہ) موہنہ (مہنہ) اوٹھنا (اٹھنا)
ہاتون (ہاتھون) کدھر (کدھر) اوڑنا (اڑنا) نجسے (نجد سے)
سینا (سینہ) پردا (پردہ) سچہ (سچ) وغیرہ۔

یہ نسخہ اس لحاظ سے بھی متبرکھا جاسکتا ہے کہ یہ لالہ سری رام
(دہلی) کی ملکہ ہے جن کا ادبی ذوق علی مسرت اور شمسی صلاحیت محتاج
ہیما نہیں۔ ان کا اہم ادبی کارنامہ شعرائے اردو کا تذکرہ کئی جلدوں میں
"خم خانہ جاوید" کے نام سے یادگار ہے۔ وہ اپنے گھر پر باقاعدہ شمسی نشست
منعقد کیا کرتے تھے۔ خود شعراء کے کلام کی ہمارا تیار کرتے تھے اور کاتب سے
بھی لکھواتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں نادر کتابوں کا ایک بیش قیمت ذخیرہ
تھا۔ یہ کتب خانہ انھوں نے بنارس ہندو یونیورسٹی کی لائبریری کو بطور عطیہ
دے دیا تھا جس میں دیوان فراق کا قلمی نسخہ بھی شامل ہے۔

بنارس کے نسخے کو علی گڑھ کے نسخے پر کئی اعتبار سے فوقیت حاصل ہے
اس کی چند مثالیں دیے ذیل میں۔

۱۔ علی گڑھ کے نسخے میں غزلوں کی کل تعداد ۲۰۵ ہے جبکہ بنارس کے نسخے
میں ۵۱۵ غزلیں ہیں۔ اس طرح بنارس کے نسخے میں علی گڑھ کے مقابلے
میں ۳۱۰ غزلیں زیادہ ہیں جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علی گڑھ
کا نسخہ نامکمل اور غیر عمدہ ہے۔

- ۲- بنارس کے نسخے میں غزلوں کے علاوہ دیگر اسلاف سخن کے اشعار بھی ملتے ہیں مثلاً رباعیات سلام ناریخی قطعات نظم مناجات اور قصیدہ۔ اس کے برخلاف علی گڑھ کے نسخے میں صرف غزلیں ملتی ہیں۔
 - ۳- علی گڑھ کے نسخے میں پہلی غزل جو دیں ہے بنارس کے نسخے میں و ۲۲ ویں غزل ہے۔
 - ۴- بنارس کے نسخے میں غزلیں حروف تہجی کے اعتبار سے الف کی ردیف سے لے کر یح کی ردیف تک ملتی ہیں جب کہ علی گڑھ کے نسخے میں صرف الف سے لے کر یون تک کی ردیف کی غزلیں ہیں۔
 - ۵- بنارس کے نسخے میں کلیات فراق دیں ہے جبکہ علی گڑھ کے نسخے میں صرف دیوان فراق دیں ہے۔
 - ۶- علی گڑھ کے نسخے میں حاشیہ پر کچھ غزلیں سید روشن کی تحریر ہیں لیکن بنارس کے نسخے میں فراق کے علاوہ کسی دوسرے شاعر کا کلام دیں نہیں ہے۔
- فراق کے کلام کے چند اشعار ان سبھی تذکروں میں ملتے ہیں جن میں فراق کا ذکر ہے لیکن عمدہ منتخبہ (۱) گلستان سخن (۲) مرآۃ الشعراء (۳)

-
- (۱) عمدہ منتخبہ از میر محمد خان بہادر سرور مرتبہ خواجہ احمد فاروقی
مطبوعہ پرنٹنگ پریس بمبئی ۲۵۹-۲۶۰
 - (۲) گلستان سخن از قادر بخش ساہر (عکس اڈیشن) ناشر اردو اکادمی
لکھنؤ۔ مطبوعہ سیما آفٹ پریس جامع مسجد دہلی ۲۸۵
 - (۳) مرآۃ الشعراء از حکیم محمد یحییٰ ثنویا۔ مطبوعہ عالم کبر الکریم پریس لاہور
۲۴۹-۲۵۵

اور مجموعہ نغز میں دوسرے تذکروں کے مقابلے میں کچھ زیادہ اشعار ملتے ہیں (۱) مرزا قادر بخش ساہرنے " گلستان سخن " میں فراق کی مرتبہ کوئی کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور فراق کے کلام میں تقریباً افکارہ سلام امام حسین کی شہادت سے متعلق ملتے ہیں۔

تذکروں میں مندرج تقریباً سبھی اشعار بنارس کے قلمی نسخے میں موجود ہیں چنانچہ اس لحاظ سے بھی یہ نسخہ دیگر نسخوں کے مقابلے میں زیادہ معتبر اور مددگار سمجھا جاسکتا ہے۔

ترتیب و تدوین کے سلسلے میں اصول و قواعد

تتاً اللہ خان فراق کی کلیات کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں جو اصول و قواعد مد نظر رکھے گئے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- ۱۔ متن کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں بنارس کے نسخے کو بنیاد بنایا گیا ہے لیکن اگر کہیں کوئی شعر اس نسخے میں غلط یا غیر موزون درج ہے اور وہی شعر علی گڑھ کے نسخے میں موزون اور صحیح درج ہے تو اس کو داخل متن کر لیا گیا ہے اور فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔
- ۲۔ اختلاف نسخ فٹ نوٹ میں اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ بنارس کے نسخے کی علامت " ب " اور علی گڑھ کے نسخے کی علامت " ع " لکھ کر ظاہر کی گئی ہے۔ اگر کہیں تذکروں میں بھی کسی شعر میں اختلاف پایا گیا ہے تو فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

(۱) مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم مرتبہ محمود شیرانی۔ مطبوعہ ایگل آفست

- ۳۔ کلیات کی ترتیب و تدوین قلمی نسخے کی ترتیب کے مطابق ہے۔ البتہ کچھ غزلین جو حروفِ تہجی کے اعتبار سے ردیف و اردیف نہیں ہیں ان کی ترتیب صحیح کردی گئی ہے۔ اسی طرح اصل نسخے میں اصنافِ سخن کے سلسلے میں بھی جہاں کہیں ترتیب غلط ہے مثلاً غزل کے بعد سلام اور سلام کے بعد پھر غزلین یا تاریخی قطعات کے بعد رباعیات اور رباعیات کے بعد پھر تاریخی قطعات درج ہیں ان کی ترتیب صنفِ سخن کے لحاظ سے پیش نظر متن میں درست کردی گئی ہے اور فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔
- ۴۔ دو تاریخی قطعات اور غزل کے کچھ اشعار جو اصل مخطوطے میں نہیں ہیں لیکن تذکروں میں پائے گئے ہیں ان کو متن میں شامل کر لیا گیا ہے اور فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔
- ۵۔ اصل نسخے کی کچھ غزلوں میں مقطع کا شعر غزل کے آخری شعر سے قبل درج ہے۔ اس طرح کی غزلوں میں مقطع کا شعر غزل کے آخر میں تحریر کر دیا گیا ہے۔
- ۶۔ قاری کی سہولت کے پیش نظر فرہنگِ ہجائے آخر میں دینے کے مشکل الفاظ اور اصطلاحات کے معنی فٹ نوٹ میں ہی درج کر دیے گئے ہیں۔
- ۷۔ بعض اشعار جو اصل نسخے میں صریحاً کاتب کی غلطی سے غلط یا ناموزون درج ہیں ان کی پیش نظر متن میں قیاسی تصحیح کردی گئی ہے لیکن اس امر کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ شاعر کے اسلوبِ اندازِ بیان اور اس کے رنگ سے مختلف نہ ہو اور نہ ہی نفسِ مضمون پر کوئی آجے آئے۔ اس کے علاوہ اس کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے کم سے کم الفاظ استعمال ہوں تاکہ تصحیح کی ہمت اپنی اصل صورت میں قائم رہے۔ فٹ نوٹ میں اس غرض کی تصحیح کی وضاحت بھی کردی گئی ہے۔

۸۔ اصل نسخے میں کاتب نے ہمیں جگہ الفاظ کی ترتیب غلط کر دی ہے اور اس کی وضاحت لفظ کے اوپر م (مقدم) یا خ (مؤخر) لکھ کر کی ہے۔ ہمیں نظر میں اس طرح کے الفاظ کی ترتیب درست کر دی گئی ہے۔

۹۔ اصل نسخے میں کاتب نے اکثر غزلوں میں نخل کی جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ ہمیں نظر میں میں شاعر کا نخل درج کر دیا گیا ہے۔

۱۰۔ اصل نسخے میں کتابت کے اصول قدیم اور غیر متعین ہیں۔ ہمیں نظر میں میں جدید اصول کتابت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۱۔ بائع معروف و مجهول میں کوئی امتیاز نہیں قائم کیا تھا مثلاً کی (کے) آئ (آئی) وغیرہ۔ ان حروف کو میں میں حسب ضرورت تحریر کیا گیا ہے۔

۱۲۔ لفظوں کے سلسلے میں کوئی اصول متعین نہیں تھے۔ مثلاً بائع معروف اور مجهول دونوں کے نیچے دو نقطے دیے تھے۔ اس کے علاوہ کہیں نقطے ضرورت سے زیادہ اور کہیں کم لگائے گئے تھے اور اکثر جگہ تھے ہی نہیں یا سارے نقطے ایک ہی جگہ لگا دیے گئے تھے مثلاً ہمار ہشمان وغیرہ۔ اس طرح کے الفاظ میں نقطے مناسب جگہ اور حسب ضرورت درج کر دیے گئے ہیں۔

۱۳۔ کاتب نے ن اور ہ میں کوئی فرق نہیں برقرار کیا تھا مثلاً طاہرون (طائرون) آرائیں (آرائیں) وغیرہ۔ اس طرح کے الفاظ کی مناسب تصحیح کر دی گئی ہے۔

۱۴۔ ہائے مخلوط اور ہوز میں کوئی فرق نہیں برقرار کیا تھا مثلاً آنکہ (آنکھ) کھر (کھر) بھول (بھول) وغیرہ۔ اس طرح کے الفاظ کو جدید اصول کتابت کے تحت لکھا گیا ہے۔

- ۱۵۔ بعض جگہ ہائے ہوز اور مخلوط کو یکجا تحریر کیا گیا تھا مثلاً مند ہونٹہم
وہرو ۔ اس صی کے الفاظ کی تصحیح کردی گئی ہے ۔
- ۱۶۔ بعض جگہ ہائے مخلوط لا غلط استعمال کیا گیا تھا مثلاً تڑمہنا (تڑہنا)
اجھٹ (اجٹ) وہرو ۔ پیش نظر متن میں اس طرح کے الفاظ سے غیر ضروری
ہائے مخلوط کو حذف کر دیا گیا ہے ۔
- ۱۷۔ بعض الفاظ جس میں ہائے ہوز یا مخلوط کی ضرورت تھی اور کاتب نے اس
کو نظر انداز کر دیا تھا مثلاً سات (ساتھ) ہات (ہاتھ) وہرو ۔ اس
طرح کے الفاظ کی تصحیح کردی گئی ہے ۔
- ۱۸۔ کاتب نے کاف اور گاف میں کوئی فرق نہیں کیا تھا اور ہر جگہ ایک ہی مرکز
سے کام لیا گیا تھا ۔ پیش نظر متن میں حسب ضرورت مرکز لگا دیا گیا ہے ۔
- ۱۹۔ نون عہ ہر جگہ نقطہ لگایا گیا تھا ۔ اس کی حسب ضرورت تصحیح کردی
گئی ہے ۔
- ۲۰۔ کاتب نے جاہ جا نون زائد کا استعمال کیا تھا مثلاً کونجہ (کوجہ) آئمنہ
میں (آئمنے میں) کونج (کوج) وہرو اس طرح کے الفاظ سے نون زائد کو
حذف کر دیا گیا ہے ۔
- ۲۱۔ کاتب نے بعض الفاظ میں قدیم املا کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کیا تھا
مثلاً آبلہ اور آبلے دونوں کو ایک ہی طرح سے لکھا تھا ۔ اس طرح کے الفاظ
کو جدید املا کے مطابق لکھ دیا گیا ہے ۔
- ۲۲۔ کاتب نے ہشتہر جگہ " و " زائد کا استعمال کیا تھا مثلاً آپہ (آپ) آنجہ
(آنچ) وہرو ۔ اس صی کے الفاظ سے و زائد کو نکال دیا گیا ہے ۔

- ۲۳۔ کاتب نے یہاں وہاں ایدھر اودھر ہاں وان دیوانہ دیوانہ وغیرہ الفاظ میں کوئی امتیاز نہیں برتا ہے۔ اس کی تصحیح شعر کی موزونیت کے لحاظ سے کردی گئی ہے۔
- ۲۴۔ کاتب نے متہ پیش کی حرکت ظاہر کرنے کے لئے "و" کا استعمال کیا تھا مثلاً اون (ان) اوسکو (اس کو) وغیرہ۔ پیش نظر متن میں اس طرح کے الفاظ سے "و" حذف کر دیا گیا ہے۔
- ۲۵۔ کسو (زیر) کی حرکت ظاہر کرنے کے لئے کہیں کہیں (ی) سے کام لیا گیا تھا مثلاً ایدھر (ادھر) جیدھر (جدھر) پھیر (پھر) وغیرہ۔ بائیں کسو کو ایسے الفاظ سے خارج کر دیا گیا ہے۔ البتہ جہاں بائیں کسو کے گرائے سے وزن پر اثر پڑتا تھا وہاں اس کو قائم رکھا گیا ہے۔
- ۲۶۔ کاتب نے اکثر جگہ "و" کا استعمال کیا تھا مثلاً وہیں (وہیں)۔ اس طرح کے الفاظ کی تصحیح کردی گئی ہے۔ لیکن شعر کی موزونیت میں فرق آنے کی صورت میں اصل لفظ کو ہی برقرار رکھا گیا ہے۔
- ۲۷۔ کاتب نے اکثر جگہ جہاں صوفی اعتبار سے "ن" کا مخبر ہوتا ہے لیکن تحریر میں خارج کر دیا جاتا ہے وہاں بھی "ن" تحریر کیا تھا جیسے آئینہ (آئینے) مہینہ (مہینے) وغیرہ اس طرح کے الفاظ کی تصحیح کردی گئی ہے۔
- ۲۸۔ کاتب نے بالمعوم اکہ۔ ایکہ مرا۔ میرا۔ تیری۔ تیری وغیرہ میں کوئی امتیاز نہیں برتا تھا۔ اس طرح کے الفاظ کی اصلاح شعر کی موزونیت کے پیش نظر کردی گئی ہے۔
- ۲۹۔ کاتب نے بعض الفاظ قدیم املے کے مطابق لکھے تھے مثلاً جاگہ (جگہ) ہارون (ہارن) وغیرہ۔ اس طرح کے الفاظ کو جدید املے کے مطابق تحریر کر دیا گیا ہے لیکن شعر پر اثر پڑنے کی صورت میں املا تبدیل نہیں کیا گیا ہے۔

۳۰۔ کاتب نے بہت سے الفاظ ایک ساتھ ملا کر تحریر کئے تھے مثلاً زخونکی (زخمون کی) نکچین (نکتہ چین) نہو (نہ ہو) وغیرہ اور اس کے برخلاف بھی جگہ جہاں الفاظ کو ملا کر لکھا جاہے تھا وہاں ان کو قطع کر کے تحریر کیا تھا مثلاً باغ بان (باغبان) خان مان خراب (خانمان خراب) گفت گو (گفتگو) وغیرہ۔ ہمیں نظر میں اس طرح کے الفاظ کو حسب تقاضہ علیحدہ علیحدہ اور ملا کر تحریر کیا گیا ہے۔

۳۱۔ کاتب نے جہاں جہاں الفاظ کا املا غلط لکھا تھا مثلاً ہسات (ہساط) حواس (حواس) انم (عظم) واری (وارث) طہریع (تہریع) عطراؤ (انراؤ) حوادث (حوادث) وغیرہ۔ اس طرح کے الفاظ کا املا درست کر دیا گیا ہے اور فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔

۳۲۔ بعض اشعار جن کی قیاسی تصحیح بھی ممکن نہ تھی وہاں "کذا" لکھ دیا گیا ہے اور فٹ نوٹ میں بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔

۳۳۔ بعض مسرعے یا الفاظ جہاں سے کاغذ پھٹ گیا تھا یا خود کاتب نے لکھنا چھوڑ دیا تھا انہیں اصل صورت میں رہنے دیا گیا ہے اور جھوٹی ہوئی جگہ کو نقطوں سے پر کر دیا گیا ہے۔ فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔

۳۴۔ بعض اشعار کے سلسلے میں مختلف نسخوں یا تذکروں میں جو اختلاف پائے گئے ہیں ان میں جو زیادہ بہتر اور موزون معلوم ہوا اس کو متن میں شامل کر لیا گیا ہے لیکن اصل کی ترجیح مد نظر رکھی گئی ہے اور اس کی وضاحت فٹ نوٹ میں کر دی گئی ہے۔

۳۵۔ بعض اشعار جو اصل میں ہیں لیکن دوسرے نسخوں میں نہیں ہیں یا دوسرے نسخوں میں ہیں اور اصل میں نہیں ہیں ان کی وضاحت فٹ نوٹ میں کر دی گئی ہے۔

۳۶۔ بعض اشعار جو اصل میں نہیں ہیں لیکن دوسرے نسخوں یا تذکروں میں ہیں انہیں سہو کثابت پر معمول کر کے داخل متن کر لیا گیا ہے اور فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔

۳۷۔ دوسرے نسخے میں جس شعر پر دیوان ختم ہو گیا ہے اس کی وضاحت فٹ نوٹ میں کردی گئی ہے۔

۳۸۔ نسخوں میں جہاں کہیں اشعار کی ترتیب میں اختلاف پائے گئے ہیں ان کی وضاحت فٹ نوٹ میں کردی گئی ہے۔

۳۹۔ اکثر جگہ قطع بندہ اشعار کی وضاحت نہیں کی گئی تھی۔ ہمیشہ نظر میں رہا ہے کہ وضاحت "ق" لکھ کر کردی گئی ہے۔

۴۰۔ کاتب نے اکثر جگہ ہے کی جگہ میں اور میں کی جگہ ہے تحریر کیا تھا۔ ہمیشہ نظر میں رہا ہے اس کی حسب ضرورت تصحیح کردی گئی ہے۔

۴۱۔ کاتب نے بعض جگہ ہائے حق کی جگہ ہائے معروف استعمال کیا ہے مثلاً کاشکے (کاش کہ) وغیرہ۔ ہمیشہ نظر میں رہا ہے اس کی تصحیح کردی گئی ہے۔

۴۲۔ کاتب نے کئی جگہ اصناف کی جگہ ہائے معروف کا استعمال کیا تھا مثلاً نقشے پر آپ (نقش پر آپ) اس طرح کے الفاظ کی تصحیح موجودہ املے کے مطابق کردی گئی ہے۔

۴۳۔ شاعر نے اکثر جگہ ضرورت شعری کے تحت غلط الفاظ استعمال کئے تھے مثلاً ہنہوں کی جگہ ہنہوں آخر کار کی جگہ آخر کار وغیرہ۔ اس طرح کی غلطیوں کی نشان دہی فٹ نوٹ میں کردی گئی ہے۔

۴۴۔ شاعر نے جہاں جہاں ضرورت الفاظ استعمال کئے ہیں مثلاً نہ ہنہری نہت واجہنے لگے چلنا تلوار سونٹنا وغیرہ اس طرح کے الفاظ کی فٹ نوٹ میں وضاحت کردی گئی ہے۔

۲۵۔ شاعر نے جہاں کہیں مخصوص شخصیتوں بزرگان دین یا اہباب کا پہچانے نام کے نخل یا لقب استعمال کیا ہے ۔ ان حضرات کی فٹ نوٹ میں تفصیل دی کر دی گئی ہے ۔

۲۶۔ تاریخ قطعاً میں جہاں کہیں مادہ تاریخ نہیں دی تھا وہاں مادہ تاریخ نکال کر دی کر دیا گیا ہے ۔

۲۷۔ شاعر نے اگر کوئی مصرع یا شعر کسی دوسرے شاعر کا پرائے بیت یا مثال کے طور پر استعمال کیا ہے تو فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے ۔

دوسرا باب

خاندانی حالات

دوسرا باب

خاندانی حالات

نام و تخلص

فراق کے نام اور تخلص کے بارے میں ان کے ہمصر اور بعد کے بھی تذکرہ نگار متفق ہیں کہ ان کا نام ثناء اللہ خان اور تخلص فراق تھا۔ ہمصر تذکرہ نگاروں میں میر حسن لکھتے ہیں :

"میان ثناء اللہ خان فراق تخلص برادرزادہ" میان ہدایت از
شاعران حال است "....." (۱)

مرزا لطف بھی اپنے تذکرے میں یہی نام اور تخلص لکھتے ہیں :
"فراق دہلوی میان ثناء اللہ خان از شاگردان خواجہ میر درد
است "....." (۲)

اس کا ثبوت مصحفی کے تذکرے میں بھی ملتا ہے :
"فراق تخلص ثناء اللہ خان برادرزادہ" ہدایت اللہ خان
ہدایت "....." (۳)

-
- (۱) تذکرہ شعرائے اردو از میر حسن مرتبہ مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی
مطبوعہ مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ (۱۹۲۲ء) ص ۱۵۲
 - (۲) گلشن ہند از مرزا علی لطف۔ مطبوعہ رفائع عام اسٹیم پریس لاہور
۱۹۰۶ء ص ۱۸۸
 - (۳) تذکرہ ہندی از غلام ہدایت مصحفی۔ مرتبہ مولوی عبدالحق۔ مطبوعہ
حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی ص ۵۲

خوب چند ذکا نے بھی اپنے تذکرے میں اسی نام اور تخلص سے یاد کیا ہے :

"حکیم ثناء اللہ خان فراق قہم افغان (۱)

فراق کے سلسلے میں قدرت اللہ قاسم کا قول سب سے زیادہ اہم اور معتبر اس لحاظ سے کیا جاسکتا ہے کہ ان کے نہ صرف فراق سے کہیں دوستانہ مراسم تھے بلکہ انجمن کے مطب میں فراق نسخہ نویسی کیا کرتے تھے وہ بھی اپنے تذکرے میں جاہ جاہی نام اور تخلص لکھتے ہیں :

"فراق تخلص حکیم ثناء اللہ خان (۲)

عہدہ منتخبہ سے بھی اسی نام اور تخلص کی تصدیق ہوتی ہے :

"فراق تخلص حکیم ثناء اللہ قہم افغان (۳)

شاہ کمال بھی اپنے تذکرے میں اسی نام اور تخلص کی تائید کرتے ہیں :

"حکیم ثناء اللہ خان فراق تخلص شاعر دہلی است (۴)

(۱) عبار الشعراء از خوب چند ذکا - مخطوطہ مملوکہ انجمن ترقی اردو ہند

دہلی - س ۱۵۳

(۲) مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم - مرتبہ محمود شیرانی - مطبوعہ مکتبہ برہان

اردو بازار دہلی (جلد اول) س ۵ ۳۸ ۶۶ ۷۲ ۸۲ ۱۲۶ ۱۳۸

۱۴۸ ۲۱۴ ۲۳۵ ۲۴۰ ۲۵۶ ۲۷۲ ۳۴۵ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۶۶

(جلد دوم) س ۲۴ ۲۹ ۳۹ ۹۰ ۱۲۷ ۱۶۱ ۲۵۵ ۲۶۳

۲۶۹ ۲۹۶ ۳۱۷ ۳۵۳

(۳) عہدہ منتخبہ از میر محمد خان سرور - مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی - مطبوعہ

پرنٹنگ پریس پریس س ۲۵۹

(۴) مجمع الانتخاب از شاہ کمال - مرتبہ نثار احمد فاروقی - (المصوب کتب تذکرے)

مطبوعہ مکتبہ برہان اردو بازار دہلی - س ۹۶ (مجمع الانتخاب) -

فتح علی حسینی کردہ ہزی نے جب اپنا تذکرہ مکمل کیا تو فراق نے مادہ تاریخ نظم کی ۔ اس کا ذکر ڈاکٹر عبدالحق نے اپنے دیباچے میں اس طرح کیا ہے :

"تتأثر اللہ خان فراق نے سید صاحب (فتح علی حسینی کردہ ہزی) کے انتقال کی تاریخ اس صبح سے نکالی ۔ "کہا مانتے انتخاب سلف" ۔ اس سے سنہ ۱۲۲۲ھ نکلتا ہے ۔" (۱)

فراق کی وفات کے بعد جو تذکرے لکھے گئے ان میں بھی یہی نام اور تخلص ملتا ہے ۔ (۲)

(۱) تذکرہ رشتہ گو یا از فتح علی حسینی مرتبہ ڈاکٹر عبدالحق ۔ نائٹ ایجنسی آف اردو حیدرآباد

(۲) گلشن مع خار از نواب مصطفیٰ خان شیعہ ۔ مطبوعہ منشی نول کشور پریس لکھنؤ

ناشر اردو اکادمی لکھنؤ (عکس الٹیشن) ص ۱۲۹

۲۔ گلستان مع خزان موسم بہ نسیم عند لیب از میر قطب الدین باطن ۔ ناشر

اردو اکادمی لکھنؤ (عکس الٹیشن) ص ۱۸۱ - ۱۸۲

۳۔ خوش مصرکہ زیبا از سماعت خان ناصر ۔ مرقبہ ڈاکٹر شمیم انہوڑوی ۔

مطبوعہ نسیم بک ڈپو لکھنؤ ص ۱۳۲

۴۔ طبقات الشعرائع عند از کریم الدین وفیلن ۔ ناشر اردو اکادمی لکھنؤ

(عکس الٹیشن) ص ۱۸۰

۵۔ یادگار شمرا از اسیر نگر شرحہ طفیل احمد ۔ مطبوعہ ہندوستانی اکادمی

الہ آباد ص ۱۵۲

۶۔ گلشن ہمیشہ بہار از نصر اللہ خان خوشکی ۔ مطبوعہ انجمن ترقی اردو

کراچی ص ۲۲۲

۷۔ سخن شمرا ۔ از عبد الغفور ستاخ ۔ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ص ۲۶۱

(باقی آئندہ)

ولادت وفات و مدفن -

شاہ اللہ خان فراق کی تاریخ ولادت اور وفات کے سلسلے میں زیادہ تر تذکرہ نگار خاموش ہیں البتہ حکیم محمد یحییٰ تنہا قیاس سے کلام لیتے ہوئے اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں :

"قیاس سے کہا جاسکتا ہے کہ آپ اندازاً سنہ ۱۱۷۴ھ میں پیدا ہوئے اور تقریباً ۷۲ سال کی عمر پائی - آپ مر درد کے شاگرد اور مرید تھے درد نے سنہ ۱۱۹۹ھ میں وفات پائی اس لئے اس وقت

(گذشتہ سے پیوستہ)

- ۸۔ طور کلم از سید نور الحسن مترجمہ عطا لکوی - مطبوعہ دی آرٹ پریس سلطان گنج پٹنہ س ۹۷
- ۹۔ ہزم سخن از سید علی حسن خان - مطبوعہ نای مفید عام پریس آگرہ س ۹۲
- ۱۰۔ آب حیات از محمد حسین آزاد - مطبوعہ رام نرائن لال بیتی مادھوپیشرس الہ آباد - س ۱۸۹
- ۱۱۔ تذکرہ شعرائع اردو موسم بہار کل رتھا از حکیم عبدالعزیز - مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ - س ۲۷۳
- ۱۲۔ مرآۃ الشعراء - از محمد یحییٰ تنہا - مطبوعہ عالمگیری لکھنؤ پریس لاہور پاکستان س ۲۴۹ - ۲۵۰
- ۱۳۔ گلستان سخن از مرزا قادر بخش صاحب - ناشر اردو اکادمی لکھنؤ (عکس الیشن) س ۳۸۵
- ۱۴۔ تذکرہ گلشن ہند از مرزا علی لطف - مطبوعہ رفائع عام اسٹیم پریس لاہور سنہ ۱۹۰۶ھ س ۱۸۸

آپ کی عمر کم از کم ۲۵ سال ہوگی۔ حکیم قدرت اللہ قاسم آپ کو جوان لکھنے میں اور سنہ ۱۲۲۱ھ میں آپ کی عمر تقریباً ۴۷ سال ہوئی ہے۔ ادھر "گلشن پی خار" کی تصنیف کے وقت آپ وفات پاچکے تھے جس کو سنہ ۱۲۵۰ھ میں شیخ نے مرتب کیا تھا۔ اس لٹھ ہمارا خیال غلط ہو یا صحیح حکیم فراق کی زندگی کا زمانہ یقیناً یہی ہے خواہ دو چار سال کی ادھر ادھر کی کئی ہوشی ہو۔ جب تذکرہ نویس ان امور کی نسبت خاموشی اختیار کر لیں تو ہم مجبور ہیں کہ اپنے قیاس سے کام لیں اور اپنے ناظرین کے سامنے کم از کم اس زمانے کا خاکہ پیش کر دیں جب کہ ہمارا ہیرو اپنی حیات مختصر کے دن گزار رہا تھا۔" (۱)

تنہا کے تذکرے کے علاوہ کسی اور تذکرے میں فراق کی تاریخ ولادت اور وفات نہیں ملتی۔ فراق کے عہد سے متعلق جہاں تک تاریخ نگاروں کا تعلق ہے ان میں صرف ایک کتاب قدیر احمد کی ملتی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے :

"حکیم تنہا" اللہ خان فراق دہلوی سنہ ۱۱۷۴ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۴۶ھ میں انتقال کیا۔" (۲)

قدیر احمد کی کتاب تنہا کے تذکرے سے کافی عرصہ بعد لکھی گئی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے تنہا کے تذکرے کو ہی بنیاد بنایا ہے۔

(۱) مرآۃ الشعرا - از حکیم محمد یحیی تنہا - مطبوعہ عالمگیر الیگزٹریک پریس

لاہور س ۲۴۹ - ۲۵۰

(۲) خواجہ میر درد اور ان کا ذکر و فکر - از قدیر احمد - مطبوعہ مکتبہ شاہراہ

اردو بازار دہلی س ۲۱۶

فراق کے مدفن کے بارے میں بھی کسی تذکرے میں کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی دلی سے باہر جانے کا کوئی حال ملتا ہے۔ چنانچہ موصولہ مآخذ کے پیش نظر یہ قہر قیاس ہے کہ حکیم ثناء اللہ خان فراق سنہ ۱۱۴۲ھ میں دلی میں پیدا ہوئے سنہ ۱۲۲۶ھ میں دلی میں ہی وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔

وطن -

ثناء اللہ خان فراق شاہجہان آباد کے رہنے والے تھے۔ اس امر میں کسی تذکرہ نگار کے یہاں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس سلسلے میں فراق کے ہمعصر تذکرہ نگاروں کے اقتباسات درج ذیل ہیں :

"میان ثناء اللہ خان فراق تخلص برادرزادہ ہدایت از شاعران
حال است در شاہجہان آباد می ماند" (۱)

(میر حسن)

"فراق دہلوی میان ثناء اللہ خان" (۲)
(میرزا لطف)

"فراق تخلص ثناء اللہ خان ظہیر نا در شاہجہان آباد بود
رابطہ دوستی روز بہ روز در ترقی داشت" (۳)
(مصحفی)

-
- (۱) تذکرہ شعرائے ارد و از میر حسن مرتبہ مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی -
مطبوعہ مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ (۱۹۲۲ء) ص ۱۵۲
 - (۲) گلشن ہند میرزا علی لطف - مطبوعہ نفاذ عام اسٹیم پریس لاہور ص ۱۸۸
 - (۳) تذکرہ ہندی از مصحفی - مرتبہ مولوی عبدالحق - مطبوعہ حالی پبلشنگ
ہاؤس دہلی ص ۵۲

- "حکم ثناء اللہ خان فراق موطن دہلی (۱)
(خوبچند ذکا)
- "فراق تخلص حکم ثناء اللہ خان موطن دارالخلاہ (۲)
(میر محمد خان بہادر سرور)
- فراق کے بعد جو تذکیرے لکھے گئے ان میں بھی دلی ہی کو ان کا وطن قرار
دیا گیا ہے - (۳)

- (۱) عمار الشعرا - از خوبچند ذکا - (مخطوطہ) مملوکہ انجمن ترقی اردو ہند دہلی
س ۱۵۲
- (۲) عمدہ منتخبہ از میر محمد خان بہادر سرور - مرتبہ خواجہ احمد فاروقی -
مطبوعہ پرنٹنگ پریس بمبئی س ۲۵۹
- (۳) ۱- مجموعہ نظم از قدرت اللہ قاسم - مرتبہ محمود شیرانی - مطبوعہ مکتبہ برہان
اردو بازار دہلی س ۲۹ (جلد دوم)
- ۲- گلشن مع خار از نواب مصطفی خان شیکہ - مطبوعہ منشی نول کشور پریس
(عکسی الٹیشن) ناشر اردو اکادمی لکھنؤ س ۱۲۹
- ۳- گلشن مع خزان (نغمہ عند لب) از قطب الدین باطن (عکسی الٹیشن)
ناشر اردو اکادمی لکھنؤ س ۱۸۱ - ۱۸۲
- ۴- طبقات الشعرائے ہند از کریم الدین (عکسی الٹیشن) ناشر اردو اکادمی
لکھنؤ س ۱۸۰
- ۵- یادگار شعرا - از اسپرنگر - مترجمہ طفیل احمد - مطبوعہ ہندوستانی
اکادمی الہ آباد س ۱۵۲
- ۶- گلشن ہمیشہ بہار از نصر اللہ خان خوشگی - مطبوعہ انجمن ترقی اردو
کراچی پاکستان س ۳۲۳
- (باقی آئندہ)

خاندان -

فراق کے حسب و نسب کے بارے میں زیادہ تر تذکرہ نگاروں نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے لیکن عہد فراق کے چند تذکرہ نگاروں نے اس مسئلہ پر ضرور سرسری روشنی ڈالی ہے مثلاً خوب چند ذکا انعمین قوم افغان سے منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

(گذشتہ سے پہوستہ)

- ۷۔ سخن شعرا از محمد الفغور رشتاخ - مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ص ۳۶۱
- ۸۔ طور کلم - از سید نورالحسن مخرجہ عطا لاکوی - مطبوعہ دی آرٹ پریس سلطان کالج پٹنہ - ص ۹۷
- ۹۔ بنم سخن - از سید علی حسن خان مطبوعہ نای مفید عام پریس آگرہ ص ۹۲
- ۱۰۔ آب حیات - از محمد حسین آزاد مطبوعہ رام نرائن نیو مادھو پبلشرس الہ آباد ص ۱۸۹
- ۱۱۔ تذکرہ شعرائع اردو (گل ونا) از حکیم عبدالعفی مطبوعہ صارف پریس اعظم گڑھ ص ۲۷۳
- ۱۲۔ مرآۃ الشعرا - از محمد یحییٰ تنہا - مطبوعہ عالمگیر الکفرک پریس لاہور پاکستان ص ۲۴۹ - ۲۵۰
- ۱۳۔ میخانہ درد از ناصر نذیر فراق - مطبوعہ جمید برق پریس دہلی ص ۱۵۸
- ۱۴۔ گلستان سخن - از مرزا قادر بخش صابر - (عکس الہیٹن) ناشر اردو اکادمی لکھنؤ ص ۳۸۵

” حکیم علاء اللہ خان قلم افسانہ“ (۱)
 میر محمد خان بہادر سرور بھی خوب جلد دکا کے ہم خیال ہیں :
 ” نرائی تخلص حکیم علاء اللہ خان قلم افسانہ مثنوی
 دارالخلاہ“ (۲)

قدرت اللہ قلم کے بیان سے اتنا اور معلوم ہوا ہے کہ وہ لودھی
 پشمان تھے اور ان کے جد کلان ایک شریف القصب سیدانی کے پٹن سے تھے :
 حکیم علاء اللہ خان سلمہ الرحمن نے از انانہ لودھی
 کہ جد کلان ایشان از پٹن دھلی از سادات شریف القصب ہونہ۔“ (۳)

مذکورہ بالا شواہد کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ علاء اللہ خان
 نرائی لودھی پشمان تھے اور ان کے اجداد ایک سید دادی کے پٹن سے تھے ۔
 نرائی کے والد اور دیگر امرا کے بارے میں بھی کچھ پتہ نہیں چلتا بجز اس کے کہ
 ان کے چچا ہدایت اللہ خان ہدایت صاحب دیوان شاعر اور خواجہ مر درد کے
 مرید تھے ۔

توضیح :-

نرائی کے مرید کے سلسلے میں میری نظر سے جو تذکیرے گزیرے ہیں ان میں
 نرائی کے سرب ایک مرید کا ذکر ملتا ہے جن کا نام نسر اللہ خان اور تخلص رسال تھا ۔

(۱) عبارت الشعرا - از خوب جلد دکا - (مخطوطہ) مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند

دہلی س ۱۵۲

(۲) عمدہ منتخب از میر محمد خان بہادر سرور - مؤلفہ خواجہ احمد فاروقی -

مطبوعہ پرنٹنگ پریس پریس س ۲۵۹

(۳) مجموعہ نثر از قدرت اللہ قلم مؤلفہ محمود شیرانی مطبوعہ مکتبہ برہان

اردو بازار دہلی (جلد دوم) س ۲۹

اس سلسلے میں وہ تذکرے جو وصال کی زندگی میں لکھے گئے زیادہ معتبر ہیں۔ ان تذکروں میں بھی فراق کے ایک ہی فرزند کا نام ملتا ہے مثلاً قدرت اللہ قاسم نے اپنے تذکرے میں فراق کے صرف ایک فرزند کا ذکر کیا ہے۔ قاسم لکھتے ہیں :

..... وصال تخلص پر خوردار سعادت نشان نصر اللہ خان
خلف الدق دوست دار سراہا وفاق حکم ثناء اللہ خان فراق
است (۱)

کریم الدین نے بھی وصال کے بارے میں یہی لکھا ہے :
"حکم نصر اللہ خان وصال فرزند حکم ثناء اللہ خان فراق کے بڑا
حکم صادق اور طبیب صادق ہے (۲)

مرزا قادر بخش نے وصال کے بارے میں کچھ زیادہ تفصیل سے لکھا ہے :
..... : حکم نصر اللہ خان سلمہ الرحمن خلف جناب مستطاب
غفران پناہ مغفرت دستگاہ بگاہ آفاق حکم ثناء اللہ خان فراق
..... شاہ عبد العزیز دہلوی سے تحصیل اور علم طب کو حکم
نامل اور طبیب فاضل حکم شریف خان علیہ الرحمة والغفران سے
کسب کیا (۳)

(۱) مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم مرتبہ محمود شمرانی مطبوعہ مکتبہ برہان

اردو بازار دہلی ص ۲۹۶ (جلد دوم)

(۲) طبقات الشعرائے ہند از کریم الدین (عکس الیشن) ناشر اردو اکادمی
لکھنؤ ص ۴۵۲

(۳) گلستان سخن از قادر بخش صابر - (عکس الیشن) ناشر اردو اکادمی
لکھنؤ ص ۴۷۲

قطب الدین باطن بھی وصال کو فراق کا فرزند لکھتے ہیں :
 " وصال تخلص نصر اللہ خان نام پسر حکیم ثناء اللہ خان
 فراق " (۱)

شیفہ کے تذکرے سے بھی اس کی سند ملتی ہے :
 " وصال تخلص نصر اللہ خان نام پسر حکیم ثناء اللہ خان
 فراق " (۲)

فراق کے فرزند کے سلسلے میں تذکروں میں جو شواہد ملتی ہیں ان کی بنیاد
 پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ فراق کا سرف ایک ہر فرزند تھا جس کا نام نصر اللہ خان
 اور وصال تخلص تھا۔ وصال شاعری میں اپنے والد ہی سے اصلاح لیتے تھے۔
 اپنے دور کے جید عالم شاہ عبدالمعز دہلوی سے علم حاصل کیا اور طب کی کتابیں
 مشہور حکیم شریف خان سے پڑھیں۔ وصال کی دو کتابیں " علم لشیخ الافلاک "
 اور " و مخزن " یادگار ہیں۔ وصال کے شعری سرمایہ میں غزلوں کے علاوہ
 مرنے اور سلام بھی ملتے ہیں۔ وصال کے مرنے کا ذکر تذکرہ " گلستان سخن " (۳)
 میں ملتا ہے۔

-
- (۱) گلستان پیخزان (نفسہ عندلیب) از قطب الدین باطن (عکس الیمن)
 ناشر اردو اکادمی لکھنؤ س ۲۸۱
- (۲) گلشن پیخار از نواب مصطفیٰ خان شیفہ۔ مطبوعہ منشی نول کشور پریس
 ناشر اردو اکادمی لکھنؤ۔ س ۱۲۹
- (۳) گلستان سخن از مرزا قادر بخش ساہر۔ ناشر اردو اکادمی لکھنؤ (عکس
 الیمن) ص ۲۷۲

نیمرا باب

حالات زندگی

نمبرا باب

حالات زندگی

تعلیم و تربیت -

فراق کی تعلیم و تربیت کے بارے میں صرف چند تذکروں میں اشارۃً ذکر ملتا ہے مثلاً مصحفی لکھتے ہیں کہ فراق کا ملاں فن کی صحت میں رہتے تھے اور میرے سامنے علم طب حاصل کیا :

"..... ذات شریف را ہمیشہ از کمالان این فن قیاس

می کرد آخر آخر پیش چشم فقیر تحصیل طب کرده " (۱)

قدرت اللہ قاسم رقمطراز ہیں کہ :

"..... علم صریحہ بقدر کفایت بہرہ یاب " (۲)

لیکن ان دونوں تذکروں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ فراق نے علم صریحہ اور علم طب کا افادہ کس سے کیا ۔ البتہ حکیم عبدالعزیز نے اس مسئلہ پر کچھ مزید روشنی ڈالی ہے :

(۱) تذکرہ ہندی از مصحفی - مرتبہ مولوی عبدالحق مطبوعہ حالی پبلشرنگ

ہاؤس دہلی س ۱۶۵

(۲) مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم - مرتبہ محمود شہرائی - مطبوعہ مکتبہ

برہان اردو بازار دہلی س ۴۹ (جلد دوم)

"..... حضرت خواجہ میر درد اور ان کے شاگردوں کے
دامنِ تربیت میں پرورش پائی۔ حکیم قدرت اللہ قاسم شوقی
سنہ ۱۲۴۶ھ سے دینی کتابیں پڑھ کر انہیں کے طب میں
نسخہ نویسی کی۔" (۱)

حکیم عبدالحی کا یہ بیان کہ فراق نے قدرت اللہ قاسم سے نہ صرف
دینی کتابیں پڑھیں بلکہ انہیں کے طب میں نسخہ نویسی بھی کی ثبوت کا محتاج
ہے۔ پھر بھی اتنا تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ فراق نے علمِ ضروریہ کے علاوہ علمِ طب
بھی حاصل کیا تھا۔

پیشہ -

حکیم ثناء اللہ خان فراق کا پیشہ طب تھا اور ان کا شمار دہلی کے مشہور
اور نامور حکیموں میں ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں صحافی رقمطراز ہیں کہ :
"..... نام یہ طبابت پر آورده چنانچہ حالا یہ حکیم ثناء اللہ
خان شہرت دارد۔" (۲)

خوب چند ذکا لکھے ہیں کہ :

"..... در فن طبابت دستگاہے کئی دارد....." (۳)

(۱) تذکرہ شعرائے اردو (گلِ رُخا) از حکیم عبدالحی مطبوعہ معارف پریس

اعظم گڑھ س ۲۷۳

(۲) تذکرہ ہندی از صحافی مرتبہ مولوی عبدالحق۔ مطبوعہ حالی پبلشنگ

ہاؤس دہلی س ۱۶۵

(۳) عیار الشعرا از خوب چند ذکا (مخطوطہ) مملوکہ انجمن ترقی اردو ہند

دہلی س ۱۵۳

اسی خیال سے میر محمد خان سرور نے بھی اتفاق کیا ہے :
 "..... فراق تخلص حکیم ثناء اللہ خان درفن
 طبابت دخلے کلی دارد۔" (۱)

قدرت اللہ قاسم بھی فراق نے ہمارے مین اس خیال کو پیش کرتے ہیں :
 "حکیم ثناء اللہ خان مسلمہ الرحمن درفن طبابت
 حداقت انتساب است" (۲)

نواب مصطفیٰ خان شیخہ بھی لکھتے ہیں کہ
 "حکیم ثناء اللہ خان فن طب مین بھی بہت مہارت
 رکھتے ہیں" (۳)

حکیم سید قطب الدین باطن نے اپنے تذکرے مین فراق کو عالم علم طب سے یاد کیا ہے۔
 "حکیم ثناء اللہ خان دہلوی عالم علم طب " (۴)

اسپرنگر کے تذکرے سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے :
 "..... ابدی مین رہتے ہیں اور مطلب کرتے ہیں" (۵)

(۱) عہدہ منتخبہ از میر محمد خان بہادر سرور۔ مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی

مطبوعہ پرنٹنگ پریس بمبئی ۲۵۹

(۲) مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم مرتبہ محمود شہرائی مطبوعہ مکتبہ برہان

اردو بازار دہلی ۲۹ (جلد دوم)

(۳) گلشن بیخ خار از نواب مصطفیٰ خان شیخہ۔ مجموعہ نول کشور پریس لکھنؤ

ناشر اردو انادبی لکھنؤ (عکسی اڈیشن) ۱۴۹

(۴) گلستان بیخ خزان (نفسہ عند لب) از میر قطب الدین باطن۔ ناشر اردو

انادبی لکھنؤ (عکسی اڈیشن) ۱۸۲

(باقی آئندہ)

مرزا قادر بخش بھی فراق کو اعلیٰ پایے کا حکیم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :
 " فراق نخل حکیم جالینوس فطرت طبیب بقراط و ملت
 خادم فقرائے باب اللہ " (۱)

ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فراق حکیم
 نے لقب سے زیادہ مشہور تھے :
 " تثناء اللہ خان فراق میر درد کے شاگرد تھے ۔ طبابت بھی
 کرتے تھے اس لئے حکیم تثناء اللہ کے نام سے زیادہ مشہور
 میں " (۲)

فراق کے ہمیشے کے بارے میں کسی تذکرہ نگار کے بیان کوئی اختلاف نہیں
 نظر آتا اور اگر کسی نے ان کی طبابت کا ذکر نہیں بھی کیا ہے تو ان کے نام کے ساتھ
 حکیم کے لفظ کا ضرور استعمال کیا ہے ۔

سیرت -

فراق کی سیرت کے بارے میں بھی تذکرہ نگاروں نے ان کی تصدیق ہے
 مثلاً مصحفی لکھتے ہیں :

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۵) بادکار شمعرا از اسیرنگر مخرجہ طفیل احمد ۔ مطبوعہ ہندوستانی اکیڈمی
 الہ آباد س ۱۵۲ ۱۸۲

(۱) گلستان سخن از مرزا قادر بخش ناشر اردو اکادمی لکھنؤ (مکملی اڈیشن)

س ۶۵ - ۲۸۵

(۲) دلی کا دبستان شاعری از نور الحسن ہاشمی ۔ مطبوعہ سرفراز پریس

لکھنؤ س ۲۲۱

" فراق تخلص ۰۰۰۰۰ جوان حلیم وسلم و خوش فکر و

شیرین گفتار ۰۰۰۰۰ " (۱)

خوب چند ذکا فراق کو ان الفاظ میں یاد کرے ہیں :

" ۰۰۰۰۰ مرد صالح و خلیق است ۰۰۰۰۰ " (۲)

مر محمد خان سرور بھی رقمطراز ہیں -

" در عالم ارتباط و یک جہی و حسن خلق مشہور ۰۰۰۰۰ " (۳)

قدرت اللہ قاسم فراق کی سیرت کے بارے میں اس طرح رطب اللسان ہیں -

" فراق تخلص جوانی قوت و ثار موت شمار موت گزین

محبت آئین سراسر حیا سرسروں بکسر مہربانی جملہ

قدردانی شیرین زبان ملاحیت بیان فصاحت قرین

بلاغت آگین مہنی ویر و تقویٰ مضمون پارسائی و انقا

جاد و طراز سحر پرواز صاحب انداز شریف مالک طرز

لطیف دوست یک رنگ سراپا دانش و فرهنگ جسم

محبت راجان حکیم ثناء اللہ خان سلمہ الرحمن " (۴)

(۱) تذکرہ ہندی از مصحفی مرتبہ مولوی عبدالحق مطبوعہ حالی پبلشنگ ہاؤس

دہلی ص ۱۶۵

(۲) مہارالشعرا از خوب چند ذکا (مخطوطہ) ملوکہ انجمن ترقی اردو ہند دہلی

ص ۱۵۲

(۳) عمدہ منتخبہ از مر محمد خان بہادر سرور مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی

مطبوعہ پرنٹنگ پریس بمبئی ص ۲۵۹

(۴) مجموعہ نثر از قدرت اللہ قاسم مرتبہ محمود شیرانی مطبوعہ مکتبہ برہان

اردو بازار دہلی ص ۲۹ (جلد دوم)

- مراے کے بارے میں شیعہ کا خیال ہے -
 "ان کی طبیعت کچی و بے راہ روی و گمراہی سے پاک تھی" (۱)
 نصر اللہ خان خوشکی لکھتے ہیں -
 "میرے صاحب درد ہودہ اوصاف گرامی ہائش ہر اوصاف
 قافیہ تنگ ہودہ" (۲)
 حلیم عبدالحی کا بھی یہ خیال ہے -
 "جوان حلیم و سلم و خوش فکر و شہین گفتار" (۳)
 مرزا قادر بخش ساہر بھی اپنے تذکرے میں انہیں اوصاف کا ذکر کرتے ہیں -
 "..... یہ اوصاف ظاہری ہیں کہ زبان خامہ اون سے آشنا
 ہوئی - اگر باعتبار صفاتی عقیدت اور کمالات باطنی اور رقت قلب
 اور رواداری آشنا و بیگانہ اور اجرائے کار مردم اور اعلائے
 کلمہ الحق کے زمرہ اولیا و اصحاب میں شمار کریں تو عجب نہیں
 دیوان بلاغت عنوان سے یہ شعر منتخب ہوئے" (۴)
 فراق کی سیرت کے بارے میں قدرت اللہ قاسم کے تذکرہ بیان کو حکیم محمد یحییٰ تنہا
 نے بجنسہ اپنے تذکرے میں نقل کیا ہے :

- (۱) گلشن بے حار از نواب مصطفیٰ خان شیعہ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ناشر
 اردو اکادمی لکھنؤ (عکسی ایڈیشن) ص ۱۲۹
 (۲) گلشن ہمیشہ بہار از نصر اللہ خان خوشکی مطبوعہ انجمن ترقی اردو
 کراچی پاکستان ص ۳۲۳
 (۳) تذکرہ شعرائے اردو (گل و ہنار) از حکیم عبدالحی مطبوعہ معارف پریس
 اعظم گڑھ ص ۲۴۳
 (۴) گلستان سخن از مرزا قادر بخش ساہر - ناشر اردو اکادمی لکھنؤ (عکسی
 ایڈیشن) ص ۳۸۵

" جوانی قوت و ثار حکیم ثناء اللہ خان سلمہ الرحمن " (۱)

تذکرہ تذکرہ نگاروں کے خیالات کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ فراق بڑی خوبصورت کے آدمی تھے ان میں محبت خلق خلوص ایمانداری مروت مہربانی مدد دی وفا شہین زیبائی انکساری اور شرافت جیسی اعلیٰ صفات پائی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ علم و دانش اور زہد و تقویٰ جیسی خصوصیات کے بھی وہ حامل تھے اور یہ وہ خوبصورت تھیں جن کی وجہ سے لوگ انہیں عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

مسلسلہ

ثناء اللہ خان فراق کے مسلک کے بارے میں تذکروں سے صرف یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ صوفی منش تھے اور خواجہ میر درد کے مرید تھے اس سلسلے میں جن تذکروں میں ذکر ملتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

" حکیم ثناء اللہ خان فراق مرید خواجہ میر درد " (۲)

(خوب چند ذکا)

" فراق تخلص حکیم ثناء اللہ خان مرید حضرت خواجہ میر درد " (۳)

(میر محمد خان بہادر سرور)

" فراق تخلص مرید شیخ روشن سمیر حضرت خواجہ میر درد است " (۴)

(قدرت اللہ قاسم)

(۱) مرآۃ الشعرا از حکیم محمد یحییٰ تنہا - مطبوعہ عالمگیر الیگزٹریک پریس لاہور ص ۲۴۹

(۲) عمار الشعرا از خوب چند ذکا (مخطوطہ) مملوکہ انجمن ترقی اردو ہند دہلی ص ۱۵۲

(۳) عمدہ منتخبہ از میر محمد خان بہادر سرور مرتبہ خواجہ احمد فاروقی مطبوعہ

پرنٹنگ پریس بمبئی ص ۲۵۹

(۴) مجموعہ نماز قدرت اللہ قاسم - مرتبہ محمود شہرائی مطبوعہ مکتبہ برہان

اردو بازار دہلی ص ۴۹ - ۵۰ (جلد دوم)

"حکم ثناء اللہ خان مشہور اہل سخن سے کئی مہین اور انہوں نے
خواجہ میر درد سے کسب باطن بھی کیا ہے۔" (۱)

(نواب مصطفیٰ خان شیخہ)

"حکم ثناء اللہ خان فراق خواجہ میر درد کے شاگردوں
میں تھا کسب باطن کسب ظاہر اور اصلاح شعر سب ان سے
لے رہا تھا۔" (۲)

(کریم الدین وہیلن)

اس سلسلے میں ناصر نذیر فراق کا بیان زیادہ معتبر ہے اس لئے کہ وہ خواجہ
میر درد کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ناصر نذیر رقمطراز ہیں -
"فراق تخلص خواجہ میر درد صاحب قدس سرہ العزیز سے
محدی طریقہ مجاہدہ کے ساتھ حاصل کیا۔" (۳)

(ناصر نذیر فراق)

میر قادر بخش سابر فراق کے مسلک کے بارے میں تحریر کرتے ہیں -
"خادم نقرائع باب اللہ مخدوم کہلائع دانش و دستگاہ مکی
آرائک قصور جنان حکیم ثناء اللہ خان نصیبدہ اللہ العزیز
..... آخر عمر میں ترک سخن فرما کر سال میں ایک بار
سلام امام تمام حسین ابن علی کلک جواہر سلک کرتے۔" (۴)

(۱) گلشن پیچ خار از نواب مصطفیٰ خان شیخہ مطبوعہ منشی نول کشور پریس لکھنؤ

ناصر ارد و اکادمی لکھنؤ (عکسی ایڈیشن) ص ۱۴۹

(۲) طبقات الشعرائے ہند از کریم الدین وہیلن - ناشر ارد و اکادمی لکھنؤ (عکسی

ایڈیشن) ص ۱۸۰

(۳) مہمانہ درد از ناصر نذیر فراق مطبوعہ جمہد برقی پریس دہلی ص ۱۵۸

(۴) گلستان سخن از مرزا قادر بخش سابر - ناشر ارد و اکادمی لکھنؤ (عکسی ایڈیشن)

ص ۳۸۵

مرزا قادر بخش اور دیگر مذکورہ تذکرہ نگاروں کے بیان کی روشنی میں یہ بات پایہ نہوت کو پہنچتی ہے کہ فراق صوفی مشائخ نے اور تصنیف میں طریقہ محمدی کے پیروں نے۔ فراق کی کلیات میں اشعار (۱۸) سلام امام حسین کی شہادت سے متعلق ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ غزلوں میں پنچتن پاک امام حسین سے عقیدت کے اشعار ملتے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں پنچتن پاک اور امام حسین سے بھی کافی عقیدت تھی۔ مثال کے طور پر چند اشعار جو غزلوں سے ماخوذ ہیں درج ذیل ہیں :

ایمان و قدر و دولت اور پنچتن کی الفت
دے اس فراق کو بھی پیور درگار ساکون

مداح فراق ہوں میں حسین اور حسن کا
آفاق میں کیونکر نہ ہو میرا یہ سخن سبز

دھڑکا نہیں ہے جن میں شب کوہ کا فراق
سوز حسین شمع ہے داغ حسن چراغ

شاهی اعزاز اور دیہاریے وابستگی -

~~چند تذکروں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ فراق شاہی دیہاریے وابستہ~~
تھے اور انہیں شاہی اعزاز بھی حاصل تھے۔ اس سلسلے میں محمد حسین آزاد "آب
حیات" میں لکھتے ہیں :

"دقی میں اس وقت سودا اور میر جیسے لوگ نہ تھے مگر بڑھے
بڑھے شوقین تھے کہ انہیں بزرگوں کے نام لینے والے تھے مثلاً
حکیم ثناء اللہ خان فراق شاگرد میر درد حکیم قدرت اللہ قاسم
شاگرد خواجہ میر درد شاہ ہدایت میان شکبہ شاگرد میر

میان عظیم بیگ شاگرد سودا میر قمرالدین مکت والد میر منون
ساکن سوئی پت شیخ ولی اللہ محبت و محرو حصرات تھے کہ دیار
شاہی سے خاندانی اعزاز رکھتے تھے اور خاص و عام انھیں چشم
ادب سے دیکھتے تھے۔ (۱)

شاہی دیار سے وابستگی کے متعلق بھی آزاد لکھتے ہیں :
..... ابو ظفر ولی عہد کہ بادشاہ ہو کر بہادر شاہ ہوئے شعر
کے عاشق شیدا تھے اور ظفر نخلص سے ملک شہرت کو نسخہ کیا
تھا اس لئے دیار شاہی میں جو کہنے مشق شاعر تھے مثلاً حکیم
ثناء اللہ خان فراق مرزا طالب علی خان سید عبد الرحمان خان
احسان برہان الدین خان راز حکیم قدرت اللہ قاسم ان کے
صاحب زادے حکیم مروت اللہ خان عشق میان شکبہ شاگرد میر
نقی مرحوم مرزا عظیم بیگ شاگرد سودا میر قمرالدین مکت ان کے
صاحبزادے میر نظام الدین منون وغیرہ سب شاعر و دہن آکر جمع
ہوئے تھے۔ (۲)

محمد حسین آزاد کے بیان کی تصدیق میں کوئی اور ثبوت نہیں ملتا لیکن
اس سے اتنا تو یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ شاہی دیار میں جن شعرا کو قدر و منزلت کی
نظر سے دیکھا جاتا تھا ان میں ثناء اللہ خان فراق بھی شامل تھے۔

(۱) اب حیات از محمد حسین آزاد مطبوعہ رام نرائن لال بیتی مادہ پبلشرس

الہ آباد ۲۶۱

(۲) ایضاً

معاصرین سے تعلقات -

ثناء اللہ خان کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا اور اپنے دور کی اہم ادبی شخصیتوں مثلاً قدرت اللہ قاسم مصحفی اور میر حسن سے ان کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ مجموعہ نثر میں جہاں جہاں قاسم نے فراق کا ذکر کیا ہے توسیفی کلمات کے ساتھ "محب سراپا وفاق ثناء اللہ خان فراق" (۱) لکھا ہے۔ قاسم کے علاوہ مصحفی سے بھی فراق کے دوستانہ مراسم تھے۔ مصحفی اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ :

"فقیر در شاہجہان آباد ہوں۔ رابطہ دوستی اور روز بہ روز

ترقی داشت۔" (۲)

قدیر احمد کی تحریر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ فراق کی دوستی مرزا محمد عظیم مرزا جان جاناں مظہر حکیم قادر علی خان یوسف خان الم خلف خواجہ میر درد حکیم شریف خان اسماعیل خان بہادر میر عزت اللہ میر غریب اللہ میر شمس الدین سید احمد جان صاحب حکیم غلام علی خان مولانا فخر الدین وغیرہ جیسی بلند پایہ شخصیتوں سے تھا۔ (۳)

(۱) مجموعہ نثر از قدرت اللہ قاسم۔ مرتبہ محمود شمرائی مطبوعہ مکتبہ برہان اردو بازار دہلی (جلد اول) ص ۵ ۲۸ ۶۶ ۷۲ ۸۲ ۱۲۶ ۱۳۸
۱۴۸ ۲۱۲ ۲۳۵ ۲۴۰ ۲۵۶ ۲۷۲ ۲۸۵ ۳۵۲ ۳۶۶
(جلد دوم) ص ۲۲ ۲۹ ۲۹ ۹۰ ۱۲۷ ۱۶۱ ۲۵۵ ۲۶۳ ۲۶۹ ۲۹۶
۳۱۷ ۳۵۲۔

(۲) تذکرہ ہندی از مصحفی مرتبہ مولوی عبدالحق۔ مطبوعہ حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی۔ ص ۱۶۵

(۳) خواجہ میر درد اور ان کا ذکر و فکر از قدیر احمد مطبوعہ مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی ص ۲۱۶

فراق نے اپنے دوستوں کا اپنے اشعار میں کئی جگہ بڑی محبت سے ذکر کیا ہے مثلاً -

(۱) اب فراق اور نصیر اور محب اور قاسم
(۲) (۳) (۴)
(۵) (۶) غالب و عشق سے لے کر ہمیں کئی بار عزیز
حق تعالیٰ انہیں دنیا میں سلامت رکھے
مستقم ہیں یہی اس شہر میں دجّار عزیز

فراق کو اپنے دوستوں سے گہری محبت تھی اور وہ اس کو ساری عمر پوری
وضع داری کے ساتھ نبھاتے رہے - اس کا اظہار خود ایک شعر میں اس طرح کرتے
ہیں -

دوستوں کا وصل ہے سرمایہ عمر ابد
اس دل محزون کو رکھو اے میرے مولا نصیب

فراق کی ادبی محفلوں اور مصروفوں میں شرکت -

فراق کی اہمیت کو اردو کے بیشتر تذکرہ نگاروں نے تسلیم کیا ہے و اپنے
دور کے ایک اہم شاعر تھے اور ان کا شمار اساتذہ میں ہوتا تھا - فراق اپنے دور کے
اہم شاعروں اور ادبی مصروفوں میں بھی شرکت کرتے تھے - اس سلسلے میں محدّد حسین

-
- (۱) ناصر تذکرہ فراق
 - (۲) شاہ نصیر الدین نصیر
 - (۳) شیخ ولی اللہ محبت شاگرد خواجہ میر درد
 - (۴) قدرت اللہ قاسم صاحب مجروحہ نغز
 - (۵) بہادر بیگ خان غالب
 - (۶) میر عزت اللہ عشق

آزاد نے ان کے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے ۔

" دلی کا بادکار مشاعرہ جس میں سید انشاؒ اللہ خان نے مرزا
عظیم بیگ کے خلاف جو مضمیں پڑھا تھا اس کے مخالف گروہ
میں محب قدرت اللہ قاسم اور فراق وغیرہ بھی کہیں کس
کس کر بیٹھے تھے ۔" (۱)

سعادت یار خان رنگین بھی ایک ادبی نشست کا ذکر اس طرح کرتے ہیں ۔
" در شاہجہان آباد روزی در دیوان خانہ برادر صاحب مسیح
الزمان حکیم محمد اشرف خان کہ حکیم تخلصی فرمایند و بندہ
را برادر خواندہ اند حکیم ثناء اللہ خان و اشخاص جلد گیم
اختلاط ہو دیں خان صاحب موصوف فرمودند کہ دام بخوانند
بہ موجب ارشاد این غزل خواندم

کبھی تم میرے قتل ہوا کرتے تو کیا ہوتا
اور اس جا اشک آنکھوں میں جو بحر لائے تو کیا ہوتا (الخ)

چون ام غزل را تمام کردہ این حسن مطلع غزل دیگر رو بہ رو
اوشان خواندم

تمہے گل تکھون کی خاطر نواباے راحت جان
بہ مناسب ہے کہ ہو شمس و قمر کا تکبہ " (۲)

(۱) آب حیات از محمد حسین خان آزاد ۔ مطبوعہ رام نرائن لال بیٹی مادہو

پبلشرس الہ آباد س ۲۶۲ - ۲۶۵

(۲) مجالس رنگین از سعادت خان رنگین مرتبہ مسعود حسین خان رضوی ادیب

مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ ۔ س ۱۱

فراق کی ادبی محفلوں سے دلچسپی دینے میں تامل نہیں تھا۔
 "دلی میں بارہویں صدی ہجری میں مشاعرہ یا مراختہ صرف
 مخصوص لوگوں کے یہاں ہوتا تھا جیسے میرعلی نقی کافر
 مصحفی جعفرعلی خان ذکی اور ثناء اللہ خان فراق وغیرہ" (۱)

تذکرہ شہادتوں کی بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حکیم ثناء اللہ
 خان فراق اپنے دور میں دلی کی ادبی محفلوں اور مشاعروں میں نہ صرف شرکت کرتے
 تھے بلکہ ان محفلوں کے ایک خاص رکن بھی تھے۔

فراق کی شاگردی کا مسئلہ -

فراق کا ذکر جن تذکروں (۲) میں ملتا ہے ان میں اس بات سے بھی
 متفق ہیں کہ فراق خواجہ میر درد کے شاگرد تھے۔ لیکن کچھ تذکرہ نگاروں نے

(۱) دلی کالج اورینٹل میگزین (دلی بارہویں صدی ہجری کا شاعرانہ ماحول)
 شمارہ اگست ۱۹۶۳ء ص ۱۲۱

(۲) ۱۔ تذکرہ شعرائے اردو از میر حسن مرتبہ مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی
 مطبوعہ مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ علی گڑھ ص ۱۵۲

۲۔ گلشن ہند از مرزا علی لطف مطبوعہ رنائٹ عام اسٹیم پریس لاہور پاکستان
 ۱۹۰۶ء ص ۱۸۸

۳۔ تذکرہ ہند از مصحفی مرتبہ مولوی عبدالحق۔ مطبوعہ حالی پبلشنگ
 ہاؤس دہلی ص ۵۲

۴۔ عیار الشعرا از خوب چند ذکا (مخطوطہ) مملوکہ انجمن ترقی اردو ہند دہلی
 ص ۱۵۲

۵۔ عیدہ منتخبہ از میر محمد خان بہادر سرور۔ مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد
 فاروقی مطبوعہ پرنٹنگ پریس بمبئی ص ۲۵۸

یہ بھی لکھا ہے کہ وہ درد کے ارشد تلامذہ میں سے مثلاً قدرت اللہ قاسم
رقمطراز ہیں :

"..... ہدایت اللہ خان ہدایت و شاعر طبع ملائم قہام الدین
قاسم و محب سراپا وفاق حکم ثناء اللہ خان فراق از رشدائع
شاگردان جناب ایشان اقد۔" (۱)

(گذشتہ سے پیوستہ)

- ۶۔ مجمع الانتخاب از شاہ احمد کمال (تین تذکیرے) مرتبہ نثار احمد فاروقی
مطبوعہ مکتبہ برہمان اردو بازار دہلی س ۹۶
- ۷۔ مجموعہ نثر از قدرت اللہ قاسم مرتبہ محمود شیرانی۔ مطبوعہ مکتبہ برہمان
اردو بازار دہلی (جلد دوم) س ۳۹
- ۸۔ گلشن مع خار از نواب مصطفیٰ خان شیعہ مطبوعہ منشی نول کشور پریس
لکھنؤ۔ ناشر اردو اکادمی لکھنؤ س ۱۳۹
- ۹۔ گلستان مع خزان (نفسہ ہند لیب) از میر قطب الدین باطن۔ ناشر اردو
اکادمی لکھنؤ (عکس الیشن) س ۱۸۱۔ ۱۸۲
- ۱۰۔ خوش ہرکہ زیبا۔ از سعادت خان ناصر۔ مرتبہ ڈاکٹر شمیم انہونی۔
مطبوعہ نسیم بک ڈپو لکھنؤ س ۱۳۳
- ۱۱۔ طبقات الشعرائے ہند۔ از کریم الدین وہیلن۔ ناشر اردو اکادمی لکھنؤ
(عکس الیشن) س ۱۸۰
- ۱۲۔ یادگار شعرا۔ از اسپرنگر مترجمہ غفیل احمد۔ مطبوعہ ہندوستانی
الکڈی الہ آباد س ۱۵۴
- ۱۳۔ گلشن ہمیشہ بہار۔ از نصر اللہ خان خوشکی۔ مطبوعہ انجمن ترقی
اردو کراچی س ۳۲۳
- ۱۴۔ سخن شعرا۔ از عبدالمغفور نساخ۔ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ س ۳۶۱
(باقی آئندہ)

فراق شاگردی کے سلسلے میں قدرت اللہ قاسم (۲) اور حکیم محمد یحییٰ تنہا (۳) نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ فراق مرزا محمد رفیع سودا اور ہدایت اللہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

- ۱۵۔ طور اللہ - از سید نور الحسن مترجمہ عطا لاکوی - مطبوعہ دی آرٹ پریس سلطان گنج پٹنہ ص ۹۷
- ۱۶۔ ہزم سخن - از سید علی حسن خان - مطبوعہ نای مفید عام پریس آگرو ص ۹۲
- ۱۷۔ آب حیات - از محمد حسین آزاد - مطبوعہ رام نرائن بینی لال مادھو پبلشرس الہ آباد ص ۱۸۹
- ۱۸۔ تذکرہ شعرائع اردو (کل رضا) از حکیم عبدالحی - مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ ص ۲۷۳
- ۱۹۔ مرآۃ الشعراء - از محمد یحییٰ تنہا - مطبوعہ عالمگیر الیکٹریک پریس لاہور ص ۲۲۹ - ۲۵۰
- ۲۰۔ گلستان سخن - از مرزا قادر بخش سابر - ناشر اردو انادی للہنٹر (عکس اڈیشن) ص ۳۸۵

- (۱) مجموعہ نفیر از قدرت اللہ قاسم مرتبہ محمود شمرانی - مطبوعہ مکتبہ برہان اردو بازار دہلی (جلد دوم) ص ۲۹
- (۲) مجموعہ نفیر از قدرت اللہ قاسم - مرتبہ محمود شمرانی - مطبوعہ مکتبہ برہان اردو بازار دہلی جلد دوم ص ۲۹
- (۳) مرآۃ الشعراء از حکیم محمد یحییٰ تنہا - مطبوعہ عالمگیر الیکٹریک پریس لاہور پاکستان ص ۲۲۹ - ۲۵۰

خان ہدایت کو بھی کبھی کبھی کلام دکھا لیا کرتے تھے۔ خوب جلد ذکا بھی تحریر کرتے ہیں کہ :

" راہ طریقت میں خواجہ میر درد سے انتساب تھا۔ ان سے اور اپنے چچا شاہ ہدایت اللہ خان ہدایت سے کلام پر اصلاح لی۔ ہمیں غزلین مرزا محمد رفیع سودا کو بھی دکھائیں اور ان بالمالوں کی نظر نہیں اترے شاعری میں بھی درجہ استاد پر فائز ہوئے۔" (۱)

جہان تک خواجہ میر درد کی شاکردی کا سوال ہے اس میں کسی تذکرہ نگار کو کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن قدرت اللہ قاسم خوب جلد ذکا اور تنہا کا یہ لکھنا کہ فراق کبھی کبھی خواجہ میر درد سے بھی اصلاح لیتے تھے قرین قیاس نہیں۔ اس لئے کہ فراق کا سنہ ولادت تقریباً ۱۱۴۲ ہجری ہے اور بقول شیخ جالہ (۲) وڈاکٹر خلیق انجم (۳) ۱۱۸۲ھ و ۱۱۸۵ھ کے درمیان سودا دلی کو چھوڑ کر فرخ آباد آگئے تھے۔ وہیں سے تیس آباد اور پھر لکھنؤ آگئے جہاں ۱۱۹۵ ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس لحاظ سے سودا نے دلی چھوڑنے کے وقت فراق کی عمر تقریباً نو دس سال کی رہی ہوگی اور اس کے بعد پھر سودا سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ اب رہا جہان تک ہدایت اللہ خان ہدایت کو کبھی کبھی کلام دکھانے کا سوال ہے تو اس سلسلے میں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ ہدایت شاہ اللہ خان فراق کے چچا تھے اور ممکن ہے کہ دونوں حضرات ایک ہی گھر میں رہتے ہوں اور ہر بھائی بزرگی کچھ غزلیں ان کو دکھائی ہوں۔ ان سب شواہد کی روشنی میں بنیادی بات صرف یہ ہے کہ فراق خواجہ میر درد کے نہ سرب شاکرد تھے بلکہ ارشد تلامذہ میں شامل تھے۔

(۱) عبارت الشعراء از خوب جلد ذکا (مخطوطہ) ملوکہ۔ انجمن ترقی اردو ہند

(۲) سودا از شیخ جالہ مطبوعہ مکتبہ دہلی س ۱۵۲
اردو لکھنؤ س ۵۲

(۳) مرزا محمد رفیع سودا۔ از ڈاکٹر خلیق انجم مطبوعہ کوہ نور پرنٹنگ پریس دہلی س ۷۲

فراق کے تلامذہ -

قدرت اللہ قاسم نے اپنے تذکرے میں فراق کے تلمیذ^{۲۳} کا ذکر کیا ہے ان کے عذو نس اور شاگرد کا ذکر کسی اور تذکرے میں نہیں ملتا ان تلامذہ کے سلسلے میں قاسم رقمطراز ہیں -

آفاق -

"آفاق تخلص میر فرید الدین شاگرد رشید محب سراہا وفاق حکیم ثناء اللہ خان است " (۱)

افسوس -

"..... مرزا غفور بیگ (افسوس) مرحوم اشعار خود از نظردوستدار سراہا وفاق حکیم ثناء اللہ خان واپس ہمجدان سراہا نقصان میگذانند " (۲)

بہخود -

"بہخود تخلص لالہ نرائن داس است وے مردے از شاگردان استاد صاحب درانت ہدایت خان ہدایت و از نظردوستدار سراہا وفاق حکیم ثناء اللہ خان فراق ہم اشعار خود اکثر گزرائند " (۳)

تحتیر -

"تحتیر تخلص میان غلام مصطفی سلمہ اللہ تعالیٰ گاہ گاہ پختہ می گوشت و باصلاح محب سراہا وفاق حکیم ثناء اللہ خان فراق می رسانند " (۴)

(۱) مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم - مرتبہ محمود شیرانی مطبوعہ مکتبہ برہان

اردو بازار دہلی (جلد اول) ص ۳۸

(۲) ایضاً ص ۶۶

(۳) ایضاً ص ۱۲۶

(۴) ایضاً ص ۱۳۸

تسلیها -

" افغان پسر بود سعد الله خان نام شعر خود
گاه از نظر این مع بصلحت گزرا نیده گاه بسمع دوستدار و سراها
وفاق حکیم ثناء الله خان فراق رسانیده " (۱)

حسیف -

" حافظ محمد حسیف در شعر گفتن طرز خاص بدستش افتاده طبع
زاد خود گاه از نظر دوستدار و سراها وفاق حکیم ثناء الله خان
فراق گزرا نیده " (۲)

خسته -

" عبد الله خان عرف میان جهون شاکرد محب سراها وفاق
حکیم ثناء الله خان فراق است " (۳)

دلسوز -

" دلسوز نخلس خیراتی خان مشق سخن از محب سراها
وفاق حکیم ثناء الله خان فراق می کرد " (۴)

رفیق -

" رفیق نخلس مرزا اسد بیگ است شاکرد محب سراها
وفاق حکیم ثناء الله خان فراق " (۵)

شفیق -

" شفیق نخلس دوست مهربان المخاطب مرزا علی خان
صاحب مشق سخن از دوستدار و سراها وفاق حکیم
ثناء الله خان فراق نموده " (۶)

(۱) مجموعه نغز از قدرت الله قاسم مرتبه محمود شمرانی - مطبوعه مکتبه برهان

اردو بازار دہلی جلد اول ص ۱۴۸

(۲) ایضاً ص ۲۱۴ (۳) ایضاً ص ۲۳۵

(۴) ایضاً ص ۲۵۶ (۵) ایضاً ص ۲۴۲

(۶) ایضاً ص ۳۴۵

شورش -

" شورش نخلی برخوردار ناصر حسین است شاگرد و دوست
مهربان حکیم ثناء الله خان سلمه الرحمن " (۱)

شهره -

" شهره نخلی امیر بخش خان است مشق سخن از دستدار
سراها وفاق حکیم ثناء الله خان فراق می کرد - " (۲)

طالب -

" عاشور بیگ خان (طالب) سلمه الرحمن اشعار خود بیشتر
بسمع محب سراها وفاق حکیم ثناء الله خان رسانیده - " (۳)

غالب -

" غالب نخلی بهادر بیگ خان مرحوم است ریخته طبع
دیباچه خود از نظر استاد صاحب دیانت هدایت الله خان
هدایت عفی الله طهینه و دستدار سراها وفاق حکیم ثناء الله
خان فراق سلمه الخلاق می گزرايند " (۴)

غلام -

" غلام نخلی کنور بال ناتند شوق ریخته گوئی بهم رسانیده بود
و غزل طبع حصور والا را سرانجام داده باصلاح دستدار سراها
وفاق حکیم ثناء الله خان فراق سلمه الخلاق رسانیده - " (۵)

(۱) مجموعه نفی از قدرت الله قاسم مرتبه محمود شيرانی - مطبوعه مکتبه برهان

اردو بازار دہلی جلد اول ص ۳۵۳

(۲) ایضاً ص ۳۵۲

(۳) ایضاً ص ۳۶۶

(۴) ایضاً (جلد دوم) ص ۲۳

(۵) ایضاً ص ۲۹

قاسم - " مرزا علی قاسم شعرش باصلاح دوستدار سراها وفاق حکیم
تثاء الله خان فراق میبود " (۱)

قصریان - " میر محمد ی قریان شاگرد رشید حکیم تثاء الله خان فراق
..... " (۲)

محبت - " میر بهادر علی محبت شاگرد محب سراها وفاق حکیم تثاء الله
خان فراق گزرانده " (۳)

میر عسکری مین - " میر عسکری مین شاگرد محب سراها وفاق حکیم تثاء الله خان
فراق گزرانده " (۴)

نلان - " نلان تخلص مرزا عسکری جهان آبادی است که اول مشق
سخن از میان غلام حمدانی مصحفی نموده بعد ازان اشعار خود
از نظر سراها وفاق حکیم تثاء الله خان فراق گزرانده " (۵)

ندیم - " محمد عاسم ندیم شاگرد خان فراق " (۶)

وصال - " وصال تخلص برخوردار سعادت نشان نصر الله خان خلف المصدق
دوستدار سراها وفاق حکیم تثاء الله خان فراق است " (۷)

بیاد - " بیاد تخلص میر غلام حسین مرحوم است ... شعرش را محب سراها
وفاق حکیم تثاء الله خان فراق اصلاح فرموده " (۸)

(۱) مجموعه نفی از قدرت الله قاسم مرتبه محمود شیرانی - مطبوعه مکتبه برهان

اردو بازار دہلی - جلد دوم ص ۹۰

(۲) ایضاً ص ۱۲۷ (۳) ایضاً ص ۱۶۱ (۴) ایضاً ص ۲۵۵

(۵) ایضاً ص ۲۶۳ (۶) ایضاً ص ۲۶۹

(۷) ایضاً ص ۲۹۶ (۸) ایضاً ص ۲۵۳

جزمہ باب

اصناف سخن

اور

فراق کی شاعری کا اجمال جائزہ

جسٹنٹا ہسٹاب
اصناف سخن اور فراق کی شاعری کا اجمالی جائزہ

اصناف

ثناء اللہ خان فراق نے اردو شاعری کی تقریباً سبھی اصناف پر طبع آزمائی کی ہے مثلاً غزل سلام رباعیات قطعات تاریخی قطعات قصیدہ اور نظم وغیرہ ۔ اصناف کے علاوہ انھوں نے تقریباً سبھی بحروں اور ہنیت میں بھی مثنوی سخن کی ہے مثلاً مستزاد مختصر ترجیع بند اور ترکیب بند وغیرہ ۔ مزید برآں اپنے دور کے تقاصوں کے مطابق انھوں نے صنائع اور بدائع سے کلام کو زینت بخشی اور سنگلاخ زمینوں و مشکل ردیف و قوافی میں طبع آزمائی کرنے کے ساتھ ساتھ دو غزلہ اور سہ غزلہ بھی لکھیں ۔

غزل

فراق نے یوں تو سبھی صنف شاعری پر طبع آزمائی کی ہے لیکن بنیادی طور پر وہ غزل کے شاعر تھے ۔ مجموعی طور پر انھوں نے ۵۱۵ غزلیں لکھی ہیں جو تقریباً ساڑھے چار ہزار اشعار پر مشتمل ہیں ۔ اشعار کی تعداد کے لحاظ سے ۲ اشعار کی ۹-۳ اشعار کی ۱۰-۲ اشعار کی ۲۱-۵ اشعار کی ۵۷-۶ اشعار کی ۳۳-۷ اشعار کی ۱۱۰-۸ اشعار کی ۳۱-۹ اشعار کی ۸۷-۱۰ اشعار کی ۱۶-۱۱ اشعار کی ۵۰-۱۲ اشعار کی ۲۳-۱۳ اشعار کی ۱۲-۱۴ اشعار کی ۹-۱۵ اشعار کی ۱۰ اور ۱۷ اشعار کی ۲ غزلیں شامل ہیں ان کے علاوہ کچھ مستزاد غزلیں اور شغریہ اشعار بھی ہیں ۔

فراق کی تقریباً سبھی غزلوں میں مطلع اور مقطع پایا جاتا ہے اور بعض غزلوں میں حسن مطلع بھی پایا جاتا ہے لیکن ۳۸ غزلیں ایسی بھی ہیں جن میں

مقطع نہیں پایا جاتا۔ یہ غزلین زیادہ تر ۲ ۳ اور ۴ اشعار کی ہیں۔ فراق نے عام طور پر آسان اور مختصر بحروں کو اظہار کا وسیلہ بنایا ہے لیکن کچھ غزلین طویل بحروں میں بھی ملتی ہیں۔ سب سے جمہوری بحر کی غزل "بحر خلیف" سندس سالم" میں ہے جس کا ایک شعر درج ذیل ہے :

ان لبوں کا خیال ہے ہم کو
منع کلکون حلال ہے ہم کو

کلیات فراق میں سب سے طویل بحر کی غزل "بحر مضارع اصرب مثنی المصاعف" میں ملتی ہے جس کی مثال درج ذیل ہے :

چشمک نگہ ادا ناز خط خال زلف ابرو انداز رویش
اشارت غمزہ تمام بارہ ساعت میں ہل میں دم میں ہر لحظہ
لحمہ پہاڑے کرتے ہیں مثل عاشق سب مل مدام بارہ

فراق نے بعض غزلین کافی مشکل ردیف و قوافی میں لکھی ہیں مثلاً

(پھر لکنا ہے) (کہہ کر۔ جانیے گا) (ہت قبالاک۔ چڑھا) (ہشتاب۔ نہ ٹھہرا)
(آن۔ چھہا) (زبان۔ جھکوکھا) (ملا۔ قسمت کا) (گزر۔ خواب میں)
(جلنے۔ عند لب) (مرجھا کر۔ بسنت) (ہنسا۔ مانع ہے جمود)
(کانٹل۔ علی الصباح) (جام۔ کی تسبیح) (دستار۔ زرد)
(لخت جگر۔ ہک نہ شد دوشد) (دایمان۔ کاند) (ہر آب۔ ہمنوز)
(ساز سے۔ روز) (جگر۔ آخر روز) (نار۔ سکون) (نکار۔ تسون)
(نظام۔ ہارہ) (ہمو۔

سودائے سدس کے قدیم مروجہ اصول کو ترک کرکے ایک نئی ہمت
ایجاد کی تھی جس میں اول جارحانہ ایک قافیہ میں ہونے لگی اور اس کے بعد
دوسرے مختلف ردیف و قوافی میں نظم کئے جاتے تھے جس کو بہت کہا جاتا تھا
فراق نے بھی سدس لائق میں جدید صریح بنایا۔ فراق نے جو سلام سدس کی
شکل میں بطرز مرنہ لکھا ہے ان کی تاثیر اور رفت انگیزی کے لحاظ سے دور قدیم
کی شاعری میں اہمیت ہے۔ انہیں ہم مرنے کی ترقی یافتہ شکل تو نہیں کہہ سکتے
لیکن اس کا نقش اول ضرور کہہ سکتے ہیں اور اس صنف میں وہ اپنے محصوروں
میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔

مناجات -

فراق کے کلام میں ایک مناجات حضرت علی کی شان میں ملتی ہے جس میں
اپنا حال زار بیان کرتے ہوئے مشکل کشائی کی دعا مانگی گئی ہے۔

قصیدہ -

فراق کے یہاں ایک قصیدہ میر شمس الدین کی شان میں ملتا ہے۔ اس میں
وہ شان و شوکت اور فصاحت و بلاغت نہیں ہے جو سودا یا دوسرے شعرا کے قصیدوں
میں ملتی ہے اور نہ ہی اس میں قصیدے کے اجزائے ترکیبی کا لحاظ رکھا گیا ہے
اس لئے ہم اس کو بجاۓ قصیدہ کے توسلی اشعار درمذہب میر شمس الدین کہیں
تو زیادہ بہتر ہوگا۔

نظم -

فراق کی کلیات میں ایک نظم بھی ملتی ہے۔ اس نظم میں عبد کا جاند دیکھ کر
محبوب کی جدائی کا غم بیان کیا گیا ہے۔ یہ نظم ۹ بند کی ہے اور پہلا بند
اس طرح ہے۔

کہتے ہیں کہ یہ عید جو آجائے گی یہاں • نہا جی میں گلے خوب سا لگے گا تمہارے
سوال سنا ہم نے کہیں آپ مدہاں • پس سنتے ہی گل عید نہیں گھروں میں دھاں
شد ماہ نہ دیدم رخ تو آہ نہ دیدم
فرد اند کم عید کہ شب ماہ نہ دیدم

تاریخی قطعات -

فراق کے سرمایہ کلام میں تقریباً ۲۱ تاریخی قطعات اور ایک نظم نہایت
ہزت اللہ خان کی رسم شادی سے متعلق ملتی ہے۔ قطعات زیادہ تر ۲-۶ اشعار
کے ہیں لیکن کچھ قطعات ایسے بھی ہیں جن میں آند آند اور دس دس شعر
نظم کرکے تاریخی مادہ نکالا گیا ہے۔ اس طرح کے قطعات خواجہ محمد عظیم
میرزا جان جاناں مظہر خواجہ میر درد قدرت اللہ قاسم حکیم قادر علی خان
حکیم شریف خان اور ہدایت اللہ خان ہدایت سے متعلق ہیں۔ ان کے علاوہ
باقی تاریخی قطعات ہدایت اللہ خان ہدایت میرالم فرزند خواجہ میر درد
سید احمد ولد قدرت اللہ قاسم جان صاحب حکیم غلام علی اور مولانا فخر اللہ بن
کے ساندھ ارحال پر لکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اسماعیل خان بہادر کے نثر
باغ کی تعمیر میر عزت اللہ قادری کی رسم مہندی و شادی اور کنور ہال نانچ کے
فرزند کے پیدائش پر بھی اشعار نظم کرکے تاریخی مادہ نکالا گیا ہے۔

فراق کی شاعری کا اجمالی جائزہ

دورِ قدیم کے شعراء کے شعری سرمایہ کی قدر و قیمت متعین کرنے میں اس دور تذکرے زیادہ معاون ثابت نہیں ہوئے اس لئے کہ اس زمانے میں تنقید کا لونی پاڈا بظہرِ اصول نہیں تھا۔ بیشتر تذکرہ نگار شاعری کے سوانح حیات کے ساتھ اس کے کلام کے بارے میں چند سکہ بند توصیفی الفاظ جوڑ کر اس کے کلام کے کچھ اشعار بطور انتخاب دیے کر دیا کرتے تھے۔ بقول ڈاکٹر عبد اللہ اللہ :

" ان تذکروں میں کسی تنقیدی شعور کا سراغ لگنا مشکل ہے۔ زبان کی ابتدائی نشوونما شاعر کے ذہنی ارتقا اور عہد بہ عہد کی تبدیلیوں اور ترقی کے متعلق بھی یہ تذکرے خاموش ہیں " (۱)

فراق کی حیثیت اپنے دور میں ایک صاحبِ دیوان مسلم الثبوت استاد کی تھی جس کا ذکر تذکروں (۲) میں ملتا ہے۔ ان کے تقریباً ۲۳ شاگرد تھے۔ اس کے

(۱) تنقیدی نقوش از ڈاکٹر عبد اللہ اللہ مطبوعہ التفاد پبلشنگ ہاؤس اردو بازار

جامع مسجد دہلی ص ۱۲۹

(۲) ۱۔ مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم۔ مرتبہ محمود شیرانی۔ مطبوعہ مکتبہ برہان

اردو بازار دہلی۔ (جلد دوم) ص ۲۹

۲۔ تذکرہ ہندی از مسیحی۔ ناشر اردو اکادمی لکھنؤ ۱۹۸۲ء (عکس

اڈیشن) ص ۱۶۵

۳۔ عمدہ منتخبہ از میر محمد خان بہادر سرور۔ مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی

مطبوعہ پرنٹنگ پریس بمبئی ص ۲۶۹

۴۔ گلستان سخن از قادر بخش ساہرہ۔ ناشر اردو اکادمی لکھنؤ۔ عکس اڈیشن

ص ۲۸۵

(باقی آئندہ)

عذو فراں اپنے دوری ادبی محفلوں اور مشاعروں کے بھی خاص رکن تھے جس کا تفصیل سے ذکر پہلے ابواب میں کیا جا چکا ہے ۔

فراق کا عہد ۔

ادبی سماجی اور سیاسی لحاظ سے فراق کا عہد ایک اہم دور ہے ۔
ادبی لحاظ سے بقول محمد مہین جیٹا کوئی :
" زبان کی اصلاح اور توسیع کے لحاظ سے یہ دور بڑی اہمیت رکھتا
ہے مکتوبہ اور ثقیل لفظوں سے زبان کو پاک کرنا محاوروں میں
تراش خراش کر کے ان کو سڈول بنانا نظم کی زبان سے زوائد یعنی
بھرتی کے لفظوں کو نکال دینا زبان صحت اور فصاحت کا معیار
قائم کرنے کی کوشش کرنا اس دور کے شعرا کا شاندار کارنامہ ہے ۔" (۱)

(گذشتہ سے پیوستہ)

۵۔ گلشن پیخار از نواب مصطفی خان شہتہ ۔ ناشر اردو اکادمی ۱۹۸۲ء

(عکسی ادیشن) س ۱۲۹

۶۔ تذکرہ شعرائے اردو (کل رشتا) از حکیم عبدالحمید مطبوعہ معارف

پریس اعظم گڑھ س ۲۶۹ - ۲۷۰

۷۔ گلشن ہند ۔ از حیدر بخش حیدری ۔ مرتبہ مختار الدین احمد مطبوعہ

کوہ نور پریس دہلی س ۷۸

۸۔ بہار الشعرا ۔ از خوب چند ذکا (مخطوطہ) مملوکہ انجمن ترقی اردو ہند

دہلی س ۱۵۳

۹۔ گلشن ہمیشہ بہار از نصر اللہ خان خوشنکی مطبوعہ انجمن ترقی اردو

کراچی پاکستان س ۲۲۳

(۱) جواہر سخن از محمد مہین جیٹا کوئی ۔ مطبوعہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد

سیاسی اور سماجی لحاظ سے یہ دور افراتفری طوائف الملوک کی کشت و خون اور ہاشمی بد حالی کا دور ہے جس کے بارے میں صباح الدین عبد الرحمن رقمطراز ہیں -

" دیار میں اکبری اول المزنی نے بجائے شمشہ و ہیمنہ کی بدستی
نہی - شاہجہانی شان و شوکت و حشمت کی جگہ حسرت و ہاس
کی تصویر تھی اور وہی سہی قوت نادر خان کی خون ریزی مرہٹوں
کی عارت گری اور روہیلوں کی سرکشی سے جاتی رہی -" (۱)

اردو کے ممتاز شاعر میر تقی میر نے ان حالات کو ایک شعر میں اس طرح سمجھنے کی
کوشش کی ہے -

شہان کہ کحل جواہر تھی خاک ہا جن کی
انہیں کی آنکھوں میں پھری سلا تیان دیکھیں

شاہ ولی اللہ جنہوں نے دلی کی بربادی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا لکھتے ہیں
" نارنگیوں میں جو ستارے چمک رہے ہیں آجھے ایسا ہلوم
ہوتا ہے کہ ناکوں کی آنکھوں میں یا بھمبوں کے سرمیں " (۲)

شاہ عالم بادشاہ نے اپنی آپ بیتی اس طرح بیان کی ہے -
آفتاب فلک رخت شاہی بودم
بر در شام زوال آہ سہ کاری ما

انگریزی کے مشہور مورخ جادو نائید سرکار دلی کی خونچکان داستان اس طرح بیان
کرتے ہیں :

(۱) ہزم نمبر ۱۱۱ از صباح الدین عبد الرحمن مشہورہ ہارفہ پریس اعظم گڑھ م ۲۰۵ -

م ۲۰۵ - ۲۰۶

(۲) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوب - مطبوعہ سندھ ساکراکھڈی لاہور م ۷۷

"Murder for the throne and torturing for the treasure are familiar things in palace revolution in the east and were not unknown in Mediaeval Europe. But the worst offence of Ghulam Qadir in the eyes of Indian society was his dishonouring of the women of the Imperial Family."¹

فراق کو مہمیں اسی دور کے ہیں مگر مہمیں دیکھنا ہوگا بقول راجندر ناتھ شہدا -
 " ادب سماج اور ادب کی فکری صلاحیتوں میں بڑا گہرا تعلق
 ہے - تخلیق ہو یا تنقید ادب ہر صورت میں ایک بڑی حد تک
 سماج کی پیداوار ہوتا ہے -"

مندرجہ بالا اسباب و عوامل کا نتیجہ یہ تھا کہ اس دور کا شاعر نہ صرف
 سکون کی تلاش میں کبھی سایہ زلف پار اور کبھی دامن تصوف میں پناہ ڈھونڈ رہا
 تھا - اس کا عکس اگر ایک طرف اردو شاعری میں سوز و دیون درد مندی تصوف مابوسی
 اور راجپوت جیسے عناصر کی شکل میں نظر آتا ہے تو دوسری طرف اس کے پیراہن
 رنگین میں لب و رخسار اور عارس و گیسوس لے کر ناخن پانچ بارتک کے جلوے کہیں
 مہیاں اور کہیں نم پرہنتہ صورت میں دلچاسی دیتے ہیں - فراق کی شاعری اس
 دور و آتش کی پیداوار ہے -

فراق کے کلام میں سماجی حقیقت نگاری -

ہر سودا اور درد کی طرح فراق بھی اپنے دور کے سماجی سیاسی
 اور ماضی حالات سے متاثر ہے - انہوں نے دلی کی تباہی اور بربادی کا صرف
 مشاہدہ ہی نہیں کیا بلکہ ایک حساس شاعر کی طرح اپنے اشعار میں اس کا اظہار
 بھی کیا ہے -

1. The Fall of the Moghal Empire By Jadu Nath Sarker
 Published by M.C.Sarker & Sons, p. 457.

گل چاک چکر باد صبا خاک بسر ہے
ماتم کدہ دھر میں کیا شاد ہو کوئی

انہیں جہنم دلی شہزاد بہ شہزاد بہ بہرانا ہے
نہ دیکھے تھے جو ہر سوں میں فرہاد آباد کی سورت

کس سے تری فرہاد کرون چاکے مری جان
اس شہر میں کوئی نہیں فرہاد رس دل

اس ضمن میں فراق کا ایک شعر تو گویا موجودہ دور کے شاعر کا کلام معلوم ہوا ہے۔
دعوائے خون کہچنے کس سے کہ ہو گئے
حکام شہر سب اسی خونخوار کی طرف

نصوف -

فراق خواجہ میر درد کے شاگرد و مرید تھے اور سونی طریقت کے پیرو تھے۔
چنانچہ فراق کے کلام میں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں مسائل نصوف بیان
کئے گئے ہیں۔

تو جلو کر اگرچہ مری جان کہاں نہ تھا
پر جب فلک کہ ہم ہی نہ تھے تو عیان نہ تھا

دیکھا جو غور سے تو بشر ہے بھی اور نہیں
جون عکس شخص بہتر نظر ہے بھی اور نہیں

سلام ہم نے کیا صوم سلوۃ وزہد و تقویٰ کو
فراق ہم کو رہے ہے پس اس کے نام کی تسبیح

یہ اپنی ہستی موہم صاف دھوکا ہے
بہا ہے دیکھ کر اس کو سراپ سے نسبت

اس جہرہ بھی ہم کو مختار کر دیا ہے
لئے مین کلن سارے نقد ہر اپنے ہاتھوں

غافل اگر از رنگ حقیقت خیر است
در ارض و سما بہ بین کہ جہنم دگر است
گر چشم بصیرت است از خور بہ زمین
یک نور الہی ہمہ جلوہ گر است

دلی اور وطن سے محبت -

فراق کو اپنے وطن ہندوستان اور خاص طور پر دلی سے زبردست محبت
تھی - اس والہانہ محبت کا اظہار ان کے کئی اشعار میں ملتا ہے -

اے اشک روانہ ہو تو سوئے دہلی
گر سہر ملان و باغ کوئے دہلی
جانا جمعے فوس میں ہے بارو دل
نکلے قادل سے آرزوئے دہلی

یہ شہر دل رھانت غارِ غم کے ہاتھوں
بستا ہوا کہو یہ میں نے نگر نہ دیکھا

مند سا ہم نے نہ دیکھا اور کسی جاگہ سواد
شہر گردی کی بہت گلیاں بہت سی جہانیاں

ہم درد دل کو مرثیہ اور پیر جانتے ہیں
خاک وطن کو اپنی اکسیر جانتے ہیں

فراق بھٹت غزل گو شاعر

فراق نے ہون تو سبھی صنف شاعری میں طبع آزمائی کی ہے لیکن بنیادی
طور پر وہ غزل کے شاعر تھے اور اس صنف شاعری پر انھوں نے خاص توجہ دی
تھی۔ فراق درد کے شاگرد اور مرید تھے۔ لیکن تصوف ان کے کلام کا غالب رنگ
نظر نہیں آتا بلکہ جہاں تک سوز و گداز درد و اندر اور چشم پریم کی بات ہے وہ
میر کے مقلد نظر آتے ہیں۔ اپنے اس نقطہ نظر کی انھوں نے اپنے کئی اشعار میں
وضاحت کی ہے۔

جاہے فراق درد تو دیوان کو میں دیکھ
مت سہر کر کسی کی غزل کو قسیدہ کو

فراق ایسی ہی کہہ کر غزل تو یہ لے جا
کہ میر صاحب قبلہ بھی واہ واہ کہیں

سنا ہی فراق اپنی نہیں ہے کوئی جون مر
نہاد کہیں کس سے کہاں جا کے پکاریں

ہر سوز آہ ہر مے گہ کناں ہے خلق
حیران ہے ہاں تو میر سے اسقاد کی طبع

جس میں نہ ہوئے گوشت درد و اثر فراق
دیوان میں ہے کوئی ایسی غزل نہیں

لام نہیں ہے یہ کہ غزل سیر ہو فراق
ناخن پہ دل ہوں گرجہ ہوں اشعار ایک دو

شمر ہے وہ ہی کہ جس میں درد ہوئے اے فراق
ورنہ سب نزدیک اپنے ہیں یہ فتنہ خوانان

فراق کی غزلوں میں بہتر نشتر نہیں ملے لیکن کچھ اشعار میں شام
سے بچے ہوئے چراغ کی سوگوار فضا اور بھیگے ہوئے کافذ کی نئی ضرور محسوس
ہوتی ہے ۔ جلد مثالیں دیں ذیل میں ۔

سحر تو گزری ہے رخصتی میں شام باقی ہے
منور آہ جگر کا پیام باقی ہے

دیوان سا افس ہے جگر کی طرف
لگی آگ یہ کس کے گھر کی طرف

جراغ و شمع میں گھر میں کوئی ہون تو نہ ہون
جلا کر ہے دل داغدار ساری رات

نہاد و آہ و نالہ غم و درد اشک و آہ
مہلے جلے عدم کو عجب اڑھام ساتھ

جس پہ گزیرے ہے سو ہی جانے ہے
حال ہو چھو ہو کیا مرا بارو

میں میں و قفس میں ہون تنہا
یاد فضل بہار پر بکھیرو

فراق شاعری میں درد و اثر کے ساتھ ساتھ سادگی اور ہرکاری کے بھی قائل
تھے اور اسی شاد کی اور ہرکاری کے پھر میں فراق کے یہاں تغزل بھی ملتا ہے۔
محبوب کے حسن و جمال کی پھر تراشی بھی ملتی ہے اور سوز و گداز کے ساتھ ساتھ
درون بینی اور مشاہدہ بھی نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں ان کے دیے ذیل اشعار
پیش کرتے جاسکتے ہیں۔

احوال دل فراق بھلا کس سے میں کہوں
مونس نہیں رفیق نہیں مہربان نہیں

نہ گھبرائے قصہ غم کو سن کر
سنائے ابھی تو سنائے بہت ہیں

دل تماشا کہ چشم پہ کرتا تری نگاہ
سافر کو دیکھتا کہ میں شیشہ سنبھالتا

طہنت میں اپنے عشق میں کیا جانے کہ ہاں
لاٹھ میں مشت خاک مری کس مکان سے

نہیں جھٹکے بعد از مرگ بھی ہاں اللہ کے
سواد زلف لہلی سے یہ لکھ دو خاک مجنون پر

صاف دل کو کیا اور داغ جگر کو دھوا
کام کیا کیا نہ میں دیدہ فرسے نکلا

گوہم میں غنیمت میں خوشی گوہم نہ ہو
شعل کچھ جاہل اوقات سر کرنے کو

بارب جو بھی دست درازی جنون میں
دامن نہ رہے گا نہ گریبان شکام

اللہ ہے صفا نری ساعد کہ جس کو دیکھ
پانچ خیال وہم میں ہاں آہل کیا

رہے میں جیسے کہ شبنم میں ہر گل ڈوبے
حق میں یوں ہے وہ رخسار آتشین نہہ آب

فراق کی غزلوں میں صرف عشق و محبت کے واقعات اور ہجر و وصال کی
داستان میں نہیں ملے بلکہ ہمیں اشعار میں نفسیاتی حسیاتی اور فطری تقاضوں
کی عکاسی بھی نظر آتی ہے ۔ مثلاً

آتا یہ ہجکون کا مجھے یہ سب نہیں
بھولے سے اس نے یاد کیا ہو جب نہیں

تعا دل میں کبہ کہوں گا یہ جلتے ہی رو بہ رو
میری زبان ہو گئی یہ اختیار بند

نہ کلشن اس کو بھاتا ہے نہ صحرا میں خوش آتا ہے
دل وحشت زدہ کو جاؤں میں یارب کہاں لے کر

کہتا ہے فراق اس سے عبت حال دل اپنا
نالے سے جو محم نہ ہو اور آہ سے واقف

فراق جس دور میں سانس لے رہے تھے اس دور کے ہشتر شعرا کے کلام
میں قنوطت ہے ہی اور مستقبل سے مایوسی نظر آتی ہے لیکن فراق کے بعض
اشعار میں جہد مسلسل ملتا ہے اور اول المظیٰ کی آواز بازگشت سنائی پڑتی
ہے -

دلا مایوس مت ہواہنی توبع دست وہانی ہر
شجر جون جون قلم ہوتا ہے وون وون سر نکالے ہے

قطع امید حالت الفلاس میں نہ کر
بھرتے ہے بھول و بھل وہی شاخ بریدہ کو

ہوئی اسائن ہے کب عالی مزاجوں کو نصیب
ہرق کا ہونے نہ دیکھا ہم نے زائل اضطراب

اصطراحی مری سیماپ کی ہے راہ نما
جنہیں دل ہے مری قبلہ نوائے پرواز

فراق ایک شہف الفس صوفی مشرب انسان ہے چنانچہ ان کے کلام میں
اخلاقی مضامین بھی پائے جاتے ہیں مثلاً

غیر اہل جہان ہے دلیل بے مہری
درخت جو کوئی بے برہو خم نہیں ہوتا

سب ظلم محسوس یان کا کارخانہ ہے فراق
دولت دنیا پہ مضروری غلط سمجھا گھنٹا

جو کام کرے گا تو فراق اتنا سمجھو
ایسا نہ ہو پہنچے کہیں آزار کسی کو

فراق کے اشعار میں صنائع بدائع کا استعمال

صنائع بدائع کا استعمال فراق کے دور کا شعری مزاج تھا۔ شاعری
میں یہ خوبان شاعری کی اہمیت اور قوی مہارت کا ثبوت فراہم کرتی تھیں۔
چنانچہ فراق کے کلام میں بھی ضرب المثل و صدق محاورہ سہل منقہ حسن
تعلیل مراعاة النظر ابہام تناسب تجنیس تام ندرت خیال نادر تشبیہات و
استعارات صنعت تضاد سیاق الاعداد اور صنعت لزوم مالا یلذم کی مثالیں ملتی
ہیں۔ اشعار درج ذیل ہیں۔

سرب المثل وصدق محاورہ

آہستہ میان ہم سے ذرا کھینچ باتیں
ایسا نہ ہو جو گوش بہ دیوار ہو کوئی

خدا جانے کہ وقت جان کنی کہا دل پہ گزیرے گی
سہم ہوتا ہے پھانسی انگلی میں گر کوئی کھٹکتی ہے

رہے کی پردہ مینا میں کہتے دھڑلے تو
مثل مشہور ہے جب ناچنے نکلے تو کیا گھونگٹ

تم گالیاں دو چٹکیاں بھی میں بھلا نہ لون
پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زبان جلے

سہل مسئلہ -

ان لہجوں کا خیال ہے ہم کو
میٹھ لکھوں حلال ہے ہم کو

ہم صبر و قفس میں ہوں تنہا
یاد فصل بہار میں رکھو

حسن تحلیل -

بعد مرنے کے بھی اک کردار رہی مجھ کو مدام
مشت خاک اپنی رہی تھی کچھ سوہمانہ بنا

ایک دن اس کی کمر کی ان نے کی تھی مہسری
شاخ کل کانچ ہے جب سے ہمد لوزان کی طرح

مراعاة النظر -

ہر وقت موی کیا کیا جن میں اپنے ہیج و غاب آیا
لب دریا پہ اس نے ہال جس دم کھول کر ہاند ہے

کوئی دم میں اور ہی ہان کل کھلے ہے اے فراق
پھر نہ غنچہ ہے نہ گل ہے نہ سداغ عند لب

ایکھام نفاہم -

چشم کے چشمہ سے ہمیشہ نہ کراے چشم مہر
ایک چشمک سے بہادین کے نہ ہونا چار چشم

نہجسنہس نام -

جینے رہو کیا ہمارے پھولوں کا گلے میں
اس ہار پہ کیونکر نہ دل زار کو ہارین

جاتے ہیں چلے وادی غربت میں اکیلے
ہم راہ سے واقف ہیں نہ ہمراہ سے واقف

نہدرت خیال -

دلا مایوس مت ہواہنی تو یہ دست وہائی پر
شجر جون جون قلم ہوتا ہے ورن ورن ہرنکالے ہے

سو زمین کہا کیا فلک نے میں ملائی خاک میں
دفن ہے زیر زمین بارب یہ گنجہ تمام

نادر تشبیہ واستعارات -

فراق کے کلام میں جس طرح نئے الفاظ و معنی کی تلاش ملتی ہے اسی طرح
نئے تشبیہ و استعارات کی جستجو بھی پائی جاتی ہے - انہوں نے نادر تشبیہ و
استعارات کے سلسلے میں طہیب تنخواہ ہنگلہ وغیرہ الفاظ سے کام لیا ہے - چند
مثالیں دیں ذیل میں -

کیون کر نہ ہوئے اس کو دل زار کا خیال
رہتا ہے نت طہیب کو بیمار کا خیال

عشق کی سرکار میں مویں ہی بقیے ہیں مدام
مردمان چشم کی مویں ہے نت تنخواہ اشک

چشم کا ہنگلہ نہ ڈوب دیکھو ابر مشہور
یہ ہی اک ثابت رہا ہے اپنا گھر ہر سات میں

شفق میں ہنچہ خورشید عالم ڈوب جاوے گا
حنا آلود ہا جلن سے کیوں باہر نکالے ہے

صنعت تصادف -

صبح وطن میں شام غریبی ہوئی نمود
جون اس کے منہ یہ بال گنچ کھل علی الصبح

سیاق الاعداد -

غم الم آہ و فغان سوز و طہش رنج و ستم
بار غمخوار ہیں اپنے ہیں دوجار ہستند

فراق نے مروجہ صنعتوں کے علاوہ کچھ صنعتیں خود بھی وضع کی ہیں
انہوں نے بہت سے اشعار میں ردیف کی مناسبت سے الفاظ استعمال کئے ہیں مثلاً
ایک غزل جس کی ردیف تیسوں ہے اس میں تیسرے عدد استعمال کئے گئے ہیں۔
یہی صورت " بارہ " اور ساتوں کی ردیف میں بھی ہے۔ مثالیں درج ذیل ہیں۔

صنعت لزوم مالا یلذم -

جہات ستہ فصول اربع حواس و عقلین نگار تیسوں
ادب سے خدمت میں تیرے حاضر رہے ہیں لیل و نہار تیسوں

جہات ستہ — ۶ ستین

فصول اربع — ۴ - رتین (جاڑا گری رہیج خریف)

حواس — ۱۰ - (ہانچ ظاہری - ہانچ باطنی)

عقول — ۱۰ (عقول عشوہ)

میزان ۳۰

۱ چشمک نگہ ۲ ادا ناز خط ۳ حال زلف و ابرو و انداز و رہز اشارت غمزہ تمام ۱۲ بارہ
ساعت میں پل میں دم میں ہر لحظہ لمحہ پہانے کرتے ہیں مثل عاشق سلب مل مدام بارہ

۱ گل ۲ داغ ۳ شمع ۴ شعلہ ۵ خور ماہ ۶ و ناز ساتوں

چلتے ہیں دیکھ نہ جھلو اے گلندار ساتوں

سنگلاخ زمین اور مشکل ردیف و قوافی میں طبع آزمائی

فراق نے بہت سی غزلیں سنگلاخ زمین اور مشکل ردیف و قوافی میں بھی
 لکھی ہیں اور کچھ رباعیات فارسی اور عربی میں بھی لکھی ہیں جس سے ان کی
 قادر الکلامی اور فارسی و عربی زبان پر قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ مثالیں درج ذیل ہیں۔

مکھنچ پہ اپنے جھوڑے کانکل علی الصباح
 مت شام کرتوجان تماثل علی الصباح

دل و جان سے غریب جاتا ہوں میں نجد پر نہ بل بل بل
 خدا کے واسطے آمان مت اتنا مجل جل جل

ازخون جگر بادہ و جامہ دام
 پی ساختہ من عیش مدام دام
 مانند نگاہ چشم در گلشن دہر
 در عین سفر بہ بہن مقام دام

انا ساجد وانت مسجودی
 انا مہد وانت معبودی
 لیس مطلب سواک فی الدین
 انت ہی وانت معبودی

کلام فراق میں محائب

فراق کے کلام میں اگر ایک طرف محاسن ہیں تو دوسری طرف محائب بھی پائے جاتے ہیں مثلاً ابہام، تعقید، لفظی ابھلا، تنافر، تکرار الفاظ، مضامین، مشرکات، شکرگاہ، زوائد اور ابھدال وغیرہ۔ مثالیں درج ذیل ہیں۔

ابہام۔

تاب مہراس بہ ہرقی ہے سہا پنکھا نہ جمل
آفتابی ماہ سے کہنا کہ ٹک آکر لگا

تعقید لفظی۔

جو کچھ کہ ہوئے سو کر لے فراق دنیا میں
کہ ہاتھ پھر نہیں آئے کا وقت فرصت کا

ابھلا۔

چرا ہے جا بہ جا اور مذکور ہے ہمارا
دیوانگی کا یعنی اک شور ہے ہمارا

تنافر۔

کسے ہے تاب و طاقت جو تیرے منہ کی طرف دیکھے
نہیں خورشید سے کچھ کم تیرے مکھڑے کی چمکاہٹ

تکرار الفاظ و مضامین۔

فراق کے یہاں مرزا ولا زور واجعلیٰ ہمارے بل لے ہوسہ
مشبکہ وغیرہ الفاظ کی تکرار کثرت سے ملتی ہے جو ان کے دیوان میں دیکھی جا
سکتی ہے۔ تکرار مضامین کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

عنا کی طرح چاہے جو تو ہوئے نامور
لر صفحہ جہان سے اپنا نشان دور

جوانم جامہ نوعنفا کی طرح ہو رووش
کہ جگہ میں گوشہ گزینی سبب ہے شہرت کا

ضرورت -

قدیم شعرا کی طرح فراق کے بہانہ ہی وہ الفاظ پائے جاتے ہیں جو اب
نہ ضرورت ہوئے ہیں مثلاً -

ابدمر لہو دھر رلے نک نچد پاس جگہ آسا نط نٹین
جون نت ناخت نک دوہین نروار ان نچ واجھنے جمعکے وغیرہ

ضرورت شعری کے تحت غلط الفاظ کا استعمال -

نہ ہو جی حسن کی دولت پہ مہری جان ضرور
کہ اعتبار نہیں آں کل زمانے کا

کل محلہ میں نہ سوا نعا کوئی آں فراق
نالہ کرنے کو نہجے پھر ہوئی رات شروع

شور مجنوں کی دل سے کس کی ہڑی میں دھومیں
پتھروں سے اب جولاڑے دامان پھر رہے ہیں

مندرجہ بالا اشعار میں نہ ہو جی کی جگہ نہ ہو جی پھر کی جگہ پھر اور
پتھروں کی جگہ پتھروں ضرورت شعری کے تحت استعمال ہوا ہے -

شہر کرہ -

گالی سوا کسی کو نہیں بولنے ہونم
کچھ بہوت ہومیاں یہ زمان آپ

مندرجہ بالا شعر میں تم و آپ تحقیر و تعظیم کے الفاظ ایک ساتھ استعمال ہوئے ہیں -

ابتذال -

عہد قدیم میں ابتذال کم و بیش ہر ایک شاعر کے بہان ملتا ہے - فراق
کا کلام بھی اس عہد سے مترا نہیں - مثال درج ذیل ہے -
ہر گھڑی ڈھانکنا چھپانا ہے
الفرس نو بہ نو دکھانا ہے

کھولے گراہنے جامہ کے وہ گلندار بند
حیرت سے مثل آئینہ ہو آشکار بند

فراق کا ڈکشن -

فراق نے اپنے کلام میں موزونیت کے ہمیشہ نظر موزون الفاظ کے استعمال
کا خیال رکھا ہے - الفاظ کی اس خوشہ چینی میں انھوں نے صرف باغ اردو پر ہی
انحصار نہیں کیا ہے بلکہ ہندی فارسی اور عربی زبان کے مناسب اور موزون الفاظ
سے بھی اپنی شاعری کو آراستہ کیا ہے مثلاً صنعت گرفتار وسعت خیال حضور شمع
طاثر رنگ پرہدہ کاہوس خیال ہمہ تن چشم دوش ہوا بارنگاہ دل آہن
طرفہ المین بیت الصم ساون ہستی ہوش پرگٹ وغیرہ - اس سے یہ ظاہر ہوتا
ہے کہ فراق توسل و ابلاغ سے سلسلے میں جمود کے قائل نہیں تھے - ان کے بہان
صرف دیگر زبان کے الفاظ ہی کا استعمال نہیں ملتا بلکہ انھوں نے اپنے شعر میں
نوعلم طب کی اصطلاحات سے بھی کام لیا ہے مثلاً
طہش فرقت مہرونہ ہوش قدح کم
گیرہ تہجد ہمیشہ عری شہر رہا -

قائدہ کجہ نہ ہوا روزی نسخہ میں فراق
قری کا حور رہا قری طبا شہر رہا

علاج درد دل ہے اس لب سے کون کا اکہ بوسہ
رہے ہے فخریا فوٹی خمیرہ اور مہجوی ہر

فراق کے کلام میں دوسرے شعرا کے معادل اشعار

عہد قدیم میں عظیم شعرا نے اہم مقامیں تو اپنے اشعار میں بیان کرنا
نہ تو مصیوب سمجھا جاتا تھا اور نہ ہی سرقہ - یہ صورت فراق کے یہاں بھی
ملتی ہے - ان کے بعض اشعار کو پڑھ کر ان کے ہم عصر اور ان کے بعد کے شعرا کے
اشعار دہن میں یاد آتے لگتے ہیں - اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں -

سودا - کعبہ اگرچہ ڈھایا تو کیا جائے غم ہے شمع
کعبہ قسردل نہیں جو بنایا نہ جائے گا

فسران - دل کوئی ٹوٹا بنا تجھ سے اگر کعبہ بن سلے
کعبہ کی تعمیر کر ظالم نہ بت خانہ بنا

سودا - کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا
سافر کو میرے ہاتھ سے لیتا کہ جلا میں

فراق - فراق مجھ سے تو کیفیت شراسہ پہچہ
کہ ہم نے خوب افحائے ہیں چشم ہارسے خط

بہادر شاہ ظفر - عمر دراز مالک کے لائے تھے جاردن
دو آرزو میں لٹ کئے دو انتظار میں

فراق - حسرت میں کئے اور کعبہ اندوہ و لقب میں
اس طرح سے کائے غم اتام تنہا

میر - کس کو کعبہ کہسا قبلہ کون حرم ہے کیا احرام
کوچے کے اس کے باشندوں نے سب کو اس نے سلام کیا

فسراق - سلام ہونے کیا صوم و سلوۃ وزہد و تقویٰ کو
فراق ہم کو رہے ہے پس اس کے نام کی تسبیح

غالب - ان کے دیکھے سے جو اجلی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھنے میں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

فراق - ہے طاقی مگر سے حالت نہا ہے
صورت جو دیکھی اس کی تو پس جی سنہل گیا

غالب - کون ہوا ہے حرف متع مرد افکن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ سے میرے بعد

فراق - یہ غم ہے ساغریوتا مجھے کہ میرے بعد
زرا بھی تم کو نہیں کوئی منہ لگانے کا

غالب - سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
سورنہں کہا خاک میں ہون کی جو پنہاں ہو گئیں

فراق - سورنہں کہا کیا فلک نے میں ملائی خاک میں
دفن ہے زہر زمین یارب یہ گنجینہ تمام

اخترنامہ

بارہویں صدی ہجری کا ابتدائی نصف اردو ادب کی تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ اس دور میں ایک طرف میر تقی میر مرزا محمد رفیع سودا اور خواجہ میر درد جیسے عظیم شعرائے اپنے عبقرائی اشعار سے اردو شاعری کو مالا مال کیا تو دوسری طرف حاتم اور مظہر جانجاناں وغیرہ نے زبان کو اصلاح کی طرف خاص توجہ کی قدیم بھونٹے الفاظ کی جگہ سبک اور فصیح الفاظ لاتے گئے۔ ہندی کے غیر موزون الفاظ سے زبان کو پاک صاف کیا گیا۔ فارسی اور عربی زبان کے موزون الفاظ سے زبان کو وسعت دی گئی۔ تعقید ابہام اور دور از کار تشبیہ واستعارات سے گہر کی تلقین کی گئی اور صنائع بدائع کی مینا کاری کی جگہ سادگی و ہرکاری کو اہمیت دی گئی۔ ان لوششوں میں جہاں بہت سے نام سرفہرست ہیں وہاں ثناء اللہ خان فراق کی خدمات بھی قابل اعتنا ہیں۔

فراق کا یہ بھی ایک کجد کم کارنامہ نہیں تھا کہ دلی سے سودا اور میر جیسے بالمال شعرائے جملے جانے کے بعد انہوں نے وہاں کی ادبی محفلوں کی سرگرمیوں کو درہم برہم نہیں ہونے دیا اور تلامذہ کی ایک قابل لحاظ تعداد کو لے کر ہونے آنے والے دور کی زبان کی ترویج اور شعروادب کے ارتقا کے لئے راہ ہموار کرتے رہے۔

فراق کے کلام کا مجموعی جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فراق میر سودا اور درد کے مددِ مقابل تو نہ تھے اس لئے کہ شاعری میں ان کا کوئی مخصوص انفرادی رنگ یا اجتہادی کارنامہ نظر نہیں آتا لیکن ان نے محاسن کلام کا ایک بڑا حصہ اس بات کا ثبوت ضرور فراہم کرتا ہے کہ فراق خواجہ میر درد کے اپنے ہمصر شاگردوں میں یقیناً ایک ممتاز درجہ رکھتے تھے۔

نہیں ہے شوق مجھے زخمِ دل کی راحت کا
 نہ دل کو چین ہے نہ وہ طے ہے آئینہ نو
 جو نام چاہے تو عناق کی طرح ہر نود پیش
 بہ رنگِ آئینہ رہتا ہوں روز و شب جوں
 تباہی کے ہاتھ اب کی کر یہ لہجہ جا
 جو کھنڈ ہو رہے تھکے تو میں ہی حاضر ہیں
 یہ ہی میں ہے گولہ میں بنی اسلحہ دو در ہاتھ
 غم جوائی دلدلار پوچھ مت عدم (ق) خدا یہ دفن نہ دکھاوے کسی کو فرقت کا
 قرار و صبر نہ دل کو نہ چین ہے جی کو
 ہر ایک رات شبِ نوب کے برابر ہے
 ہر ایک روز گویا روز ہے قیامت کا

جو کچھ کہ ہووے سو کرے فراقِ دنیا میں
 کہ باقیہ پر نہیں آنے کا وقتِ فرست کا

گوشتِ فزینی ۔ گوشتِ فزینی

سنگہ ۔ ساتھ ۔ نو بہ نو

ری ۔ موت اور بانس کی بنی ہونی ایک قسم کی فصل جو پٹا لپیٹنے کے کام میں آتی ہے

سکا ۔ پٹا لپیٹنے کی کٹری

ہیں :- " ہووے کے بجائے " ہو سکے " ہے !

حال اپنا اور ہی کچھ اب نظر آنے لگا
 کوئی تڑپے ہے 'کوئی سسکے ہے' کوئی نیم جاں
 دیکھے کیونکر رہے صبر و دل و دین و قرار
 نالہ شب گیر اور آہِ سحر کا ہے اثر
 خدا کا آنا تو ہوا ہے خط کے آنے کی دلیل
 حالِ زار اپنے کی کیا تقریر کرنی ہے غرور
 یوں خفا پر منہ سے بولا وہ ستم آئیں مجھے (۱۳)
 کیوں تو رہتا ہے یہاں میں تجھ کو اب سہتا نہیں
 اٹک آنکھوں سے رہا محبت جگر آنے لگا
 اب تو کوچے سے ترے دل کو خطر آنے لگا
 بے طرح یاد وہ غارت مگر ادھر آنے لگا
 جوتنا تھا کہو شام و سحر آنے لگا
 اب تو خط آنے لگا اور ناسہ بر آنے لگا
 اب تو وہ بے رحم یاد اپنے گھر آنے لگا
 چپ کر اُس کو دیکھ خون آنکھوں میں بہر آنے لگا
 دُور ہو چل سانسے سے پھر نظر آنے لگا

حالِ زار اپنا تو کیوں ہم سے چھپاتا ہے فراق
 اُس کے کوچے سے تو تو کچھ چشم تر آنے لگا

۱۔ (ع) میں "حال اپنا اب تو کچھ اور ہی نظر آنے لگا" ہے !
 ۲۔ (ع) میں "نالہ نے میرے تو کچھ اس کے کیا دل میں اثر" ہے !

ہمارے دم و سرم ہم نہیں ہوتا
 کہ مجھ سے حلِ دل اپنا رقم نہیں ہوتا
 درخت جو کوئی ہے ہر جو خم نہیں ہوتا
 تمہارے شہر میں کاغذ قلم نہیں ہوتا
 یہ کیا ستم ہے کہ تینا^۱ علم نہیں ہوتا
 مقابل اُس کے کچھ جام جم نہیں ہوتا
 ہمارے حل پہ لطف و کرم نہیں ہوتا
 تو کیا ستم ہے کہ اُس دم صنم نہیں ہوتا

ہنوز دردِ دل اپنے سے کم نہیں ہوتا
 میں کس طرح سے اُسے ناندہر نکھوں ناندہ
 غریب اہلِ جہاں ہے دلیلِ بے ہنری
 جوابِ ناندہ جو کھتے ہیں ہو خُوباں کیا^۲
 میں نیم جاں رہوں کب تک ادھر نگاہ کرو^۳
 جہاں نما ہے وہ دل کا ہمارے آئینہ
 یہ کیا سبب ہے کہ خیروں سے ہربانی ہے
 شراب و ساغر و سینا اگر سیسر ہوں

یہاں تلک ہوں سُبکِ رو^۴ رہِ عدم میں فراق
 قدم جو دکھوں تو نقشِ قدم نہیں ہوتا

T. 35 79



- ۱- بے بر = بے خبر
 - ۲- (ع) میں بہ لحاظ ترتیب باغواں شر ہے
 - ۳- (ع) میں بہ لحاظ ترتیب جو تھا شر ہے
 - ۴- تینا = (تینہ) چوٹی تلوار
- (۱) - جامِ جشید (شراب کا وہ پیالہ جس میں دنیا کا حل نظر آتا تھا)
 (۲) - دینی چل

کیا سکندر 'کیا سلیاں' اور کیا جم ہو چکا
 شرط جو کچھ دوستی کی تھی ادا اُن سے ہوئی
 کوئی کیا جا کر کرے گا باغ میں اے عندلیب
 بھر میں 'یوں کیا کہوں' گزری جو کچھ فصل بہار
 تاجکا فریاد میں اپنی نہ ہو تاشیر آہ
 حسن تیرا اگرچہ پیارے شہرہ آفاق تھا
 دیکھتے اپنے ہی کیا کیا ایک عالم ہو چکا
 اختلا^۱ و مشنم و گل^۲ نہد^۳ باجم ہو چکا
 دفترِ گل بھی چمن ہیں جب کہ برہم ہو چکا
 ہر شجر نظروں میں اپنے نخلِ اتم ہو چکا
 نالہ^۴ دل بھی صدائے^۵ نے سے ہمدم ہو چکا
 سبزہ خط پر ہی تیرا زہ عالم ہو چکا

شیشہ ہی نہیں اس بزم میں گریاں فراق
 جام بھی ساقی کے ہاتھوں چشم پر نم ہو چکا

۱۔ اختلاط = بیلِ محبت

۲۔ زور = جھوٹ... فریب

۳۔ (ع) میں کرے اب ہے !

۴۔ (ب) میں صدائے ہے - سحرگاہ ہے - قیاسی قلعہ کردی گئی ہے - رومی اور غالب کے یہاں ہی صدائے
 ۵۔ نالہ = رونا یا نہد کے ہونے کا لفظ ہے - غالب : شہزاد نے جواں حلاوت ہو کر نہد | رومی :
 رازِ جہان کا شکار ہے شکارِ شہزاد

چمن میں ایسی ادا سے وہ خوش ادا گزرا
 کہ منہ پہ پنچوں کے صد حوب رہا گزرا
 قہاری گالیاں سُزا کر میں چپ رہوں کیوں غیر
 کہ میری جان میں ایسا نہیں گیا گزرا
 جہاں نظر کی ہر اک ٹوکِ خار ہے پُر خور
 یہ کون دشت میں ایسا برہنہ پا گزرا
 جو یہ ہی طرزِ جفا ہے تو اے مرے صاحب
 تمہارے عشق میں بندہ تو پھر گیا گزرا
 چمن میں آج جو آتے ہیں عطر کی لپٹیں
 مہا یہ باغ میں ہو کون میرزا گزرا
 سوائے جو ردِ جفا کے کچھ اور بات نہیں
 میں تیرے ایسی محبت سے بے وفا گزرا

کہو یہ تم نے نہ پوچھا فراق سے پیارے
 کہ میرے عشق میں کیا تجھ پہ ماجرا گزرا

۱۔ عرجا = کلیدِ استقبال، واہ۔ سبجان اللہ

۲۔ میرزا = امیرزادہ۔ مشہادہ (محبوب)

دل دام زلف میں ہو گرفتار رہ گیا
 دستِ جتوں ہنوز اُلجھتا ہے ظاہر
 زلفِ سیہ کے ہاتھ سے ناچار ہو کے دل
 گلشن میں اپنے اشکِ جگر گوں کے مدہد
 کیونکر شگفتہ مد نہ ہو دل دیکھ کر تجھے
 ساقِ بہوں کو تو نے دیا ساغر و شراب
 میاد تو نے رخصتِ پرواز سب کو دی
 کیا جانے کہ مجھ سے یہ کیا اب گنہ ہوا
 بے فوج اشک و آہ دل زار کیا کرے
 جب کچھ ہی بس چلا نہ تو ناچار رہ گیا
 کیا جیب میں گشتِ کوئی تار رہ گیا
 آخر کو میری جان پہ بن سار رہ گیا
 شرسندہ روئے لالہ گلزار رہ گیا
 پھولوں کا کیا گلے میں ترے ہار رہ گیا
 محرم ایک یہ ہی گنہ گار رہ گیا
 اک اپنا مرغِ دل ہی گرفتار رہ گیا
 ساقِ جو سر پہ کیچ کے تلوار رہ گیا
 جاتی رہی سپاہِ سردار رہ گیا

جس دم گیا وہ چھوڑ کے تنہا مجھے فراق
 میں دیکھتا ہوا در و دیوار رہ گیا

۱۔ گشت = بجا ہوا (ع) میں "شکت" ہے
 ۲۔ (ع) میں "غم بار" ہے !
 ۳۔ (ع) میں "جاتے رہے سپاہی" ہے !

^۲
 وہ مُوکر ہے جلا کیا شعور ہے ان کا
 تمام ہند میں کیا کہئے شعور ہے ان کا
 کہ مجھ غریب پہ ہر وقت زور ہے ان کا
 بدن تمام جو زخموں سے چور ہے ان کا
 چراغِ داغِ جگر تا بہ گود ہے ان کا
 تمام ارض و سما میں ظہور ہے ان کا
 کہ یہ ہی قوتِ ^۳ بہ قدر غور ہے ان کا
 کہ سر بہ سر یہ دغا اور نغہ ہے ان کا

کہیں ہیں حور اُسے پھر قصور ہے ان کا
 سوارِ زلفِ بلا^۳ قہر اُن کا حُسنِ ملیح
 کردن نہ کس لئے ہاتھوں سے چشم کے زاری
 شہید کس کی نگہ کے ہوئے ہیں گلِ شبنم
 تو اپنے کشتوں کی تربت پہ شمع کو مت رکھ
 قہر ہے عارضِ مہلگوں سے کچھ نہ روشن ہے
 نہ ہو تو ایک دو برس پہ مانعِ عاشق
 ولا فریب نہ کھا اُن کے خلقِ شیریں پر

فراق اُن سے عبت ہے خیالِ پا بوسی
 داغِ عرشِ بریں سے ہی دور ہے اُن کا

-
- ۱۔ (ح) میں یہ غزل نہیں ہے
 ۲۔ مُوکر = بلبل کی طرح باریک کمر
 ۳۔ سوارِ زلف = زلف کی سیاہی
 ۴۔ ارض و سما = زمین و آسمان
 ۵۔ قوت = خوراک

۱
 ہر چند کہ ہر صاف دلی دل نہیں ہوتا
 کس^۳ وجہ بھلا مُرخ یہ بھل نہیں ہوتا
 شمشیر جو ہوتی ہے تو قاتل نہیں ہوتا
 اپنا کوئی یاں رہبر منزل نہیں ہوتا
 بندہ تویر اس بات کا قائل نہیں ہوتا

ادھر تو غیسر پر شمشیر کو ہر دم سڑکتا تھا^۱ ادھر بے اختیار اپنا پیارے ہی دھڑکتا تھا
 ہمارے فصل گل میں لگ رہی تھی آگ گلشن میں ہر اک دامن گل سے آگ کا شعلہ جڑکتا تھا
 ہو جیسے دشت میں چوگان کو آہوٹے وحشی میں جوں جوں اُس سے لگ چلتا تھا وہ مجھے کھڑکتا تھا
 شبِ فرقت میں جس دم فوجِ غم قی موج زن دل پر^۲ مری پھاتی پہ نار جوں کر لگ بھلی کر دکتا تھا
 خبر دیتا تھا کس کے وصل سے شوقِ ہم آغوشی کہ سیرِ رات کو کچھ خود بہ غور بازو پھڑکتا تھا

فراق اُس وقت میں کیا چونک پڑتا تھا خوش ہو کر
 شبِ فرقت میں دروازہ اگر ٹک بن کھڑکتا تھا

۱۔ سڑکتا = تلوار بیان سے سوتنا

۲۔ چوگان = (ب) میں چوگان ہے۔ سہوکتا ہے۔ لفظ پہل ہے۔ تپاسی تعیج کر دی گئی۔ چوگان = تیز رفتاری

۳۔ لگ چلتا = ساتھ لگ کر چلتا

۴۔ (ب) میں = شبِ فرقت میں جس دم فوجِ غم موج زن دل پر۔ ہے اور (ع) میں = شبِ فرقت میں جس دم فوجِ غم موج زن دل پر۔ موزالذکر بھی اور عذوں ہے اس لیے داخل متن کر لیا گیا۔ !

۵۔ کر لگ بھلی = وہ بند رقی جن کی آواز بہت خوب ناک ہوتی ہے۔

غیر کے دل میں نہ جا کیجے گا میرا آنکھوں میں رہا کیجے گا
 ابروئے یار کو رکھ پیشِ نظر چشم کو قبلِ نما کیجے گا
 کاسۂ چشم کو لے دو یہ ترے بے نوا یا نہ صدا کیجے گا
 شمعِ مود بھریں تیرے کب تک شلٹاں ہاتھ ملا کیجے گا
 زائرانِ حرم و دیر کبھو میرے بھی حق میں دعا کیجے گا
 وائے اس اپنی سپہ بختی پر خواہشِ زلفِ ریا کیجے گا
 کون ہے قابلِ محبت جس سے گاہ و بے گاہ ملا کیجے گا
 اس سے بہتر ہے کہ گریں بیٹھے شعرو اشعار کہا کیجے گا
 کسی نگری میں کسی بستی میں جہاں چاہے رہا کیجے گا

لیکن اتنا ہے کبھو ہم کو فراق
 خط کتابت تو لکھا کیجے گا

۱۔ شلٹاں = شلٹے کی طرح

۲۔ تذکرہ ہندی میں "میرے حق میں بھی دعا کیجے گا" ہے

وہ گلِ رُوشب کو ہوے گا چراغِ انجن کس کا
تھارے سرو قد کے آگے ہو بالا^۲ سخن کس کا
مُکلوں نے قطرہ شبنم سے لے الماس^۳ کو کھایا
جویاں پائے نگہ کو ہر سر ہر گام لغزش ہے
یہ دم کے آشنا ہیں درد بیگانہ ہیں سب اپنے
ہمیشہ سیرِ گلشن ہے دلِ پُر داغ کی دولت
کمرے ہے نقشِ پائے ہر قدم پر اپنے گل بوٹا
جو دیکھا دل کا آئینہ سب را یا غرقِ حیرت ہے
بہ رنگِ گل جو غنڈاں باغِ دنیا سے گئے بہتر
حلاوت اور لغت اب تلک بھولا نہیں دل سے

خط جانے نیا ہووے گا پھر داغِ بہن کس کا
کوئی اُس غنچہ لب کے سانسے بولے دہن کس کا
صبا تو نے دکھایا باغ میں یہ نورِ تن کس کا
بہ رنگِ آئینہ دیکھا ہے ماتِ ایسا بدن کس کا
یہ دل کس کا جگر کس کا یہ جان کس کی یہ تن کس کا
سرِ گلزار ہے کس کو تماشا ہے چمن کس کا
اڑ آیا ہے خرامِ نازِ طاؤس چمن کس کا
یہ بحرِ حسن ہے اس میں الہی مرجِ زن کس کا
دگر نہ پھول کس کے گور کس کی ادب کفن کس کا
لیا تھا خواب میں میں بوٹہ سیبِ ذوق کس کا

فراقِ اس گلشنِ دنیا سے کیوں جی کو لگاتا ہے
سیاں یہ باغ کس کا باغباں کس کا چمن کس کا

۱- (ع) میں یہ غزل نہیں ہے

۲- بالا = دراز - بلند

۳- الماس = پیرا

۴- سیبِ ذوق = سرخ و سفید مٹھوری

راتِ فرقت میں تری مرگِ گلو گیسر رہا
 بے کلی دل کی یہ جانے سے رہی ساری رات
 کچھ خبر تجھ کو بھی قاتل ہے کہ دروازے پر
 دل پر داغ سے ہر روز رہا موسمِ گل
 اشک کی حفرتِ دل تم نے نہ کی ہمِ راحی
 شبِ فرقت میں نہ ہم دم نہ کوئی ہم رہ تھا
 تپشِ فرقت نہ رو نہ ہوئی قدرے کم
 دم جو گزرا سوترے بن دم شمشیر رہا
 میری چھاتی پہ دھرا غنچہٴ تصویر رہا
 تیرے عاشق کا جوازہ تو بڑی دیر رہا
 اپنے پاؤں میں صدا حلقہٴ زنجیر رہا
 انتظارِ آپ کے یہ قاطع تا دیر رہا
 ہاں مگر آہ رہی نالہٴ شب گیسر رہا
 گرچہ تیرے ہمیشہ عرق و شہیر رہا

خاندہ کچھ نہ ہوا روز ہی نسخے میں فراق
 قرص کاغذ رہا، قرصِ طباشیر رہا

۱۔ یہ نزل (ع) میں ہیں، !

۲۔ قسید = یزانی دوا جو بخار میں دی جاتی ہے

۳۔ قرص کاغذ = کاغذ کی ٹکلیہ جو دوا کے طور پر بخار میں دی جاتی ہے

۴۔ قرص طباشیر = (معدن جن کی ٹکلیہ) جو دوا کے طور پر بخار میں دی جاتی ہے۔

ایک دن آسودگی سے میں نہ عالم میں رہا جب تک جیتا رہا اک درد اور غم میں رہا
 دین و دل صبر و توان یک بارگی بے لے گیا اور کیا باقی بھلا اے شوق اب ہم میں رہا
 ایک دن تیغِ ہگہ نے مجھ کو تو فرمت نہ دی روز و شب میں زخمِ دل کے نکرہ رہم میں رہا
 کون سا معشوق ہے جن کو نہیں عاشق کا غم خیمہ لیلیٰ صد اُجھڑوں کے ماتم میں رہا
 یا اگر قمار قفس تھا یا اسیرِ دام تھا مرغِ دل اپنا ہمیشہ ایک نظام میں رہا

دامِ خط سے مرغِ دل اپنا تو چھوٹا تھا فراق
 ظاہر چہرہ جاکسی کی زلفِ پر خم میں رہا

۱۔ (ب) میں "سا" نہیں ہے۔ (خ) میں ہے۔
 ۲۔ نظم - تاریخی
 ۳۔ (ب) میں زلفِ کم خم ہے۔ (خ) میں زلفِ پر خم ہے۔ ! موزن ذکر صحیح اور موزوں ہے۔ اس لیے داخل نہیں کیا گیا۔
 کر لیا گیا۔

کام پورا کر گیا یہ نیم بسمل رہ گیا
یہ مسافر تھک کے بس چلی ہی منزل رہ گیا
ہو نہ دل کہنا بہت اے شمعِ محفل رہ گیا
دوب کر چاہ نہ نغداں میں مراد رہ گیا
بابِ حیرت بن کے بس اُس کے قافل رہ گیا
آن کرواں ناقہ میلی کا لعل رہ گیا
آبِ نخلت سے رہیں وہ پائے در گل رہ گیا
آتے آتے قافل کیوں یک دو منزل رہ گیا
بس یوں ہی اسیدواروں میں یہ سائل رہ گیا
خاکِ تھل بیڑا ہوا اپنا دور ساحل رہ گیا
لذتِ سیب ز نغداں میں مراد رہ گیا
جو مرا اسبابِ قحطِ رشکِ محفل رہ گیا
کارخانہ جا بہ جا منزل بہ منزل رہ گیا

نیچے کو کس لیے تو کھینچ قاتل رہ گیا
قطرہ خوں ہو کے ترگاں پر مراد رہ گیا
داستانِ غم نہ نبھری رات آخر ہو گئی
جی نہ کیوں کر ڈوب جاوے غش نہ اے کس لاج
سادہ رو کو دیکھ یہ اپنا دل خانہ خراب
جذبہ الفت کا بندہ ہوں کہ مجھوں تھا جہاں
بھری جوں قد سے تیرے سرو نے کی شکِ گل
کاروانِ اشک کی لختِ جگر لینا خبر
چشمِ حق بوسہ کی سوہم کو ملا اس کا جواب
ہم غریقِ بحرِ عیاں ناخدا نا آت
جی سے یہ خواہش نہ نکلی رتے رتے رہ گئے
دوشِ بوئے گل پہ آیا ہوں جریدہ شکِ گل
دل رہا طاقت رہی صبر و توانا رہی

نالہ ہونوں ترا شیرِ غذاں ہے فراق
تو ہی اس فن میں ہے کوئی مردِ کامل رہ گیا

- ۱۔ (ع) میں یہ قول ہیں ہے
- ۲۔ (ب) میں — "کام پورا کر گیا ہے یہ نیم بسمل رہ گیا" ہے۔ اس کو لکھا ہے۔ مصرعہ ناموروں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے
- ۳۔ نہ نبھری = ختم نہ ہوئی
- ۴۔ پائے در گل = پیر کا زمین پر دھنس جانا
- ۵۔ چشم = اسید
- ۶۔ خاکِ تھل = زمین پر بیٹھ جانا
- ۷۔ جریدہ = تنہا

تیسرے کوچے سے میان اٹھ کر کدھر جائیے گا ایک دن یوں ہی مگر جی سے گزر جائیے گا
ہم کو ثبت خانہ، تمہیں کعبہ مبارک ہوشیخ (ہم) ادھر جائیں گے اور آپ ادھر جائیے گا
آگے ہی میں تو یہ سمجھا تھا کہ ہیں آپ حریف^۱ دل کو اب لے کے رہے کیوں نہ مکر جائیے گا
شعے کی طرح سے ظلمت کدو عالم میں شب کو رہ جائیے یاں وقت سحر جائیے گا
سخت حیرت ہے یہ مجھ کو کہ بساں حالِ تباہ آہ کیا جانے جو صبح کدھر جائیے گا

بارے فرمائیے اب تم سے میں پوچھوں ہوں فراق
آپ اب آئے^۲ کہاں سے ہیں کدھر جائیے گا

۱۔ (ب) میں "آپ شریف" ہے معنی میں "آپ حریف" ہے۔ یہ موزوں صریح اور کڑوا ہے۔ اس لیے داخل متن کر لیا گیا ہے۔
۲۔ (ب) میں "اب" نہیں ہے۔ (ع) میں "اب" ہے۔ یہ بھی صحیح ہے اس لیے داخل متن کر لیا گیا۔

معلوم نہیں کہ خواب دیکھا یا شب کو وہ آفتاب دیکھا
 نظروں ہی میں دل اڑا گئے تھے پر ہم نے بہت شتاب دیکھا
 مکھڑے سے نقاب کو اٹھاوے پردے میں بھی آفتاب دیکھا
 مگر دی ہے خدا نے تجھ کو نعمت اوروں کو ہی نان و آب دے کھا
 جوں ریگ رواں میں اپنے دل کو دیکھا تو پُر اضطراب دیکھا
 آنسو میں جو دل ملتے رواں ہیں دریا کو مگر پیاب^۲ دیکھا
 مکھڑے کو چھپا کے ساتھ سونا یہ ہم نے نیا حجاب دیکھا
 نظارۂ چشم کا ہے باعث گو دل کو پُر اضطراب دیکھا
 اس چشم سے کیا ہو چشمِ امید جس چشم سے یہ غلاب دیکھا
 اس شعر و سخن کے آگے ہم نے یاروں کو سرِ حجاب دیکھا

لکھی جو غزل فراقِ ہم نے
 ہر بیت کو انتخاب دیکھا

۱۔ نان = روٹ

۲۔ (ب) اور (ع) میں * پیاب ہے: فرورد شری کے تحت استعمال ہوا ہے۔ صحیح لفظ "پایاب" ہے۔

خلق کہنے لگی وہ شوخ جو گھر سے نکلا آہ یہ یوسفؑ گم گشتہ کدھر سے نکلا
 صاف دل کو کیا اور داغِ جگر کو دھویا کام کیا کیا نہ مرے دیمہ تر سے نکلا
 سنتے ہی اپنی گلی میں مری آوازِ حزیں کھینچ تر وار وہ ظالم وہیں گھر سے نکلا
 سیڑیوں ہی گولی صد چاک میں دیکھے لیکن کوئی بہتر نہ مرے زخمِ جگر سے نکلا
 یاں تلک مجھ سے وہ بھڑکے غزالِ وحشی کل جو نکلا میں اُدھر سے وہ اُدھر سے نکلا

جس سے سرگرم سرِ ہر ہلو بے ہر فراق
 کوئی شعلہ نہ مرے آہِ جگر سے نکلا

۱- (ب) میں " یہ " نہیں ہے۔ (ع) میں " یہ " ہے۔ موزن الذکر صحیح ہے اس لیے داخل متن ہے !

۲- گم گشتہ = گمویا ہوا

۳- تر وار = تلوار

۴- غزالِ وحشی = جنگلی حیرن (براد محبوب)

قیسرِ فرہ جگر کے مرے پار پھر ہوا چھاتی پہ زخمِ تازہ نمودار پھر ہوا
 نعت سے جنسِ دل تھی نثارہ پرانِ دنوں کہتے ہیں کوئی شخص خریدار پھر ہوا
 دل اپنا ان دنوں میں ہوا تھا جگ اک بجال پر چشمِ یار دیکھ کے بیمار پھر ہوا
 سرگرمِ نالہ مثلِ جرسِ دل ہے اے سرشک شاید کہ قافلہ کوئی تیار پھر ہوا
 چھوٹا تھا دامِ زلف سے پر خطّے آچھنسا بے چارہ مرغِ دل یہ گرفتار پھر ہوا

جانبر ہوں کیسے دیکھے اب عشق سے فراق
 خطہ تھا جس کا مجھ کو سوا آزار پھر ہوا

اے کاش یہ بنا میں سراپے سے ڈالتا
 زنجیر زلف کو نہ گلے بیچ ڈالتا
 دل تھاتا کہ چشم پہ کرتا تری نگاہ
 ساغر کو دیکھتا کہ میں شیشہ سجالتا
 گر جانتا کہ مجھ سے کرے گا وہ یہ سلوک
 اپنی بغل میں کیوں دل دشمن کو پالتا

جو جانتا کہ سنتے ہی ہو جائے گا خفا
 تو حرف چاہنے کا نہ منہ سے نکالتا

۱
(۲۰)

نگاہِ مستِ ساقی کی کرے ہے کامِ شیشے کا عبت کرتے ہو تم بدنام یا مرد نامِ شیشے کا
 ہوائے تُلُقُلِ مینا نہیں بے فائدہ ہرگز کہ مخفی گوشِ ساغر سے ہے کچھ پیامِ شیشے کا
 ہر اک اُس بزم میں مخمور اور معذور ہے ساقی خدا جانے کر کیا ہووے گایاں انجامِ شیشے کا

نشے میں انکھریاں ساقی کی میرے یوں جھمکتی ہیں
 کہ جیسے بادۂ گلگون سے پُر ہو جامِ شیشے کا

۱۔ (ع) میں غزل نہیں ہے

۲۔ مخفی گوش = نظر نہ آنے والا کان

۳۔ معذور = مجبور

(۲۱)

گلزارِ کدھر کا ہے چمن زار کدھر کا دیکھوں ہوں تماشائیں گلِ زخمِ جگر کا
 لازم ہے رگِ گل سے رے زخم کو سینا نازک جگر گل سے بھی ہے زخمِ جگر کا
 دل اپنا لگا اُس کے دہن اور کمر میں افسوں کو ایدھر کا ہوا میں نہ اُدھر کا
 جو ریکِ رواں خاک نشین ہوں میں ازل سے نے قصہ وطن کا نہ ارادہ ہے سفر کا
 شرکاء کے ہو کیونکر یہ دلِ زارِ مقابل سو تیغ کے آگ چلے کیا ایک سپر کا
 جمعِ معصِفِ رخسار کو میں تیرِ نظر کر دیکھا تو کہیں فرق نہیں زیر و زبر کا

فریادِ مری سُن کے ہوا اور وہ برہم
 بندہ ہوں فراقِ اپنے میں نالوں کے اثر کا

کروں کیا وصف میں میاد تیری خوش نگاہی کا حراک دام نگہ میں جال ہے کیا پشت ماہی کا
 نہ دین و دل ہے اپنے پاس نے مبر و شکلیاؤ عزیزاں ماجرا پوچھو نہ کچھ اپنی تباہی کا
 ہزاروں داغ ہیں یارب نمایاں صفحہ دل پر ہیں محتاج یہ محفرا ہر دگراہی کا
 چن میں گر کوئی پوچھے تو مجھ سے راستی ^۱ یو ہے کہ بندہ ^۲ افسر گل بھی ہے تیری کج کلاہی کا

تناع دل فراق ارزاں ہے یوں بازارِ خواباں میں
 کہ جیسے مل بکتا ہے کسی نفسِ سیاہی کا

۱۔ راستی = سچی بات ۔ مراقبت

۲۔ افسرِ محفل = پھولوں کا تاج

غُرورِ حُسن سے اتنا تو کیوں اے یارِ غافل تھا کہ یہ آئینہ رو کے مقابل تھا
 خدا کے واسطے اتنا تو مجھ کو بتا ظالم کہ کچھ دل کے ستارے سے ہی میرے کچھ کو حاصل تھا
 نہ ہوتے گر سرِ تلکِ چشم تو مجھ تک پہنچ جاتے یہ کیا کچھ کہ دریا راہ میں اے یارِ حائل تھا
 ہزاروں ہی پری پیکر تھے اُس کی زلف کے مارے فقط میں ہی نہ کچھ تیغِ نگہ کا اُس کی گھائل تھا

فراق اُس کے لبِ شیریں سے گالی ہی خوش آتی تھی
 یہ کہنا تلخِ غیروں کا تو ہم کو زہرِ قاتل تھا

۱۔ (ع) میں "اتنا تو مجھ کو بتا ظالم" ہے۔

۲۔ (ع) میں "پہنچتے ہم" ہے۔

۳۔ (ب) میں "حاصل ہے" (ز) میں "مائل" ہے۔ مغلزِ ذکرِ معج ہے اہِ موند ہے اس لیے متن میں داخل ہے

۴۔ (ع) میں "خوش آتی ہے" ہے۔

~~یہ کہنا تلخِ غیروں کا تو ہم کو زہرِ قاتل تھا~~

مستور اُس کے ابرو کی اگر تصویر کھینچے گا دوانہ ہو کے اوپر اپنے وہ شمشیر کھینچے گا
 کہیں گر مل گیا گوشہ میں تو بوسہ میں لے لوں گا ہی تا اے کال ابرو تو مجھ پر تیر کھینچے گا
 نہیں آتا وہ اور بن دیکھ اُس کے دل نہیں رہتا خدا جانے کہ بیمار کتنی دیر کھینچے گا
 قلم کیے گا اُس کے ہاتھ ہر اک سے وہ کہتا ہے ہم گر بلبل و گل کی کوئی تصویر کھینچے گا
 نہ چھیڑو زینہار اُس شوخ کو تم شیخ جی صاحب وگرنہ تنگ ہو کر تم کو ابھی خوگیر کھینچے گا
 ترے عارض پہ پیارے جس طرح ہے حاشیہ خط کا کوئی کب جہول معصوم پہ یوں تحریر کھینچے گا

فراق اُس کے تو ابرو کو ہمیشہ گھورتا تو ہے
 کہیں اُن نے اگر دیکھا تو وہ شمشیر کھینچے گا

-
- ۱۔ (ع) میں اس غزل کے شروع کے تین اشارہ صفحہ ۲ پر اور باقی اشارہ صفحہ ۵ پر ہیں
 ۲۔ (ب) اور (ع) میں "نہ" ہے۔ سہو کتابت ہے۔ معرہ ناموزوں ہے۔ تیسری لکھی گئی ہے۔
 ۳۔ (ع) میں "فراق اس کے تو ابرو کے تئیں تو گھورتا رہتا ہے" ہے !

۱
بزرگ یوسف جب اے عزیزاں وہ ہنرم خواہاں میں یار آیا
ہر اک نے حسرت سے ہاتھ کاٹے تلام جلس کو مار آیا

کفن میں پھولے ہیں ساتے ادا کے کشتے ترے پیارے
جو آج نہستا تو پھول لے کر برائے طوفان مزار آیا
۲
محب ہوا ہے، محب فضا ہے، محب تماشے کی کوٹ جا ہے
جو کوٹ ملکِ عدم گیا تھا وہاں سے پھر وہ نہ یار آیا

تلام خط نے ہمار کوٹ گھنٹہ بیجا نہ کیجے پیارے
ہیں ہے آئینہ کام کا یہ کہ بال آیا غبار آیا
قتلی دل کی بھلا عزیزاں ہو تو کس طرح آہ کیجے
نہ تاحمد کیا، نہ نامہ آیا، نہ وہ تغافل شعار آیا
مدام خواہاں کے داغ کھائے ترہ سے آنسو سدا بہائے
نفیبتِ قسمت کہ نخلِ الفت میں پھول آیا نہ یار کیا
جو خوب دیکھا تو حسن و الفت میں یار و نسبت ہے اتحادی
جو دردِ سر ہی ہوا جو اُس کو تو پہلے مجھ کو بخار آیا
۳
فراق کرتا ہے اشک باری لبوں پہ اس کے ہے آہ و زاری
یہ ساری جٹے ہے بیقراری کوٹ یہ کہہ دو کہ یار آیا

۱- (ع) میں "بزرگ یوسف کے جب عزیزاں" ہے۔ !

۲- (ب) میں "فرا" ہے۔ اطلاق غلط ہے

۳- (ع) میں "عدم کو جو کوٹ کر گیا ہے" ہے

۴- (ع) میں "آہ جاری" ہے

تیرے ہونٹوں کا نمونہ جام و پیانہ بنا
 حُسن کے جلوے سے آئینہ پری خانہ بنا
 مہم بہ دم لعلِ شے گلگون سے کرتا ہے بکا
 جام کی تکلیف کیوں کرتا ہے اے خا خراب
 فکرِ یں تعمیر کی منتہی نہ مرتوراتِ دن
 دل کوئی ٹوٹا بنا تجھ سے اگر کچھ بن سکے
 منہبِ داغِ محبت شمعِ روئے جب دیا
 بعدِ مرنے کے بھی اک گرِ شیں رہی ہم کو مدام
 قصہٴ مسوزِ محبت یاں تلک افروز ہوا
 گلِ رخاں کے عکس سے سینہ ہوا ہے الزار
 کیف سے آنکھوں کے کہتے ہیں کہ میخانہ بنا
 جس نے دیکھا تیرے مٹھڑے کو وہ دیوانہ بنا
 رشک ہے کہ خاک سے کس کی یہ پیانہ بنا
 جس نے دیکھا تیری آنکھوں کو وہ مستانہ بنا
 مگر کسی کے دل میں کر یا عاقبت خانہ بنا
 کعبہ کی تعمیر کر ظالم نہ بت خانہ بنا
 تب پر پروانہ ہر اک اپنا پروانہ بنا
 مشتِ خاک اپنی ہی تھی کچھ سو پیانہ بنا
 رفتہ رفتہ شمعِ رویاں میں وہ افسانہ بنا
 رشکِ فردوسِ بریں اُس دل کا کاشانہ بنا

زلف جو چھیڑی لگا کہنے وہ مجھ سے یوں فراق
 چھیڑ مت چل دور ہو کچھ بہت دیوانہ بنا

۱۔ منہم = دولت مند

۲۔ بہت = فردوسِ مشحون کے تحت استعمال ہوا ہے۔ صحیح لفظ ”بہت“ ہے !

بھر رہا ہے وہ دیدہ ترین دریا
جن کے آگے نہیں ٹھہرے نظر میں دریا

جن طرف جاتے ہیں ہم اٹک رواں ہیں ہمراہ
ساتھ رہتا ہے ہمارے تو سفر میں دریا

سیر دریا کی بجھے کچھ نہیں درکار فراق
دیدہ تر سے رہے ہے رے گھر میں دریا

ہزار ہوریا گے دنیا میں ہی بشر پیدا
 تری تو تیغِ ہلکے کی کہوں میں قیمت کیا
 عزیزِ خلق جو چاہے تو ہووے دنیا میں
 ہزار بار لکھوں خط پہ واں کے جانے کو
 ہماری آہ میں ممکن نہیں کہ ہوتا شیر
 و بالِ جان ہوئے آخرِ بلند پروازی
 نہ سکے تو چشمِ ستگر سے اشک کی ایتھ
 ماسا پر نہیں ہوگا دل و جگر پیدا
 کہ داغِ دل سے ہی ہوتی ہیں سپر پیدا
 تو کچھ نہ کچھ تو مرے یاد کو ہنس پیدا
 میں کیا کروں نہیں ہوتا ہے نامہ بر پیدا
 کہیں سنا نہیں ہوسرہ میں شمر پیدا
 نہ ہوتے کاش کہ یہ اپنے بال و پر پیدا
 یہ وہ صدف نہیں جس سے کہ ہو مگر پیدا

فراقِ غنچہ و گل سے یہ بات ظاہر ہے
 کہ ہووے خونِ جگر سے جہاں میں زرد پیدا

^۱
 توسنِ ناز پہ یاں تک بُتِ چلاک چڑھا گیندِ خورشید کی دی برسرِ افلاک چڑھا
 غنچہ دل ہے اسے ہاتھ میں رکھ رشکِ چمن سر چڑھاتے ہیں جسے لیوے ہے تو ناک چڑھا
 تختے دامن کے بھی پار ہوئے دریا کے آج یوں موج میں یہ دیدہ نم ناک چڑھا
 چشمِ عالم سے گرا بس وہیں خورشیدِ فلک بامِ برجوں ہی سحر و بُتِ بیباک چڑھا
 برقِ اُلفت نے جلایا نہ نقطِ خرمینِ دل آگ دی ہاتھ جو اُس کے خس و خاشاک چڑھا
 مرقدِ حضرتِ دل بجائے ادب ہے گلِ رُو دیکھ یاں پھول چڑھاتے ہوئے مت ناک چڑھا
^۲
 خرقِ افلاک میں مت بختِ اِصرِ دیکھ حکیم آج گردوں پہ نہ تو طائرِ ادراک چڑھا
 صاف عینک سے گزر جائے ہے جو نورِ نظر بامِ افلاک پہ یوں صاحبِ لولاک چڑھا

پھول گیندے کا ہیں اُس کی یہ پگڑی پہ فراق
 سر پہ رکھا ہے ہمارا دل مسدِ چاک چڑھا

۱۔ (ب) میں "توئی ناز" ہے۔ ! (ع) میں "توسنِ ناز" ہے۔ موخر الذکر صحیح اور موزوں ہے اس لیے داخل متن ہے !
 ۲۔ (ب) میں "خرقِ افلاک" ہے۔ ! (ع) میں "خرقِ افلاک" ہے۔
 خرق = نادان - بے عقل

۳۔ صاحبِ لولاک = پیغمبرِ اسلام حضرت محمد

میخانے میں ہمیشہ مذکور ہے ہمارا () قصہ خرابیوں کا مشہور ہے ہمارا
 چرچا ہے جا بہ جا اور مذکور ہے ہمارا دیوانگی کا یعنی اک شور ہے ہمارا
 آگے تمہارے رونا یہ زور ہے ہمارا جو کچھ ہو سو اچھا کیا زور ہے ہمارا
 آتا ہے کس ادا سے ساقی نشے میں ڈوبا دل اس ادا پہ مائل اور چور ہے ہمارا
 تم گالیاں سناؤ یا جھڑکیاں دو پیارے آگے تمہارے بولیں مقدور ہے ہمارا
 شبنم صفت ہے گریبان نرگس ^۱نخط ہے حراں دل کس کی انکھریوں کا رنجور ہے ہمارا
 غرو سے کام کیا ہے ددوں جہاں میں توی مطلوب ہے ہمارا ہے منظور ہے ہمارا
 دل اُس سے مانگتا ہوں جب یوں کہے ہے جھٹلا تیسرا نہیں ہے یہ دل چل دور ہے ہمارا
 ساقی مجھے شباں بھر دیکھو گلابی دل یعنی اُس نگہ کا محور ہے ہمارا
 لالہ کے ہر ورق پر مت داغ جان ہمدم یہ خطِ رُسیا ہی منظور ہے ہمارا

شاید فراق وصلِ مجرب جلد ہووے
 دل آج خود بہ خود ہی سرور ہے ہمارا

۱- (ع) میں "خواہ جھڑکیاں" ہے !

۲- نخط = طرح

تیکھا ہے، ٹکلیلا ہے طرحدار ہمارا
 گل رو، وہ ارادہ نہیں رہنما ہمارا
 دامن ہیں بس، اشک سے گلزار ہمارا
 اس اشک نے صبر و دل و دین سب کو ڈبویا
 دل اُس سے جو مانگوں ہو تو پس کر یہ کہے
 مت کھینچ گریبان کو دستار کو لوں گا
 گمہ کاش جان چشم سے گمہ خورواں ہے
 مردم تری اس، قطرہ فراق، یہ سنیں گے
 زاہد بہ خدا اُس کو کرے آن کے سجد
 سب دامنِ عفت میں گناہوں کو لیا دھاپ
 جل شمع گئی دیکھ کے بل بے تری گری
 منزل کے تیش جلد رواں پیچ گئے لمبے
 ہے چہرہ صاف اُس کا تو اک چاند کا مکھڑا
 ہے اشک مرا چشم و چراغ دل مردم
 اس ہستی مرہم کے یہ رنگ ہیں وند
 اس اشک مسلسل کا پتہ ہوش لب ہے
 اے سرو چمن دیکھ یہ ہے یار ہمارا
 ہوتا ہے گلے کا تو عبث ہار ہمارا
 ہے تختہ گل تختہ بازار ہمارا
 اے واٹے یہ ہے قافلہ سالار ہمارا
 اس منہ پہ ہوا ہے یہ خریدار ہمارا
 اے شیخ جو ٹوٹا کھواک تار ہمارا
 ہوتا نہیں معلوم کچھ آزار ہمارا
 مت نام ڈبو دیدہ خون بار ہمارا
 دیکھ جو کھو وہ بیت عیار ہمارا
 اللہ رے کیا ہے کوئی ستار ہمارا
 شعلہ ہے، جھمکاتے کوئی یار ہمارا
 اب تک نہ ہوا قافلہ تیار ہمارا
 خواباں میں ہے وہ یار نمودار ہمارا
 روشن رہے یہ گوہر شہوار ہمارا
 نے گل ہے ہمارا نہ یہ گلزار ہمارا
 لیتے ہو بیاں موتیوں کا ہار ہمارا

بجز گریہ و زاری کے فراق اُس میں نہ دیکھا

جو گلشنِ دنیا سے ہے بسینزار ہمارا

۱- (ع) یوں "دامن ہی نہیں، اشک سے گلزار ہمارا" - ہے !

۲- دستار کو نور کا - گہری اچھالنا - بے عزت کرنا (مجاورد)

۳- بل بے = مر جا

وہ گرم ناز رات جو محفل میں کل گیا (دیکھ اُس کو شمع کٹ گئی پرواز جل گیا
 بے طاقتی ہجر سے حالتِ تباہ ہے صورت جو دیکھی اُس کی تو بس جی بھل گیا
 اللہ رے صفا تری ساعدہ کرجن کو دیکھ پائے خیالِ مہم بھی یاں آ پھل گیا
 آنے کو نیم راغی ہوا تھا وہ شکِ گل پاؤں کو جوں ہی ہاتھ لگایا بھل گیا
 حسرتِ ذرا بھی دل سے نہ نکلی ہزار حیف نکلا ادمر وہ گھر سے ادمر جی نکل گیا
 اُس کی کمر کی دوہیں لپک یاد آگئی بوٹا چن میں کوئی جا سے جو ہل گیا

جس نے نمود کی وہ نظر سے گرا فراق
 جو اٹک مٹھ پڑھا سو وہ ماٹی میں رُل گیا

۱۔ (ع) میں "ہے حالتِ تباہ"۔ ہے !

۲۔ رُل گیا = مل گیا

مانی نے اندھوں توں نقش و نگار کھینچا کھینچا ہے خط پہ اُس نے جب خطِ یار کھینچا
 عشق کیا بہت ہی صحت گر قفا نے نقشے کو تیرے جس دم رشک بہار کھینچا
 بندے ہیں تیرے ہم تو اے جذبہ محبت آخر ادھر کو تو نے وہ گلو گزار کھینچا
 نقشے جہاں کے مارے نقشِ پر آب دیکھ مثلِ جابِ سر بھی گو ایک بار کھینچا
 پاؤں دراز کر کے بیٹھے فراغتوں سے دستِ طبع کو جس دم دنیا سے یار کھینچا
 گلِ رد کی گرد کو بھی پہنچا نہ کوں گردہ نقاش نے اگرچہ نقشِ حزار کھینچا
 اللہ رے نزاکت چوں مک گئی بے دستِ خیال نے جو دامنِ یار کھینچا
 کہتے تھے سانے مت اُس چشمِ ترکے ہونا کچھ افعال تو نے ابر بہار کھینچا
 دستِ جنوں نے چھوڑا اک تار بھی نہ باقی لے جیبِ تابہ دامنِ سب تار تار کھینچا
 دامنِ گل پہ جوں ہی اپنا خیال گزرا بلبل نے برگِ گل سے وہیں کٹار کھینچا
 خوں بارِ بے قراری، فریادِ آہ و زاری کیا کیا نہ تیرے غم میں مکھ درد یار کھینچا

سنیل ہے دور اب بھی جلدی فراقِ پیچو
 کتنے نکل گئے ہیں کتنوں نے بار کھینچا

۱۔ مانی = مشہور ہندی نقاش جن کی مشہور کتاب "ارژنگ" ہے !

۲۔ (ع) میں "بہت سے" ہے !

۳۔ (ع) میں "بندے ہیں ہم کو تیرے" ہے !

۴۔ گردہ = معوی کے لیے وہ نرم جس پر گل بڑھا بنایا جاتا ہے !

۵۔ افعال = ندامت - شرمندگی

نہ بیکانہ چرواہاں سے نہ کوئی آشنا کیا
 (عصم کے جانے والوں کو دلا درپیش کیا آریا
 دلِ بیتاب جو اپنا بزرگ برق ٹرپے ہے
 نہیں آیا بغل میں اب تلک وہ بے وفا آریا
 ہوا خواہی سے کہتا ہوں عدم کی رقمِ خطرہ ہے
 نہ اتنی پیش قدمی کر ذرا رہ جا جا آریا
 نیکو کمر غرقِ خون ہوں دیکھ کر یک دم تھک گئی ہندی
 عجب رنگت سے ہاتھوں میں ترے رنگِ خدا آریا
 گرمیوں چمک بر محل ہے جگر پر داغ ہے الہ
 برا گھرو چن میں کیا کہیں آنکھیں لڑا آریا
 نئی طرزِ ریش سے صحنِ گلشنِ شبِ معطر ہے
 نسیم صبح کہہ دے کون سا یہ سیرِ آریا
 کشش کا اس دلِ بیتاب کا کیونکر نہ بند ہو
 کٹر ابرو کہاں شب کو ہمارے گھر چلا آریا
 ہمارا اشک ہے یا یہ کوئی لوٹن کہو تر ہے
 کہ جو قطرہ گرا دامن پہ سو وہ لوٹتا آریا
 تغافل اور تامل سے ہم اُس کے جا سے گزرے
 کوئی قاتل سے کہہ دینا کہ او ظالم بھلا آریا
 خبر دل کی رشکِ چشم سے معلوم ہو گئی
 ذرا یہ پوچھ لو لوگو کدھر سے قافلہ آریا

اچھو جو ہیتے ہیتے تار باندھا تو نے رونے کا
 فراقِ خیتہ جانِ سچ کہہ یہ تیرے جی میں کیا آریا

۱۔ (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں " تر پچھے ہے "۔ سہو کتابت ہے۔ املا کی غلطی ہے !

۳۔ بیتِ محلِ ہندی = ہندی لگا ہوا ہاتھ

۴۔ (ب) میں " سمجھ " ہے۔ املا کی غلطی ہے

وہ آئینے کا مُبَلا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا دل ہے یہ حیرت آشنا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا
 خونِ جگر ٹھہری غذا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا اس دل کی کرتے ہیں دوا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا
 دریائے عصیان میں ہی جاتی ہے لڑائی محرمی ہے نا خدا نا آشنا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا
 شام و سحر مانگی دعا تب وہ ملا یوسف نقا ہوتا ہے پھر ہم سے جدا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا
 واما نکل سے رہ گئے اس رشتِ تہنائی میں ہم آگے گیا سب قاطع دیکھیں خدا کرتا ہے کیا
 جس کے کئے یار آشنا سب ہم سے بیگانے ہو گئے وہ بُت ہے عالم آشنا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا
 ہر دم خرام ناز ہے، ٹھوکر ہے اک انداز ہے گر ہے ہی طرزِ جفا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا
 سینے میں دل بیتاب ہے، لیکن جانا بے ہے ہے سخت مشکل ماجرا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا
 رخسار گل، یا قوت لب، چُھب^۲ اور تخی ہے غفب^۳ جن پر ادا نامِ خدا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا
 وہ مرد بالا ہے غزوں سب سے بہارِ حسن میں جن پر ہے یہ بارِ بلا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا
 دل جان ہے اُس پر خدا وہ آئینے کا مُبَلا صورت یہ ہے حیرت فزا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا

آنسو فراق اب تک نہیں سوکھے ہماری چشم سے
 ہوتا ہے وہ دل ہر جدا دیکھیں خدا کرتا ہے کیا

۱- (ع) میں یہ غزل نہیں ہے

۲- چھب = جاہِ زیبی

۳- تخی = سینہ، کمر اور بازو

خط ترا دیکھتے ہی چاک گریبان کیا عشقِ دیوانگی کا ہم نے یہ عنوان کیا
 تم نے یاں تک جو قدم رنجہ مری جان کیا ہر بانی کی تَلَطُّف^۱ کیا احسان کیا
 جوں ہی دیکھا تجھ گردوں نے ترے مکھڑے پر ہر کو صدقہ کیا ماہ کو قربان کیا
 ہم تمہیں دیکھے ہیں تم آئینے کو دیکھو ہو آپ حیران ہوئے ہم کو بھی حیران کیا
 باغ میں قہر کیا قونے دکھا کر مکھڑا بلبَلِ دُکھ کو ہم دست و گریبان کیا
 طرفۃ العین^۲ میں محرابِ دربار کو دیکھا اُن نے ہر کافر و ترسا کو مسلمان کیا^۳

چشمِ گریان نے مری دیکھ کر تیری خاطر
 بربلِ آبِ تاشائے چراغان کیا

۱۔ تَلَطُّف = نطف - ہر بانی

۲۔ طرفۃ العین = آنکھ جھپکتے ہی - لمحہ بھر میں

۳۔ ترسا = نعران - آتش پرست

ترے کوچے میں جو میں بیٹھ کر غم و درد سے ہے بکا کیا
 ہوا کیا سبب کہ خفا ہے تو بھلا کہہ یونہی کہ میں کیا کیا
 کہوں دردِ دل سو میں کیا کہوں کہ اُس سے تو یہ مزا کیا
 نہ انیس ہے نہ نعیم ہے نہ رفیق ہے نہ شفیق ہے
 جلا سا تیا کوٹا بافت ہے نہ سوال ہے نہ جواب ہے
 تجھے کچھ خبر نہیں رشکِ گلزارِ مرے حال کی تو ذرا بھی اب
 نہ نگار ہے نہ بہار ہے نہ درباب ہے نہ ستار ہے
 مجھے چاندنی میں جو رشکِ گل لبِ بام پر بونظر پڑا
 یہاں بندگی ہے نیاز ہے وہاں ناز ہے اُسے ساز ہے
 چلو جاؤ جو مجھے چھوڑ دیت کہ بہ تنگ ہو گیا جان
 مجھے کچھ کہو نہ زبان سے خفا ہوں گا یہ جو خفا کیا

کہوں سو دردِ دل میں سو میں کیا کہوں بھلا چپ رہوں تو کہاں تلک
 کہ فراق میں ترے مددگارِ دل پڑا یہ جلا کیا

۱۔ (ع) میں "کہ طریقِ عشق میں دل ہی اپنا راہ نما کیا" ہے !
 ۲۔ طریقِ عشق - راہِ عشق
 ۳۔ بہ تنگ = بیزار

(۳۸)

زونے سے دردِ دل نہ ذرا آج کم ہوا جوں جوں گلاب پیتے گئے اک ستم ہوا
 دشنام چھڑکیاں ہی ترے مُنہ سے نت مٹی اب اکھو ہوا نہ کہ لطف و کرم ہوا
 تجھ سے برابری ہے غلط آفتاب کو میزانِ حُسن میں اُسے تو لا تھا کم ہوا
 سب پیش پا فتادہ ^۱ لفتے چوان کے جو نقشِ پا ہوا سورہ نقشِ قدم ہوا
 تکلیفِ سیرِ باغ کرے ہے محبتِ نسیم سینہ تمام داغوں سے رشکِ ارم ^۵ ہوا
 دل میں بُناں کی پھرتی ہے صورتِ ہزارِ حیف بیتِ الحرام تھا سورہ بیتِ الفہم ^۶ ہوا

کیوں کر فراقِ حالِ دل اپنا میں اب کہوں
 کاغذ تو اپنے اشک سے تر یکِ قلم ہوا

-
- ۱۔ دشنام = گال
 ۲۔ میزان = ترازو
 ۳۔ فتادہ = پڑے ہوئے
 ۴۔ (ب) میں "جوں" ہے۔ (ج) میں "جو" ہے۔ موصوفہ ذکرِ صبح اور ہزروں ہے اس لیے داخلِ متن ہے !
 ۵۔ ارم = جنت
 ۶۔ بیتِ الحرام = خانہ کعبہ
 ۷۔ بیتِ الفہم = بیتِ خانہ

کس کس طرح سے سوزِ جگر جلوہ گر ہوا شعلہ کہیں چراغ کہیں یہ شرر ہوا
 مت پوچھ روزِ ہجر یہ کیوں کر بسر ہوا روزِ جگر رہا جو کہیں دردِ سر ہوا
 افتادگی ہی اہلِ صفا کی نمود ہے جو اشک چشمِ تر سے گرا سو گھر ہوا
 از بس کہ حرفِ غلبہٗ الفت، تقادریاں نامہ ہی فرطِ شوق سے خود نامہ بر ہوا
 جوشِ جنوں کا دشتِ نور دی علاج تھا ہر خارِ دشتِ جوق میں مرے نیشتر ہوا
 کل رات کو جو اس کا میں بوسہ لیا نفاق (ق) ^۱ بدلا کہ خیر ہے تجھے کیا مفت سر ہوا
 میں نے کہا کہ خیر جو کچھ اب ہوا سو خیر ^۲ تنزیر ^۲ دیجیے گا جو بارِ دگر ہوا

کہنے لگا ہوا نہیں وعدہ یہ ایک بار
 صد بار لاکھ بار ہوا بیشتر ہوا

۱- (ع) میں "بولا کہ ہے تجھے یہ ہی کیا مفت بر ہوا" - ہے !

۲- تنزیر = سزا

عشق میں حامل ترے ^۱مجھ کو یہ جاننا ہوا (دوست سب دشمن ہوئے اپنوں سے بیگانہ ہوا)
 کیف سے آنکھوں کے تیری چور میخانہ ہوا جام کیا ٹوٹے پھو شیشہ دیکھ متبانہ ہوا
 شمع رُوسوزِ محبت سن کے میرا سو گیا اُس کو قہہ دل جلوں کا ہائے افسانہ ہوا
 اُس درِ دُعا کی رویا یاں تلک میں یادیں جو گرا آنو شرہ سے سو وہ دُرِ دانہ ^۲ہوا
 دیدہ و دل کی عجب قسمت ہے تیرے عکس سے آئینہ خانہ ہوا یہ وہ پری خانہ ہوا
 میں ہی پابندِ سلاسل اے پری رُکھ نہیں جن بے دیکھا تیری صورت کو وہ دیوانہ ہوا
 جو تری آمد ہوئے محفل میں مبت ناز سن طاق سے شیشہ گرا اور چور پیمانہ ہوا
 کوچہ دلدار میں مرکزِ رٹے جو نقشِ پا ^۳گھر جسے سمجھتے تھے سو وہ عاقبت خانہ ہوا

جب تلک خاموش تھے سو نکلتے چینی تھی فراق
 کیا غیب ہے چھوڑتے ہی بس وہ کھیلا ہوا

-
- ۱۔ (خ) میں "میں کو" ہے۔
 ۲۔ (ح) میں "شیشہ دل کے ستارہ ہوا ہے۔"
 ۳۔ (ب) میں "جو گرا آنو شرہ سے سو وہ دُرِ دانہ" (ع) میں "جو گرا آنو شرہ سے سو وہ دُرِ دانہ" موخر الذکر صحیح اور سوزوں ہے۔ اس لیے متن میں داخل کر لیا گیا ہے۔
 ۴۔ (ب) میں "کوچہ دلدار میں رٹے جو نقشِ پا" ہے۔ (خ) میں "کوچہ دلدار میں مرکزِ رٹے جو نقشِ پا" موخر الذکر صحیح اور سوزوں ہے۔ اس لیے داخل متن ہے۔

ایک تو بھر یار نے مارا دوسرے روز گھر نے مارا
 ہم نے مرتے پہ تیرے شرکاء کے خنجر آبِ وار نے مارا
 ساتھ ٹھوکر کے جی نکل ہی گیا آج رفتارِ یار نے مارا
 بچن دن کو نہ رات کو ہے قرار اس دل بے قرار نے مارا
 اس تپ عشق سے نہ پینا جی روز کے اس مجھار نے مارا
 دل کھٹکتا ہے چائن کی مانند مجھ کو اس نوکِ خار نے مارا
 سا قیامت جلد دے شراب مجھے رات کے اس سُخار نے مارا
 ایک ہو کر تو اس کی ہو فریاد نے فقط زلفِ یار نے مارا
 چشم و ابرو دخل و خط نے مل ہم کو ان پانچ چار نے مارا

ایک دن ہو تو کیجے صبرِ فراق
 روز کے انتظار نے مارا

یہ فراق اپنی دعا ہے کہ بہ قول عاشق
رہے تا حشر الہی در خطر کمال

- ۱۔ سوغار = تیر کی چٹائی یا ستر
۲۔ (ب) میں ۔ بعد ملاقات اُس سے ہوئی " ہے ! (ع) میں " بعد مدت کے ملاقات جو کل اُس پر
مؤخر الذکر صحیح اور موزوں ہے۔ اس لیے داخل متن ہے ۔
۳۔ (ب) میں " سرکار " ہے (ع) میں " دلدار " ہے۔ مؤخر الذکر صحیح ہے اور موزوں ہے۔ اس لیے متن میں رکھا گیا
۴۔ (ب) میں " سوزِ محشر " ہے۔ (ع) میں " شورِ محشر " ہے۔ " " " " " "
۵۔ عاشق : - میسر میری علی خاں عاشق - فراق کے ہم عمر ہیں تھے۔ ان کے تین دیوان ریختہ میں اور دو کتب
- یادگار ہیں !

نہیں شرہ پہ یہ خونِ رقیق کا ٹکڑا رکھا ہے نذر کو تیری عقیق کا ٹکڑا
 نہ ترش مڑے کہہ لیجے نانِ نعمت کو کر رہ گیا ہے یہی اس غریق کا ٹکڑا
 نہ چشمِ ترے جدا لختِ دل مرا مردم شرہ سے دے دے تو لیجے خلیق کا ٹکڑا
 زمانے میں ترے عارض وہ یوں جھکتے ہیں کہ جیسے چاند پہ ابرِ رقیق کا ٹکڑا
 گہر کی نگر میں روتا ہوں اشکِ حرفِ میاں جھڑے ہے چشم سے نگرِ رقیق کا ٹکڑا
 یہاں سے آتشِ سوزِ جگر قیاسِ کرد کہ برق ہے مرے قلبِ حریق کا ٹکڑا
 بہ ربِّ کعبہ دلِ نیم جاں نہ ٹھکراؤ کہ اس کو کہتے ہیں بیتِ عقیق کا ٹکڑا
 دلِ شکستہ یہ قازلق و مرغِ کاسریہ کہ ہر قوت^۲ یہ قہارِ شفیق کا ٹکڑا
 شرہ سے اُن کی تمام کیا گیا فریق کا ٹکڑا^۳

فراقِ اشک سے دامن ہے پاٹ دریا کا
 سر آستین ہے بحرِ عمیق کا ٹکڑا

۱- (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲- حریق = سوزش - جلن

۳- بیتِ عقیق = خانہ کعبہ

۴- قوت = خداک

۵- (ب) میں تحریر کرم خوردہ ہے - شرنا تابی فہم ہے !

مگر سرشک چشم سے دامن مرا غم ہوئے گا پاٹ سے دریا کے دامن کیا مرا کم ہوئے گا^۱
 اپنی صورت کو پڑا دیکھ ہے جو آئینے میں خاک میرے حال سے وہ خوش محرم ہوئے گا
 جن دنوں مکھڑے پہ ہوگی سبزہ خطا کی نمود اُن دنوں تجھ پہ پیارے زور عالم ہوئے گا
 سیکڑوں زخموں کے مرہم ہیں ولیکن ہم نشیں زخمِ دل کا بھی کوئی دنیا میں مرہم ہوئے گا
 ایک دن وہ تھا کہ تو اس دل میں تھا خراب اب مجھے افسوس آتا ہے کہ یاں غم ہوئے گا
 جیتے ہی تو تم نہ آئے جان میرے مگر کبھی دیکھئے اب خاک پر میری بھی مقدم ہوئے گا

شمع ساں رو دیوے کا منہ دیکھ کر میرا فراق
 مگر کوٹ سوزِ جگر سے ٹک بھی محرم ہوئے گا

۱۔ (ب) میں "پاٹ دریا کے دامن کیا مرا کم ہوئے گا"۔ ہے (ع) میں "پاٹ سے دریا کے دامن کیا مرا کم ہوئے گا"

موجود لاکر مچا ہوا ہے۔ اس لیے داخل متن کر لیا گیا ہے۔ !

۲۔ (ع) میں "اپنی صورت ہی پڑا"۔ ہے۔ !

کسی سے تم کو لگ چلنا کسی سے یار ہو جانا
 ستم یہ ہے کہ ہم چھڑیں تو پھر میزار ہو جانا
 بچا آیا ہوں تیرا آہ اس ابرو کلاں سے میں
 مرے دل سے نکلتے ہی فلک کے پار ہو جانا
 ہمارے گھر تو برسوں میں نہیں تشریف لاتے ہو
 یہ ہاں غیروں کے تم کو پاس سو سو بار ہو جانا
 ستم ہے غم سے باتیں کر دار دیکھ کر ہم کو
 تمہیں درد ہیں پس دریا پس دیوار ہو جانا
 تم آئیے کو دیکھو ہو یہ میرا جی دھڑکتا ہے
 کہ ان پیار آنکھوں کے نہ تم بیمار ہو جانا
 بہ رنگ گل جو سر یہ رکھے اُس کی خاک پا رہے
 نہیں لازم کہ ہر اک کے گلے کا ہار ہو جانا

فراق اس سادگی تیری پہ مجھ کو رحم آتا ہے
 کہ دل دینا تمہاں کے ہاتھ اور ناچار ہو جانا

اشکوں میں ہمارا دل بے تاب نہ ٹھہرا
 یہ آتشِ مرجان^۲ میں بھی سیلاب نہ ٹھہرا
 اشک آگے ہمارے گلِ شاداب نہ ٹھہرا
 نظروں سے گرا گوہرِ خوش آب نہ ٹھہرا
 جوں برقِ بغل میں دل بے تاب نہ ٹھہرا
 ہر چند کہ ہاتھوں سے لیا داب نہ ٹھہرا
 سرِ ناد پہ عاشق گئے، بھنوں گئے، فتنوں
 دیوانے کا تیرے کوئی القاب نہ ٹھہرا
 پکڑی پہ رہا جب تیں اُس کے گلِ صبرِ بخت^۳
 یان زخمِ جگر سے مرے نورِ آب نہ ٹھہرا
 جگنو سے مرے اشک چھلتے ہیں ترہ پر
 ظالم تو اسے کر ملکِ شب^۴ تاب نہ ٹھہرا
 تم مجھ کو سرا پو کہ مقابل ہوں وگر نہ
 اس عشق کے میدان میں تو سُہراپ نہ ٹھہرا
 رہنا ہیں غش یا کہ غم و غمہ کو کھانا
 ہجران میں سوا اس کے خورِ آب^۵ نہ ٹھہرا
 ساقی جو بنایا شبِ ہر میں تری خاطر
 گریش میں رہا ساغرِ منہاب نہ ٹھہرا
 خلوت کی خبر تھی مجھے سرکارِ جنوں سے
 اس کا نہ بنا طور کچھ اسباب نہ ٹھہرا
 ہاں ملکِ دو آبے کا ملا دیوہ تر کو
 چاہا تھاملے کشورِ پنجاب نہ ٹھہرا

کس کس کا فراق آہِ کردن ہجر میں شکوہ
 آہو جو قہیں یہ دل بے تاب نہ ٹھہرا

۱- (۴) میں یہ غزل نہیں ہے

۲- مرجان = مرق

۳- گلِ صبرِ بخت = گیندے کا پھول

۴- کر ملکِ شب = جگنو

۵- خورِ آب = کھانا پانی

ہم نے مکھڑے کو نہ زلفوں میں ہر اک آن چھپا^۱ ہر کو ابر سیہ میں نہ مری جان چھپا
 نہ رہا جیب میں اک تار بھی اے جوں جوں تیرے ہاتھوں سے کہاں رکھتے گریبان چھپا
 کشتہ نما رہے ہم تو ترے تادم زیست غنچہ دل میں رہا لہجہ پیکان چھپا
 ایک دم چین تو دے ہم سے سیہ بختوں کو اپنے مکھڑے سے ذرا زلف پریشان چھپا
 سایہ مار سر زلف سے اپنی ڈر کر رات کو یار بفل سج مرے آن چھپا
 دیرہ دل میں مرے شکل ہے تیری ظاہر کب رہے آئینے میں عکس مری جان چھپا
 مردم چشم نے ل چشم ٹائی یاں تک لعل اشک آن کے میرے تہہ دامن چھپا
 کون مبادا ہو گلو گیسر ترا اے ظالم صیر بسمل کو ذرا تو تہہ دامن چھپا

آڑے ہاتھوں لیا تھا آج تو ناہج کو فراق
 پر وہ جاتا رہا آگے سے مری جان چھپا

۱۔ (ب) میں "ہم کو مکھڑے کو نہ زلفوں کو ہر اک آن چھپا" ہے ! (ع) میں "ہم سے مکھڑے کو نہ زلفوں سے" ہے۔
 سو خرافہ کریمج اور غزل ہے اس لیے داخل متن ہے۔

تذکرہ عمدہ منتخب از میر محمد خان سرور : مطبوعہ پرنٹنگ پریس۔ یمنی میں بھی
 "مجموعہ سے مکھڑے کو نہ زلفوں میں ہر اک آن چھپا" ہے !

۲۔ کون = بر وزن کی استعمل ہوا ہے

۳۔ سارا = سارا

(۴۸)

کب حُسن کی خبری پہ تُو مائل نہیں رہتا ^۱ کب آئینہ ٹکڑے کے مُقابل نہیں رہتا
ہر چند یہ چاہا کہ کہو اُس سے نہ بولوں ^۲ بن بولے یہ کبخت مرادل نہیں رہتا

دیوانہ ہو جو کوئی گر اُس زلفِ سیہ کا
پھر وہ کہہ پا پسندِ سلاسل نہیں رہتا

۱- (ع) میں اس غزل کی ردیف "ہوتا" ہے !

برنگِ نقشِ پا کوچے میں چھ اُس کے پرکاں میرا (عزیزاں پوچھتے کیا خاک ہو نام و نشان میرا
 خائنِ مل کے کیا ہاتھوں کو تم اپنے دکھاتے ہو کرو گے آہ دامنِ اشک سے کیا خوں نشان میرا
 عزیزاں رنگِ ڈھنگ اُس سنگِ دل کے پوچھتے کیا ہو کہ جس کے غم سے گوہر ہے ہر اک اشکِ رواں میرا

برنگِ موجِ اشک آنکھوں سے جاری ہیں مرے لیکن
 نہیں معلوم جاتا ہے کدھر یہ کارواں میرا

ہوئی ہے موت ترس گئے ہیں شباب دکھلا جمال اپنا غم جوائے سے دل ہے محروں الم سے جی ہے نہ حال اپنا
 جہاں ہے اپنا مکان ہے اپنا یہ اب نہیں ہے خیال اپنا جو خوب دیکھا نہ دل ہے اپنا نہ جان ہے اپنی نہ حال
 نہ تاب آوے نہ خواب آوے نہ در جاوے نہ چین آوے عجب تم ہے عجب الم ہے یہ تیرے علم میں ہے حال اپنا
 جہاں کے آئینہ خانے میں کچھ سوائے اپنے کبھو نہ دیکھا عدیل اپنا نظیر اپنا مشبہ اپنی مثال اپنا

فراق نالوں کو اپنے موزوں کبھو کبھو ہم کریں ہیں ورنہ
 نہ ہم کو دعویٰ ہے شاعری کا نہ شعر کچھ ہے کمال اپنا

۱۔ (خ) میں: " جہاں ہے اپنا مکان ہے اپنا یہ محض ہے کا خیال اپنا — ہے! "

اُس کی جفا کو یار کیا ہم نے کیا کیا یہ جبر اختیار کیا ہم نے کیا کیا
 اظہار کر کے رسمِ محبت کو شہر میں تو نے ذلیل و خوار کیا ہم نے کیا کیا
 آئینہ جوں کے سنہ کے نہ ہوتا تھا سامنے اُس سادہ رُود کو یار کیا ہم نے کیا کیا
 دامن کے پاٹ ہو گئے دریا کے پاٹ اب^۱ چٹھوں کو اشکبار کیا ہم نے کیا کیا
 گرمی سے جس کی برق بھی مانگے تھی الاماں اُس شعلہ^۲ خُو کو یار کیا ہم نے کیا کیا
 کثرت سے داغ دل کے ذرا دیکھو سہی سینہ کو لالہ زار کیا ہم نے کیا کیا

اُس سے نہ ملنے کی تو قسم کھائی تھی فراق
 پر دل نے بے قرار کیا ہم نے کیا کیا

۱۔ (ب) میں : اُب نہیں ہے ! (ع) میں : اُب موجود ہے ۔! مضرالذکر معجہ اور موزوں ہے اس لیے داخل متن ہے !!

۲۔ شعلہ خُو : شعلہ صفت

دل ہے سینے میں اگر مثل زباں تجھ کو کیا کس لیے چھوڑے ہے تو پندہ^۲ وہاں تجھ کو کیا
 درد ہے دل ہے اگر برق تپاں تجھ کو کیا چشم گریاں ہیں اگر آفت جاں تجھ کو کیا
 گانٹھ سے خرچ کچھ ہوتا ہے عہت الجھے ہے دل ہے جوڑے میں اگر تیرے نہاں تجھ کو کیا
 دل بلبیل سے کوئی پوچھے جھٹکی گل کی باغباں آئی اگر فصل خزاں تجھ کو کیا
 گل غطاغیر سے ہنس بول خوش دُختم رہ میں ہوں دل گیر اگر غنچہ دہاں تجھ کو کیا
 آئیے کو جو میں کہتا ہوں نہ دیکھا کیجے منہ بنا آٹھ پہر کہتے ہیں کہاں تجھ کو کیا

گوہر اشک مری چشم سے گرتے ہیں فراق
 اس میں تیرا تو نہیں سود و زیاں تجھ کو کیا

۱۔ (ع) میں یہ نزل نہیں ہے !

۲۔ پندہ = رول

فراق اپنا ارادہ قہرِ دل کے ہے بنانے کا
 نہیں بعد اپنے گلشن میں کوئی دھوئیں چمانے کا
 غنیمت ہے کوئی دم اس چین کی سیر کر لیجے
 دلِ خوگشتہ کو میرے ملو اپنے کفِ پاستے
 مجھ بلبں دیکھنا ویریں تمہیں کچھ کہہ کے اٹھ جانا
 مجھے گلہ ہے جلاتا ہے یہ دل گلہ ہے رلاتا ہے
 اُدھر دیکھا اور اُدھر مار رکھا ایک عالم کو
 مبارک باد اے بلبل کہ فصلِ گل کی آمد ہے
 غزل کی فکر ہے مجھ کو نہ غم دیوان خانے کا
 (عزیزاں یاد رکھیو یہ سخن ہے اس دوانے کا
 نظر آتا نہیں پھر طور کوئی یاں کے آنے کا
 جو ایسا ہی تمہیں اب جاؤ ہے ہندی لگانے کا
 غرض قربان ہوں میں آپ کے بھی اس بہانے کا
 دروازہ ہوں میں اُس کے بھی لگانے اور بھانے کا
 قیامت ڈھب اُسے ہی یاد ہے آنکھیں لڑانے کا
 کہ پھر آتا ہے اب موسمِ دہی دھوئیں چمانے کا

فراق خستہ جاں کو اے عزیزِ د کوئی مت چھیڑو
 یہ رو رہے گا کرد گے فکر گر اس کے نہانے کا

^۱حسرتِ چشم نے یاں اشک بہانے نہ دیا آتشِ دل کو مرے ٹک بھی بھجانے نہ دیا
 شرم نے اُس کو لبِ بام تک آنے نہ دیا ہائے اُس چاند سے مکھڑے کو دکھانے نہ دیا
 ڈالے کیونکر کوئی اُس گل کے گلے میں باہیں ہاتھ سے جس نے کبھو ہاتھ ملانے نہ دیا
 آرزوئے گلِ دُگلزار تھی مرث سے ولے بے دماغی نے چمن تک مجھے آنے نہ دیا
 چاند سے مکھڑے کو دیکھا ہی کٹے رات کو ہم صبح تک زانو سے اُس سر کو اٹھانے نہ دیا
 اُس بُتِ شوخ کو میں آپ سے کرتا نہ کیا کروں پر مجھے نقدِ درِ خدا نے نہ دیا
 داغِ دل اپنے پڑے جلتے ہیں یاں جا بجا چراغِ ^۲ شمعِ رُود سے کوئی کہہ دیجو کہ جانے نہ دیا
 یارِ ہوتا ابھی ہنگامِ قیامت برپا ہم نے وہ فتنہ خوابیدہ جگانے نہ دیا

بوسہ کب ہم سے غریبوں کو وہ دیتا ہے فراق
 پاؤں کو جس نے کبھی ہاتھ لگانے نہ دیا

۱- (ع) میں: "حسرتِ چشم" ہے !

۲- (ع) میں: "لگانے نہ دیا" ہے !

۳- (ع) میں: "داغ اپنے پڑے جلتے ہیں یاں جا بجا چراغ" !

ڈانٹے یار پہ اغیار نے سونے نہ دیا بسترِ گل پہ مجھے خار نے سونے نہ دیا
 آنکھ ٹک لگنے چلی تھی کہ تپش نے واکی^۱ ہائے اُس فتنہ بیدار نے سونے نہ دیا
 چٹکی اور چھیڑیاں تک رہی بس کیا کہئے رات اُس شوخ ستمگار نے سونے نہ دیا
 خاک میں بھی نہ ہمیں خاک ہوا کچھ آرام چین سے واں بھی غم یار نے سونے نہ دیا

آہ و فریاد و فغاں یاں تیش کی شب کو فراق
 کہ مجھے اِس دلِ بیمار نے سونے نہ دیا

۱۔ (ع) میں : " تپش نے دل کی ہے !

غروں کے تئیں برسہا برس جاں نہ دینا (صدقے میں کسی طور سے آرام نہ دینا)
 یہ رسم کہاں کی ہے؟ یہ آئین کدھر کا دل لے کے ہر اک کا بت خود کلام نہ دینا
 قاصد تو کچھ اپنی ہی طرف سے اُسے کہیو اب میری طرف سے اُسے پیغام نہ دینا
 ہر حرف میں جھڑکی ہے ہر اک بات میں گالی آرام غرض ہم کو دل آرام نہ دینا

مت آنکہ لڑا اُس سے فراق اب بھی کہا مان
 کہتا ہوں تجھے میں مجھے الزام نہ دینا

۱۔ (ع) میں: "صدقہ میں ہے!"

۲۔ (ع) میں: "اب" نہیں ہے!

۳۔ دل آرام = مشوق

ہم سے تو برآیا نہ بھوکام تمنا (نہتے رہے مرث سے یوں ہی نام تمنا
 مکھڑا سحر اور زلف یہ رات ہے یارب ہے سب سے نرا سحر و شام تمنا
 دیکھا نہ بھو دل کو تو اُسید سے خالی لبریز ہی حسرت سے رہا جام تمنا
 حسرت میں کٹے اور کچھ اندر وہ و قلوب میں اس مشکل سے کاٹے غرض ایام تمنا

شاید کہ فراق اپنے بچے آئے ہیں کچھ دن
 مایوسی جو دے ہے ہمیں پیغام تمنا

(۷۰)

تُو جلوہ گر اگر چہ می جاں کہاں نہ تھا پیر چہ تلک کہ ہم ہی نہ تھے تو عیاں نہ تھا
 کیوں آگ دی چمن کو درِ صُدر سے باغباں میرا ہی کچھ چمن میں فقط آشتیاں نہ تھا
 قمری کیا ہے تُو نے جو اُس کے تئیں پسند کیا اور کوئی سرو سارِ رُخا جواں نہ تھا

جو کچھ کیا فراق سے تم نے یہاں سلوک
 واللہ اُس کے وہم میں بھی یہ گماں نہ تھا

۱۔ (ب) میں ساٹھویں غزل: " داغِ دل رکھتے ہیں گو ہووے نہ سر کا تکیہ " ہے ! ردیف کی ترتیب کا غلط رکھنے پر اس غزل کو ردیف ہ کی ذیل میں لکھ دیا گیا ہے !!

دردِ غم داغِ عالم قاجر بلا قسمت کا (شکرِ حق ہے، میں کچھ ہم کو بھلا قسمت کا
 کر دیا خط کو مرنے لیتے ہی پُرسے پُرسے اُس کی تقصیر نہیں، قایہ لکھا قسمت کا
 دل کو لے نیم نگہ پر بھی دیا اُس نے پھیر پھیر ہوتا ہے غرض یارِ بُرا قسمت کا
 حُسن و انداز اُسے درد و محبت ہم کو تجھ کو بھی زورِ سلیقہ ہے قضا قسمت کا
 دل جو دل سوز قاسورہ بھی ہوا دشمن جا^۱ اجرا تم سے کہوں یار میں کیا قسمت کا
 انگلیاں گھس گھس یاں ہاتھوں کو ملتے ملتے لیکن افسوں نوشتہ نہ مٹا قسمت کا^۲
 جگ سے اک حرفِ شکایت جو کچھ ہم نے کیا دفترِ درد کیا اُن سے بھی وا قسمت کا

رہ رواں پہنچ گئے منزلِ مقصد کو فراق
 دیکھتے دُور بنے اپنی ہی کیا قسمت کا

۱- (ع) میں: "دل جو دل سوز قاسورہ بھی ہوا دشمن جاں" ہے !

۲- (ع) میں: "دفترِ غم" ہے !

✽ تذکرہ نغمہ غزلِ حبیبی و لیکن افسوں کہ لکھا نہ مٹا قسمت کا ہے

دل مُتَبَلِّا و شیفۃ ہے رُوئے یار کا مُشتاق کچھ نہیں ہے یہ باغ و بہار کا
 آرام رات کو نہ اے دن کو چین ہے کس سے کہوں میں حال دل ہے قرار کا

یہ دُور سے غود ہے گرد و غبار کیا (آگاہ ہے ہم نشیں وہ مرا شہسوار کیا !
 اگر جو آج میرے گلے سے لپٹ گیا جی میں یہ آگیا تھا ترے گلہزار کیا !
 آنے لگا جو تازگی پر پھر یہ زخمِ دل یار و ہوئی ہے آمدِ فصلِ بہار کیا !
 دیتا ہے شب کو چین نہ دن کو قرار آہ ﴿۱﴾ کیا جانے کرے گا دل بے قرار کیا !
 دل لے کے دوستی نہ مرثیٰ نہ اختلاط ظالم وہ ہو گئے ترے قول و قرار کیا !
 کل میں نے یہ فراق سے پوچھا کہ میری جاں (ق) رہتا ہے ان دنوں میں تجھے کارِ بار کیا !
 ہے کیا سبب جو بہت تو آدے ہے کم نظر تیرے تئیں کو ہو گیا ہے میرے یار کیا !
 بولا اک آہ بھر کے دل اٹکا ہے ایک جا میں تجھ سے بار بار کہوں حالِ زار کیا !

میں نے کہا کہ دل ہی لگانا نہ تھا میاں
 بولا اس امر میں ہے مرا اختیار کیا !

۱۔ بہت ! فرارِ شہسوار کے تحت استعمال ہوا ہے۔ صحیح لفظ بہت ہے !

۲۔ (ع) میں : ” ہے کیا سبب بہت تو آدے ہے کم نظر “ ہے !

﴿۱﴾ تذکرہ مجملہ نثر ص ۷ ” دیتا ہے دن کو چین نہ شب کو قرار آہ “ ہے

کب اشکِ سُرخ سے میں دامن کو تر نہ دیکھا شرگاہ پہ کب ہجومِ لُحّتِ جگر نہ دیکھا
 مدت نے دیکھنے کو اس کے رہے ترستے (مدد حیف ہے کہ اُن نے پیر کر ادھر نہ دیکھا
 یہ شہرِ دل رہا نہ تاراجِ غم کے ہاتھوں بستا ہوا کبھو یہ میں نے نگر نہ دیکھا
 شرگاہ سے اشک اپنے ٹپکے ہے جس صفا سے اُس کب و تاب سے تو میں نے گھر نہ دیکھا^۱
 کیا جانے وہ پیر ہے خانہ خراب کیدھر جب جا کے اُس کو دیکھا تب اُس کو گھر نہ دیکھا^۲
 اے آہ تجھ کو کیا ہم روئیں کہ ایک دم بھی نالے کا اپنے ہم نے کچھ بھی اثر نہ دیکھا

جوں غنچہ اس چمن میں ہم نے فراق آ کر
 جز چاکِ جیبِ غیر از لُحّتِ جگر نہ دیکھا

۱۔ (ع) میں یہ شعر نہیں ہے !

۲۔ (ع) میں یہ غزل کا چوتھا شعر ہے !

شُبِہم سے ہم آغوش جو وہ غنچہ دہن تھا ^۱
 یہ کلبۂ احزان بھی مرا رشک چمن تھا ^۲
 اُس کے دہن تنگ کو کیا غنچہ سے نسبت ^۳
 منہ دیکھو کوئی اُس کے سیلابِ ابدِ دہن تھا
 ممکن نہیں اس تیز نگ سے کہ خطا ہو
 مارا ہوا اُس کا ہر اک آئوئے حقن تھا
 گو اُن نے مری قبر پہ آگ ل نہ چڑھائے
 تازہ مری چھاق پہ ہر اک داغِ کھن تھا

افسوسِ فراق آج بفل اپنی ہے خالی
 کل کون ہم آغوش مرے سیم بون تھا

۱- (ع) میں: " شُبِہم اپنے ہم آغوش " ہے !

۲- کلبۂ احزان = غموں کا گھر

۳- (ع) میں: " دہن تنگ کو کیا " ہے !

خط آگے پہ ہی ہر میں وہ دلبر نہیں آتا ہر میں اُس سے کسی طور غرض ہر نہیں آتا
 اے آہ جگر سوز زرا واں تئیں تو پہنچ پھر دیکھیں گے اُس شوخ کو کیونکر نہیں آتا
 کھاتے تو قسم رات کے آنے کی ہو لیکن تم جھوٹے ہو میرے تئیں باور نہیں آتا
 جوں آئینہ آنکھوں میں مری آہی رہی جاں اے آئینہ رُو تو بھی تو ایدر نہیں آتا
 کیونکر میں فراق اُس ستم آئیں سے بلوں آہ گھر میں بھی وہ اپنے غرض اکثر نہیں آتا
 آوے ہے تو اس طرح سے آوے ہے وہ ظالم جو وقت بھی ملنے کا سیر نہیں آتا

گہ شام گئے گئے رُخ گئے روز گئے شب
 اک پہنچ پہینی وہ ستمگر نہیں آتا

۱۔ ہر = آنکھیں

۲۔ ہر = اوپر۔ نزدیک

۳۔ (ب) میں: "جو آئینہ" ہے! (ع) میں: "جوں آئینہ" ہے! مطلب دونوں سے غیر واضح ہے۔ تیسری تفسیر کرنا چاہیے!

جُڑوں سے عزم میں کرتا ہوں جس گھڑی بن کا رکھے ہے گھیر مجھے گھیر تیرے دامن کا
 ادا و نثار سے ٹپکے ہے اُس کے حُسن پُرا میں کیا کہوں عجب عالم ہے اُس کے جہن کا
 ہاری آنکھوں میں ہیں آکے کیٹھے آرام^۱ خرہ سے یاں ہی تو دہرا پُرا ہے چلن کا
 نہ لختِ دل کو جڑا تارِ اشک سے کر چشم کر یہ امام ہے اس موتیوں کے سُمَن کا^۲
 ترے اسیر کو ظالم کہاں رہا ہے^۳ کہ حلقہ حلقہ ہے ہر زلف طوق گردن کا
 ہمیشہ اُس کو رہے ہے سفر وطن کے پیچ^۴ یہ دل ہے یا کہ ہے تسبیح کا کوئی مستکا
 کسی کا بار کب اہل فنا اُٹاتے ہیں کہ ان کو بارِ گراں ہے لباس بھی تن کا
 و خود گریہ سے کچھ بھی خبر ہے عاشق کا تمام پاٹ ہے دریا کا پاٹ دامن کا
 جو دیت ہے ہیں اُن کا رہاں ہیں ظلم^۵ غرض کہ میں نہیں دشمن ہی اپنے دشمن کا
 میں بیم^۶ چرے تا ہوں نڈر جلا مُطرب^۷ اپنا کوئی دُھرت^۸ خیال^۹ ایمن^{۱۰} کا

فراق مجھ راہِ عدم کا بھی زور رستہ ہے
 خطرہ درز^{۱۱} کا جس میں نہ خوف رہزن کا

- ۱- (ع) میں: "ہاری آنکھوں میں اب آکے کیٹھے آرام" ہے!
 ۲- دہرا = دہیز پر رہ
 ۳- سمن = ملا جو اہل ہندو قبیح کے لہر پر استعمال کرتے ہیں۔
 ۴- (ع) میں: یہ شعر نہیں ہے!
 ۵- سفر وطن کے پیچ = (سفر در وطن) تعویف کی اصطلاح ہے۔ یعنی وہ کیفیت جب انسان صفاتِ خدایں کو ہو کر صفاتِ بشری سے علاحدہ ہو جاتا ہے!
 ۶- (ع) میں: "ترے اسیر کو رہے ہے سفر وطن کے پیچ" ہے!
 ۷- منکا = دان
 ۸- (ع) میں: جو دیت ہیں گے انھوں کا ہوں میں بہ جاں خادم" ہے!
 ۹- بیم = خوف
 ۱۰- (ع) میں: "میں بیم چرے رہا ہوں بُرا جلا مُطرب" ہے
 ۱۱- درز = چور
- ۱۱- ۱۲ موصیق کے راگوں کے نام
 ۱۳- ایمن = مونسیقی کی ایک اصطلاح ہے۔
 ۱۴- درز = چور

کہاں قاصد کو طاقت ہے جو اُس کے رُوبہ رُو پہنچا جہاں ملک ہر بان کر مرے نادر کو تو پہنچا
 جُنوں کے ہاتھ سے دیکھا سدا میں تار تار اُس کو نہ چاک جیب کو اپنے کبھو تار رُخو پہنچا
 پیر قدرت کی قدرت کا تماشاً ہم دکھائیں گے جو دامنِ ظلم پر ہاتھ ہی اپنا کبھو پہنچا
 تلی ساغرِ گل سے ہیں اُس گل کی ہوتی ہے ذرا غنچہ سے کہہ نرگس کو جلدی سے سُبُو پہنچا
 سرِ شکِ چشم پہنچا اُس گلی تک رشک ہے مجھ کو کہ دل افسوس ہے وہاں تک نہ میں پہنچا نہ تو پہنچا
 جگر کا دی کو اپنے تیشہ فریاد کیا جانے کہ یہ ہے کارِ نچتہ اس کو کب کارِ اُلو پہنچا
 مرے رُوکش نہ ہو تو دم بہ دم ابرِ تنک مایہ بھلا دریا جہاں پہنچا وہاں کب آجھو پہنچا
 دل اپنا ٹکڑے ہو صد برگِ گل دستار کا طرہ تعجب ہے مجھے کس وجہ یاں یہ نہ ہو رُو پہنچا

فراق اپنے درِ اشعار میں جو آب داری ہے
 بھلا اس کی صفا کے آگے شعرِ آبرو پہنچا

۱۔ پیر = ہاتھ

۲۔ اُلو = کپڑے پر بنے ہوئے نقش و نگار

۳۔ صد برگ = گیندے کا پھول

۴۔ آبرو = غم الدین مبارک شاہ آبرو - خان آرزو کے شاگرد تھے !

جوں تیسرے لگے اُس کا مری جان میں ڈوبا میں دوپیں رہا حسرت و ارمان میں ڈوبا
 انسان ہی نہیں لجز عرفان میں ڈوبا غنیمت بھی مراقب ہے ترے دھیان میں ڈوبا
 دل غرق ہوا لختِ جگر بہ گئے سارے اک قافلہ اس اشک کے طوفان میں ڈوبا
 ظالم یہ مفا دیکھ بنا گوش کی تیرے درِ آبِ فحالت سے میں کان میں ڈوبا
 گردابِ خط ایہ ہے ادھر چاہِ ذوق ہے کس وجہ سے دل نکلے کر درمیان میں ڈوبا
 کب دیکھ ہے زخمِ دل پر داغ کویرے رہتا ہے تو شعلہ سی و پان میں ڈوبا
 پتیا نہ ترے گوشہ داماں تلک افسوں دل آب ہو آخر اسی ارمان میں ڈوبا
 یہ شیشہ دل تجھ کو نہ دینا تھا سنگر چوٹے مرے طالع کہ تری شان میں ڈوبا
 اس لعل سے ہونٹوں پہ پسینہ یہ نہیں ہے (X) آیا ہے مگر شہرِ بدخشان میں ڈوبا
 گرداب میں خط کے نہ ہوا غرق دل اپنا (ق) نے چاہ سے کچھ چاہِ زرخندان میں ڈوبا
 سینے کی مفا پر دل بے تاب یہ پھیلا آئینہ غلط صاف یہ میدان میں ڈوبا

سر کیوں کہ فراق اب ترے پاؤں سے اُٹا دے
 ہے ابرِ کرم یہ ترے احسان میں ڈوبا

۱- لجز = بھڑور۔ گرداب

۲- بنا گوش = کان کی کو

۳- چاہِ ذوق = قہوری کا گڑھا

۴- درمیان = ضرورتِ شہری کے تحت بروزنِ درمان استعمال ہوا ہے !

۵- (ب) میں : " پسینا " ہے۔ ایلے کی غلطی

۶- (ع) میں : یہ شعر نہیں ہے !

(X) تذکرہ مجسمہ نثری دوسرے لعل سے ہونٹوں پہ پسینہ جو ہے ہے ہے

نہیں معلوم دھیان ہے کس کا لب پہ ہر دم بیان ہے کس کا
 داغ دل کے رہو تو لعلِ رشک یاد ہے کچھ نشان ہے کس کا
 پاؤں سے کیوں ملے ہے شلِ حنا یہ دلِ نیم جان ہے کس کا
 آج پھر نیمچہ سنبھالا ہے سچ کہو امتحان ہے کس کا
 غنچہ و گل بھی ہیں ولے تجھ سا یہ لب و یہ دہان ہے کس کا
 گالیاں ہیں کرپھول جھڑتے ہیں ذکر یہ مہربان ہے کس کا
 دل کو ٹھکراؤ مت خدا سے دُور جانتے ہو مکان ہے کس کا
 دلِ فراق اُس سے مت لگا بہ خدا وہ بُتِ بد گمان ہے کس کا
 آشنا ہیں غرض کے سارے لوگ دشمن و مہربان ہے کس کا

مت ہو تو پائے بندِ اہلِ جہاں^۲
 یہ دوائے جہان ہے کس کا

۱- (ع) میں : " آج پھر نیم جان سنبھالا ہے "۔ ہے !

۲- پائے بند = غوربتِ شعی کے قوتِ پابند کی جگہ استعمال ہوا ہے ۔ !

جو سے پامال کر یا ناز سے ٹھوکر لگا ہم کہاں جاتے ہیں قدموں سے ہے تیرے سر لگا
 جب سے اُس سے یہ نگے ہیں دیدہ خانہ خراب کیا کہوں دل بھی رہے ہے بیشتر اکثر لگا
 تیرے سود میں دل دین ہم نے مہب کچھ کھو دیا تو لگتا ہے اگر دل غیر سے بہتر لگا
 تکمہ الماس^۱ یہ تیرے گریباں میں ہیں چرخ مینا غام سے ہے ٹوٹ کر اختر لگا
 ظائر جاں کوئی دم میں برسرِ پرواز ہے جلد آجا دیر مت اتنی پری پیکر لگا
 رات کویری بھل میں آچھپا ہے اختیار سائے سے اپنے جو اُس رشک پری کوڈر^۲ لگا
 تاب مہر اس صحر پہ پڑق ہے مہا نکسا جھل آفتاب^۳ ماہ سے کہنا کر ٹنگ آ کر لگا
 یار آتا ہے برائے قدر اشک و لعل دل چشم کی کشتی میں لاؤ لعل اور گوہر لگا

اے فراق اتنا لگا رہتا ہے پڑا تو چھوٹ چھوٹ
 شیشہ دل کو یہ کس ہے درد کا پتھر لگا

۱۔ تکمہ الماس = ہیرے کی گنڈی

۲۔ (ع) میں: "پری پیکر لگا۔ ہے !

۳۔ آفتاب = طلوع چرخِ بادشاہ کے سر پر لگایا جاتا تھا !

دل پر داغ جو گلشن میں لُٹایا ہوتا آگ پر تختہ گلزار لُٹایا ہوتا
 قطرہ اشک جو چشموں سے بہایا ہوتا خاک میں چھٹے غلطان کو لُٹایا ہوتا
 داغ پھراں جو دیا مجھ کو سپرے ہر اس سے تو شمع شبستاں ہی بنایا ہوتا
 یہ اذیت جو مقرر تھی قضا تو نے مجھے کاش کہ خوابِ عدم سے نہ جگایا ہوتا
 اُس شکر لب کی خبر تو قاصد لایا زہر کھانے کو ابھی ور نہ منگایا ہوتا
 گھر کے گمراہ اتنے گاڑے چن دہر کے بیج اس محبت کو الہی نہ بنایا ہوتا
 آخر کار جو بد سے پہلے گرتے ہو رہی جاں پہلے ہی روز مجھے مُفہ نہ لگایا ہوتا
 نیم جانوں میں ابھی جان نہ آئی تھی ہنوز ایک دم چہرہ سے برقعہ نہ اُٹھایا ہوتا

نار نے کی غلطی اب کو اب تو نے فراق
 سوزِ دل اور بھی در پردہ سنایا ہوتا

۱۔ (ع) میں : یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ آخر کار : غرورِ شہری کے تحت آخر کار کی جگہ استعمال ہوا ہے !

سُحُلُ آه جو آواز نہ یہ سن جاتے فراق
اُن نے تو خیمہ اظہاک جلایا ہوتا

- ۱۔ (ع) میں : یہ غزل نہیں ہے !
۲۔ (ب) میں : "خجے ہیں مرے جال پہ اے رنک چن" ہے ! سہو کتابت ہے۔ معرود ناموزوں ہے۔ قیاسی تعمیم کردہ گئی ہے
۳۔ "ابوئے یار" ----- جنکایا ہوتا۔ سہو کتابت ہے۔ شعر کا مفہوم واضح نہیں ہے !
۴۔ (ب) میں : "دان جو ہوتا تو یہ عرش کا پایا ہوتا" سہو کتابت ہے۔ معرود ناموزوں ہے۔
۵۔ (ب) میں : "سہ سرازارو پہ یار کے ہمیشہ رہتا" سہو کتابت ہے۔
تذکرہ مجموعہ انگریزی و شعلہ ۱۵ جو ا لدنہ بچھاتے تو زاری ہے

(۴۷)

کچھ نہ آنکھوں میں ہی رہتا ہے ترا دھیان لگا ^۱
 (دل بھی قدموں ہی سے رہتا ہے مری جان لگا ^۲
 لوٹتی ہی نہیں مستی ترے دغوں کی بہار گفات میں جوئے کی رہتا ہے سدا پار لگا

دل اُس سے جو میں مانگا آئینہ اُٹھا لایا دیدہ کی صفائے کیا بات بنا لایا
 داغوں سے جو گلہ رستہ پاس اُس کے بنا لایا جھجھلا کے درپیں بولا چل دُور ہو کیا لایا
 یہ شور بگڑے کا اک باد ہو آئی ہے نالے کا سرے مغموں کیا خاک اُڑا لایا
 بس آنکھ کے کھلتے ہی جوں آئینہ حیراں ہوں یارب مجھے سوتے سے یاں کون جگا لایا
 عنوانِ تنازع سے معلوم ہوا شاید خط چہرہ گللوں پر وہ نام خرا لایا
 اسبابِ سفر میرا ملک دریں پہ لے چلنا رہ جا تو نہ کر جلدی اے بادِ جہا لایا
 جوں نقشِ قدم اپنے پتھر اگلیں یاں آئیں قاصد سے کوئی کہیو مکتوب بھلا لایا
 جوں شمعِ سحر گاہی ہماں ہوں کوئی دم کا حسرت ہے ہی اس کو کوئی نہ بلا لایا^۲

کس سحر سے کس فن سے کس پیچھے سے کس دُعب سے
 سچ کہیو فراق اُس کو کیوں کر تو سنا لایا^۳

دل کے ٹکڑے کا پریوش نہیں انہار گا تیرے کوچے میں یہ ہے آئینہ بازار گا
 عقدے تیرے گا 'خجرو تردار گا پر دراز دیر نہ آنے میں مستکار گا
 تجھ کو ہے دست جنوں برہنہ پائی کی قسم جیب میں چھوڑیو کوئی نہ مرے تار گا
 جان بڑی دیکھتے ہو کیونکہ غم بچاں سے بے طرح دل کو مری جان یہ آزار گا
 نیم جاں کب تیں ٹڑپے یہ کہاں ابرو دل تیرے قربان گیا اور ہی اک وار گا
 ہاتھ سے عشق کے میں سخت اذیت کش ہوں دل میں ہے تیرے گا پاؤں میں ہے خار گا
 تلخی بھرے جی ناک میں آیا ہے مرا منہ سے منہ آکے ذرا اعلیٰ شکر بار گا
 دل پر داغ ہے ابرو میں ترے یوں پیوست ملائی مسجد میں ہو جیسے خط گلزار گا
 ہم ترستے رہیں بوسہ نہ ملے یا قسمت ساغر ٹے رہے لب سے ترے ہر بار گا
 عمل زشت پہ زاہد یہ پھر امید بہشت نخلِ حنظل میں سنا ہے کہیں آناں گا
 چہر ہندی کا بڑا ہے یہ کوئی دست دراز رہے ہے پائے نگاہیں سے یہ ہر بار گا
 باغہ کر خوب اسے لال بنادیں گے ہم ہاتھ اپنے جو کھو دراز جاناں گا

لب پہ دشنام ہے اور ناک پہ عقدہ ہے فراق
 ہاتھ اپنے ہی محب یار جفا کار گا

۱- (ب) میں: یہ نخلِ بدیعؑ کے ذیل میں درج ہے۔ پیش نظر متن میں روایت کی ترتیب کے لحاظ سے تصحیح کر دی گئی ہے!

۲- خطِ گلزار = ایک قسم کے نخلِ بوٹوں والی تحریر

۳- عملِ زشت = (ب) میں یہ بشرح نہیں ہے۔ (ج) میں: موجود ہے اس لیے متن میں داخل ہے!

۴- حنظل = اندرائین کا پھل

۵- آناں = غرور و شہرت کے تحت بروزنی آثار استعمال ہوا ہے!

۶- لال بنانا = سزا دینا

۷- درو جانا = وہ سفیدی جو ہندی لگانے کے بعد رہ جاتی ہے!

ردیف ب

آنکھوں میں ہماری نہیں کرتے ہیں گزر خواب^۲ جب سے تو گیا ہے ہیں آتے ہیں نظر خواب
 حسرت ہے یہی اُس کُلِ رُغنا کی بفل میں پھر کیجئے اب جا کے تو یک چند دگر خواب
 بھہ بیخود و غفلت کی حقیقت کو نہ پوچھو رکھتے ہیں مری چشمِ تھیسرے خبر خواب
 غافل تو یہاں جاگنے کو جانِ غیبت واں جا کے تو کر لیجیو بے خوف و خطر خواب
 آنکھوں میں ہی کشتی ہے ستاروں کی طرح شب ہم غم زدگان کو کہاں آرام کدھر خواب
 کیا فائدہ پھر دن کو رہی آہ و رُخاں ہے غفلت ہے بھوش کو بھی آ جاوے اگر خواب
 پیری میں اٹھا پردہ غفلت کو تو دل سے رکھتے ہیں ساغر کو فرور وقتِ سفر خواب

کیا جانے فراق ہووے گا کیا چشم کا انجام
 آتے ہیں گریہ سے مجھے شام و سحر خواب

۱- (ع) میں: یہ غزل نہیں ہے!

۲- (ب) میں: "آنکھوں میں ہماری نہیں کرتے گزر خواب" ہے۔ بہو کتابت ہے۔ معرود ناموزوں ہے۔ قیاسی تعمیم کر دی گئی ہے!

احوال پر ہمارے نظر کب ہے اُس کو اب
 کب زلف کے اسیر کی لیتا ہے وہ خبر
 نے دل کو ہے قرار نہ نکلتے ہی مرا
 تھاجان و دل بٹا سو تیرے کیا نیاز
 ظالم خدا کے واسطے مُک دیکھ تو سہی
 بیمار رہے قرار یہ رہتا ہے دم بہ دم
 محو خیال آئینہ وہ روز و شب ہے اب
 بیمار چشم ہے سودہ یوں جاں بلب ہے اب
 کیا کہئے اپنی بات نہٹ ہی کدُتیب ہے اب
 اس پر بھی بے داغیوں کا کیا سبب ہے اب
 کیا کیا کچھ اس غریب پر رنج و تعب ہے اب
 غم میں ترے فراق کی حالت مُب ہے اب

تیرے پر بھی تیری طرف سے ظالم بقول تیر
 ہر آن بے داغی و ہر دم غضب ہے اب

۱۔ نہٹ = سراسر۔ بالکل

۲۔ کدُتیب = بے ڈھب

۳۔ (ب) میں: بات۔ اعلیٰ کی غلطی ہے۔ تصحیح کر دی گئی ہے!

۴۔ (ب) میں: یہ شر نہیں ہے۔ (ع) میں: موجود ہے۔ اس نے داخل متن ہے!

۵۔ تیر = میر تقی میر

ساقی کہاں تلک میں مردوں انتظارِ شبِ سہیشہ لگا دے منہ سے کر توڑوں خارِ شب
 اتنا ہی جھوٹ بول نہ اے خانماں خراب ہر روزِ روزِ وعدہ ہر شبِ قرارِ شب
 روزِ سیاہ شب ہوا از بسکِ داغِ زلف ہے شمعِ ماتابِ چراغِ مزارِ شب

بچے ہے کوئی اُس کی درازی زلف کو
 زلفوں کو اُس کی دیکھے کیوں کر قرارِ شب

شراب کیونکہ نہ پیچھے مدام بر لبِ آب کہ خوش نما ہے مراحِ دجام بر لبِ آب
 کل اُس کی زلف کو ہم یاد کر بہت روئے (نغمہ مزے سے ہوئی ہم کو شام بر لبِ آب
 وہ گلبدن مگر آیا ہے سیرِ دریا کو یہ بے سبب نہیں ہے اژدہام بر لبِ آب
 بھرائے منہ میں کف اور لب اچھل پڑا دریا لیا تھا بھولے سے تیرا جو نام بر لبِ آب^۲

خیالِ زلف ہے یوں چشمِ خوں نشان میں فراق
 کہ جیسے شام کو پھولے ہے شام بر لبِ آب

۱- اژدہام = بھیڑ

۲- (ب) میں: یہ شعر نہیں ہے (ع) میں موجود ہے۔ اس لیے داخل متن کر لیا گیا ہے !

روٹھے ہے بات بات میں کچھ یار بے سبب (بگڑا ہی جاٹے ہے وہ مستکار بے سبب
 تعقیر کیا ہوئی ہے بھلا کچھ بھی نطف ہے دیتے ہو گالیاں یوں ہی ہر بار بے سبب
 دل لگ گیا ہے یہ کسی گل رو سے ظاہر ا روتے ہیں دیرہ خوں بار بے سبب
 آنکھوں سے اُس کو دیکھا کرتا دل ہوا مارا گیا یہ مفت گنہگار بے سبب^۲
 اک دن فراق سے یں کہا سُن تو اے عزیز (ق) پھر تا ہے ہر کس تو عبت خوار بے سبب
 شب کو تجھے قرار ہے نے دن کو چین ہے روتا ہے بات بات میں ہر بار بے سبب
 سُن کر لگا وہ کہنے کو واقف نہیں تو ہے روتے ہیں کوئی مردم ہشیار بے سبب
 ہے ایک جا یہ شیفۃ یہ اور فریفتہ غمگیں نہیں ہے کچھ یہ دل افکار بے سبب
 تیرا ہی دل کہیں جو چنسا ہو تو جلنے تو
 روتا نہیں ہے کوئی مرے یار بے سبب

۱۔ (ع) میں یہ غزل قطبہ بند اور اشعار کی ترتیب موزونیت کے لحاظ سے ہے۔ اس لئے اس غزل کے اشعار کی ترتیب

(ع) کے مطابق درج کی گئی ہے !

۲۔ (ب) میں یہ پانچواں شعر ہے !

دل کو لے خوب کی وفا صاحب آفریں بادِ مرجا صاحب
 آپ کا کیا غلام ہے بندہ گالیان جو سنے مرا صاحب
 بوسہ کب آپ سے لیا ہم نے یوں ہی کرتے ہیں افترا صاحب
 ایک دن چشمِ تر فراق کو دیکھ پوچھا میں کیا ہے ماجرا صاحب
 چشمِ تر رنگِ زرد یہ کیوں ہے کیا کسی پر ہو مبتلا صاحب
 بھر کے اک آہِ سرد وہ غمِ ناک بولا تم سے کہوں میں کیا صاحب
 ایک خونخوار آفتِ جاں سے کئی دن سے ہے دل لگا صاحب
 نیند شب کو نہ چین ہے دن کو حل اُس بن یہ ہے مرا صاحب
 اُس کے اغلاز و ناز کیا کہئے دل و جاں اُس پہ ہے فدا صاحب
 کام اُس کی اداؤں میں اپنا بن ہوا جاٹے ہے ادا صاحب
 سن کے میں نے کہا بُرا نہ لگے کام یہ کچھ نہیں بھلا صاحب !
 اس لیے آپ سے میں کہتا ہوں آپ ہیں میرے آشنا صاحب
 سن کے مجھ بھلا کے وہ جوانِ حزیں بولا بس بیٹھے سنا صاحب
 یعنی اُس کام جاں سے میں نہ ملوں آپ کا یہ ہے مدعا صاحب
 یہ جو تم چاہو سو ہیں امکاں ایک دم اُس سے ہوں جُدا صاحب

خواہ اس میں کسی کی ہر وہ خوشی

اس میں یا ہو کوئی خفا صاحب

ہیں کچھ آج ہے اشکوں سے آستیں تہہ آب^۱ (ہمیشہ رہتے ہی دیکھی ہے گل زمیں تہہ آب^۲)
 رہے ہیں جیسے کہ شبنم میں برگ گل ڈوبے عرق میں یوں ہے وہ زخا آتشیں تہہ آب
 برگ آئینہ یاں وہ مقام ہے جس کا ہے آساں تہہ آب اور ہے زمیں تہہ آب^۳
 رہے ہیں لخت جگر یوں سرنگ میں ڈوبے رہے ہیں جیسے کہ یا قوت کاں کہیں تہہ آب

صفائے اشک کو دیکھا ہے تیرے جب سے فراق
 گھر رہے ہے صدف میں ہی شرمیلیں تہہ آب

۱۔ (ب) میں "ہیں کچھ آج اشکوں سے آستیں تہہ آب" (ع) میں "ہیں کچھ آج ہے اشکوں سے آستیں تہہ آب" مرفوعہ لکریج اور محذوف ہے۔ اس لیے داخل متن کر لیا گیا ہے !

۲۔ گل زمیں - بھواری

۳۔ (د) میں: "آساں تہہ آب اور زمیں تہہ آب" - ہے !

(۸۴)

بھلا کو پیش کر چاق ہے خائے عندلیب تجھے اب یاد کریں گے یوں بھائے عندلیب
 کیا سیرانی ثبوت کو سدا سب ہے خرد سوچ رہی تھی ہے بس تو کبیرہ کے عندلیب
 سن کر رہتا ہیں سدا پہیں شریک درد و غم کاش کہ یہ تھے سدا اب آکھائے عندلیب
 عاشق و معشوق ہو جاتے ہیں آخر ایک رنگ رنگ لعل غلے سے براک لعل یائے عندلیب
 خون نادر کو لیا عاشق نے کس شوق سے - کون سے محل سے گیا ہے خون، ہوا شے عندلیب
 روتے روتے تک نہ چھوڑا تو نے میں دامن غلے آفریں عود آفریں کچھ لو دے دے عندلیب
 نہیں کا اٹھ لی کیا عاشق نے کس شوق سے کہن سے غلے نے کیا ہے خون پرانے عندلیب
 قہر عاشق کی ہیں تجھ کو بھی لکھ اے شب غلے درد نہ ہر گل دے تے ہے سر زہر پرانے عندلیب
 ایک بھل سرائی تھی صبح طشت میں نہیں تب سے ہے چاک جگر غلے، پرانے عندلیب
 غنیمت اس غم سے کلمہ طبرے کریں میں برابر غم طشت ہی میں آتے سدا کے عندلیب
 یہ حرف یہ ہیں سدا کہتے ہیں نر جان چن وائے وائے عندلیب دے دے پائے عندلیب

کہ فراق ایسی غزل تو اس زمیں میں اور بھی
 دیکھ کر سبیری کو جس کے نوہر کھائے عندلیب

یہ سب کچھ ہے قتل کا دھڑ

یہ سب کچھ ہے ستریں پر، آج میں سوچ رہی ہوں اس لیے دامن غلے کو

یہ سب کچھ ہے کبھی

رنگ گل ہے باعث نشوونائے عندهیب واشر ہر غنچہ ہے مشکل کشائے عندهیب^۱
 نالے کو سیرک کہاں پہنچے ہیں مرغانِ چمن (لحن داؤدی کہاں کیدھر لوائے عندهیب^۲)
 رنگ اس گلشن کا دیکھو ہوا سیرانِ چمن آشاں یاں کس توقع پر بنائے عندهیب
 باغیاں کیا کام ہم کو اس گل و گلزار سے سُنتے آجاتے ہیں ہم گاہے صدائے عندهیب^۳
 حضرت گل اور گلشن کے بہ جاں ہیں متفرد خاک پاٹے درد ہیں ہم اور فرائے عندهیب^۴
 کس سے احوال دل راز اپنے کرئیے بھلائے کون ہے ہمدرد اب اپنا سوائے عندهیب
 تنگ جو عاشق سے تو کر لے کیا کچھ میں ہے فدا بر سر شاخِ گل ہے دیکھ پاٹے عندهیب
 چھوٹا ہے کیا تو غافل دیکھ کر گلزارِ دہر گوشِ دل سے کیا سننے ہے نالہ ہائے عندهیب

کوئی دم کو اور ہی یاں گل کھلے ہے اے فراق
 پھر نہ غنچہ ہے نہ گل ہے نہ صدائے عندهیب

۱۔ واشر = گھلا ہوا

۲۔ لحن داؤدی = حضرت داؤد (پنپیر) کا لحن مشہور تھا

۳۔ حضرت گل = خواجہ شاہ عبدالاحد وحدت شاہ گل صوفی بزرگ شاعر تھے - جو شاہ گل کے نام سے مشہور تھے

۴۔ گلشن = شاہ سعد اللہ گلشن - صوفی بزرگ شاعر تھے

۵۔ درد = خواجہ میر درد

۶۔ عندهیب = خواجہ میر درد کے والد خواجہ ناصر عندهیب

۷۔ تنگ = مار - پرہیز

۸۔ شاخ = طرہ - خوب

خونِ دل پیوین نہ ہو دیں جام اور مینا نصیب
 پاؤں کی ٹھوکر قیامت لٹ پٹی دستارِ قہر
 دوتوں کا وصل ہے سرایہٴ عمرِ ابد
 کون سا جز ہے یہاں جو قابلِ قسمت ہیں
 ہم ترستے ہی رہیں اور غیرِ یوں لوٹے مرے
 ہم کو اک حربِ محبت پر ہیں تھوہر نایاں
 صیپ کو بچتے ہے حق، مغل کو زر، زرگس کو جام
 اپنی مہنت سے بناوے میلی و مجنوں کو تو
 اپنی آفت سے مرے سینے کے گہنے کو ہر
 والغیب د والغیب د والغیب د والغیب د والغیب
 سر سے پاؤں تک بنا ہے جان تو زینا نصیب
 اس دلِ مخزون کو رکھو اے مرے مولا نصیب
 ایک بختِ بد کی کچھ قسمت نہ ہو دے یا نصیب
 یار کی دولت ہو اس کو خوئی دنیا نصیب
 واقعی یوں ہے کہ ہیں اپنے کو یہ تحفہ نصیب
 پل میں تو کر دے گدا کو مسند دارا نصیب
 زلفِ پیماں کو اس کو دے اس کو کرے سورا نصیب
 یا الہی یہ مجھے ہو دولت عظمیٰ نصیب

اس غزل کی بحر میں تو پھر شتاور ہو فراق
 مری مری تا کوئی ہو دے ترے اچھا نصیب

۱۔ (ب) اور (ع) میں : " تب کو تو بچتے ہے حق مغل کو زر زرگس کو جام "۔ سہر کتابت ہے۔ مقرر ناموز و دل ہے

تیا سی قلعہ کردی گئی ہے !

۲۔ (ب) میں : " زلفِ پیماں اس کو گری سورا نصیب "۔ (ع) میں : " زلفِ پیماں اس کو دے اس کو کرے سورا نصیب "۔
 ہے۔ مقرر المکر مچ ہے۔ اس یہ داخل متن کر لیا گیا ہے !

شیخ اور زاہد کو ہو طوبیٰ کا داں سایہ نصیب اُس پری ش کا ہیں یارب ہو ہمایا نصیب
 فرشِ نخل پر سُلاوے نازینوں کو ^۲ سرام (سینہ چاکوں کو کرے تو دامنِ صحرایہ نصیب
 معرضِ یری بھی پذیرا ہو برائے پختن چاہتا یہ ہیں ہو دولتِ دنیا نصیب
 اُلفتِ دنیا کو تو دل سے مرے یک لخت دھو کب تلک یارب رہوں محنت کش و ایذا نصیب
 ترسین ہم اور ہائے آئینہ تری ٹوٹے ~~خبر~~ حیف بخت افسوں طالع ہائے قسمت یا نصیب
 برگِ پاں اس کے لگے منہ اور دل ہو غرقِ خوں تیرے ہاتھوں سے فغانِ فریادِ واویلا نصیب
 کان کے بالے کا اُس کے ہار نہ عکس ہے وہ قدر بالا جو دیکھا سب سے ہے بالا نصیب
 زلفِ پیچاں اُس کو دی ہم کو کیا سودا نصیب زلفِ پیچاں اُس کو دی ہم کو کیا سودا نصیب
 مت چن میں جاؤ ذرا ٹکڑے کو آئینہ میں دیکھ تجھ کو گھر بیٹھے ہوا ہے گلشنِ دنیا نصیب
 زلفِ سنبلِ چشمِ نرگسِ سرد بالا مغلزار دیکھ تو اللہ نے تجھ کو کیا کیا کیا نصیب
 صوفِ داغِ دل سے جلتا ہوں برگِ لالہ ہائے کیوں ہوا تھا مجھ کو یہ آتش کا پر کا لا نصیب

حسرتِ دیدار میں ہی مر گئے ہم تو فراق
 دیکھتے اُس سے کبھو ہوتا بھی ہے ملنا نصیب

۱۔ (ع) میں اس غزل کے اشعار کی ترتیب (ب) کے مطابق نہیں ہے !

۲۔ (ع) میں : " فرشِ نخل پر سُلاوے نازینوں کو تو مُدام تھے !

قتل گد میں جُڑ کر ہے صیدِ بیلِ اضطراب (۱) یارِ بن اپنا کرے ہے یوں پڑا دل اضطراب
 انتفاعِ عشق^۲ بیتابی ہے اور بے طاقتی^۳ زرعِ اُلفت کا دیکھا ہم نے حاصل اضطراب
 اشک ہے آنکھوں سے جاری دل تڑپتا ہے جُدا^۴ آن کر مل جا کر ہے اس وقت کامل اضطراب
 رزق تیرا آپ پہنچے ہے بدو^۵نِ جستجو^۶ یادِ دولا کر عبث کرتا ہے عاقل اضطراب
 اضطرابِ برق کو نسبت نہ دو اے گلِ مِٹاں^۷ زور ہی رنگوں سے کرتا ہے مرا دل اضطراب
 اک نظر بھر دیکھ لوں پھر قتل کیجو بعد ازیں^۸ اس قدر کرتا ہے کیوں بے رحم قاتل اضطراب
 ہوتی آسائش ہے کب عالی مزاجوں کو نصیب^۹ برق کا ہوتے نہ دیکھا ہم نے زائل اضطراب

زلف میں پھنس کر فراقِ اِتی ہے کیا سرگشتگی
 کوئی بھی کرتا ہے پابندِ سلاسلِ اضطراب

۱۔ (ع) میں اس غزل کے اشار کی ترتیب (ب) کے مطابق نہیں ہے !

۲۔ انتفاع = حاصل

۳۔ زرع = کھیتی

۴۔ بدو = جستجو = بغیر تلاش

یاد کرتا مگر وہ یار ہے اب ہچکی آتی جو بار بار ہے اب
 درد ہی اپنا عین درماں ہے بے قراری میں ہی قرار ہے اب
 شش بہت میں ظہور ہے اُس کا ہر طرف میں وہ ہی دوچار ہے اب
 چشم واپس بہ رنگِ آئینہ آہ کس کا یہ انتظار ہے اب
 دست بردار ہو جنوں ہم سے جیب آگے ہی تار تار ہے اب
 سازِ عشرت کا بھیا ہے بین ہے چنگ ہے ستار ہے اب
 راگ ہے رنگ ہے تماشا ہے گل و مل جامِ زر نگار ہے اب
 اک طرف ابر آکے چھایا ہے اک طرف جوشِ لاد زار ہے اب
 اک طرف کھل رہا شگوفہ ہے اک طرف جاری آبشار ہے اب
 اک سماں بندھ رہا ہے زورِ بیاں ایسے میں آؤ تو بہار ہے اب
 لائیو ٹک مرا جی ٹمچے کی ہاں کوئی حاضر آبِ دار ہے اب

طاغ سب گیا عدم کو فراق

آہ تو کس کے انتظار ہے اب

آتے جو اس طرف کو نہیں ہر بان آپ کیا ہر بان ہم پہ ہیں نا ہر بان آپ
 مٹا سوا کسی کو نہیں بولتے ہو تم کچھ بہت ہو گئے ہو میاں بد زبان آپ^۱
 کافی ہیں میرے قتل کو لبں ابرو و شرہ رکھتے عبث ہو ہاتھ میں تیسروں کاں آپ
 لائے ہے سیرِ باغ یہ ہم کو زار حیف لوٹے ہے یہ ہمارے چمن باغبان آپ
 مجھوں و کوکن کی نہ سنتے کہانیاں غم کی جو میرے سنتے کہو داستان آپ^۲
 میں اور کو تمہارے ہوا جانتا نہیں کیوں مجھ سے ہو رہے ہو میاں بدگان آپ

کاہے کو اس فراق سے بولو گے میری جان
 ہاں ان دنوں میں ہو گئے ہیں نوجوان آپ

-
- ۱- (ب) میں یہ غزل ردیف "ت" کے ذیل میں درج تھی۔ پیش نظر متن میں ردیف کا لحاظ رکھتے ہوئے ترتیب درست کر رکھی ہے !
 ۲- بہت کی جگہ فردوس شری کے تحت "بہت" استعمال ہوا ہے !
 ۳- (ب) میں : " غم کی سنتے میری جو کہو داستان آپ " ہے (ع) میں : " غم کی میرے سنتے جو کہو داستان آپ " ہے
 مہر کتابت ہے - معذرت اعمدوں ہے - قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے !

پاس ہی رکھتے ہیں آئینے کو دیوانے ہیں آپ آپ کا مکھڑا شمع اور اُس کے پروانے ہیں آپ^۱
 مت پلا ساغر ہیں تو ساقی خانہ خراب (آگے ہی اُن انکھڑیوں کے ہم قومستانے ہیں آپ
 کون سی ہے بات جو تجھ میں نہیں ہے میری جان دلبری عیاری و انداز سب جانے ہیں آپ^۲
 آشنا خط غلامی تم کو دے ہیں تب تلک سبزہ خط سے میاں جب تک کو بیگانے ہیں آپ
 خانہ انگشتی آسا بنام اپنا ہے گھر روز واقف گھر سے ہیں نے گھر کو پہچانے ہیں آپ
 مانی و ہزار اس مکھڑے کی کیا کھینچیں گے شکل^۳ نقطہ مرہم ہے جس کو دہن جانے ہیں آپ
 گوہر دل کو کیا برباد اپنے ہاتھ سے پھر گلی کوچے کی پیارے خاک کیوں چھلنے ہیں آپ
 میرے رونے پر شہی کیونکر نہ آوے آپ کو^۴ ہم دولے اب ہیں اور غافل ہیں فرزانے ہیں آپ^۵

دل فراق اُس کو نہ دینا تھا بس آگے کیا کہیں
 بات کیا کہئے جلی اُس سے بُرا مانے ہیں آپ

۱۔ (ب) میں: "آپ کے مکھڑے" ہے۔ (ع) میں: "آپ کا مکھڑا ہے! موزن ذکر معج ہے اس لئے داخل متن ہے

۲۔ (ع) میں: "دلبری عیاری و انداز سب جانے ہیں آپ" ہے!

۳۔ آسا: طرح۔ اندر۔ مثل

۴۔ مانی و ہزار: یونان کے شہر نقاش

۵۔ (ع) میں: "مانی و ہزار اس مکھڑے کی کھینچیں گے شکل" ہے!

۶۔ (ع) میں: "میرے رونے پر آوے نہ کیونکر آپ کو" ہے!

۷۔ فرزانہ: قطند

۸۔ (ع) میں: "ہم دولے اب ہیں گے، غافل ہیں فرزانے ہیں آپ" ہے!

دکھتے ہو ان دنوں میں جو ہم سے نظر درست کچھ آہِ ناتوان کا ہے شاید اثر درست
 فعلِ بہارِ مفت ہی جاتی ہے ہم سفیر () وا ہے درِ قفس پہ نہیں بال و پر درست

یا رب یہ کس کے ہاتھ سے شیشہ ہوا ہے چور
 اب تک شکستہ دل کی نہیں کچھ خبر درست

۱۔ (ع) میں: "وا ہے درِ قفس نہیں ہے بال و پر درست"۔ ہے!

دیکھ اُس نکل کو گری ہاتھوں سے مڑھا کر بخت زرد رو یعنی ہوئی مجلس میں کل آکر بخت
 زردی رنگ رنج عاشق سے نسبت ہے تجھ اس لئے سر پر چڑھاتے ہیں تجھے لا کر بخت
 فعلِ نکل آئی ہے کیا اتنی شتابی ہے بھلا قتل کرنا ہے بستی پوش دکھلا کر بخت
 سیر کو مت جائیں بیٹھارہ اے رشکِ چمن مت دکھا آنکھیں تو نرگس کو نہ مڑھا کر بخت
 اڑ گیا رنگ اور دل جاتا رہا بس ہاتھ سے ہاتھ سے اُس شوخ نے جب دی مرے لا کر بخت
 زلفِ سنبل، چشمِ نرگس، غنچہ لبِ خسار نکل خود تماشا بن رہا ہے دیکھ مت جا کر بخت
 ہاتھ میں لاد کے دف ہے دوش پر غنچوں کے بیٹے بالاسری نرگس بچتی ہے کھڑی گا کر بخت
 حقوتِ درد اور گلشن کی مزارِ پاک پر جلوہ دکھلاتی ہے کس کس رنگ سے آکر بخت

اُس بستی پوش سے ملنے نہ پائے ہم فراق
 یوں ہی بس جاتی رہی کافر یہ ترسا کر بخت^۳

۱۔ دف = ایک قسم کا باجا

۲۔ (ب) میں: "ہاتھ میں لاد کے دف ہے سر پہ غنچوں کے بین" ہے
 (ج) میں: "ہاتھ میں لاد کے دف ہے دوش پر غنچوں کے بین" ہے! وحضرت اکرم علیہ السلام ہے اس لیے داخل متن کر دیا گیا

۳۔ (د) میں: "یوں ہی بس جاتی رہی کافر ترسا کر بخت" ہے!

(۹۴)

نورد بے وجہ نہیں ہے یہ مرے یارِ بسنت چشمِ بیمار کی یہ ہے تری بیمارِ بسنت
 اس ادا ناز سے آتی ہے جو تو مجلس میں کیا مرے یار کی سیکی ہے تو رفتارِ بسنت
 سر پہ ہر اک کے نہ چہرہ مان کہا دو دن میں گھر بہ گھر ہوتی پھرے گی تو پڑی خوارِ بسنت
 ہم سفیرانِ چین ہم توقف میں ہیں اسیر ہاں مبارک ہو تمہیں یہ گل و گلزارِ بسنت
 تو بھی ملک آکے سرِ بام تماشا تو دیکھ میں عجب رنگ سے لایا ہوں مرے یارِ بسنت
 دل پر داغ کا مینی کر بنا گلستا چہرہ زرد سے اور کر کے غودارِ بسنت
 ابرساں روتے ہوئے دیدہ زگر کی مثال آنکھوں سے لایا ہوں محبوب کے دربارِ بسنت

نورد گپڑی نے فراقِ اُس کی کیا تھا اک قہر
 ہے غضب جس پہ ہوئی طرہ طرارِ بسنت

۱- (ب) میں ادرا (خ) میں " سر پہ ہر اک کے بچہ مان کہا دو دن میں " ہے! یہو کتابت ہے
 معرہ ناموزوں ہے۔ قیاسی قلعہ کردی گئی ہے!

نہیں کسی کے تئیں بو شراب سے نسبت غلط ہے ذرہ کو ہو آفتاب سے نسبت
 برشتگی یہ کہاں اور کدھر وہ سوختی رکھے ہے کیا دل بریاں کتاب سے نسبت
 ستم ہے اس میں جلالت غیب ہے کیفیت لبوں کو کیا ترے جام و شراب سے نسبت
 یہ اپنی ہستی موہوم صاف دھوکا ہے بجا ہے دیجے مگر اس کو سراب سے نسبت^۱
 ترے پسینے میں آتی ہیں عطر کی لپٹیں غلط ہے دیتے ہیں اس کو گلاب سے نسبت
 یہ برق بھی مری بے تاب کا نمونہ ہے رکھے ہے ہاں دل پر اضطراب سے نسبت
 نہ نکل کو اس سے شہادت نہ سمجھ کو تشبیہ نہ مانتا کو اس آفتاب سے نسبت
 کہاں اُھوں میں یہ شوخی یہ چلبلاہٹ ہے کیسے ہے اس بُت خانہ خراب سے نسبت

فراق خون کے آنسو یہ روئے سو معلوم
 نہیں ہے ابر کو چشم پر آب سے نسبت

پڑتے ہی اُس کی زلف پہ اپنی نگاہ رات اُٹا تھا دردِ دل سے اک ابرِ سیاہ رات
تفسیر کچھ ہی دیکھی بجلا یا روکس لئے قاتل نے مجھ کو قتل کیا بے گناہ رات
ماہِ شبِ چار دُمِ دل سے گر گیا جب آگیا وہ بامِ پر کی رشکِ ماہِ رات
شیدا و مبتلا دل انگار و ناتواں (ق) غمِ ناکِ سینہ چاک یہ حالِ تباہ رات^۱

تنہا عجب طرح سے میں دیکھا فراقِ کو
قاتل سے اپنے ہو رہا تھا دردِ خواہ رات^۲

۱۔ (ع) میں یہ غزل کا آخری شعر ہے !

۲۔ (ع) میں یہ غزل کا چوتھا شعر ہے !

(94)

میں نیم جاں رہوں اُمید وار ساری رات مرے تو غیر سے اُمید وار ساری رات
 تو سُٹلے ہو جو نہ آیا تو اک ستم گزرا بزرگ شمع رہا اشک بار ساری رات
 شکر چشم سے شرکاں پہ اک چراغاں تھا^۱ عجب رہی لب دریا بہار ساری رات^۲
 چراغ و شمع مرے گھر میں گو نہ ہو تو نہ ہو جلا کر ہے دل داغ دار ساری رات
 عجب تارنگ ترے بن تو یار مجلس میں فقط نہ میں ہی رہا بے قرار ساری رات^۳
 طے قابزم میں شعلہ ہی کیا کیفِ افسوس کھڑی تھی شمع بھی واں انگبار ساری رات^۴
 ہیں ہے قطرہ شبنم ٹھکوں پہ گرمی سے عرق میں ڈوبے رہے بے شمار ساری رات
 نہ پایا میں دلِ گم گشتہ تیری زلفوں میں غرض کہ ڈھونڈتے گزری ہے یار ساری رات^۵
 اسیر زلف ہوں درد و المِ تعجب ہیں مرے ہیں پاس بھی دیت دار ساری رات^۶
 ہر ایک گل نے غرض پنکھیاں لے پھولوں کی جھلاکے پڑے ہے اختیار ساری رات
 نسیم صبح ہوئی اب تو جا کے پنکھا جھل چمن میں تیری رہی ہے پکار ساری رات
 بزرگ آئینہ خسرت رہی مجھے ناصح زبں کیا تھا ترا انتظار ساری رات
 شبِ فراق کی حالت نہ پوچھ اے ہمدم
 بسانِ برق رہا بے قرار ساری رات

۱- (ع) میں "ہے" ہے !

۲- (ع) میں غزل کا یہ پانچواں شعر ہے !

۳- (ع) " " " " چٹا " " !

۴- (ع) " " " " ساقیاں " " !

۵- (ع) میں : " غرض کہ ڈھونڈتے ہی گزری یار ساری رات " ہے !

۶- (ع) میں : غزل کا یہ چوتھا شعر ہے !

بسان = طرح

(۹۸)

رہنے کی ہیں جی میں چمن زار کی حسرت^۱ نکلی جو کھجور دیدہ جوں بار کی حسرت
 اُن آنکھوں کو کین آنکھوں سے یہ دیکھ رہی ہے ٹک دیکھیو تو زنگیں بیمار کی حسرت
 انداز سے ٹھوکر کے یہ معلوم ہوا ہے پامال کرے گی تری رقتار کی حسرت
 اے آہ تجھے آگ لگے جل کے تو بجھ جائے نکلی نہ کھجور تجھ سے دل زار کی حسرت
 بولا کرے غم میں جگر چاک ہے غنچہ ہر گل رکھے ہے گوشہ دستار کی حسرت
 لارے سے واسطے کھائے ہیں بہت داغ ہے سرور چمن کو تری رقتار کی حسرت
 جو گن ہوں ہے فاختہ مل خاک بدن سے بیل نے اڑا دی گل دگلزار کی حسرت
 یاں تک تو ہوں میں شہرہ آفاق کہ خوشید رکھے ہے مری گری بازار کی حسرت
 عالم ہے مے صن کا دیوانہ و شیدا تو کیا ہی کرے گارے دیوار کی حسرت

اک روز فراق اُس سے میں ہو مفسر بانہ
 احوال دل زار کی اظہار کی حسرت^۲

۱۔ (ب) میں : " رہتی ہیں جی میں چمن زار کی حسرت " ہے ! یہو کتابت ہے۔ موعود نامزد ہے۔ قیاسی لہجہ کردی گئی ہے

۲۔ (د) میں : " اُٹھادی ہے " ہے !

۳۔ (د) میں : یہ غزل کا پانچواں شعر ہے !

(۹۹)

گریاں نہ کیونکہ ہوئے شام و سحر کے وقت^۱ یعنی کہ بندھ رہے ہیں دریا چشم تر کے وقت
 یوں اشک اپنے آہ گرے ہیں گھر کے وقت^۲ جھڑتے ہیں جیسے پھول جہاں سے سحر کے وقت
 لختِ جگر کو دوش پہ لے یوں رواں ہیں اشک جوں قاف لہا ہوا جا رہے سفر کے وقت^۳
 بالوں کو اپنے اشک سے دھویا کرو رہے^۴ صندل نکلا کیا نہ کرو دردِ سر کے وقت^۵
 قاصدِ ادھر سے آیا ادھر غش بس آگیا ہم بے خبر سے ہو گئے یعنی خبر کے وقت
 رہتا ہے تیرے گھر میں تو دربار بنت لگا ظالم ہجومِ خلق سے شام و سحر کے وقت
 میں ہی تو باریاب کہو میری جان ہوں کہہ دے مجھے بھی کوئی مٹین تو کر کے وقت
 گری ہے ایسے وقت میں نت جاؤ میری جان جا رہیو، بیٹو شام کو یا کل سحر کے وقت
 شرکاء کے پرے چھوڑ دیں آنکھوں میں بیٹھے آرام کیجئے یہیں اب دو پہر کے وقت

کرے فراق آگے سے ہمراہ زادِ راہ
 حیراں پرے گا ورنہ تو ظالم سفر کے وقت

۱۔ (ب) میں: "گریاں نہ کیونکہ ہوئے شام و سحر کے وقت ہے۔" (ع): "گریاں نہ کیونکہ ہوئے شام و سحر کے وقت ہے"

دو غزل ذکرِ گنج اور موزوں ہے۔ اس لئے داخل متن کر لیا گیا ہے!

۲۔ گھر: "گھر کے۔" (ع) طارق کے وقت

۳۔ (ع) میں: "سحر کے وقت ہے!"

۴۔ (ع) میں: "غزل کا یہ تیسرا شعر ہے!"

۵۔ (ع) میں: "ماٹوں کو میرے اشک سے دھویا کرو سدا ہے"

نظر آئی ہیں جو اُس جفا ایجاد کی صورت) وہیں آنکھوں کے آگے چر گئی جلا کی صورت
 اُنہیں چرخِ دلی شہروں بہ شہروں یہ پیرا ہے نہ دیکھتے تھے جو برسوں میں فرید آباد کی صورت
 تو طفلِ اشک اُس کے دھیان میں جاری رواں ہو جا سبق ہوئے ہیں جو یاد ہو اُستاد کی صورت
 بہارِ باغ تو ہوئے دے تیرے تماشے کو بنائے سوانگ یہ سرو چمن آزاد کی صورت
 کلامِ اللہ میں جو سورہ والشمس کو دیکھا وہیں رشکِ چمن میں نے تری بس یاد کی صورت^۷
 وہاں پتھر تراشی تھی یہاں شیشہ تراشی ہے مقابل ہو مرے منہ دیکھ یہ فریاد کی صورت^۸

نغاں لب پر فراق اور اشک اب آنکھوں سے جاری ہیں
 نہاں سے کیا کہوں میں آپ ہوں فریاد کی صورت

۱۔ چرخِ دلی = شہرِ آستان

۲۔ (ع) میں: ” وہیں اے رشکِ چمن میں نے تری بس یاد کی صورت “ ہے!

۳۔ (ع) میں غزل کا یہ پانچواں شعر ہے!

کچھ فسق ہے ہرگز نہیں یہ خاکِ محبت^۳ دنیا میں اگر ہے تو بیاں پاکِ محبت
 صدمے ترے ہوتے ہیں شب و روز پیارے^۴ رکھتے ہیں بلی تجھ سے یہ افلاکِ محبت
 بے چین شب و روز مجھے رکھتے ہیں یارب یہ کس سے رکھے ہے دلِ غم ناکِ محبت
 مت گوشہ دامنِ آسناں اس کو جدا کر رکھا ہے یہ تجھ سے دلِ مہرچاکِ محبت
 بے فائزہ کی عمرِ عزتِ آہ و اہم میں ہر ایک سے کر کے دلِ غم ناکِ محبت
 جڑ کشتن و جڑ قتل کے کچھ بات ہیں آہ جانے ہی نہیں وہ بتِ سفاکِ محبت

یہ عوضِ فراق ہے کہ بس اب تادمِ آخر^۵
 دے اپنی مجھے صاحبِ لہو لاگِ محبت

۱۔ (ب) میں یہ نزلِ مدین (اٹ) کے ذیل میں درج ہے۔ پیشین نظر متن میں ردیف کی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے درج کی گئی ہے!

۲۔ فسق = بدکاری

۳۔ (ب) میں: "کچھ فسق ہے ہرگز نہیں خاکِ محبت" ہے (ع) میں: "کچھ فسق ہے ہرگز نہیں یہ خاکِ محبت" ہے

منظرِ فکرِ عجیب ہے اس لئے داخل متن کر لیا گیا ہے!

۴۔ پیارے = بردارنِ پیارے۔ فردتِ شہر کے تحت استعمال ہوا ہے!

۵۔ بلی = بے شک

۶۔ عزت = فردتِ شہر کے تحت استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ عزت ہے!

۷۔ (ع) میں: "یہ عوضِ فراق اب ہی بس تادمِ آخر" ہے!

۸۔ صاحبِ لہو لاگ = حضرت محمدؐ کا لقب!

شمع کو تیرے گیا رنگِ حنا ہات سے چھوٹ (دعویٰ خون نہ جاوے گا پر اس بات سے چھوٹ
 زلف کی قید کا احوال بہت ابتر ہے بولتا تھا سو گیا وہ بھی میاں رات سے چھوٹ
 قعرِ دل کی ہی رشت تو کھو کر منہم ہاں تجھے ہو جو کبھی نکرِ عمارات سے چھوٹ
 ہر گڑی گالی ہے، جھڑک ہے، خشونت ہے، غیب ہم کو ہوتی بھی ہے اس لطف و عنایات سے چھوٹ
 زلف اور رخ کو دلا ہر گڑی مت دیکھا کر خضر رہ ہو کہیں اس قیدِ طلسمات سے چھوٹ
 قعرِ غم کو ہمارے ہی سنا کیجے کبھر نیر کی ہو جو تمہیں حزن و حکایات سے چھوٹ
 ڈھل پتلی کی بنا اور شرہ کا گستا ترک چشم آج لڑی اُس کی عجب گھات سے چھوٹ
 گریہ چشم سے آیا ہے مرا ناک میں ہی یا الہی مجھے ہووے کہیں برسات سے چھوٹ
 مجھ کو تنہائی خدا جانے دکھارے گی کیا قائل یادوں کا تھا سو ہی گیا ہات سے چھوٹ

راستی یوں ہے جوانی ہی میں کچھ کرے فراق
 فائدہ کچھ نہیں جب تیر گیا ہات سے چھوٹ

۱۔ خشونت = غصہ

۲۔ (ع) میں: 'تم' ہے !

۳۔ 'ترک چشم' = چشم مجرب

مرے گلو کی گٹھن میں ہوں جو پاؤں کی آہٹ ہر اک غنچہ بلائیں دور سے لینے کا چٹ چٹ
 نظر آتا نہیں تجھ کو قصور چشم سے غافل مگر نہ دیکھئے اُس کو تو وہ ہر گٹھن میں ہے پر گٹھن^۱
 بجا ہے پردہ ٹافوس میں گر شمع روشن ہو عروں نو کو لازم ہے کہ بس منہ پر رکھے گھونگٹ^۲
 کہے ہے تاب و طاقت جو ترے منہ کی طرف دیکھے نہیں خورشید سے کچھ کم ترے مکھڑے کی چمکاہٹ
 ہمارا ایک دل ہے جس کا خواہاں لاکھ عالم ہے ہزاروں ہی پری رویوں کا یاں رہتا ہے بت ٹھہرٹ^۳
 رہے گی پردہ بینا میں کب تک دختر برز تو مثل مشہور ہے جب ناچنے نکلی تو کیا گھونگٹ^۴
 کی اُس سے نگ چلا جو میں خفا ہو یوں لگا کہنے پرے ہو دور ہو جلدی سے برے پاس سے جاہٹ
 بلائیں اُس کی زلفوں کی ہیں تو پیار سے لیتا کہ شانہ انگلیاں تیری ہیں اب بولتیں چٹ چٹ

فراق اس بحر میں تو اک غزل اب ادھ بھی کہہ لا
 کھیت نگر کو ہاں اس زمیں میں پینک دے سرپٹ

۱- ہر گٹھن = ہر جگہ

۲- پر گٹھن = ظاہر (ہن) میں؛ "مگر نہ دیکھئے اُس کو وہ ہر گٹھن میں ہے پر گٹھن" ہے! یہو کہتا ہے۔ تھیکہ قیچہ کر گٹھن

۳- (ع) میں؛ عروں نو کو لازم ہے کہ اپنے منہ پر لے گھونگٹ۔ ہے!

۴- ۵: (ع) میں یہ اشارت (ٹ) کی مدین میں درج ہیں!

۶- کھیت = گھوڑا

شبِ فرقت میں آٹو ہی گرے ہے آنکھ سے پٹ پٹ ^۱ من پہلو سے لگا پہلو نہ کر دے مکی کر دے
 میں جب دل مانگتا ہوں کہتے ہو کیا راگ گاتے ہو میانِ ماحب غرض تم ہی بڑے ہو مے کوئی نہٹ کھٹ
 نہ ویران میں دل لگتا ہے بستی خوش آتی ہے اہی کس طرح جاوے رہے اب بھی کی گہرا ہٹ
 تو کعبہ شیخ جائیں در دل کا اپنے بندہ ہوں کہ رنگِ کعبہ سمجھوں ہوں میں اپنے پیر کی چوکھٹ
 نہ دعویٰ شعر کا نے شاعری کچھ اپنا پیشہ ہے رہوں جوں شاہرِ مضمون سے میں رات دن غٹ پٹ
 مگر نہ طاثرانِ لفظ و معنی اپنے بندے ہیں جسے چاہوں مے سے باندھوں وہیں فی الفور ہیں جھٹ پٹ

فراقی ایسی غزل تو دور ہے اب تیرے مرتبہ سے
 بہ رنگِ شمع تو اپنی زباں سے آپ تو مت گھٹ

۱۔ (ع) میں جہنم ہے !

(X) تذکرہ مجروحہ لہجہ میں وہ شبِ فرقت بھی آٹو ہی گرے ہے جہنم سے ٹپ ٹپ ہے

تکلیف اے ہوں ہمیں دیتی ہے تو عبث^۱ ہوتا رہی ہے جو ہے مکھا جستجو عبث
 دامن سے لگ رہا ہے ترے خونِ عاشقان مچھتا ہے کوئی کیوں کہے ہے شست^۲ و شو عبث
 سرتاقدم ہی صورتِ حیرت بنا ہوں آپ لاتے ہو آئینہ مرے کیوں رُو بہ رُو عبث
 نام نہیں ہے بحث کا مجھ کو دل و دماغ کرتا ہے مجھ سے ہر گھڑی تو گفتگو عبث

ساغر رہا فراق نہ مینا رہا نہ مل^۲
 پھر ایسی بزمِ خالی میں تنہا ہے تو عبث

۱۔ شست و شو = شور و غل

۲۔ مل = شراب

نہیں کھلتے یہ تیرے فعل شکر بار کیا باعث لحنایت گالیاں ہوتی ہیں درچار کیا باعث
 ابی ملتے ہی وہ درٹا ہمارا یار کیا باعث الہی سو گئے پھر طالع بیدار کیا باعث^۲
 برا دل لے چکے پھر کس لئے بوسہ نہیں دیتے سبب، موجب غرض کچھ وجہ ہے تکرار کیا باعث
 دل و دین، صبر و طاقت، جان و ایمان سب سے حاضر ہیں مگر کس لئے ہے خاطر دلدار کیا باعث
 یہ کس کما قیل و مگلوں سے الہی صحن گلشن ہے در و دیوار رستہ، کوچہ و بازار کیا باعث
 کچھ معلوم کچھ یوں سے ہی وہاں آرام افزوں ہے جو یارانِ عدم ہوتے ہیں بیدار کیا باعث
 کسی کے تہل کا شاید کچھ کو عزم ہے ظالم مسکھلتے آج جو تونے سپر تروار کیا باعث
 نہ آب و تاب چشموں میں ہے نہ وہ اشک کی جوشن^۳ ہوئی کیوں خشک یارب چشم گوہر کیا باعث
 حقیقت یوں کی نیرنگی کی کچھ کھلتی نہیں مطلق کہ گل خنداں ہے کیوں شبنم ہے چشم زار کیا باعث

فراق اب پچکیوں پر پچکیاں ہر دم جو آتی ہیں
 مگر ہے یاد تجھ کو کون ہے غم خوار کیا باعث

۱۔ (ع) میں: " الہی ملتے ہی درٹا ہمارا یار کیا باعث "۔ ہے (۲)

۲۔ جوشن = تیزی (۳)

۳۔ (ع) میں اشار کی ترتیب (ب) کے مطابق نہیں ہے! (۱)

(۱۰۷)

کرو گے مید کسی دل کو یار جانی آج یہ بے سبب نہیں ہے ہم پہ ہیراں آج
 کیا ہے نالہ بلبِل نے بے دماغ بے مرے مزار پہ کیونکی یہ گلفشانی آج
 عجب ہیں تری آنکھوں سے نیند اڑ جاوے جو کان دھوئے تو موی کہانی آج
 بجا ہے شبنم و گل غرقِ خون ہو جاوے کروں جو اشکِ بگرگون سے خون فشانی آج

فراق اُس کے تئیں کل کو یاد کیجے گا
 تماشا جو جو دکھاتی ہے نوجوانی آج

(۱۰۸)

چین پیشان نہیں ہے کچھ فقط تصویرِ موج پیچ و تابِ زلفِ محبوباں ہی ہے زنجیرِ موج
 صاف طہنت ہیں حوادث کے ازل سے پاٹے بند پاؤں میں دریا کے بنت دیکھی پڑی زنجیرِ موج
 کامِ مزدوں کا چلے ہے آبرو سے دم بہ دم جہرِ شمشیرِ نت دیکھا گریباں گمبیرِ موج

عقل چکریں ہے جوں گرداب دیکھ اس کو فراق
 صفو دریا پہ کی ہے کس نے یہ تحریرِ موج

(۱۰۹)

تری گلی میں جو یہ شیون^۱ و نطال ہے آج کسی ستم زدہ کا شاید امتحاں ہے آج
 یہاں سے بادِ پوش^۲ ہو کے کون گزرا ہے تمام محنِ چن چھو یہ جزائشاں ہے آج
 بہارِ حُسن پہ اتنا گھمنڈ بیجا ہے جو کل بہار تھی پیارے سو وہ کہاں ہے آج

جہاں سے کون فراق آج اُٹھ گیا ہے آہ !
 کہ جس کے غم سے سیہ پوش آساں ہے آج

۱۔ شیون = آہ و زاری

۲۔ بادِ پوش = وہ کپڑا جس پر زری کا کام بنا ہوا ہو !

گل کھاتے ہیں گل دیکھ کر یکسر تری سچ دھج
 آمادہ آفت ہے سنگر تری سچ دھج
 کچھ فرق ہیں دیکھی سراسر تری سچ دھج
 ہے یوسف معری کے برابر تری سچ دھج
 اے سرو اگر تاجِ صفت باغ میں اتنا
 دو دن میں ہے یہ خاک برابر تری سچ دھج
 نچنے نے جگر کیا گل نے گریباں
 جو دیکھی چمن میں ترے دلبر تری سچ دھج
 بالا ہے بلا زلف ہے آشوبِ قیامت
 ہے نامِ خدا قمری تیں پر تری سچ دھج
 شش جہت میں ہے عُن کا ظالم ترے شہرہ
 ہے آئینہ بھی دیکھ کر ششدر تری سچ دھج^۱
 دیکھ سے ترے ہوتے ہیں یاں جان کے ٹکڑے^۲
 ہے حضرت یوسف سے ہی خوش تر تری سچ دھج
 قو آئینہ خانے سے نکلتا ہیں باہر
 اے غیرت ہے دیکھوں میں کیونکر تری سچ دھج
 رخسار گلِ سرخ ہیں آنکھیں گلِ زنگ
 ہے گلشنِ تصویر سراسر تری سچ دھج
 جوں غنچہ تصویرِ ماسر بہ گریباں
 نقاشِ ازل یار بنا کر تری سچ دھج^۳
 سینہ پر باز ہے یہ تصویر کا عالم
 ساچنے میں ہی ڈھال ہے سراسر تری سچ دھج

کیونکر نہ فراق ہووے تری زلف کا بندہ

پیاری ہے گلے جی سے یہ کافر تری سچ دھج

۱۔ (ع) میں یہ شعر نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : ” دیکھ سے ترے ٹکڑے ہوتے ہیں یہاں جان کے “ ! (ع) میں : ” دیکھ سے ترے ہوتے ہیں یاں جان کے ٹکڑے “۔

موخر الذکر محج اور موزوں ہے اس لئے متن میں داخل کر لیا گیا ہے !

۳۔ نقاشِ ازل = خداوندِ عالم

۴۔ (ب) میں : ” سینہ پر باز ہے “ ! (ع) میں : ” سینہ پر باز ہے “۔ موخر الذکر محج اور موزوں ہے اس لئے متن میں داخل ہے !

داغِ دل جھلکے ہے یوں دیرہ پُر آب کے پیچے جن طرح عکسِ چراغِ پڑے تالاب کے پیچے
 عشق میں سوخت ہوئی اشک میں کچھ ڈوب گئی جنسِ دل جل بھی کچھ بہ گئی سیلاب کے پیچے
 مکھڑا جس طرح سے زلفوں میں ترا جھلکے ہے تاب دیکھی ہیں یہ کرکِ شبِ تاب کے پیچے
 مثلِ آئینہ کے رُودادِ مری ست پوچھو غرق رہتا ہوں میں حیرت کے ہی گرداب کے پیچے
 بوٹے پاخانہ کے ہیں یا پُر ملاؤں چن ایسا کم خواب تو دیکھا نہیں کمخواب کے پیچے
 ہوشِ مٹی زب میں جو کچھ ہے مزا یہ حلاوت ہے کہاں شربتِ عذاب کے پیچے
 چشم کا اپنے دو آہ نہ ہو کیونکر جاری حُسنِ پیکے ہے پُر اکثورِ پنجاب کے پیچے
 دل کو ڈھونڈ رہا ہوں عبتِ جان مرے سینے میں ایک مدت ہوئی وہ بہ گیا خواب کے پیچے
 لوگ بہ جانیں گے خورشیدِ قیامت نکلا آفتابی پہ نہ بیٹھو شبِ متاب کے پیچے
 رہ گیا صورتِ تصویرِ غلط میں حیران جوں ہی صورتِ نظر آئی مجھے وہ خواب کے پیچے

۱۔ رُلفیں اُس مکھڑے پہ بکھری ہوئی کیا کہئے فراق

نورِ حی لطف میں دیکھا شبِ متاب کے پیچے

۱۔ کرکِ شبِ تاب = جگنو

۲۔ (ع) میں : " ایسا کمخواب تو میں دیکھا ہے کمخواب کے پیچے " ہے !

۳۔ مٹی = غرورِ شری کے تحت استعمال ہوا ہے۔ اصل لفظ مٹی ہے !

جگر و جفا کی پھر نئی ایجاد کی طرح خانہ خراب یہ بھی ہے بیداد کی طرح^۱
 قمری تجھے خوش آدے ہے شمشاد کی طرح بھاتی نہیں فقیر کو آزاد کی طرح^۲
 گریہ کا طرز مجھ سے اڑا ئی ہے اے نسیم رونے کی ابر نے نہیں ایجاد کی طرح
 چمکا رہوں تو گالی ہے بولوں تو جھرمکیاں کیا واجھڑے نکالی ہے ارشاد کی طرح^۳
 رسم وفا نہ ہر دردت نہ درستی سب خانان خراب نے بر باد کی طرح
 ہر سوز آہ پر مرے گریہ کُناں ہے خلق جہاں ہے یاں تو تیرے استاد کی طرح^۴
 لایانہ تاب عشق کی سرسبز در گیا بھاتی نہیں ہے ہم کو تو فریاد کی طرح
 سینہ میں دیکھئے یہ رہے یا لکل پڑے سمجھ بے طرح ہے اس دلِ ناشاد کی طرح

سمجھ نیند تیرے ہاتھ سے ہم سو چکے فراق
 یہ ہی اگر ہے نادر و فریاد کی طرح

۱۔ (ب) میں : " خانہ خراب یہ بیداد کی طرح ہے۔ (ع) میں : " خانہ خراب یہ بھی ہے بیداد کی طرح ہے۔
 موزن الاکر محج ہے اس لیے داخل متن ہے !

۲۔ (ب) میں : " بھاتی نہیں فقیر کو عشقِ آزاد کی طرح ہے (ع) میں : " بھاتی نہیں فقیر کو آزاد کی طرح ہے۔ !
 موزن الاکر محج ہے اہ حوزوں ہے اس لیے متن میں داخل ہے !

۳۔ واجھڑے = (پنجابی لفظ) = بہت خوب

۴۔ (ع) میں : " جہاں ہے یاں تو تیرے استاد کی طرح ہے۔ ہے !

پھیر کے منہ غیر سے آنکھیں مڑانے کی طرح () خوب سیکھے ہوئیاں میرے جلانے کی طرح
 سُرخ لب قتل کرتی ہے ہزاروں کے پیش کس سے سیکھے ہوئیاں یہ پان کھانے کی طرح
 مجلسِ یاراں ہے نہ وہ ساقیِ گلجام ہے^۱ کچھ نظر آتی ہے اور ہی اب زمانے کی طرح
 ہمنشینِ غیر ہو کر ہم سے کرنا احتراز^۲ چھوڑ دے ظالم تو یہ دل کے ستانے کی طرح
 پائے بندِ حلقہ زنجیر رہتا ہے فراق^۳
 کم کوئی ہووے گا یارِ اسِ روانے کی طرح

۱۔ (ع) میں: "مجلسِ یاراں ہے ہی نہ وہ ساقیِ گلجام ہے" ہے!

۲۔ (ع) میں: "ہم نشینِ غیر سے ہو کر ہے!"

۳۔ پائے بند = ضرورتِ شری کے تحت استعمال ہوا ہے۔ صحیح لفظ پابند ہے!

مکھڑے پہ اپنے چھوڑو نہ کاکل علی العیاح ست شام کر تو جانِ قنائل علی العیاح
 انھوں نے بچے باغیچے ہیں تجھ کو بھی ہے خبر ہنگامہ سفر ہے یہ بلبل علی العیاح
 مرقوں جہاں کیا تھا شب اُس زلف کا اسیر دیکھا وہاں میں سبزہ و سبیل علی العیاح
 روشن دلوں کو شامِ غریبی ہی اس ہے مجلس میں شمع کرتے ہیں بت کھل علی العیاح
 شاید وہ آفتابِ قیامت ہوا نمود یارو یہ بے سبب نہیں ہے غل علی العیاح
 صبحِ وطن میں شامِ غریبی ہوں نمود جوں اُس کے منہ پہ بال گئے کھل علی العیاح
 توڑیں ظارِ شب کو شتاب سے آگاہیں ہے جی میں بل کے پیچھے اب مل علی العیاح
 چوہلوں کے دیکھ پیالے کو مرغابِ باغِ لب شیون گناں پڑے ہیں ہم قل علی العیاح

اُس کے شہیدِ ناز کا رُتہ ہے یہ فراق
 رروے ہے اس کے غم سے یہ میکل علی العیاح

۱۔ بچے = گڑی

۲۔ بت = ہمیشہ

۳۔ (ع) میں: مل کی جگہ سب ہے!

۴۔ قل = کلامِ پاک کی ایک سورہ! (ع) میں: قل کی جگہ کل درج ہے!

(۱۱۵)

جب سے دیکھی ہے ترے رخسارِ تاباں کی طرح تب سے خوش آتی ہیں ہر درخشاں کی طرح
 دیکھ کر رلفِ پریشاں منہ پہ اُس کے خواب ہیں رات کو رو یا کیا مشیخِ شبستاں کی طرح
 قوی دیوانی ہے قمری چوبِ ناہوار پر ہم کو تو آتی ہیں سرِ درگستاں کی طرح
 عقل چکر میں مٹی اور رہ گیا بس سرِ بچیب دورِ گردوں دیکھ کر اس دردِ داناں کی طرح
 سینہ چاک پر کمر باندھ ہے اے دستِ جُھوں^۱ یہ نکالی ہے نئی چاکِ گریباں کی طرح
 پاٹ دامن کا ہر اک کیمونک نہ ہو دریا کا پاٹ روز و شب برسے ہیں یہی چشمِ باراں کی طرح
 یہ مہ غورِ شہید پھرتے ہیں سدا ہر درِ داناں^۲ ہاتھ میں کاسہ لئے دن رات دوزخ کی طرح^۳
 دامنِ کوہِ ریباں موتیوں سے بھر دیا کلی جو روئے چشم سے ہم ابریشیاں کی طرح

اک قول رنگین تازہ اور بے زہر تو فراق
 جھجے یعنی کہ پھر کر مندر لیبیاں کی طرح

۱۔ (بم ہیں) : "سینہ چاک پر کمر باندھ ہے اس دستِ جُھوں" ہے !
 (ع) ہیں : "سینہ چاک پر کمر باندھ ہے اے دستِ جُھوں" ہے ! موصوفیؒ لکھتے ہیں اور موزوں ہے اس لئے داخل متن ہے

۲۔ دریاں = درِ روٹی

۳۔ دوزاں = پتوں کی بنی ہوئی طشتی کا شاہراہِ بیابان

ہے بعینہ نکتِ دل یا قوتِ رماں کی طرح ^۱ اپنی شرکاء سے ملے ہے شاخِ مرجاں کی طرح
 ہر سرِ شرکاء پہ دیکھو اشک نے باندھا ہے جھاڑ ^۲ زور ہی ہم نے نکال ہے چراغاں کی طرح
 اشک آنکھوں میں بھر آیا اور گیا جی ہائے ڈوب ^۳ پھر گئی نظروں میں جو چاہِ زرخیز کی طرح
 اشک کے پہلوں سے یارب تختہ گلزار ہے ^۴ تختہ دامنِ مرا محنِ گلستان کی طرح
 سبزہ خطے کیا دونا ترا اظہارِ حُسن ^۵ خطِ ترا کشف ہے تفسیرِ قرآن کی طرح
 پاؤں کی ٹھوکر قیامت ٹٹ پٹی دستارِ قہر ^۶ جی سے جاتی ہے میں سرورِ خراں کی طرح
 ہر سخن میں کذبِ ہر وعدہ میں ہے طرزِ خلافت ^۷ واہ واسیکھ ہو کیا تم عہد و پیمان کی طرح
 ایک دن اُس کی مکر ہے اُن نے کی قی ہمیری ^۸ شاخِ گل کا پنہ ہے جب سے بیدِ نازاں کی طرح
 یہ دل پر داغ و چشمِ نم رہیں یاد آگئے ^۹ دیکھی جو کل دریا پہ سلکِ چراغاں کی طرح
 ہر ادا و ناز میں ہے نوکِ چمک اُس کی فراق ^{۱۰}
 کُتب گئی جی میں ہمارے یار کی بانسکی طرح

۱۔ یا قوتِ رماں = ایک قسم کا سُرخ تپتی پتھر

۲۔ (ع) میں: "بعین ہے نکتِ یا قوتِ رماں کی طرح" ہے!

۳۔ کشفات = صاف

۴۔ سلک = لڑی

۵۔ (ب) میں: "ہر ادا و ناز میں ہے نوکِ چمک اُس کے فراق ہے!"

(ع) میں: "ہر ادا و ناز میں ہے نوکِ چمک اُس کے فراق" ہے! "موجز الذکر" میں اور موزوں ہے اس لئے "تن" میں داخل ہے!

نہ کچھ وردِ دعاۓ قسح ہے نے جام کی تسبیح () ترے متوں کو بت رہی ہے تیرے نام کی تسبیح
 اُدھر رُفین بناتے ہو اُدھر دُشنام دیتے ہو ^۱ بھلا ماہب ہی ہے کیا نازِ شام کی تسبیح
 ہیں عقدہ کشائی شیخ کچھ زُہدِ ریائی ^۲ سے جو وہ دل میں ہیں بتا تو ہے کس نام کی تسبیح
 پیالہ عمر کا لبریز ہے کیا سخت غفلت ہے کرجن پر ہے زباں زرد ساغرِ مہلنام کی تسبیح
 ہیں لختِ جگر تارِ شہ میں مرداں دیکھو بنی خوش رنگ ہے کیا ہی گلِ بادام کی تسبیح
 تمہارے ہاتھ سے کس وجہ سے ہمدہ برائی ہو اُدھر ہے وردِ چٹکی ۱ اُدھر دُشنام کی تسبیح

سلام ہم نے کیا صوم و ملوۃ و زُہد و تقویٰ کو
 فراق ہم کو رہے ہے بس اُسی کے نام کی تسبیح

۱۔ دُشنام = گالی

۲۔ زُہدِ ریائی = جھوٹی یا ظاہری عبادت

(۱۱۸)

تنہا ہی اشک سے ہیں جیب و کنار سُرخ^۱ دامن میں آنسوؤں سے ہے جوں ولازار سُرخ
 جوں سبب رنگِ زرد ہے میرا تو کیا ہوا دل تو مری بھل میں ہے تہل دناز سُرخ
 ہے زلفِ تس پہ باغ ہے دستارِ گنڈا دار^۲ ارسیدہ پہ آن کے بیٹھے ہیں مار سُرخ
 دامنِ مگی ہی سُرخ ہیں کچھ چمن کے بیچ جوشِ بہار سے ہے ہر اک شاخار سُرخ
 شاید کو کے پاؤں کا چھوٹا ہے آبلہ دشتِ جھوں میں ہے جو ہر اک خار خار سُرخ

پیارے کیا ہے قتلِ مگر اب فراق کو
 لومو سے ہو رہا ہے جو تیرا کنار سُرخ

۱۔ (ع) میں: "قلات اشک سے ہیں جیب و کنار سُرخ"۔ ہے!

۲۔ گنڈا دار = حلقہ دار

سرشک چشم سے تنہا نہ آستین ہے سُرخ ہر یں یاں ملک دریا کر سب زمین ہے سُرخ
 برنگ دیدہ و دل جا کوں ہیں ہے سُرخ عجب طرح کا یہ دالان و شہ لشین ہے سُرخ
 رہے ہے دیدہ پُرخوں میں گلبرن وہ مدام عجب ہے سیرِ ماکاں سُرخ ہے مکیں ہے سُرخ
 لباس سُرخ نہ کریوں ہی تو بھوکا ہے زیادہ گلی سے یہ رخسارِ آتشین ہے سُرخ
 زمینِ گنتِ دلِ دانشک سے ہے بوتھون^۱ کہیں مفید کہیں سبز ہے کہیں ہے سُرخ
 کہیں ہیں لوگ ترے سبز خط کو لب پر دیکھ عجب ہی حاشیہ ہے جس کی یہ زمین ہے سُرخ
 کرے نہ دل کے وہ فکر وں کو کس طرح برہم کہ اس کی بازی میں کوں درق نہیں ہے سُرخ^۲
 غوثِ محلی داغِ جگر ہے گلِ لالہ ! سرشک چشم کا ادنیٰ سا خوشہ چیں ہے سُرخ
 نہ تو غور سے رخسارِ عاشقاں کو دیکھ کہیں ہیں لوگ جسے درد سو نہیں ہے سُرخ
 فراقِ چہرہ ملکوں کا اُس کے عکس ہے یہ
 ملک شفق سے یہ ہرگز نہیں - نہیں ہے سُرخ

۱- بوتھون = مختلف رنگ

۲- بازی = کھیل

۳- (ع) میں غزل ۲- یہ چٹا شر ہے !

نرغون کا بنانا ہی رہے جس کو سدا یاد پھر ہم سے غریبوں کو کرے اُس کی بلا یاد
 نے کوئی کمال آپ میں نے کوئی ہنسر یاد یارب ہمیں دنیا میں کرے ماکوئی کیا یاد
 رویا کروں ہوں خونِ جگر ہاتھوں کو مل تل آتا ہے ترے پاؤں کا جب رنگِ حنا یاد
 نامہ کے نہ آنے سے ملکہ نہیں قاصد روتا ہوں نصیبوں کا میں کر اپنے کھیا یاد
 دل لے گئے ہوئے کا کر اقرار مری جاں اچھے ہو غرض خوب ہے تم کو بھی دعا یاد
 ابرو دھو اُس کی ہے اُدھر سر کا جھکانا قبلہ نہ ہیں یاد ہے نے قبلہ نما یاد
 کیا جانے جاتے ہیں کو عربے سر و پار ہم نے راہ ہمیں یاد ہے نے راہ نما یاد
 جب چاہا کہ نامہ لکھوں اُس آفتِ جاں کو کاغذ ہوا ترا شک سے مطلب نہ رہا یاد
 ہم یاد میں تیری گئے ہیں آپ کو بھی بھول تو نے کہو بھولے سے بھی ہم کو نہ کیا یاد

دل سے تو فراق اپنے در عالم ہے فراغ
 ہرگز نہیں کچھ اپنے تئیں اُس کے سدا یاد

بس کہے اپنے تئیں داغِ دل زار پسند (۱) ہم کو آتی ہیں سیرِ محلِ گلزار پسند
 دل پر داغ کرے کب کوئی دلدار پسند جس اچھی ہو تو کر لیوے خریدار پسند^۱
 آوے میر نکر نہ مجھے اب دینِ یار پسند ہے طبیعت یہ مری عقدہ دشوار پسند
 غمِ الم آہ و فغان سوزِ تپشِ رنج و ستم یارِ غم خوار ہیں اپنے ہی درچار پسند
 ہے بساطِ اپنی میں یہ اشکِ مسلسل ہی فقط نذر ہے ہووے جو یہ مویوں کا ہار پسند
 خوش جو آتا نہیں ہے سایہ طوبیٰ ہم کو کس کا آیا ہے ہمیں سایہ دیوار پسند
 بوسہ چاہگوں ہوں ہر پیر کے ہی کہتا ہے دور ہو مجھ کو یہ آتی نہیں تکرار پسند
 نازِ ہر گام پہ ہر ایک قدم پر محو کر جی سے آتی ہے مجھے یار کی رفتار پسند
 دلکھریاں جب سے میں دیکھی ہیں تری رشکِ چمن تب سے آتی ہی ہیں نرگسِ بیمار پسند^۲
 شیخ اس نہم بریائی پہ نہ ہو تو مغرور بحرِ درکار ہے واں اور گنگار پسند
 لٹکے شیخ جی کل مجلسِ زندان کے بیچ ایک نے خرقہ^۳ لیا رونے کی دستار پسند
 شیخ ہو زاہد مٹلا کر برہمن ہووے یا الہی پہ کوئی دل ہونہ آزار پسند

مہر دمہ اُس پہ فراق ہوتے ہیں گردوں پہ نثار
 تو نے ہی نذر کیا یار طر حصار پسند

۱۔ (ع) میں: "جس اچھی ہو تو کرتے خریدار پسند"۔ ہے!

۲۔ بساط = پونجی

۳۔ (ع) میں: تب سے کی جگہ "جب سے" ہے!

۴۔ خرقہ = گدڑی، رویشوں کا لباس

کھوئے گراپے لہ کے وہ گلزار بند طرت سے شل آئینہ ہو آبشار بند
 نکلن سے اپنے بن کوئی رہتا ہے مرغِ دل سیار تو قفس میں کرے گو ہزار بند
 قنادی میں کچھ کہوں گا یہ جاتے ہی رُو بہ رُو میری زبان ہو گئی ہے اختیار بند
 نرگس کی طرح کیونکہ ہو مجھ کو خیال و خواب ہوتے ہیں دیرہ پُر انتظار بند
 شبنم ہیں زبان پہ ہیں گچھے کے آبلے^۱ لازم ہے اس کی کھوٹے جلدی سے چار بند
 نے اشکِ گرمِ چشم ہے نے آہِ سردِ دل^۲ عاشق کا ان دنوں ہے ترے کاروبار بند
 وہ جلد رُو ترا ہے پیارے سمنہ ناز جس کا صبا کے ہاتھ نہ کیا شکار بند
 یوں ہی غیب ہے یہ تری شلوار گلبدن بس پر کلابتوں کا پڑا ہزار بند
 اُس کو سنا سنا کے میں شب کے تیشِ فراق ترکیب بند کے جو پڑے پاغ چار بند

کہنے لگا کہ میرے تو بس کان اڑ گئے
 تیری زبان بھی کہیں ہووے گی یار بند

۱۔ (ع) میں: ”شبنم ہیں زبان پہ گچھے کے آبلے“ ہے !

۲۔ (ع) میں: ”نے اشکِ گرمِ چشم ہے نے آہِ سردِ دل“ ہے !

۳۔ پیارے = ضرورتِ شر کے وقت بروزنِ ستارے استعمال ہوا ہے !

(۱۲۳)

ہمارے حال پہ کرتا نہیں نظر میاؑ غرض کہ سخت ہے بے دم و بے خبر میاؑ
 مری دفانے قفس کی یہ شکل دکھلائی مگر نہ دام کہاں میں کہاں کدھر میاؑ
 وبالِ جاں ہوئی آخر مُبسرِ پروازی نہ ہوتے کاش کہ یہ اپنے بل و پر میاؑ
 اگر قفس سے تو چھوڑے تو ہو ترا احساؑ (ق) کہ ہم سفیروں نے دی ہے یہ اب خبر میاؑ
 کہ پھول کھل رہے ہیں آہشار جاری ہے غرض کہ زورِ چمن ہے بہارِ پر میاؑ
 بہارِ باغ تو ہم کو کہاں سیر ہے نہ آئی نکہتِ محفل بھی کبھو اِدھر میاؑ

فراقِ مرغِ دل اپنے کا کام آخر ہے
 قفس جو آج ہے میرا تو نومِ گر میاؑ

۱۔ (ع) میں: "تو کی جگہ نہ ہے !

۲۔ ہم سفیر = ہمد۔ ساقی

(۱۲۳)

جوں ہی گلشن میں گیا وہ باندھ کر پستار زرد دیکھتے ہی ہو گئی بس نرگس بیمار زرد
 اڑ گیا رنگ چن دیکھ اُس بستی پوش کو یک قلم لب ہو گئے برگ و شجر گلزار زرد
 تو بھی ہے شاید کسی بیمار آنکھوں کا ریفن بے سبب ظالم نہیں ہے یہ محلی و خسار زرد
 زخمِ دل سے ظاہر آتا ہے زرد آج ہے آستینِ دامن مرا جو ہو گیا یک بار زرد
 گھر سے کل نکلا جو وہ مستِ خرامِ ناز (ق) دیکھ کر اُس کا بستی جاہ و دستار زرد
 خلق کے چہرے پہ بس اڑنے لگیں مٹیائیاں ہو گیا رستہ^۱ مکان کوچہ^۲ در و دیوار زرد

تو بھی عاشق ہے کہو نہ زرد پہ اب شاید فراق
 ان دنوں ہوتا جو جاتا ہے تو میرے یار زرد

۱۔ خرا = بالکل - قلی - خالص

۲۔ (ع) میں : " ہو گیا رستہ مکان کوچہ و بازار زرد " ہے !

مجھ روسیہ کی گوہیں ہندوستان میں یاد ^۱ (نقشِ نگین ہے اپنی دلِ فلفلاں میں یاد
 اپنے تئیں ہی جان فراغوش کر دیا یاں تک کیا میں تجھ کو دلِ نیم جاں میں یاد
 ہچکی مگی ہے شیشہ کو اور جاں بلب ہے جام ساقی شتاب پہنچ کر ہے میکشاں میں یاد
 بیجا نہیں ہے نالہ موزونِ عنبر لیب کس رنگ سے کرے ہے یہ شعور و فغاں میں یاد
 غنچہ خراہ نہ مگل ہے نہ بکبل نہ باغباں کس کس کو ہائے رویے کر کر فغاں میں یاد
 اے طفلِ اشک رونے سے ہر دم کے ناثر وہ کام کر کہ تار ہے کچھ مردماں میں یاد
 عیش و نشاط بولِ بیتاب لے گیا حرفِ طرب نہیں مرے وہم و گماں میں یاد
 ظالم مجھے وہ یاد فراغوش یاد ہے شکر تے تھے وقتِ سیر بہم گستاں میں یاد
 سو وہ قدیم ربط فراغوش کر دے بھولے سے ہی کھو نہ کیا بند گماں میں یاد
 ہچکی بھی اب تو آنے سے موقوف ہوگئی مطلق نہیں رہی دلِ ناہراں میں یاد

بانگِ جرس نہیں ہے یہ بے ہودہ اے فراق

جلدی پہنچ کر ہر رہی ہے کارداں میں یاد

۱۔ (خ) میں : مجھ روسیہ گوہیں ہندوستان میں یاد ہے !

بزرگ نے تری ہر دم ہے ہر زباں میں یاد کروں ہوں بیٹھ کے میں کوچہ فغاں میں یاد
 شراب فوشی کے وقت ہم کو یاد کر لیجو ہمیں بھی رکھو بیاں ہنم کے کشاں میں یاد
 میں یہ بے ہودہ شور و فغاں و بانگِ جرس عزیزِ عمر کی یعنی ہے کارواں میں یاد
 نہ کچھ کمال ہے یارب نہ کچھ ہنسِ ہم میں کرے گا خاک کوئی ہم کو اس جہاں میں یاد
 ادھر تو چشمِ برہ^۲ مغل ہے اور ادھر زگس شباب آکر تری ہے یہ گمستاں میں یاد
 بزرگ شیشہ ٹٹے چوٹ چوٹ کر رہا تو آگیا جو مجھے ہنم کے کشاں میں یاد

فراق تجھ کو جواقی ہیں پچکیاں ہر دم
 کیا ہے کس نے تجھے ہنم درستاں میں یاد

۱۔ عزیزِ ہنم = بادشاہِ مدہ کا لقب = زمانہ قدیم میں یہ لقب ہنم کے عزیزوں کو ملا کرتا تھا !

۲۔ چشمِ برہ = چشمِ براہ

اشکوں پہ آئے لختِ جگر یک نہ شد دوشد (آتشِ غور دیدہ تر یک نہ شد دوشد
 وعدہ تھا ایک بوسے کا گر دے دے تو کیا! اے صندلین لباس اگر یک نہ شد دوشد
 نالہ کیا کہ تو آنسو ٹپک پڑے کس کس کی آہ لیجے خبر یک نہ شد دوشد
 دل کیا گیا کہ صبر و خرد کوچ کر گئے بیچا غرر پہ اور غرر یک نہ شد دوشد
 مٹھرتے آپ گالی کے ہتھ ٹھٹ بھی ہو گئے اے دامچڑے یہ رنگِ قمر یک نہ شد دوشد
 ہم بات بھی کہیں تو لگے تلخ زہر سی غروں سے ہو جے بشیر و شکر یک نہ شد دوشد
 سر آستین کیا تھا کہ دامن ڈبو دیا دروداد اور دیدہ تر یک نہ شد دوشد
 آمد نے تیری جان سے ہم کو تو کھو دیا جس پر ہے قہرِ عزمِ سفر یک نہ شد دوشد

دل تو فراقِ خون ہو آنکھوں سے بہہ گیا
 بھڑتے ہیں جس پہ لختِ جگر یک نہ شد دوشد

(۱۲۸)

عاری کرتا ہے آئینے سے ہے کتنا گھنڈ^۱ واہ رے تیرا غرور اور واہ رے تیرا گھنڈ
 چار دن کے حُسن پر ہے فو خطاں اتنا گھنڈ تم کو باغِ سبز دکھلایا ہے اُس پر کیا گھنڈ
 ایک تو مغرور اپنے حُسن پر قما سادہ رُو آئینے کو دیکھ کر اُس کو ہوا دونا گھنڈ
 دم بدم ٹھوسے لگے رہتے ہیں یہ پیارے ترے یوں ہیں بے وجہ کرتے مسافر و مینا گھنڈ
 جب سے کھائے ہے یہ اُن نے سیلی نیل برشک^۲ تب سے تیرے رُو بہ رُو کرتا ہیں دریا گھنڈ
 چشم نم سے یوں ہمارا نام ہے اِس دور میں جس طرح تھا جام سے اے ہم نشین جم کا گھنڈ
 دیکھ کر خوشید رُو کو پانی پانی ہو گئی شمع ہو خاموش یاروں نے ترا دیکھا گھنڈ
 تھلنت شغی ادا کیا کیجئے اُس کی بیاں سر سے لے پاؤں تلک ہے ناز و سرتاپا گھنڈ
 نام دھرتے ہو سبھی خوبانِ عالم کو جلا ہے تمہیں ہی شفیقِ سن کس قدر کتنا گھنڈ
 جام ہے شیش ہے عاقی ہے ہوائے ابر ہے جلد آجاؤ نہیں اِس وقت میں اچھا گھنڈ

مہبِ ظلم محض یان کا کارخانہ ہے فراق
 دولتِ دنیا پہ مغروری غلط بیجا گھنڈ

۱۔ (ع) میں: "عاری کرتا ہے اپنے سے تو ہے کتنا گھنڈ" ہے!

۲۔ سیلی = غرب۔ لاپنج۔ تھینر

۳۔ سیل = سیلاب

۴۔ سرشک = آٹو

(۱۲۹)

()
 جب لکھا تجھ کو میں اے سرو خراماں کاغذ اشکِ گللوں سے ہوا رشکِ گلستاں کاغذ
 جوں جوں خط دیکھوں ہوں رونا ہی چلا آتا ہے دیکھئے کیا کرے گایار کا طوفاں کاغذ
 میرے کاغذ کے کئے یار نے پُرزے پُرزے کیا لکھوں حال کا میں اپنے عزیزاں کاغذ
 تختہ کاغذ کا ہوا رشک سے یک تختہ ٹکلی جب لکھا تجھ کو میں اے رشکِ گلستاں کاغذ
 نامہ جب لے کے جھکتا ہوں جھڑے ہیں موتی گریہ چشم سے ہے میرے در افشاں کاغذ

۱ - (ب) اور (ع) میں : " خراماں کاغذ اور جاکر کاغذ " کی ہم تائید و ردیف غزلیں ایک ساتھ درج ہیں

پیش نظر متن میں علاحدہ علاحدہ لکھا گیا ہے !

۲ - (ب) میں : " میرے قاصد " ہے ! (ع) میں " میرے کاغذ ہے " - ! موخر الذکر صحیح ہے اس لئے داخل متن کر لیا گیا

(۱۳۰)

دُور سے قاصد نہیں دیتا اُسے جا کر کاغذ کاش لے جائے جہاں تو ہی اُڑا کر کاغذ
 جوں ہی قاصد نے دیا یار کو جا کر کاغذ غصہ ہو چٹیک دیا اُن نے اُڑا کر کاغذ
 دیکھ مضمون مرے گر یہ کا یہ قاتل بولا بعد کو چھوڑے گا یہ کج بخت اُڑا کر کاغذ
 سچ ہو تم کو قسم ہے یہ ہمارے سر کی کس کا جھوڑے میں یہ رکھائے چھپا کر کاغذ
 میں وہ گلزار رتم ہوں کر نکھوں ہوں ہر دم اشک سے تختہ گلزار بنا کر کاغذ
 دل کے ہر ٹکڑے پہ ہے سورہ اخلاص رتم یہ مری جان نہ پاؤں سے ملا کر کاغذ
 بات اچھی ہے نہ کھابی میں بیاں اپنے تاؤ جو ترے بندے ہیں اُن کو تو نکھا کر کاغذ
 تیری تصویر جو یاد آگئی روتے روتے سو گیا رات وہ چھاتی سے لگا کر کاغذ
 اتنے بیزار جو بندے سے ہو تم صاحب من خطِ آزادی ہیں نکھہ در منگا کر کاغذ
 نکھتِ محلی سے دلخ اپنا اُڑا جاتا ہے یارو بیجو نہ ہمیں عطر لگا کر کاغذ
 یار پوچھ جو مرا حل زبانی قاصد کچھ نہ کہیو تو دکھا دیجو اُٹا کر کاغذ
 کچھ ظلم ہی تری درگاہ میں نہیں سر پہ بچو مانگتا ہے یہ دھما ہاتھ اُٹا کر کاغذ

ابرو مہکت سے یہ دھونامہ اعمال فراق
 اس گنہگار کا منت دیکھ منگا کر کاغذ

۱۔ (ع) میں: " سچ ہو تم کو قسم ہے گی ہمارے سر کی " ہے

۲۔ خطِ آزادی = مریخی کا پروانہ

۳۔ درگاہ = درگاہ

۴۔ (ع) میں: " کچھ ظلم ہی نہیں درگاہ میں تری سر پہ بچو ہے

(۱۳۱)

ہم نے لکھا تجھ مد خونِ جگر سے کاغذ حیف گزرا نہ کبھو تیری نظر سے کاغذ
 نامہ لکھا تو یوں پر کھتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ نہ جل جائے کہیں سوزِ جگر سے کاغذ
 حیف مد حیف کہ اس پر بھی پچھتاؤں تک باندھ کر بیجا کھوتر کے ہی پر سے کاغذ
 دیکھتے ہی مرے نامہ کے تئیں روہی دیا بس کہ پُر تھا وہ مرے »د« اثر سے کاغذ

کس طرح سے میں فراق اُس کے تئیں خط بھیجوں
 تر رہے یہ مرے دیدہ تر سے کاغذ

۱۔ (ع) یوں: ” حیف مد حیف کہ اس پر نہ پچھتاؤں تک “۔ ہے !

(۱۳۲)

نہ کر علم تو مری جان دم بہ دم شمشیر
 ہر ایک آن تری ہم کو قتل کرتی ہے
 ہمارے قتل کو ابرو کی کیا ہے کم شمشیر
 یہ کچھ ضرور نہیں کیجئے علم شمشیر
 شگروں کی ^{لواضح} غلطی پہ بھول مت نادان
 نہیں یہ جائے تعجب جو ہوئے غم شمشیر
 غور بے گہنوں کی یہ تشنہ خوں ہے
 اگرچہ خوں سے رہتی ہے تیری غم شمشیر
 کرے جو اس سے کوئی عرض حال سو کیونکر
 کہ بات بات پہ بتلاوے ہے صنم شمشیر

فراق کشتہ ابروئے دلرباں ہوں میں
 کرے نہ کیونکہ مرے حال پر کرم شمشیر

(۱۳۳)

روتے ہیں بسکہ دیدہ خوں بار بار بار رہتا ہے اُس کے غم میں دل زار زار زار
 ابرو سے اُس کی تیغ کو پہے کیا مناسبت اُس پر سے پھینک دیجئے تلوار وار وار^۱
 نرگس کچھ ایسی باغ میں بیمار تو نہ تھی آنکھوں نے تیری کر دیا بیمار بیمار بیمار
 رستے میں جب سے ہو کے وہ نکلا ہے مست ناز روتے ہیں چپ سے مرم بازار زار زار
 آئے جو آج بیچ میں رندوں کے شیخ بھی دھولوں کے مارے ہو گئی دستار^۲ تار تار
 چاہا قاعدہ دل نہ ہمیں گلزار سے ناچار پر کروں ہوں میں اہلکار ہار ہار

رکھ عشق تو فراق اُس ابرو کی تیغ سے
 مینی سپاسی رکھتے ہیں ہتھیار یار یار

۱۔ وارنا = مددہ کرنا

۲۔ دھولوں = (دھوا، دھپا) دھینکا مٹی

(۱۳۴)

کب ہوئے سبک یاروں کو آرامِ زمیں پر رکھی ہی ہیں بادِ مہا^۱ گامِ زمیں پر
 اتنا توین آوارہ ہوں خورشید کی مانند گر صبح نلک پر کروں تو شامِ زمیں پر
 آمادہ^۲ مددِ نیستی کہتی ہے ہماری لکھے کوئی انگشت سے چوں نامِ زمیں پر
 کس کام کا ہے اشک جو خال ہو اثر سے کیا فائدہ پٹکا جو پٹو^۳ خامِ زمیں پر
 ساغرِ راہِ دے سئے ٹکڑوں سے تواساقی ورنہ میں پتک دروں گا ابی جامِ زمیں پر
 خلل نہیں اس رو میں کوئی چشمِ طمع سے ہر نقشِ قدم رکھتا ہے یاں دامِ زمیں پر
 آنکھوں سے تری یاد میں آنسو نہیں گرتے جھڑتے ہیں خرہ سے گلی بادامِ زمیں پر
 نے خندہ^۴ ساغر ہوں نہ میں مُلقِلِ مینا^۵ مجھ سا بی کوئی ہوئے گا نامِ زمیں پر

جوں گل ہے فراق اس کی جگہ سر پہ طارے
 رکھتا ہے قدم کب وہ گل اندامِ زمیں پر

۱۔ گام = قدم

۲۔ (ع) میں: "نے خندہ ساغر میں ہوں نے مُلقِلِ مینا" ہے

۳۔ (ع) میں: "مجھ سا" کی جگہ "ایسا" ہے!

حرمِ مکر کسے ہے وہ خونِ حرام پر گلرد کو اکتھائیں ہے پانچ چار پر (X)
 اُس گلبدن کے پاس مہا اپنے ساتھ تو لے چل مجھے ہی دوشِ نسیم بہار پر
 ہر آن میں جفا ہے ہر اک طرز میں غریب نادان ہے جو جاوے کوئی تیرے پیار پر
 سینے سے کل نکل ہی چلا تھا شباب سے پر ہاتھ رکھ لیا میں دل بے قرار پر
 غنچوں ہی نے قبا کو نہیں کچھ کیا ہے چاک گل کھائے ہیں ٹھلوں نے ربِ مہکدار پر
 تاثیرِ بخش میرا سا روزِ ناگہاں ہے دیکھ ہستی ہے برقِ گریہ ابر بہار پر
 پاوے نہ خواب میں بھی مکر کا ترے نشان مرغِ خیال مارے اگر چہ ہزار پر
 آوازِ ناگہاں یہ مجھے آگئی فراق (ق) گزرا جو ایک شخص کی مشیتِ بھار پر
 یعنی قدمِ بخیال کے رکھ مردِ باتمیز آگاہ ہو نہ چول تو اس روزگار پر
 ہم ہی کہو تھے رشکِ گلِ گلستانِ دیر ہستے تھے بلکہ جانِ امی لاد زار پر
 ہم ہی تھے شمعِ انجمنِ شادی و طرب مہرباں جلتے تھے رشک سے پروانہ وار پر
 طاقت کسی کی تھی کو جو ہو کوئی سامنے تھی اُن دنوں پہ یارِ قیامت بہار پر

گل کھاتے تھے تمام پڑے ہم پہ گلِ رُخاں
 اب چلے ہی کوئی نہیں رکھتا مزار پر

(X) تھارہ مجھ کو لہریں وہ گلرد کو اکتھائیں دو تہی چار پر ہے

(۱۳۶)

رونے سے مرے یاں تیں ہے آبِ زمیں پر ہر سمت نظر پڑتے ہیں تالابِ زمیں پر
 جس کو شبِ مہتاب سمجھتے ہیں، نہیں ہے غم میں ترے لوٹے ہے یہ مہتابِ زمیں پر
 آتی قی جہیں بسترِ محل پر نہ کھوسیند افسوں وہ کرتے ہیں پڑے خوابِ زمیں پر
 یوں لختِ دل اشکِ قتادہ ہیں ہر اک جا جوں فوجِ شکستہ کا ہوا سبابِ زمیں پر

حر دقتِ فراقِ اشکِ فشانِ یہ ہیں خوب
 برباد نہ دو گھرِ نایابِ زمیں پر

لاکھوں جو دیتے گالیاں ہو میرے نام پر کچھ ہر باں بہوت^۱ ہو تم اس غلام پر
 اوراقِ گل نہیں یہ پر اگندہ اے نسیم بلبل کے پچھ رہے ہیں چن میں تمام پر
 ہلن ہو رہا ہوں کوئی دم کا صبح دار خورشیدِ مودِ خود ذرا ہو تو بام پر
 ہے تیری یاد دل میں مرے نقش کا^۲ انجھر کھو رہا ہے اس نگینے کو میں تیرے نام پر
 چلتا ہے جب کبھو کہ ادا ہے وہ سرو ناز دل ہوتے ہیں نثار ہر اک اُس کے کام پر
 اسباب جس کے پاس ہو تیار ہو رہے کیا اعتباریاں کے ہے کوچ اور مقام پر

کب زلف و رخ سے دیکھتے ہوں بہرہ و فراق
 وعدہ اب آ رہا ہے غرض مجھ و شام پر

۱۔ بہوت = غریب شہری کے تحت استعمال ہوا ہے۔ صحیح لفظ "ہٹ" ہے !

۲۔ نقش کا انجھر = پتھر پر نقش !

(۱۳۸)

)

اے چشم نہ گریہ اس قدر کر میری ہی طرت تو ٹمک نظر کر
 بہتی ہیں کہاں تلک رہے گا ٹمک جا کے عدم کا ہی سفر کر
 کیا کیا نظر آ رہے ہیں خیالات آئینہ دل میں ٹمک نظر کر
 مت پوچھ تری گلی میں ظالم آیا ہوں میں جان سے گزر کر
 کچھ تو ہو اثرِ خفاں میں بلبَل بے ہودہ نہ اتنا شور و شر کر
 مگر طوائفِ حرم ہے تجھ کو منظور تو جا کے کسوئے دل میں گھر کر

مت چھیڑ مجھے خفا ہوں جاں سے
 مت جی کو جلا خدا سے دُور کر

(۱۳۹)

اغیار کا آگے نہ مرے نام لیا کر خون سر پہ نہ اپنے بُت خود کام لیا کر
 جوں ساغر میں دل کو بھی ٹک منہ سے لگالے پہلو میں مرے بیٹھے تو جام لیا کر
 مارا نہ پڑے عشق کی تہمت میں کوئی یاں ظالم تو سمجھ کر کسو کا نام لیا کر
 دل کس لئے بے چین تو رہتا ہے شب و روز اک دم تو نری جان تو آرام لیا کر
 دل خاطر میاں نہ آئزردہ کہیں ہوا اے صید ذرا دم تو تیرا دام لیا کر
 تاریک نہ کر اور شبِ بختِ سید کو زلفوں کو نہ کھڑے پہ سرِ شام لیا کر

مت ہاتھ سے جانے دے فراق اپنے تو دل کو
 اس شیشہ نازک کو تنگ تمام لیا کر

(۱۴۰)

ہر دم ڈراتے ہی رہے شمشیر کھینچ کر ^۱ ارا نہ جھوٹے ہاتھ کبھو تیسر کھینچ کر
 سمجھے تھے دام زلفِ بیہے بلائے جاں پر کیا کریں کر لے گئی تقدیر کھینچ کر
 صانع نے اپنے آپ لئے ہاتھ چوم چوم ^۲ عشق کیا بہت تری تصویر کھینچ کر
 یہ مرغِ دل تڑپ کے مری جاں کل نہ جا ^۳ بانہ و شکار بندے سے بچھیر کھینچ کر
 لے اپنے اس دردانے کی پیارے فرشتاب ساتھ اپنے لے نہ جائے یہ زنجیر کھینچ کر
 دستار اس کے سر پہ نہیں ہے یہ زینہار ^۴ بانہ و شکار بندے سے بچھیر کھینچ کر

محشر کا کیا ہے غم مجھے لے جائیں گے فراق
 جنت کے بیچ شبر و شبر ^۵ کھینچ کر

۱۔ جھوٹے ہاتھ = ظاہری لہو پر

۲۔ خوگیر = جن کو کسی بات کی عادت ہو گئی ہو (دستار)

۳۔ شبر = حضرت ام حنین

۴۔ شبر = حضرت ام حنین

(۱۴۱)

ہم ہوتے جیتے ہی نہ کبھو تم سے جان دُور
 پر کیا کریں زبیں ہے سخت آسان دُور
 کان ہے قتل کو تو مرے ابرو و مژہ
 کراہتھ سے کہیں تو یہ تیسروں کان دُور
 خفایاں بغیر کو چمنِ دل سے مات کر
 جس طرح خاکِ دُخ کو کرے باغبان دُور
 ظاہر میں گو جُدا ہیں پہ دل سے قریب ہیں
 تم آپ سے نہ جانو ہمیں مہربان دُور
 بوٹہ جو میں نے مانگا ہو غقد میں وہ شوخ
 کچنے لگا کر آگے سے ہو بد زبان دُور
 غنٹا کی طرح چلے جو تو ہورے نام و در
 کر صفحہٴ جہان سے اپنا نشان دُور
 ہم خاک ہو گئے ہیں پہ خاطر میں کچھ نہیں
 شاید کہ اس سے ہی ہے کچھ اک امتحان دُور
 مرتبا میں تیرے پاس تو حاضر شبانہ روز
 پر کیا کروں مرا بھی ہے پیارے مکان دُور

غفلت میں ہی فراق کی کٹی اپنی ساری عمر
 بیدار تب ہوئے کہ گیا کاروان دُور

۱۔ (ع) میں: " ہوسہ جو میں نے مانگا تھا ہو میں وہ شوخ " ہے !

(۱۴۲)

پیچھے ہے سیل دیدہ خونبار دُور دُور سبزہ ہر ایک جا ہے نمودار دُور دُور
 پاس اپنے جس دل ہی عجب چیز ہے بن دیکھے ہی ہے خریدار دُور دُور
 اغیار تیری ہنرمیں بیٹھیں ترے قریب افسوں اور پیرے یہ گنگار دُور دُور
 دل کیا کہ تیری چشم کی نگہیں بھی ہے ریفن ہیں تیری انکھڑیوں کے ہی بیمار دُور دُور
 فریاد کھینچے اُس ستم آئیں کی کیجئے اُس کے میں دیکھتا ہوں طرفدار دُور دُور
 اُس زلف و رخ کی دھم ہے لے رہا تاجشام ہیں اُس کے ہی غصن کہ گرفتار دُور دُور
 یہ ہی کوئی طرح ہے جو کہتے ہو میری جاں ہر وقت چل سرک لے ہر بار دُور دُور
 ملنے کا میرے اُس سے یہ اب رنگ ہے فراق میں پاس پاس جاؤں تو وہ یار دُور دُور

اور اُس سے جب کروں ہوں گلے لگنے کا میں قصد
 پھر تب رہیں ہے ستمگار دُور دُور

(۱۳۳)

جفا کے پردے میں یک گونہ پیار ہے آخر ہر جلا ہے پر اپنا وہ یار ہے آخر
 شباب آؤ مگر نہ ترے تغافل سے ہمارا کام تغافل شکار ہے آخر
 ہزاروں برق یہ تڑپے پر اُس کو پیچھے ہے یہ میری جان دل بے قرار ہے آخر
 اُسید بوسے گالی کے دینے میں اُس سے کہ بعد جنگ کے دار و مدار ہے آخر
 دو چار بولے کھویم سے ہی تو چار ابرو کہ چار دن کی میاں یہ بہار ہے آخر
 کروں میں کیونکہ جدا رُو سے دردِ دلم کو ترے کہ میری جان یہی یادگار ہے آخر
 نہ دل لگائے ہرگز جانِ فانی سے کہ بے ثبات یہ ہے اختیار ہے آخر
 قفس سے چھوٹے ہیں اب تو مزے اڑا دیں گے یہ یاں جو دیکھیں تو آکر بہار ہے آخر
 برنگ آئینہ آنکھوں میں آ رہا ہے دم شباب پیچھے کر یہ جان نثار ہے آخر

فراقِ پردے ہے کوئی دم کو دیکھ مَیج وصال
 نہ کر تو علم کہ شبِ انتظار ہے آخر

۶۔ کوئی = غریب شری کے قفس کی
 جگہ استعمال ہوا ہے !

۱۔ شباب = جلدی

۲۔ (ع) میں : " اُسید بوسے گالی کے اُس صنم سے ہیں "۔ ہے !

۳۔ (ع) میں : " کروں میں کیونکہ جدا اُس سے دردِ دلم کو ترے "۔ ہے !

۴۔ (بہم) میں : " قفس سے چھوٹے ہیں مزے اڑا دیں گے "۔ ہے ! (ع) میں : " قفس سے چھوٹے ہیں یعنی کہ اڑنے لگے ہیں
 دونوں سرے اُڑ رہے ہیں۔ قیاسی قفس کو دی گئی ہے ! یہودیت ہے !

۵۔ (اب) میں : " شباب پیچھے کر یہ میری جان نثار ہے آخر "۔ ہے ! (ع) میں : " شباب پیچھے کر یہ جان نثار ہے آخر "۔ ہے

مخبر الکرمی اور عزیزوں ہے اس کے داخل متن ہے

کرے ہے تیغِ بگد سے تو دل پہ وار ہزار (۱) پڑے ہیں راہِ گزر میں ترے شکار ہزار
 ہلکے امیجِ سعادت کا تا ادمر ہو گزر^۲ بہ شکلِ دام ہیں یاں چشمِ انتظار ہزار
 جہاں کو دیکھا تو یاں دوستی بہت کم ہے جو لاکھ دشمنِ جاں ہیں تو دوستِ وار ہزار
 غرورِ حسن سے تو سوطرچ ہیں ادمر ناز ادمر نیاز ہے اور بجز و انکسار ہزار
 ملاپے خاک میں آخر کو مثلِ لاد و گلی^۳ مسابقت کرے گرجھ سے روزگار ہزار
 خوشی کرے چمنِ دہر میں کوئی کیا خاک ! جو ایک گل ہے تو یاں اُس کے ساتھ خار ہزار
 ہمارے اشک کی پچھے نہ آبِ داری کو صدف سے نکالے اگر دُرّ شاہوار ہزار
 جب اُس کے عارضِ مملکوں کو یاد کرتا ہوں گرے ہیں آنکھ سے آنسو مرے ہزار ہزار

نہ بار لایا ہمارا کہو نہالِ اُسید
 اگرچہ لایا ہر اک نخلِ برگ و بار ہزار

۱- (ع) میں : یہ غزل نہیں ہے !

۲- (ب) میں : "ہمارے امیجِ سعادت کا تا ادمر ہو گزر" ہے !

۳- مسابقت = دوستی

(۱۴۵)

)

بھٹے یاں سے روانہ ساقہ فریاد و فغان لے کر ^۱ چلے ملکِ عدم کو آہ ہم یہ ارغمان لے کر
 نہ دیکھی زلف و رخ کی سی ترے تصویر دنیا میں بہت کی سیر ہم نے روم سے ہندوستان لے کر
 نہ گلشن اس کو بھاتا ہے نہ مہرا ہی خوش آتا ہے ^۲ دلِ وحشت زہ کو جاؤں میں یارب کہاں لے کر
 مری ہی طرح تجھ کو بھی سدا بے چین رکھے گا کرے گا دل کو کیا سیرے تو اے آرام جاں لے کر

۱۔ ارغمان = تحفہ۔ سوغات۔ انوکھی چیز

۲۔ (ع) میں: "نہ اس کو گلشن بھاتا ہے نہ مہرا ہی خوش آتا ہے" ہے !

یوں شاد ہے عاشق کو رہ شمشیر لگا کر جوں آدے نشانے پہ کوئی تیر لگا کر
 زلفوں کے ترے دام میں چنیتے نہ بھی ہم پر کیا کریں لائیں ہمیں تعمیر لگا کر
 دل نذر کو رکھا تھا، ہوا قطرہ خوں ہو تم آئے مری جان بجلی میر لگا کر
 دل چاہِ ذوق میں جو بھو غرق نہ ہوتا لاتا میں اڑا آپ کو سو پیر لگا کر
 جی آہِ سحر سے تو مرا سرد ہوا تھا لایا اُسے پر ناؤ شب گیر لگا کر
 گردنِ زہنی حرفِ محبت پہ نہیں ہم کچھ کیجئے قائل ہیں تعمیر لگا کر
 دل تجھ پہ تصدق ہو مری جان جو لاوے ساتھ اپنے تو اُس کو کسی تعمیر لگا کر
 ہمت میں جو کی آپ نے اُس بندہ نوازی تو آئیے بس حلقہ نہ بنیر لگا کر
 مرقد پہ مری شمع نہ رکھو کہ رکھا ہے میں سینے میں داغِ غم شبیر لگا کر
 یارو یہ زمانہ کوئی عبرت کی جگہ ہے حسرت سے جواؤں سے ہیں تا پیر لگا کر
 جگر خاک کے تودے کے وہاں خاک ہیں ہے رہتے تھے جہاں چلن و چھت گیر لگا کر

۲
مگر خالِ فراق اور ارادہ ہے غزل کا
 تحریر کرد تو دلِ دل گیر لگا کر

۱- (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲- (ب) میں : " ارادہ ہے - ہو کتابت ہے - معرہ موزوں نہیں ہے - قیاسی قیاس کر دی گئی ہے !

۳- (ب) میں : " ارادہ ہے - ہو کتابت ہے - معرہ موزوں نہیں ہے - قیاسی قیاس کر دی گئی ہے !

سر کا وہ کمان دار تو بس تیر لگا کر میں دل میں رکھا تیر وہ تادیر لگا کر
 چھاتی سے رکھا تھا دلِ دل گیر لگا کر پر زلف تری لے گئی ہے پیر لگا کر
 افراتحرار ہے یہ مہتاب سے ہمہ دو ساغر میں تو لا قرصِ لہا شیر لگا کر
 کیا دلِ نشگفتہ مجھے یاد تو دریا چھاتی سے وہیں غنچہ تصویر لگا کر
 سزا ہے یہ ہر نہیں ہے دلِ پرداغ ظالم اسے بھیجا ہے بہ تدبیر لگا کر
 تابوتِ ترے کشتے کا مدفن بھی نہ بچا افسوں کو کیا تو بڑی دیر لگا کر
 یہ نالہ جاں سوز ناک کو نہ جلا دے لانا کھو اسے تو مرغ ہوا گیر لگا کر
 پھلِ اشکِ ندامت کے ہوا اور نہ پایا یہ نخلِ محبتِ دلِ دل گیر لگا کر
 ہوتا ہے سحر اُس کی گلی تک جو ارادہ تو جائے گا گلزارِ تاشیر لگا کر
 ہوتا ہے جوں ساغرِ ٹٹے منہ سے لگا دے عینک ہی ذرا دیکھ تو اے پیر لگا کر
 اے شمعِ ذکرِ نرم میں تو چرب زبانی کاٹیں گے تجھے خوب ہی گلگیر لگا کر
 اس گلشنِ دریاں میں فراق اب تو ہزاروں برباد کئے شاہ سے تادیر لگا کر
 تکیہ بھی سراپے کو نہیں اُن کے سیر جو بیٹھے تھے مسندِ توقیر لگا کر
 دارا نہ سکند، ہے فریدوں ہے نہ فحاک کیا بیٹھے کوئی یاں دلِ دل گیر لگا کر

مگر سلسلہِ درد میں ہے تم کو ارادت

تو بیٹھ رہو حلقہٴ زنجیر لگا کر

- ۱- (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !)
- ۲- طباشیر = ہندی میں ہندوچن کو کہتے ہیں
- ۳- نشگفتہ = جو کھلا نہ ہو
- ۴- دیر = تاخیر
- ۵- گلگونہ = غار
- ۶- دارا = فارس کا مشہور بہادر حکمران
- ۷- سکندر = یونان کا " " "
- ۸- فریدون = فارس کا مشہور حکمران جو دانشمندی میں شہرہ آفاق تھا
- ۹- فحاک = ایران کا مشہور بادشاہ
- ۱۰- ارادت = عقیدت

۱
(۱۲۸)

دورانِ کچھ نہیں نرگس ہی تنہا چشمِ میگوں پر چمن میں سردی مڑتا ہے تیرے قہرِ موزوں پر
 نہیں چٹھنے کے بعد از رنگ بھی پابندِ الفت کے سوادِ زلفِ لیلیٰ سے یہ لکھ دو خاکِ مہنوں پر
 شہیدِ تیغِ قاتل کا ملائکِ عرس کرتے ہیں قنادیل سے وورشید سے روشن ہے گردوں پر
 کیتِ کمرِ کمری ہو گیا یاں تک ^۲ تگا پو کی نہ آیا زینہار اُس کی کمر کا ہاتھ مہنوں پر
 غلام اپنا سمجھ یا آشنا یا دوست یا ہمدم ہر صورت ترا اے آئینہ رخسار میں ہوں پر
 کمر کے آگے اُس یلیٰ منش کی کل میں چکا تھا صبا نے آج چٹریاں خوب ایریں بیدِ مہنوں پر
 علاجِ دردِ دل ہے اُس لبِ میگوں کا اک بت رکھے ہے فخرِ یاقوتِ فخرہ اور مہنوں پر
 چٹے ہے کچھ روی کی چل ہم سے راتِ بازو سے تجھے ہی اب گے ہیں سلفِ بے ہر گردوں پر

فراقِ خستہ جاں کا حل مت پوچھو زبانی تم
 ذرا رکھ دیجو ہاتھ اُس کے دلِ نالان و محزون پر

۱۔ (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ کیت = گھڑا

۳۔ کمری = گھڑے کا ایک مرض

۴۔ تگا پو = دھڑ دھوپ

(۱۴۹)

رنگ ہونٹوں کا ترے گل ترے ہتر در دناں ہیں ترے سلک ہتر سے ہتر^۱
 بے اثر آہ سے اور آہ اثر سے ہتر بے تر شاخ سے اور شاخ تر سے ہتر^۲
 ابریشیاں کے ہوا قطرہ سے گوہر پیدا ہے پسروہ ہی کہ جو ہودے پور سے ہتر
 بے پردہ بال نے آرام سے رکھا ہم کو بے زری دیکھی تو ہے دولت زر سے ہتر
 کبر تقویٰ سے تو ہے بحر گنگا بھلا خوب دیکھا تو یہ ہے عیب ہتر سے ہتر
 زلف اور ٹکڑے کی کیا اُس کے کرہاں تولیف ہے سحر شام سے اور شام سحر سے ہتر
 موئے باریک رگ گل سے یہ ہے نازک تر ہیں چھتے کی کمر تیری کمر سے ہتر
 یار کا خون جو میزان میں تو لا دیکھا^۳ ہے کئی درجہ یہ ان شمن و قمر سے ہتر
 ب چٹکے ساغر وینا سے ترے درجے سا قیاب بندہ درگاہ یہ تر سے ہتر^۴
 مردان دیدہ پر آب برے کافی ہیں مگر پرستائیں یہ ابر نہ بر سے ہتر
 وہاں یہ چسپیدگی و خاطر آرام کہاں باغ جنت کا نہیں یار کے کمر سے ہتر^۵

اُن کا بندہ نہ ہوں کیونکر میں دل و جاں سے فراق
 کوں دنیا میں ہیں درد و آثر^۶ سے ہتر

(۱) ۲-۱ = (۲) میں یہ اشار ہیں !
 ۳- چٹکے = سیر ہوئے
 ۴- چسپیدگی = اختلاط
 ۵- درد = خواجہ میر درد
 ۶- آثر = خواجہ میر آثر (خواجہ میر درد کے بااں) خواب و خیال ان کی مشہور شہر ہے !
 (۷) تذکرہ معجم نثری و یار کا خون جو میزان خردی تو لا ہے

(۱۵۰)

نہ گھبرا غافل آجائے جو گاہے ہات چھاتی پر کر ہو گا ایک دن سنگِ گراں سیہات چھاتی پر
 میں اُس کے مصحفِ رخسار کا کشتہ ہوں اے مردمِ کلام اللہ کی نگاہِ دیدہ آیات چھاتی پر
 مرا سینہ جواب یک دستِ گلِ ہندی کا تختہ ہے یہ کس پائے نگاریں کی لگی ہے لات چھاتی پر
 یہ ٹدھے چوٹ کر رہتا ہے طفلِ اشک اے مردمِ تھپک کر غنچہ بزرگاں سے رکھ دو ہات چھاتی پر
 بُرا کرتے ہو آئینے کو اپنی چھب دکھاتے ہو یہ ناختم لگا بیٹھے گا پیارے ہات چھاتی پر
 نہ کیوں کر سانپ لوٹے اپنی چھاتی پر کہ وہ گلِ رُو رکھے ہے ہار کو پھولوں کے ساری رات چھاتی پر
 میں ان چشموں کا کشتہ ہوں جو مرجاؤں تو احمدم کوئی نرگس کا دستہ کاٹ دیدہ سات چھاتی پر
 فراق اب عشق کیوں کرتا ہے تو خوبانِ ظالم کا جلاکب تک رہے یہ ہر شیون ہات چھاتی پر
 بہت سے آپ کی دولت سے پا پڑ ہم نے بیٹے ہیں
 نہ دلیئے تو نگ اب تو قبلہ حاجات چھاتی پر

۱۔ سیہات = افسون

۲۔ (ع) میں: "گھلات" ہے!

۳۔ (ع) میں: "رکھے" تو پھولوں کے ساری رات چھاتی پر۔ ہے!

۴۔ (ب) میں یہ شعر نہیں ہے (ع) میں موجود ہے۔ اس نے داخلِ متن کر لیا گیا ہے!

۵۔ دولت = بددلت

۶۔ قبلہ حاجات = دوسروں کی حاجت رفع کرنے والا

دل جن نے دیا آپ کو انسان سمجھ کر (اُن نے غلطی کی یہ مری جان سمجھ کر
جواب کسی کی نہ سنے جان سمجھ کر سنتا ہے تو گلہ اُسے ہر آن سمجھ کر
اب تک مری چھاتی کے پھولے ہیں چھوٹے اغیار سے ملے گا مری جان سمجھ کر
یہ چشم مری معدن^۲ انگر نظر آئی یا قوت کی رکھا تھا اے کان سمجھ کر
الاس کو کھاتے ہیں ابھی نیلم و یا قوت کھانا د لگانا مری و پان سمجھ کر
اک دم کو ہوا ہوں کہ چراغِ سحری ہوں کیا ہے تو کیا شمعِ شبستان سمجھ کر
حضر کے ہے مراجی کہ کس دل نہ نکل آئے کچھو مری سینے سے یہ پیکان سمجھ کر
پاؤں سے نہ نکلے کل صد چاک کو گلہ سر پر رکھو یہ غنچہ اُبتان سمجھ کر
سمجھے ہیں ترے کامل و خط کا یہ غوند کب دیکھتے ہیں شبل و ریحان سمجھ کر
معمود یہ ہے کشور جان داغِ جگر سے رکھا ہے اسے ہر شلیان سمجھ کر
مردم جو نظر باز ہیں دیکھتے ہیں تماشا ہر شاخِ مزہ پیچہ مرغان سمجھ کر
یہ تپلے سب جھریے ہیں چھوٹ ہیں گے ٹک چھیڑ بوتم خارِ بیابان سمجھ کر
اغیار کو ساغر لے دُشنام ہو ہم کو تقسیم ہوئی خوب مری جان سمجھ کر
کیا حسنِ صاف کا بیاں تیرے کریں ہم اے ہیں فراق ہم تجھے سبجان سمجھ کر

خوایں سے فراق اب نہیں ہم دل کو لگاتے
اک آن کا اپنے تیش ہمان سمجھ کر

۱۔ (ع) میں یہ قول نہیں ہے (ب) میں ردیف "ز" کے ذیل میں دبہ تھی۔ پیش نظر قلم میں ترتیب صحیح کر دی گئی ہے!

۲۔ معدن انگر = انگاروں کی جہن

۳۔ ہر شلیان = پیڑ حضرت شلیان جن کی ہر پر اسم اعظم کندہ تھا!

۴۔ سبجان = عربی زبان کا قنار شاعر

(۱۵۲)

دل نے کیا ہے زلفِ سید کا خیال پھر بیٹھے بٹھائے سر پہ لیا ہے وہاں پھر
 دردِ فراق سے ہے راہی نڈھال پھر تاحدِ شباب کے پیامِ درِ حال پھر
 مکھڑے کو دیکھتے ہی غرض جی نکل گیا طاقت کیسے رہی جو کرے عرضِ حال پھر
 اس خاکسار نے تو دل و دین کیا نیاز مکھڑے پہ کیوں غود ہے گردِ ملال پھر
 بلی بھر نہیں ہے اہ سے اے ہر شے تو کم کاجل کا کیوں بناوے ہے مکھڑے پہ خیال پھر
 موت کے بعد پھر نظر کیا ہے دردِ دل اے چرخِ بے وفائے ذرا حالِ حال پھر
 صورت ہے یا مرقعے تصویر ہے کوئی کیا نظر نہیں ہے جو حن و جمال پھر
 دیکھا تام صفوِ میل و ہمار کو ایسی شبیہ دیکھی نہ ایسی مثال پھر

لیکن اس غزل سے تو ہوتی ہیں فراق
 بحرِ سخن سے دُرِّ معانی نکال پھر

۱۔ (ع) میں : ”دردِ فراق سے ہے راہی نڈھال پھر“ ہے !

۲۔ (ع) میں : ”اس خاکسار نے تو دل و دین کیا نیاز“ ہے !

۳۔ حالِ حال = جلدی جلدی

۴۔ (ب) میں : ”صورت ہے یا مرقعے تصویر ہے تصویر کوئی“ ہے

(ع) میں : ”صورت ہے یا مرقعے تصویر ہے کوئی“۔ مرقعہ الکریم اور حُرُوس ہے اس کے دلائل میں کیا گیا ہے

مکھڑے پہ اپنے زلف کے کھولو نہ بال پھر عشاق کے سروں پہ نہ لاؤ وہاں پھر
 سیرِ چمن کا اُس کو ہوا ہے خیال پھر ہو دیں گے تو نہال چمن سب نہال پھر
 ہو جٹے گا یہ نکتہ مقابل اک آن میں آئینہ دیکھ مُنہ پہ بناؤ نہ خال پھر
 جانے کے ساتھ ہی نکل جٹے گا میں جانے کا حرف مُنہ سے نہ اپنے نکال پھر
 دل کی گرہ کو کھول ہم آغوش ہو جائے اے غنچہ لب کیسے ہے اُمید وصال پھر
 ایسا کیا ہے دستِ نگارین نے پاٹال آیا ^۱ ہاتھ طائر رنگِ خیال پیرا
 مگر ادا و ناز ہے تجھ میں تو سر بسر آفتِ غیب ہے جس پہ یہ حُسنِ رطل پھر
 جوڑا میں ہے گانٹھ ^۲ مٹھیلی ہے نہر کی سربستہ بلا ہے ہر اک بال بال پھر
 زلفِ بیہ تری جو سرِ رُڈ سے کھو عاشق نہ ہو دے تابہ قیامتِ جمال پھر
 ابرو کی گر کجک تری دیکھے بہ چشمِ غور غمگت سے آساں پہ نہ نکلے ہلال پھر
 چوں 'بگ' ادا کا جو کچھ سول قول ہو سیزانِ حُسن ^۳ یہ ہیں احتمال پھر
 وہ انکھریاں کہ رنگیں بیار جس پہ غش تحریرِ سرِ قس پہ پتالے تو نہال پھر
 الفقہ خواب میں بھی نہ دیکھا ترا نظیر آیا مرا تو عرشِ بریں تک خیال پھر
 ٹھوکر کے ساتھ گالی ہے چھڑکی ادا کے ساتھ اے واچھڑے نکالی ہے یہ بول چال پھر

۱۔ احوالِ دردِ دل میں کہوں تجھ سے کیا فراق
 ۲۔ بارے ذرا مزاج ہوا ہے بھال پھر

۱۔ (۵) میں: "آیا نہ ہاتھ گاہے یہ رنگِ وصال پھر" ہے !

۲۔ زہر = ہن کی گانٹھ

۳۔ کجک = کجی

۴۔ "بارے ذرا ہوا ہے مزاجِ جمال پھر" ہے !

لکھا ہوا ہے یہ اُس سہیلیں کے پردے پر نہیں ہے کوئی اب ایسا نہیں کے پردے پر
 جب اشک چشم میں آتے ہیں یہ چھپاتی ہے نگاہ کیجئے اُس آستین کے پردے پر
 کھلے کسی پہ جلا کیوں کر رازِ پردہ غیب کہ عقل مُکھ ہے جاں آفریں کے پردے پر
 غم فراق میں مروت کیا پہ آہ نہ کی ! صد آفریں دلِ اندرہ گیں کے پردے پر
 نہ سچ سے دُور کیا وقتِ خواب بھی کھڑکٹ خیال کیجئے بُتِ شرمگین کے پردے پر
 مے نزار کے اب گردِ کھنچ دو دیوار مراہوں میں کسی پردہ نشیں کے پردے پر
 کل اُس کا پردہ میانا کا سینہ چمک نہ تھا ^۲ولہ ہے تھوڑا اس نازیں کے پردے پر

۱۔ (ب) میں یہ غزل ۳۹۷ میں تھی۔ چونکہ اس غزل کا تعلق ردیف "ر" سے ہے اس لیے درج ذیل متن پر

ترتیب درست کر دی گئی ہے۔

۲۔ میانا، (میلنا) پرہ دار پائی

۳۔ دو، دل

اپنی میں جان سے مڑا ہوں مجھے یار نہ چھیڑ تجھ سے سو بار کہا میں نے یہ تکرار نہ چھیڑ
 اشک کا تار بندھا ہے مجھے تو یار نہ چھیڑ ٹوٹ جاوے نہ کہیں موتیوں کا ہار نہ چھیڑ
 میرے رُکش نہ ہو اے ابر بہاری چل دور پانی پانی ابھی ہو جائے گا یک بار نہ چھیڑ
 ناخنِ طعن سے مت سینہ خراشی کر شیخ دیکھنے کا ہوں فقط اُس کے گنگار نہ چھیڑ
 اپنی گردن پہ نہ لے خونِ دواؤں سے ڈر پارہہ ہوں مجھے شیشترِ خار نہ چھیڑ
 دیکھ طوفاں ابھی اک پل میں کرین گے برپا اپنے رُمال سے یہ دیدہ خونبار نہ چھیڑ
 ایک دل قاجو بہا چشم سے ہو کر خوں ناب اب تو کیا ڈھونڈے ہے سینے میں ستمگار نہ چھیڑ
 اُس کے جب مُکھڑے کو میں ہاتھ لگایا ہوں گا کچھ ہے ناک پڑ جائے گلِ رخسار نہ چھیڑ
 ایک پیر جو طلب کیجئے تو ہو ارشاد گالیاں دوں گا ابھی میں تجھے دو چار نہ چھیڑ
 اور زیارہ بھولگ چلے تو یوں کہتا ہے دُور بکھت 'سرک' چل مجھے ہر بار نہ چھیڑ

عشق کے مذہب و ملت ہی نزلے میں فراق
 سب کو پھینک دے اور رشتہ زُنا نہ چھیڑ

۱- (ع) میں: "اُس کے جب مُکھڑے کو میں ہاتھ لگایا ہوں گا" ہے !

۲- سب کو پھینک دے

موج زنیاں تیں ہے دیدہ پُر آب ہنوز ابشک سے بھر رہے ہیں شہر کے تالاب ہنوز
 آئینہ ہی نہیں کچھ دیدہ پُر آب ہنوز چشمِ نرگس میں ہیں غم سے ترے خواب ہنوز
 چاد میں چین کہاں دیکھ تو غم چشموں سے ہر سرِ چاہ پہ چکڑیں ہیں ^۱ در لآب ہنوز
 نہیں اُس چہرہ گُلگوں پہ عرق کے قطرے ^۲ قائم النار ہے یاں دیکھ لو سیلاب ہنوز
 خاکِ سرگشتہ عاشق سے بنایا ہے اسے یوں ہی گردش میں ہیں ساغرِ مہتاب ہنوز
 ہیں نہالانِ چمن اشک سے میرے ہی نہال باغِ سرسبز ہیں اور ببول ہیں شاداب ہنوز
 کھو گئی ہے سرِ خط پہ کھو طرزِ عتاب اپنا ٹھہرا ہی نہیں ہے غرضِ القاب ہنوز
 گئی شاداب ہے آگے ترے پانی پانی آبِ نخلت سے ہیں آئینہ غرقاب ہنوز
 چل بھاٹا یارانِ عدم کا تو فراق
 ہم ہی اک رہ گئے دالبتہ اسباب ہنوز

۱۔ دو لآب = رہٹ۔ جن کھیت سے سینچنے کے لیے پانی نکالا جاتا ہے !

۲۔ قائم النار = آگ پر ٹھہرا ہوا

۳۔ (ع) میں : ” قائم النار ہے یاں دیکھ تو سیلاب ہنوز “ ہے (مسیاب - پارہ)

(۱۵۸)

آیا نہ مرے گھر تو مری جان کسی روز نکلا نہ مرے دل سے یہ ارمان کسی روز
 آتے ہو تو پھر وہیں چلے جاتے ہو پیارے رہتے ہیں گھر میں مرے بہان کسی روز
 زخموں کو مری جان بناتے ہی رہو تم پوچھا نہ مرا حال پریشان کسی روز
 یہ شیشہ گراں دیکھ کے ٹکڑے نہ کرے دل کے ڈرتا ہوں لٹا دیں نہ دوکان کسی روز
 آتا ہے نظر اپنے تیں دیدہ گریاں : رو رو کے بچا دیں گے یہ لمونان کسی روز

جھنجھلا کے فراق ہاتھ سے اُس جوشِ جنوں کے
 کر ڈالوں گا چاک اپنا گر بیان کسی روز

۱۔ (ب) میں : " لوٹا " ہے۔ ایلے کی غلطی ہے !

(۱۵۹)

قمر ہوتی ہے ادا شوخ ادا ساز سے رز ^۱ لولی چرخ تو سیکھ اُس بُت طائر سے رز
 مردہ دل چونک اُٹھیں شوخ جولیوں پکلی دورِ محشر ہوٹلیاں جو کرے ناز سے رز
 بخدا دل کو لیا دم ہی میں بوسہ نہ دیا ہوگی زور ہی اپنی بُت دم باز سے رز
 جام دیتے ہوئے گالی ہے اشارت ہے ادا روز ہوتی ہے اس انجام کے آغاز سے رز
 شمع دہوے جو سرگرم جگت محفل میں شل گریز چمڑے شط آواز سے رز
 رازِ دل اپنا کیا دیدہ تر نے افشا منفعیل سخت ہوا کہد کے یہ غماز سے رز
 ہر قدم پر سر انداز سے اک ٹھوکر ہے ہر اشارے میں ہوئی جاتی ہے اک ناز سے رز
 سر سے لے پاؤں تک موردِ آفت ہے یہ اُس کے نکلے ہے ادا ناز سے انداز سے رز
 دائرہ ہاتھ سے لے ماہ کے شب لولی چرخ ساتھ ہر نغمہ میں کرق ہے عجب ساز سے رز
 ہر طرف دیدہ اختر سے اُسے چٹک جی روز ہوتی غرض عاشق جاں باز سے رز
 چھیڑ اور اُس کے دلچسپی میں غیبِ رنگت ہے کیا کہوں رات کو ہوتی عجب انداز سے رز

دین و دل دے کے فراق آپ کو آزاد ہوا
 پھینکے اور کہیں جا کسی دساز سے رز

۱۔ (ع) میں یہ قول نہیں ہے !

۲۔ لولی چرخ = فہرہ ستارہ

۳۔ دم باز = دھوکے باز

م۔ (دب) میں: " روز ہوتی غرض عاشق جانبار سے رز " ہے ! یہو کتابت ہے۔ مودہ ناموزوں ہے۔ قیاسی قیج کر دی گئی ہے !

ہوئیاں جو گلی داغ جگر آخر روز چھوٹے ہرگز نہ شفق بار دگر آخر روز
 اُس کے دھڑوں سے کوئی کیونکہ برادرے یارب شام ہو جن کی سحر ادھر سحر آخر روز^۱
 بولنے کا نہیں تاہم قیامت تم سے آپ آدمیں گے دری جان اگر آخر روز
 میرے رونے کا ذرا پیٹے تماشا تو دیکھ! سیرِ دریا کو تو جلا ہے کدھر آخر روز
 مگر رے رات کو وہ رشکِ قمر آدے گا دل یہ کہہ دیجو ہر اک سے خبر آخر روز
 مکرو اندیش ہے کہہ دیجو ^{یہیں کہتے ہیں} ~~مکرو اندیش~~ نظری یہ کوئی آیا جو نظر آخر روز^۲
 اشک و فریاد و فغان دردِ عالم زاری کو کیجو یک لخت انھیں شہر بدر آخر روز
 جز طرب کے کوئی پھلکے نہ دری مجلس میں جامِ دماغِ نظر آدمیں مگر آخر روز
 میں ہوں اور یار ہو اور گوشہ تنہائی ہوا غم کا مطلق نہ رہے اور اثر آخر روز
 یا الہی ہی ہر صبح دعا ہے تجھ سے تا قیامت رہے یہ رشکِ سحر آخر روز

کہہ فراق اور غزل ایک تو اب ایسی ہی
 جس میں خورشید غلط جھلکے یہ ہر آخر روز

۱۔ (ع) میں : " شام ہو جن کی سحر ادھر سحر آخر ہوتا ہے !

۲۔ نظری - تصرف کی اصطلاح میں وہ علم جس میں حقائقِ موجودات سے بحث کی گئی ہو !

(۱۶۱)

مہ جیں باندھ کے فٹا جو کمر آخری ہر نے ہاتھ سے دی ڈال سپر آخر روز
 تدیاں بہائیں پل مارتے پل ٹوٹ گئے یاں تلمک پھوٹ ہے دیدن تر آخر روز
 جس دنیا ہے یہ وہ جس کے خریدار کو اب^۱ نفع گر بھیج کو ہووے تو غر آخر روز
 بھیج کو جائیو اب رات یہیں کر ادار^۲ قصد جانے کا بھیج^۳ ذکر آخر روز
 روزہ داروں کو مد عید کا بدوئے کالماں مت نکل گھر سے تو اے شک قمر آخر روز
 مت تھے پس بہ جیں خندہ زناں نازکناں یار دیکھا تھا بہ انداز ذکر آخر روز
 یوں ہجوم اشک کا شرکاں پہ رہے ہر دم^۲ نزدیکی میں کرتے ہیں جیسے دگر آخر روز^۳
 دلخیرے کو چھوڑ تری زلف میں کیونکر نہ پیسے اور جاوے دل کلم لستہ کدھر آخر روز
 اس کو بھولا نہیں کہتے ہیں جہاں میں پیارے بھیج کو بھولا ہوا آوے جو گھر آخر روز
 کیا لوں خوب طالع کو فرق اپنے بیاں بھیج کو آیا نہ وہ رشک قمر آخر روز

وصل کی رات سے آگے گل خوشید غفا
 منہ دئے آہ مرے دیدن تر آخر روز

۱۔ (ع) میں : " جس دنیا ہے یہ وہ جس کے خریدار کو اب " ہے !

۲۔ نزدیکی : تجارت پیشہ مسافروں کے ٹھہرنے کی جگہ (سرائے) یا وہ بازار جو شام کو دلگزی رہ گئے ہوں۔

۳۔ (ب) اور (ع) میں : " نزدیکی میں کرتے ہیں جیسے نزد آخر روز " ہے ! سو کہ ثابت ہے ۔ مگر ناموزوں ہے

تیسری تفسیر کردی گئی ہے !

(۱۴۲)

جان من کیونکہ نہ ہو تجھ کو دل زار عزیز اپنا ہر ایک کو ہوتا ہے خریدار عزیز
 عرض جو دل کرے سو مان لے اے یار عزیز یعنی ہے سب کے تئیں خاطر بیمار عزیز
 آں و نالہ کو رکھے کیوں نہ دل زار عزیز فیضہ بازوں کے تئیں رکھتے ہیں سردار عزیز
 بندے ہیں اس کے چہاں رشتہ الفت ہوئے سب سے کام لے لیں کو ہے زنا ر عزیز
 سر بازار نہ لادے رے یوسف کو یوں ہی کئی ہیں خانہ نشین اس کے خریدار عزیز
 کب گئے تھے کائیں نام لیا تھا ظالم یوں ہی ہوتا ہے گئے کا تو مرے ہار عزیز

بے حجابان سر ہام پہ آ جا ظالم منتظر ہیں گئے کئی طالب دیدار عزیز
 انوری، سعدی، شیرازی، ذکیری، صاحب کیا ہی فرماتے ہیں خوب وہ اشعار عزیز
 اب فراق اور نصیر اور محب اور قاسم غالب و عشق سے لے کر ہیں کئی یار عزیز

بہ حق تعالیٰ اُنہیں دنیا میں سلامت رکھے
 مستغفرم ہیں یہی اس شہر میں دو چار عزیز

- ۱۔ انوری : فارسی کا مشہور قصیدہ گو شاعر، نجمہ انوری
 - ۲۔ سعدی : فارسی کا مشہور ایرانی شاعر، جن کی مشہور ترین تصنیف گلستاں اور بوستاں ہے
 - ۳۔ شیرازی : حافظ شیرازی : فارسی کے غیر معمولی مشہور شاعر
 - ۴۔ ذکیری : فارسی کے ممتاز شاعر
 - ۵۔ صاحب : ایران کے ممتاز فارسی شاعر
 - ۶۔ فراق : ~~فارسی~~ فارسی نام ~~فارسی~~ نذیر
 - ۷۔ نصیر : شاہ نصیر : دور متقدمین کے مشہور شاعر
 - ۸۔ محب : شیخ ولی اللہ محب : خواجہ میر درد کے شاعر
 - ۹۔ قاسم : میر درد اللہ قاسم : تذکرہ مجموعہ لغز کے مصنف اور دور متقدمین کے ممتاز شاعر
 - ۱۰۔ غالب : ~~فارسی~~ فارسی ~~فارسی~~ ہمارے بیک خان غالب
- ۱۱۔ عشق = میر عزت اللہ عشق
 کلیم قدرت اللہ قاسم کے فرزند
 ۱۲۔ مستغفر = عزت سید امجد امجد

(۱۶۳)

دیکھا جو زمرہ نے ترا جامہ تن سبز^۱ میرے کی کئی کھا کے کیا اپنا بدن سبز
 آتا ہے جو غل تاب رے دیدہ ترے شاید کہ جوئے سینے کے پھر زخم امن سبز
 صرت سے رے آگے بس ہاتھ لے ملے دیا ہی جو کہا ہر میں تری پستہ بدن سبز
 صرت میں خدا سبز کے قاتل یہ ہوا ہے مقتول کا لازم ہے ترے ہوئے کفن سبز
 بچے نہ اچھو کہک دس چال کو تیری آگے تری چھب کے نہ جو لڑاؤں چن سبز

مداح فراق ہوں حسین اور حسن کا
 اتفاق میں امید ^{لیو کریم} چھپ چھپ کر یہ سخن سبز^۱

(۱۶۴)

یوں اشکِ سُرخ کرتے ہیں ہر خار خار سبز نخلِ خزاں وسیعہ کرے جوں بہار سبز
 آرامِ دل جلوں کو محبت کے ہے کہاں شادابِ چلچلی ہے نہ شاخِ اناہ سبز
 خرگاں پہ یوں ہے نختِ جگر کی رے نمود^۱ جیسے کہ پھولِ سُرخ ہوں اور خار سبز
 ہونٹوں پہ تیرے سبز خدا یوں نمود ہے جوں سُرخ حاشیہ پہ ہو تحریرِ یار سبز^۲
 دہلی نہیں ہے کو چُہ فردوس ہے کوئی کشمیر یاں نہ سبز ہوئے سبزوار سبز^۳
 نشوونما ہے خاکِ نشینی میں دیکھ تھم جو خاک میں ملا وہ ہوا ایک بار سبز
 گردنِ لشی و کبر ہے نقصان کا سبب دیباچہ نخلِ شمع تو میں ایک بار سبز^۴
 ماتم میں شاہِ دین کے نہ تھا میں جن والوں کرتے لباس میں نہ فقدا سووار سبز
 غنچے الم میں شب کے تریاں دریدہ ہیں سون سیاہ پوش ہے ہر پرک و ہار سبز
 ہم عندلیبِ گلشنِ وحدت میں اے فراق
 آگے ہمارے ہو سکے ہے کب حزار سبز

۱۔ اب میں : "خرگاں پہ یوں ہے نختِ جگر کی رے نمود" ہے : (ع) میں : "خرگاں پہ یوں ہے نختِ جگر کی رے نمود" معر الذکر بھی اور مدروں ہے اس لئے داخل متن کر لیا گیا ہے !

۲۔ (ع) میں : "جوں سُرخ حاشیہ پہ ہو تحریرِ یار سبز" ہے !

۳۔ سبزوار = ایران کا ایک اور ضلع علاقہ

۴۔ (ب) میں یہ شعر نہیں ہے (ع) میں موجود ہے اس لئے داخل متن ہے !

دیکھ آئیے کو کیونکر ہو نہ اپنا جی اداس تیرے مٹھنے کے یہ آگے دے ہے دکھائی اداس
 کل رخت کی ہرم ساری نرگسستاں ہو گئی انتظار نے تری مجلس کی مجلس کی اداس
 نقش پا آسائیں اٹھنے کے یہ غیر از فنا خاک روں کو رکھے گوئی تہذیبی اداس
 چھایا ہے یاں تلک دل میں مرے رتب فنا اپنی نظروں میں لگے ہے گلشن ہستی اداس
 جام ہے شیش ہے ساقی ہے چن ہے ابر ہے ہائے ان سب پر رکھے ہے دل کی بیتابی اداس
 تجھے جہیز سارے اسباب طرب اے شک گل پر نہ ہونے نے ترے ساری یہ صحبت کی اداس
 خاک پر لوئے ہیں شیشے چشم پر نہ ہیں ایام میکہ ویراں ہے تجھ پر اور ساقی اداس
 آئینہ دے بہا میں نے رکھا پوچھ ہے تو تیری فرقت سے طبیعت اپنی ہے ایسی اداس
 گھر میں جی لگا ہے نے مہر خوش آوے ہے مجھ خاطر آشفق رہتی ہے غرض اس کی اداس
 سن کے جھنجھلا کے یہ بولا وہ وا کچھ ہے صبر آپ تو میری ہی خاطر رہتے ہیں یاں جی اداس

گلشن دنیا میں کیا کوئی لگاوے ہی فراق
 نچنے میں دلیہ نرگس دے ہے دکھائی اداس

- ۱۔ (ح) میں: "پر نہ ہونے نے ترے ساری یہ صحبت کی اداس" ہے!
 ۲۔ (ح) میں: "خاطر آشفق رہتی ہے غرض ایسی اداس" ہے!

(۱۶۶)

جب پھیندوں ہوں ہے وہ اپنے کو مان لیں ^۱ بھادیں تری نہیں رہی ہوتی ہے جان لیں
 جو کچھ دیرے یار میں انداز و ناز ہے ایسی کسی میں دلیلی نہیں میں نے آن لیں
 دیتا ہے بات بات میں کیوں سمجھ کو گالیاں یہ بھی کوئی طور بھلا بہ زبان لیں
 آنکھوں میں رہے خواہ ری جان و دل بے سیر ملنے کا آپ کو نہیں ایسا مکان لیں
 جی میں جو آدھے آپ کے بندے کو اب کہیں چلتا تمھارے آگے نہیں مہربان لیں
 آئی ہے میرے تیرے تو اک خلق درمیاں ^۲ کر اب تو نیچے گتیں کہ میان لیں

ہر دم دل فراق نہ پاؤں تلے ملو
 باقی نہیں کچھ اس میں یہ ہے نیم جان لیں

۲۔ (ب) میں : آئی ہے میرے تو اک خلق درمیاں ہے : (ج) میں : آئی ہے میرے تیرے تو اک خلق درمیاں
 دو خزانہ ہے اور موزوں ہے۔ اس نے داخل متن کر لیا گیا ہے۔

(۱۶۷)

یہ اس قدر مجھے اب کس کا انتظار ہے بس کد رات دہن پہی رو نے سے کاروبار ہے بس
 جہاں میں دیکھوں ہوں تجھ کو اپنا پرے میں شک میں فہرڈ کیونکہ کروں اس میں میرا یار ہے بس
 ہزار لاد وٹل کی ہمیں نہیں ۔ پروا یہ اپنا سینڈ پر داغ لاد زار ہے بس

سرسبز چشمِ دلِ داغدار کافی ہے
 ترے فراق میں اب یہ ہی یادگار ہے بس

(۱۶۸)

نہیں جو آئینہ رویوں کی مہلتا نرگس تو کس لئے ہے جلا حیرت آشنا نرگس
 ہر لب نقش قدم ہے جو چشمِ دا نرگس تلکے ہے راد کسی طبعِ دن کی کیا نرگس
 چن میں کسی کی ہے آمد جلا ہوا نرگس لئے ٹھہری ہے جو تو باتھ میں عہدا نرگس
 برنگ سرو اگر سے چن میں کر عزراں کسی کے آگے سراپنا تو مت جھکا نرگس
 تجھے ہے علتِ یرقان، دیکھ لہندے کو نہیں ہے تجھ کو سیر جو کھر با نرگس
 خیال کرے تری چشم کا جو مدفن پر آگے مزار شہیداں پہ جاہ جا نرگس
 جو تیری چشم کے کشتہ پر ہے اے مگر تو ان کی خاک پہ آنکھوں سے جا چڑھا نرگس
 ان آنکھوں پر تو رہتی ہے سزائوں پر صد آفریں تجھے رحمت ہے مر جا نرگس
 رات جو تم گلِ نرگس جو باتھ میں ہر دم تمھاری آنکھوں سے ہی کیا ہے خوشدا نرگس
 میں اس کی یاد میں آنکھوں کی اس قدر رویا کہ جائے سبزہ آگے ٹھہریں جاہ جا نرگس
 یہ کس کی راد کیلے ہے جو ایسی چیز ہے برنگ دیدہ تصویرِ نقشِ پا نرگس
 لگا رہا آنکھ دلا کشتن جہاں سے تو رکوں دم میں پھو ہوا باغ ہے فنا نرگس
 فراق بھر لہا ہوں میں یاں تلک ہے غرق کہ شدم آتی ہے ہمت یہ باجر نرگس
 بیان کیا کرے اپنی یہ زرد روی کا ہر لب آئینہ ہے حیرت آشنا نرگس

اسی سے راتھ ہے پر چشمِ مغفرت ہر دم
 اسی کا باغ جہاں میں ہے آسرا نرگس

چمن میں دیکھنے مت جاؤ تو سیری جاں نرگس داغِ گل کے تئیں ہوئی نردباں نرگس
 تو اس کی چشم کے گوشے ہیں مجھ کو رہنے دے مجھ پسند نہیں روضہٴ جاناں نرگس
 جہاں کی دید کر اور کچھ نہ بول گلشن میں جو چشم دے ہیں تو دیتے ہیں زباں نرگس
 چمن میں آج جو پھولی نہیں سلماتی ہے بتاؤ ایسی ہے کیا شاخ زعفران نرگس
 ہر ایک چشمِ زدن میں ہے چشم و شوخی کرے براہری اس چشم کی کہاں نرگس
 مبرا ہے ہر سرِ رہِ گل میں مارے پا پر رکاب کدھر کو جائے ہے یہ آہ کارواں نرگس
 کھلی ہی رہ گئی ہے آہ چشمِ حیرت سے یہ دے دے ہے دیدہ مشتاق سے نشان نرگس
 ہمارے یار کی آنکھوں کا یہ ٹھونڈ ہے رکھے ہیں اس لئے سو پر یہ مردماں نرگس
 بقولِ حضرتِ عرفی کہ تھا ہوا استاد چمن میں دیکھنے مت جاؤ تو سیری جاں نرگس
 گلابِ حن شود با تو ہنساں نرگس تو چشمِ عالمی و چشمِ بوستاں نرگس

ہمارے ہر سے کیا کوئی بھی لگاؤ ہے فراق
 کدوم کو باغِ یہاں ہے نہ ہے یہاں نرگس

۱۔ نردباں : سیرھی

۲۔ اب میں : "بتاؤ" تو ہے کیا شاخ زعفران نرگس ہے : (ع) میں : "بتاؤ ایسی ہے کیا شاخ زعفران نرگس"۔
 نہ خراگہ کر چچ اور موزوں ہے اس لیے سن میں داخل کیا گیا ہے :

۳۔ (ع) میں : ہر سرِ راہ ہے :

۴۔ اب میں : یہ شعر نہیں ہے (ع) میں موجود ہے : اس لئے داخل سن کر لیا گیا ہے :

(۱۷۰)

^۱
 زلف اور خط ہی نہیں کچھ ہم کو زنجیر و قفس حلقہ چشم و نگہ قاتل کے ہیں تیر و قفس
 باغ تک جانے میں دیتے ہو مینا بھلا کٹ چن کے پاس تو رہے دو بے پیر و قفس
^۲
 حلقہ پائے زلف میں دل کو ہے یوں وابستہ جس طرح ہوتا ہے باہم و بڑا ^۲نچھیر و قفس
 سیرگشتن سے ہیں کیا کام ہے اے عندلیب ہم ہیں یا نار ہے یا یہ آد شبگیر و قفس
 قید غم میں بھی نہیں تو بھولتا اے شب ماہ آنکھوں کے آگے رہے ہے تیری تصویر و قفس

صاف طینت پائے بند زلف و خفا میں اے فراق
 جوہر آئینہ سے ظاہر ہے زنجیر و قفس

۱۔ (۱۷۰) میں: "حلقہ چشم و نگہ قاتل کے ہیں تیر و قفس" ہے !

۲۔ "نچھیر" = شکار کیا ہوا پرندہ

(۱۷۲)

اشک کے ساتھ نکلتی ہے جگر سے آتش شعلہ طرازِ کزوق ہے نظر سے آتش
 زلف کو دیکھ کے دل آہ جگر سے نکلتا کوئی دیتا نہیں ہے شام کو گھر سے آتش
 عجب عارض ہیں درہائے ہناؤش کے بیچ متقبلِ لگ رہی ہے اب جگر سے آتش
 شعلہ شمع کی مانند جگر سے اپنے اشک نکلتے ہیں ادھر سے تو ادھر سے آتش
 جل گئی آہ تنہا خرد و صبر و قرار عشق کی دل میں پڑی آہ کدھر سے آتش
 شعلہ آہ نکلتا ہے رے سینے سے جیسے پتھر کے نکلتے ہیں جگر سے آتش

شعلہ ساں لگ رہی ہے آگ سرو پا سے فراق
 اب بچھاؤں میں ادھر سے تو ادھر سے آتش

(۱۷۳)

ہر آہ جگر ہے مری آلودہ آتش جو لختِ جگر ہے سو یہ آلودہ آتش
 ہے آتشِ دل ہی یہ مری ذلیت کا باعث^۱ مانندِ سمندر ہوں میں آلودہ آتش

۱۔ (ح) میں: ”ہے آتشِ دل ہی سے مری ذلیت کا باعث“۔ ہے !

(۱۷۴)

اس میں ناخوش ہو تو یا ہو اے دل غم خوار خوش ہے خوشی میری وہی جس میں ہو میرا یار خوش
ابر میں مَتَّاب یوں کا ہے کو دیتا ہے بہار^۱ زلف میں جیسے لگے ہے وہ گلزار خوش
دستاں میرے تیش دیتے ہو کیوں تکلیف باغ یار بن آتا ہے کس کو یاں گل و گلزار خوش
تیرے ہی حق میں آئی ہے یہ اے رشک چمن یہ پھبن یہ جار نہیں اور یہ رفتار خوش
تیری کیا قصید ہے بازار میں تقدیر کے جس خاطر خواہ لب نے کر لی واں اک بار خوش^۲
حُسن و انداز و تغافل کو کیا تُو نے پسند آہ و فریاد و فغاں ہم نے کیا اے یار خوش^۳

پڑا فراق اور اک غزل تو مجلس اجاب میں
بیشتر یاروں کو آتے ہیں ترے اشعار خوش

۱۔ (ع) میں : " ابر میں مَتَّاب یوں کا ہے کو دیتا ہے بہار " ہے :

۲۔ (ع) میں : " جس خاطر خواہ لب نے کرتے ہیں اک بار خوش " ہے :

۳۔ اب میں : " نہیں ہے (ع) میں " کو " ہے ! " مخرالہ کریم اور حوزوں ہے اس لئے داخل متن کر لیا گیا ہے

(۱۷۵)

میرے رونے سے ہے یوں وہ نرلے عیار خوش غل صحت کر کے ہووے جس طرح بیمار خوش
 کون سی بات جو تجھ میں نہیں ہے دل فریب ناز خوش انداز خوش رفتار خوش گفتار خوش
 ہر قدم پر ناز ہے، ٹھوکر ہے، اک انداز ہے ہائے رے کافر تو سیکھا کس سے یہ رفتار خوش
 میں جو اک بوسہ پہ دل دیتا نہیں کہتا ہے شوخ دور ہو مجھ کو نہیں آتی تری تکرار خوش
 نعل اور یا قوت کا پھیکا گلے ہے ان کو دنگ جن کو آتے ہیں یہ تیرے نعل شکر بار خوش
 لختِ دل اشبِ جگر ہیں گئے یہ تیرے پیش کش ان میں سے جو چاہے تو کرے رے دلدار خوش
 کیا فراق اس شادی و غم پر ہے یاں کے اعتقاد (ق) یاں کی میسرنگی پہ کیا ہووے کوئلے یار خوش

گلشنِ دنیا میں ہے گاہے بہار و گہ خزاں
 گاہ یاں دور چار ناخوش ہیں گہ دور چار خوش ۱

۱۔ (ح) میں یہ غزل کا آٹھواں شعر ہے :

(۱۷۶)

لبِ جانان رکھتے ہیں دلِ غمِ خوار کی خواہش زبے طالعِ مسیحا کو ہے یاں بیمار کی خواہش^۱
 ہوا خواہوں کو یوں ہے کوچہ دلدار کی خواہش نسیمِ صبح کو چوں ہو گل و گلزار کی خواہش
 جو اس کی زلف کا ہے ہالِ سوسنِ مطول^۲ ہے درِ امت کو تو ایسی مطلبِ دشوار کی خواہش
 کسی کی پوئے الفت یاں چمن میں کھینچ لائی ہے وگرنہ ہم کو مطلبِ گل سے نے گلزار کی خواہش
 یہ زرق و برق دنیا ہم کو مت دکھلا تو اے منعم فقیروں کو نہیں چنداں کچھ اس سردار کی خواہش
 رہے تارِ نظر میں پھیلے ہے عکسِ درِ دنداں مجھے کیا دریاں ہے حوتیوں کے ہار کی خواہش
 ہر رتبہ سرور و آزاد ہیں ہارِ تعین سے انہیں پروا نہ جاوے کی نہ کچھ دستار کی خواہش

ہمارے دیدہ پیر خوں سے دامنِ تختہِ گل ہے
 فراقِ ہم کو نہیں ہے کچھ گل و گلزار کی خواہش

۱۔ (ح) میں: "زبے طالعِ مسیحا کو بھی ہے بیمار کی خواہش"۔ ہے !

۲۔ مطول = طویل

(۱۷۷)

بندہ پرور جرم عصیاں کے سید کاروں کو بخش نشہ جامِ نحبّت کے تو میخواروں کو بخش

سر سے لے پاؤں تلک ہم ہیں غریقِ موصیت فضل سے اپنے تو ہم عاھی کنیزکاروں کو بخش

(۱۷۸)

ہے نالہ زناں جو پس دیوار کوئی شخص
 کافر ہو کوئی یا کر ہو دیں دار کوئی شخص^۱
 تو گلے تیں گوشت دستار پر مت رکھ
 کیا غیر سے آنکھیں تو لڑاتا ہے ادھر دیکھ
 انداز ہے آفت ہے قیامت ہے سراسر
 ہوں دیدن دل کی بھی میں قسمت کا دوار
 نرگس یہ نہیں دیدن عاشق نگراں ہے
 آرام ہے شب کو نہ مجھے چین ہے دن کو
 دل قیامت ہوس میں میاں لو اسی ہاتھوں
 کس شوخ کی یہ چال کا کشتہ ہے اپنی
 تو دید کی رخصت مجھے دیتا نہیں عالم
 کہتا ہے سری چشم کو مت دیکھ تو اے واٹے
 کیا دل کوئی نیسیرنگی عالم پر لگاوے
 اک بیچ پہ دیکھا ہی نہ ہم نے تو کسی کو
 دل بانڈھ فراق اس سے جو قائم ازلی ہے^۲
 رہنے کا نہیں اور تو نہ ہمار کوئی شخص

- ۱۔ (ب) میں : "کافر ہو کوئی یا کوئی" میںہار کوئی شخص ہے : (ح) میں : "کافر ہو کوئی یا کر ہو" دیندار کوئی شخص
 "وخرالذکر مجھ اور موزوں ہے۔ اس لیے داخل متن ہے !
- ۲۔ (ب) میں : "یعنی رکھے ہے حسرت دیدار کوئی شخص" ہے : (ح) میں : "یعنی ہے رکھے حسرت دیدار کوئی شخص"
 "وخرالذکر زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے داخل متن کر لیا گیا ہے !
- ۳۔ (ب) میں : "اک بیچ پہ دیکھا ہی ہم نے کسی کو" ہے : (ح) میں : "اک بیچ پہ دیکھا نہ فرق ہم نے کسی کو" ہے
 "تو قائم ازلی ہے جو ازل سے قائم ہے یعنی خداوند عالم !

(۱۷۹)

وہ دن ہیں یاد کہ تھا ہم سے دم بہ دم اخلاص
اب اخلاص ہے غروں سے ہم سے کم اخلاص

شے ہے جام تو گریاں ہے شیش مہربا
رہے ہے شادی و غم میں یہاں ہم اخلاص

۱۔ (ب) میں یہ غزل حرمتِ تجھی کے لحاظ سے "ض" کے ذیل میں درج ہے۔ پیش نظر متن میں ردیف کی ترتیب صحیح کر دی گئی ہے !

گل کے اس رنگ سے کہ ہیں گئے درخشاں عارض جان من میں ترے رشک مد تاباں عارض
 رت غنچہ ہو کر چھپا تو تہ داماں عارض ہر سے ہیں یہ ترے دست و گریباں عارض
 ساتھ رکھتے ہیں تری زلف پریشاں عارض جو پریشانی نہ کیونکر مجھے جاناں عارض
 دیکھ اس آئینہ کو نہ وہی طاقت عرض باب حیرت کا ہو مجھ پہ نگہاں عارض
 کفر و اسلام سے دونوں سے متبر ہے تو زلف کافر ہے تری گر چہ مسکلاں عارض
 باغ کیوں جاوے ہے تو آپ ہے رشک گلشن خدا تر اسبزد ریحان ہے گلستاں عارض
 مجھ کو ہر رات تری زلف کا رہتا ہے خیال کیوں نہ ہووے مجھے اب حل پریشاں عارض
 ایک دل جس کے طلبگار کی کیا کیجئے زلف و ابرو لب و دندان و زنجواں عارض
 شعلہ پڑ گئے ہیں دل میں پھپھو لے تب سے جب سے دیکھے ہیں یہ ترے عرق اشاں عارض
 چاندنی یہ نہیں ہے غور سے نہک ظالم دیکھ ماہ لوٹے ہے ترے دیکھ کے تاباں عارض

جاں ہری دل کی ہو اس شوخ سے کس وجہ فراق
 زلف چھوڑے ہے تو پھر ہووے ہے خواہاں عارض

(۱۸۱)

کون کہتا ہے کہ تم مت سُنو اغیار کی عرض پر کہو تو ہو قبول اپنے کنبہ گار کی عرض
 گوشتِ چشمِ ادھر بھی ہو تو ہے عینِ کرم گاہ گاہ ہے تو سنا لیجے دلِ زار کی عرض
 کر کہیں قیدِ غمِ پھر سے آزاد اے ہو پذیرا تو بھی اپنے گر فتار کی عرض
 مرنے کی حسرتیں پر ہی کی، میں جی ہی میں آہ زُنی تو نے بھرا اپنے دل افکار کی عرض

جی میں کیا کیا ہیں بھری اپنے تمنائیں فراق
 کون سنا ہے ولے عاشقِ بیمار کی عرض

(۱۸۲)

لایا ہے جب سے ان دنوں وہ گلزارِ خدا کب کس طرح سے مٹے پ دے ہے بہارِ خدا
 اب بھی تو میرے خدا کا نہ اس نے دیا جواب کیا فائدہ کر کہے اُسے بار بارِ خدا
 عالم میں رسمِ خدا و کتابت ہے یک دگر تو کہے مجھ کو تو میں نکھوں تجھ کو یارِ خدا
 بچے ہے کوئی اترے خدا کی بہار کو دیکھے ہیں تو خلوں کے ہیں چند ہزارِ خدا
 عاشق کرے نہ جب تیں خابِ تر اپ کو خدا کس کو وہ کہے ہے ب خدا غبارِ خدا
 اس ماہِ رد کا حُن ہوا ہے چار چاند ابرو سے اس کے جب سے ہوا ہے دو چارِ خدا

آخر ہوئی بہار تو اب حُن کی فراق

حُنِ بیاں سے رہ گیا ہے یادِ گارِ خدا

(۱۸۳)

جو عیب و قول کیا تم نے سو تمام غلہ
قرار صبح غلہ و وعدہ ہائے شام غلہ

سوائے جو و جفا کے کچھ اور بات نہیں
دکھا ہے کس نے دل آرام تیرا نام غلہ

(۱۸۴)

یلم کو ہے پیارے تری آنکھوں کے پہننے سے رُہا نے سُبُو سے یار واقف ہیں نہ میخانے سے رُہا
 یوں علاؤ ہے اُسے اپنے سے بیٹانے سے رُہا رشتہ ہر سبچ کو جیسے رہے دانے سے رُہا
 دور کمر منہ سے نقاب اپنے تو اے خوشید رُو کیوں جلا تا ہے تجھے کچھ بھی ہے شرمانے سے رُہا
 ساتھ دل کے اس قدر ہے اشک کا میرے بیجوم جس طرح سے ہووے ہے لڑکوں کو دیوانے سے رُہا

دردِ دل کے اپنے بندے ہیں ہر صورتِ فراق

نے ہیں مطلب ہے کعبہ سے نہ بُت خانے سے رُہا

(۱۸۵)

ہمیں تو ایک ہے اُس اپنے ہی نگار سے خدا تو عندلیبِ اُراتی ہے سو ہزار سے خدا
 چمن سے ہم کو خوشی ہے نہ لالہ زار سے خدا جو خدا ہی ہے تو ہمیں اپنے گلزار سے خدا
 بیمار آنے کی تجھ کو خوشی ہے اے بھل دلِ فسدہ کو کیا آسید بیمار سے خدا
 لڑی یہ اشکِ مسلسل کی نذر ہے پیار سے اگر ہے تیرے تئیں موتیوں کے ہار سے خدا
 نسیمِ بحر کی تھپت بھج کو دو سردم بچے ہے مگر ذکرِ اپنی چشم زار سے خدا
 بانِ برق سے ہے وہ خندہٴ گل پر جیسے نسیم ہے اُس خندہٴ نگار سے خدا
 کیا ہے الفِ معنہ نے خوب سا محلوں رہا نہیں ہے ہمیں خدایِ مشکبار سے خدا
 ہر گد سہو کے ہارِ الم سے ہیں آزاد خزاں سے کچھ ہمیں مطلب نہ کچھ بیمار سے خدا
 میں کشتِ اشکِ جگر کی ہوں اب داری کا میاں نہیں ہے مجھے درشت ہوار سے خدا
 تو شیخِ خواہ ہم نفرین و خواہ کر تحین ہمیں تو یار کے ہے لب و کنار سے خدا

فراقِ مجھ سے تو کیفیتِ شراب نہ پوچھ
 کہ ہم نے خوب اٹھائے ہیں چشمِ یار سے خدا

- ۱۔ (ع) میں : " جیسے نسیم سے ہے اُس خندہٴ نگار سے خدا "۔ ہے !
- ۲۔ (ب) میں : " خواب اٹھائے ہیں "۔ ہے ! (ع) میں : " خوب اٹھائے ہیں "۔ ہے !
 "وخرالہ کر لچ ہے" اور "وزوں ہے اس لئے متن میں داخل کر لیا گیا ہے !

(1^4)

(۱۸۷)

دُکار نے چراغ ہمیں نے فرد شمع روشن ہے داغ دل سے تجلی نور شمع
 بھول ہیں سہاق ہے غمزد کی بزم میں ہے اشکِ مٹفتوں سے نہایاں غمزد شمع
 جلتی ہے اور کسی سے نہیں جیتی ہے راز دل اللہ رے حوصلہ ترا بل بے شعور شمع
 شعلہ نہیں یہ جھلمکے ہے ہر تارِ اشک میں^۲ تحریرِ نور کی دیکھ لو بین الہ نور شمع
 یارو خدا کے واسطے انصاف تو کرو لببت رکھتے ہے مہر سے کیا خاک نور شمع
 مہر تو کی میرے اُس سے نہ تشبیہ دیجئے مہر و ص ہے وہ دیکھ لو چاکر حضور شمع^۳

اُڑنے لگی ہیں چہرے پہ اُس کی ہوائیاں
 مہوش برا فراق ہوا جوں حضور شمع

۱۔ بل بے = مرجا۔ آفریں

۲۔ (ح) میں: شعلہ نہیں ہے جھلمکے یہ ہر تارِ اشک میں ہے :

۳۔ مہر و ص = سفید داغ کا رلیف

مہوش مرا جو شب کو کہو ہو حضور شمع مانند رنگِ گل وہیں اڑ جائے نورِ شمع
 بزمِ جہاں میں خوب نہیں ہے یہ سرکشی آخر کو سر کٹا ہی رہے ہے غرورِ شمع
 روشن دلوں کو دیکھ نہیں سکتے کورِ چشم تفسیر کیا چراغ کی کیا ہے تصورِ شمع
 جھکے ہے پیرہن میں تریوں بدن پر ا فانوس میں نمود ہو جیسے کہ نورِ شمع
 پروانے کو جلا کے یہ بسوے بہائے ہے یارو خدا کے واسطے دیکھو ہو نورِ شمع
 سر کو ٹپک ٹپک کفِ حدت تلے ہے وہ شط نے جب سے دیکھی ہے ساقِ بلورِ شمع

پھر کہ فراق اور غزل اس زمیں میں کہہ
 ہوتی ہے جس طرح سے ترقی نورِ شمع

۱۔ (ب) میں یہ غزل "شمع" کی روایت کے ذیل میں درج نہیں ہے۔ پیش نظر متن میں ترتیب درست کر دی گئی

(۱۸۹)

کیا عجب ہے لوگ تیرے گرد ہوں جاناں جمع شمع پر دیکھائیں رہتے ہیں بہت پروانہ جمع
 نئے پرتوں میں بہم ہوتا ہے اکثر اتفاق دیکھ ہر مجلس میں اس کے شیشہ و پیماں جمع^۱
 وقت جاں سوز کو میرے پہنچ سکتے ہیں^۲ سارے عالم کے اگر کیجے بہم افانہ جمع
 طفلِ اشک اپنے جلا کیونکر نہ دامن گیر ہوں بیشتر یہ تے ہیں لڑکے گرد ہر دیوانہ جمع^۳

۱۔ فراق اس کا عجب ہے حُسنِ اک عالم فریب
 ساتھ رہتے ہیں گے جس کے خولیش اور بیگانہ جمع

۱۔ (خ) میں: "دیکھ ہر مجلس میں اس کے شیشہ و پروانہ جمع"۔ ہے !

۲۔ (خ) میں: "وقت جاں سوز میرے کو یہ پہنچ سکتے ہیں"۔ ہے !

۳۔ (خ) میں یہ شعر نہیں ہے !

۴۔ خولیش = اپنے

(۱۹۰)

یہ دگر ہونے لگی حرف و حکایات شروع غیر سے آپ نے کی بارے ملاقات شروع
 کیا بلا کس سے یہ سیکھے ہو میاں اے ظالم^۱ چلی ہی لیتے ہو جب کرتے ہو تم بات شروع
 بزمِ زنداں ہے خفا ہو جیوت شیخ بھی تم لات مٹی بھی ہو مگر قبلہ حاجات شروع

کل محلے میں زسویا تھا کوئی آج فراق
 نالہ کرنے کو تجھے پھیر^۲ ہوئی رات شروع

-
- ۱۔ (ب) میں : " کیا بلا کس سے یہ سیکھے ہو میاں ہے ظالم "۔ ہے ! (ع) میں : " کیا بلا کس سے یہ سیکھے ہو میاں
 موخر الذکر لمحہ ہے اور عذوں ہے۔ اس لئے داخل متن نہ کیا گیا ہے !
- ۲۔ پھیر = ضرورت شعری کے تحت استعمال ہوا ہے۔ لمحہ لفظاً بچھڑا ہے !

(۱۹۱)

مت رکھ ہماری راکھ پہ تو ملبہ ن چراغ سینے میں ہم بھی رکھتے ہیں داغِ کین چراغ
 روشن دلوں کا دونوں جہاں سے ہے جی بچھا پابندِ جاہ ہے نہ اسیرِ کفن چراغ
 سُرِیاں تہی ہے شعلہ نراجوں کو خو پذیر دیکھا نہیں کو اپنے کہو پیر بن چراغ
 مانندِ لالہ پوچھ نہ ہم دل جلوں کا حال آتش سے غم کی ہے یہ سدا پابن چراغ
 رقی ہے داغِ دل کو معطر شمیمِ زلف کیا ہو گیا ہے نافِ مشبِ ختن چراغ
 جلتا ہے شام سے جو پڑاتا صبح تک ایسی گلی ہے کس کی یہ تجھ کو لگن چراغ
 بیچاں نہیں ہے دودِ میوا میں یہ زینہار بانہ ہے پھرے ہے سر سے یہ اپنے کفن چراغ
 اے خاک کوڑہ بن تو شہو بن پیالہ بن جو کچھ کہ چاہے بن تو دالین نہ بن چراغ
 مجھ سا تو دل جلا کوئی پاوے تو زینہار^۲ دھونڈے آکر تو یا تجھ میں لے ماہِ من چراغ
 ترگاں ہر ایک نخلِ چراغاں ہے شک سے ہر آہ نخلِ شعلہ ہے داغِ کین چراغ

- حُر کا نہیں ہے جی میں شبِ کور کا فراق
 سوزِ حنینِ شمع ہے داغِ حنِ چراغ

۱۔ صبح = جج

۲۔ (خ) میں : مجھ سا تو دل جلا کوئی پاوے نہ زینہار - ہے !

(۱۹۲)

چھاں پہ کس جُٹ نہیں زخمِ نشانِ تیغ منکلوہ ہے ہنوز تجھے امتحانِ تیغ
 خونخوارگی کا جب سے پُر ہے اُسے زہ چائے ہے میرے خون کو ہر دم زبانِ تیغ
 گر چاہتے ہو آہ^۱ تو ہم پر لگائیے ہم نے کیا ہے آپ کو سنب^۲ فسانِ تیغ

۱ = آہ : پانی - دھار

۲ = سنب فسان : دھار رکھنے کا پتھر

(۱۹۳)

کس واسطے جاتا ہے تو اے رشاب چن باغ سینے کا رے ہے یہ ہر اک داغ کین باغ
 چٹکادی کے چار کی ترے دیکھ پھین باغ رشاب پر طاؤس ہوا مسرور چن باغ
 نرس تو کسی گل سے لگا آنکھ نہ زہدار یعنی نہیں رہنے کا یہ یک چشم زدن باغ
 غنچے ہی نے بانہا نہیں کچھ رخت سفر کا گل بھی ہے پھرے بانہا ہے ہوئے سر سے کفن باغ
 حسرت مجھے کچھ سیر و تماشے کی نہیں ہے ہے اشک جگر کوں سے ترا جا رہا تن باغ
 کیا پھولے ہے آگے تو مرے شام غریبی دکھلاوے ہے یاں اور مجھے صبح وطن باغ
 گل ہندی و صد برگ لائیں خال سے انہیں لالہ کو بلے خدمت دیوائی تن باغ
 داغوں سے عجب تن پہ مرے بھول کھلے ہیں آدیکھ تماشا تو نہ جاسد و سمن باغ
 دل سینہ جگر با تھ ہیں گلزارِ محبت رشتہ نہیں ایسا تو کوئی چار چن باغ
 جو مصرعہ لائیں ہے سو پھولوں کی جھڑی ہے صفحہ قرطاس پہ میرا یہ سخن باغ

داغِ دل پر دردِ فراق آن کے بس دیکھ
 کیوں سیر کو جاتا ہے تو اے غنچہ دین باغ

۱۔ چٹکادی = کپڑے کی ایک قسم جس پر گل بٹا بنا ہوتا تھا !

(۱۹۴)

منہ پر ترے شمس و قمر اک اس طرف اک اس طرف
پھینکے ہیں مشتِ سیم و زر اک اس طرف اک اس طرف

عارف ترے آئینے میں پیارے نہیں ہیں جلوہ گر
ہیں دست ہائے گل ملکر اک اس طرف اک اس طرف

گمریاں ادھر یہ شمعِ ساں خندِ لالہ ادھر وہ شکلِ گل
داغِ دلِ زخم و جگر اک اس طرف اک اس طرف

چاروں طرف سے آن کر اُمدے ہے جوں ابر سیہ
زلفیں ہیں یوں جھوم کر اک اس طرف اک اس طرف

چشمِ فراق اے ہم نشیں کیا جانئے یہ روز و شب
روتی ہیں کس کو یاد کر اک اس طرف اک اس طرف

(۱۹۵)

بابل نے کیا اڑائی چن میں بہار حیف
 طفل سرشک اس کی گلی تک کمرے گھر
 ایسی دروہی ہوئی یارب جان میں
 بخت زبوں و طالع برگشتہ سب پھرے
 گلشن میں جس کی گھڑی ہوئی آمد بہار کی
 وہ جوشِ بگریہ کے گئے دن اپنے دریاں
 پوچھوں میں کس سے حالِ عزیزانِ ستیاں
 آئے تھے جس لئے نہ ہوا ایک کام بھی
 وہ رشبِ گلِ فراق چن میں جو کل ملا
 میرے بغیر کیونکہ تجھے باغِ خوش لگا
 یاد آگیا یہ مطلع استاد تب مجھے
 پھر کر کہا یہ میں نے کہ کیا کہئے یار حیف
 کیونکہ چرھا نظر میں ترے لالہ زار حیف
 بولا کہ آپ ہی آپ تو لونی بہار حیف
 اے عمر رفتہ تو نہ پھری پر ہزار حیف
 ملبِ عدم سے کوئی پھرا ہے نہ یار حیف
 رہ جائے اور بخل میں دلِ بیقرار حیف
 دشمن رہا نہ کوئی رہا دوست دار حیف
 پر ہم رہے اسیرِ قفس ہی ہزار حیف

دیدیم ہے تو جلوہ باغ و بہار حیف

گلِ خندہ زرد بہ بیکسی ما ہزار حیف

۱۔ (ح) میں: آئے تھے جس لئے نہ ہوا ایک کام حیف ہے:

۲۔ (ب) میں: ”چھوٹی ہے“ ہے (ح) میں: ”لونی“ ہے: ! موقوفہ لڑکی ہے اس لئے متن میں داخل ہے:

(۱۹۶)

دھواں سا اُٹھ ہے جگر کی طرف گلی آگ یہ کس کے گھر کی طرف
 یہ تخت چن تجھ کو تخت ہے گُل نہ بھول اپنے گُل تاج زر کی طرف
 مری آد جاتی تو ہے سمت یار پہ دیکھ ہے پھر پھر اثر کی طرف
 گلوں سے ہی بہتے رہے میری جاں نہ دیکھا پہ زخم جگر کی طرف
 میں کھویا گیا ہوں کدھر جاؤں اب دین کی طرف یا کمر کی طرف

فراق ایس کس کا ہے یہ انتہا
 کہ دیکھا کرے ہے تو در کی طرف

(۱۹۷)

دیا ہوا اس کی چشم سیدہ نام کی طرف پھر منہ کیا نہ میں نے کبھو جام کی طرف
 عیشِ بہاں نے کام ہی بہ کھودیا ہمیں گلتا ہی میں نہیں ہے کسی کام کی طرف
 خدا نے لیا وہ عارضِ ظُلوں تمام گھیر کیا ہی نجومِ کفر ہے اسلام کی طرف
 آغازِ خدا پہ ناز نہ اتنا غرور رکھ تک نظر بھی کام کے انجام کی طرف
 گالی سدا کسی سے نہیں بولتے ہیں آپ مائل بہت مزاج ہے دشنام کی طرف
 عالم تمام دیکھ کے میراں رہ گیا بیٹھا جو آن کر وہ لبِ بام کی طرف

ناچ نہ تک فراق سے اس کو مداف کر
 جاتا ہے اب تو وہ بہت خود کام کی طرف

(۱۹۸)

دیکھ آئیے میں اپنے تُو رخِ رُکِ طرف جاتا ہے کیوں عیثِ غل و گُزار کی طرف
 شاق دید ہی رہے پر آنکھ اٹھا بھو^۱ دیکھ نہ اپنی نرسِ بیدار کی طرف
 میدانِ تجھ بغیر یہ ترپے ہے کس طرح تک دیکھو تو اپنے گُزار کی طرف
 نغزہ ادا و ناز ہے ہر اک بلائے جاں سب کا بھوم ہے سو دلِ زار کی طرف
 غروں سے تم تو آنکھ لڑائے رہے یہ حیف دیکھا بھو نہ اپنے گُزار کی طرف
 دعویٰ خونِ ایچے کس سے کر ہو گئے حاکمِ شہرِ رب اسی غمخوار کی طرف
 روزِ جزا کا کچھ مجھے دھڑکا نہیں فراق گو ہو نہ کوئی مجھ سے گذرگار کی طرف
 مشکل کش^۲ ہیں والی دنیا و دیں سرے یوں جان و دل سے حیدر گُزار کی طرف

- ۱۔ (ب) میں: "شاق دید ہی رہے پر آنکھ اٹھا" ہے؛
 (ج) میں: "شاق دید ہی رہے پر آنکھ اٹھا بھو" ہے مغلزکمرِ گلج ہے اور سواروں ہے؛ اس لیے متن میں

مشکل کش = حضرت علی کا لقب

(199)

جب سے دیکھا ہے تری آنکھوں کے پیانے کی طرف تب سے جاتے ہیں ہم یار میخانے کی طرف
 کیرنوں جوشِ جنوں سے ہم نشین لاچار ہوں خود بہ خود کچھ دل کھنپا جاتا ہے ویرانے کی طرف
 سیکڑوں دشنام دیتا ہے وہ بہ خو دیکھ کر گر کبھو جاتا ہوں یار، اُس کے کاشانے کی طرف^۱
 آگ لگ جاویں غرض ایسی محبت کے تئیں دیکھ کر جی جل گیا یاں شمعے پروانے کی طرف^۲

یار کے کوچے میں گر جانا مست بہ فراق^۳
 پھر نہ ہم کعبہ ہی کو جاویں نہ میخانے کی طرف

۱۔ (ب) میں : ”گر کبھو جاتا ہوں کر اُس کے کاشانے کی طرف“ ہے : (ع) میں : ”گر کبھو جاتا ہوں یار، اُس کے کاشانے“
 موقوف الذکر محج اور حوزوں ہے : اس لئے متن میں داخل کر لیا گیا ہے !

۲۔ (ع) میں : ”شعر نہیں ہے !“

۳۔ (ب) میں : ”یار کے کوچے میں گر جانا مست بہ فراق“ ہے : (ع) میں : ”یار کے کوچے میں گر جانا مست بہ فراق“ ہے
 موقوف الذکر محج اور حوزوں ہے اس لئے داخل متن ہے !

(۲۰۰)

تہمت نہ لگاؤ میں ہم چاہ سے واقف یادو نہیں ہم اُس بُت کمر راہ سے واقف
 اس طرح سے انجان ہو پوچھو ہو مرا نام گویا کہ نہیں بندہ درگاہ سے واقف
 دوائے عرق آلودہ کا بندہ ہوں میں قیصر ہے اختر کو سمجھتا ہوں نہ ہوں ماں سے واقف
 جانا ہے مجھے دیر تو جاتا ہوں حرم کو کیا ہوں میں سائل کہ نہیں راہ سے واقف
 جاتے ہیں چلے وادی غربت میں اکیلے ہم راہ سے واقف ہیں نہ ہم راہ سے واقف
 جاتے ہیں ہم دیرو حرم شیخ و برہمن لیکن نہیں کوئی دل آگاہ سے واقف

کہتا ہے فراق اُس سے عہدِ حالِ دل اپنا

نالے سے جو محرم نہ ہو اور آہ سے واقف

(۲۰۱)

ہمیں نے دہلا بلبل سے ہے، نے گھڑار سے واقف فغاں سے آشنا ہیں اور اپنے یار سے واقف
 نہیں کر کے محمد نے خلیہ پر کار سے واقف منہم ہم تو ہیں خلیہ دہان یار سے واقف
 جہانوں کی ہے کس لئے دلگیر ہے غنچ میں رنگ حقیقت کے ولا اسرار سے واقف
 نہم زاہد ہمارے سامنے مذکور ٹوٹی کا کسی کے ہم ہیں گے سایہ دیوار سے واقف
 کمر کی اور دہن کی تیری باریکی وہ سمجھ میں ^۱ دقیق الظہر جو ہیں معنی دشوار سے واقف
 عجب ہی چین اور آلام سے اپنی گزرتی ہے نہ تھے جب تک الہی عشق کے آزار سے واقف
 تمہارے ہاتھ سے پامال اک عالم یہ ہوتا ہے ستم ہے یہ نہیں ٹھوکر سوا، رفتار سے واقف ^۲
 جلاکس واسکے لیوں دم بدم ہوتا ہے ٹوڑکشی ^۳ نہیں لیا ابر میری چشم کوہ بار سے واقف
 ہم اس کے زلف و کاکل کے اسیر و شیفہ ہیں غریب سنبھل سے ہیں نے زلزلہ بیار سے واقف
 سر دل نے لیا پھر لیوں مجھے ہوس نہیں دیتے ادھراؤ نہیں جھوٹی میں اس تکرار سے واقف
 الم غم آہ و فغاں شور و جشٹ، نار و زاری دیار عشق میں ہم ہیں انہیں دوچار سے واقف
 فراق ہم سے نہ پوچھ ہم رشتہ الفت کے بندے ہیں
 نہ ہم تسبیح سے محمد ہیں نے زنا سے واقف

۱۔ (ب) میں: کمر کی اور دہن کی تیری باریکی وہ سمجھتے ہیں تیرے (ع) میں: کمر کی اور دہن کی تیری باریکی وہ سمجھتے ہیں تیرے
 "وخرالاکر مجھ اور خوروں ہے۔ اس لئے متن میں داخل کر لیا گیا ہے !

۲۔ (ب) ستم غم ہے میں ٹھوکر سوا، رفتار سے واقف ہے (ع) میں: ستم ہے یہ نہیں ٹھوکر سوا، رفتار سے واقف ہے
 "وخرالاکر مجھ اور خوروں ہے۔ اس لئے متن میں داخل ہے

۳۔ (ب) میں: سر دل نے لیا پھر لیوں مجھے ہوس نہیں دیتے (ع) میں: سر دل نے لیا پھر لیوں مجھے ہوس نہیں دیتے
 "وخرالاکر مجھ ہے۔ اس لئے متن میں داخل ہے !

(۲۰۲)

نہ پونچھ مٹھڑے سے اپنے تو زینہار عرق کہ مثلِ شبنم گل دیوے ہے بہار عرق
 نہیں عرق ہے سورج کے آگے شبنم گل رکھے ہے کیونکہ ترے مٹھڑے پر بہار عرق
 نگاہِ گرم سے دیکھا ہے اس قدر کن نے کہ تیرے مٹھڑے پہ دیکھوں ہوں بے شمار عرق
 دو چشم اپنی ہیں پر آبِ دل جگر پر خوں دکانِ عشق میں ہیں یہ ہی تین چار عرق
 لبوں کو اس کے میں چوسا تھا ایک روز پس نشے کا اب تئیں رکھے ہے وہ بخار عرق
 اندھیری رات میں چلے ہیں جس طرح جگنو تمہاری زلف میں یوں دیوے ہے بہار عرق
 جھلکے ہیں ترے مٹھڑے پہ ریزہ یا قوت نہیں ہے چہرے پہ تیرے یہ گلزار عرق
 عرقِ فشاں ترے چہرے کو دیکھتے ہی ہیں ستارے ہو گئے جھلکے سے ایک بار عرق
 تو اپنے مٹھڑے کو مت آری میں دیکھا کر کہ ہوگی آتشِ حسرت ہے شمعِ وار عرق
 کہاں لبوں کی طراوت کہاں شراب کی کیف کہاں وہ پانی کی لذت کہیں دیار عرق

فراقِ اشک نہ رومال سے تو پونچھ ہر دم
 کہ یار پونچھے سے آتا ہے بار بار عرق

موئے گئے سے یہاں تلک ہے جہاں میں پیارے وقارِ عاشق کہ چشمِ مردم میں مثلِ سرمہ لگے ہے اہلبِ خبارِ عاشق
 کہو تو ملٹھڑے میں دل بسے ہے کبھی وہ رُلفتِ سیدہ دے ہے عجب نرے سے غرض کئے ہے جہاں میں لیل و نہارِ عاشق
 حب کیا ہے جو اس سے زیادہ عذاب کوئی جہاں میں ہوئے کہ اس کی فرقت کا دن جو دیکھا ہر ایک روز شمارِ عاشق
 چراغِ لاؤ دُکھ چڑھاؤ بہاری تربت پہ آپ ہی آؤ کہ تم ہی گل ہو تجھیں چن ہو تجھیں ہو شمعِ نزارِ عاشق
 ادھر تو چشموں سے خوں رواں ہے ادھر وہ داغوں سے ملتا ہے مزاجِ عالی کدھر کہاں ہے ذرا تو دیکھو بہارِ عاشق
 اس اپنے ملٹھڑے کو رشکِ مٹن نہ آئینے میں تو دیکھ بن بن کہ چار دن کا ہے یہ بھی جو بن ذرا تو ہونے دو چار عاشق
 کہو ہے چشموں سے اشک جاری کہو الم سے ہے ہے قراوی کہو ہے نالہ کہو ہے زاری غرض یہ ہے حالِ زارِ عاشق
 نہ بالغ بجاوے نہ گھر سہوے تیں اوپر رونا چلا ہی آوے جو بات پوچھو تو کچھ بتاوے غرض یہی ہے شمارِ عاشق

فراقِ بل میں تو روٹھ جانا پھر اس کو جاکر وہیں مٹانا
 غرض ہے تو بھی کوئی دوانہ کہ تو نے کھویا وقارِ عاشق

۱۔ (ب) میں: "کہ تم ہی ہو گل" ہے! (ع) میں: "کہ تم ہی گل ہو" ہے۔ موصوفہ ذکر زیادہ موزوں ہے۔ اس
 داخل متن کر لیا گیا ہے!

۲۔ (ب) میں: "جو بات پوچھو بتاوے غرض کہ یہ ہے شمارِ عاشق" ہے

(ع) میں: "جو بات پوچھو تو کچھ بتاوے غرض یہی ہے شمارِ عاشق" ہے! موصوفہ ذکر صحیح اور موزوں ہے۔ اس

داخل متن ہے!

(۲۰۴)

جو کچھ خُدا نے تجھ کو دیا رُنگ اور نہک ^۱ سو ہے بُنائِ سِند میں کب ڈھنگ اور نہک

آنکھوں میں تیری کیف و ملاحت ہے میسرِ حال دیکھا ہے کم ہو بادِ غمِ رنگ اور نہک

عالم میں خندہ نمائیں کا ہے اس کے شور و طعنا ہے مشوخی کیا دینِ تنگ اور نہک

دشنامِ یارِ لطف سے خالی نہیں غرض دیتا ہے گالیاں وہ بعدِ رنگ اور نہک

مُطربِ پسرِ خیال میں لاوے کیسے فراق

رکھتا ہے زورِ صوتِ خوش آئنگ اور نہک

۱۔ (ب) میں : ” جو کچھ دیا خُدا نے تجھ کو رنگ اور نہک ”۔ ہے :

(ج) میں : ” جو کچھ خُدا نے تجھ کو دیا رنگ اور نہک ”۔ ہے : ! خوشِ ذکرِ لہجے اور موزوں ہے اس لئے داخلِ متن ہے

ساغر بلف ہے گل ہی نہ علفام اب تلک ترگس رکھے ہے تیرے لئے جام اب تلک
 تر دانی سے ہم رہے ناکام اب تلک آئے تھے جس لئے نہ ہوا کام اب تلک
 پیالہ ہماری عمر کا لبہ زین ہو چکا جن پر ہی کچھ نہیں ہے سراجنام اب تلک
 پیری نمود ہو چکی اور کل کو کوچ ہے غافل سحر ہوئی پہ ہے آرام اب تلک^۱
 مجنوں کی تعزیت میں نہیں جیب ہجر چاک پہنے ہے بنت لباسِ سید شام اب تلک^۲
 چاک طال خاک سے میری بنا کیا در پہ ہے میرے کرشمِ ایام اب تلک
 پیری میں بھی نہ تری زلف و قد کی یاد نامِ خدا پر ہے ہیں الف لام اب تلک^۳
 آنکھوں کی تیری یاد میں رہے تھے ہم بھو بھرتے ہیں چشم سے گلِ بادام اب تلک^۴
 دل جلد ان مل کر روانہ نہ ہوں اشک رکھا ہے قافلے کے تیشِ تمام اب تلک
 مانند نقشِ پا ہے یہاں تک تو مجھ کو صوف طاقت نہیں اٹھاؤں جو میں کام اب تلک^۵
 جو کر سکے سو کر لے کہ خوشید عمر کا آیا نہیں ہے یار لبِ بام اب تلک^۶
 تیری چک کر کی کہجو دیکھی تھی میاں لرزے ہے جب سے بیدِ گل اندام اب تلک^۷

جب سے فرقِ عشق میں رسوا ہوئے ہیں ہم
 ایسا نہیں ہوا کوئی بدنام اب تلک^۸

کُل کو کیا منہ ہے جو ہو اُس لُف پا سے نزدیک آئینہ بھی نہیں آتا ہے جیا سے نزدیک
 خاک کو میری اڑا کر جو چن تک لے جائے دُور ہے مجھ سے یہ اور بارِ صبا سے نزدیک
 دُور ہی دُور ہم سے پھر ہی کیا بنت بُتِ شمع جیت بیٹھا نہ لہو ہرو و خا سے نزدیک
 دُور کیا ہے جو وہ دے سیکڑوں سردوں کو چلا ہے غرض اُس کی یہ بہ ناز و ادا سے نزدیک
 تم کو کرتا ہے مری جان کوئی آپ سے دُور بعد مدت کے تم آئے ہو دغا سے نزدیک
 جیتے ہی تو نہ بلا ہم سے لہو وہ بُتِ شمع بعد مرنے کے گر آیا تو بہلا سے نزدیک

اے فراق ہم سے شب وصل تو ہے دُور دراز
 ہے ولین یہ مری جان خدا سے نزدیک

۱۔ (ب) میں یہ غزل حوضِ تجلی کے اعتبار سے "گ" کے بعد درج ہے؛ پیش نظر متن میں ترتیب دیت کر دو

دل کو لے شرکاں پہ مت بھرا تو رشکِ ماہِ اشک ہم سمجھتے ہیں یہ ہے گا آبِ زیرِ کاہِ اشک
 دیکھنے پاٹے دُاُسِ خوشید کو بھر کرِ نظر آگیا آنکھوں کے آگے بس وہیں ناگاہِ اشک
 پاٹ دیا کا یہ ہو گا دامنِ صحراِ تمام جو بہاؤ لے گا بھو یہ بندہ درگاہِ اشک
 چشم کے ہاتھوں سے جی آیا ہے اپنا ناک میں دیکھنے اب لبِ تھیں گے یہ مرے اللہ اشک
 ہم دکھ میں گئے تھیں سامن کی بھریاں میری جاں چشم سے اُمد لے بھی اپنے جو خاطر خواہ اشک
 عشق کی سہار میں موتی ہی بیٹے میں مدامِ مردانِ چشم کی موتی ہے بنتِ تنخواہ اشک

ہم بھی جاتے ہیں عجب سامن سے یاں سے فراق
 آہ و فریاد و فغاں ہے ساتھ اور ہمراہ اشک

۱۔ (ب) میں یہ نزلِ حرمتِ تجھی کے اعتبار سے ردیف "شک" کے بعد درج ہے : پیشِ نظر متن میں ترتیب
 عجیب کر دی گئی ہے !

مستعار گر وہ باندھ کھوٹا گل انار رنگ گل کا نہ ہر قرار رہے زینہار رنگ
 اک اک پہر میں بدلے ہے چندیں ہزار رنگ^۱ کیا کیا غرض دکھاوے ہے لیل و نہار رنگ
 شیشے گول کے رنگ سے بھرتی جو ہے بہار کھیلے گا کیا چن میں مرا گلخوار رنگ
 دل ہی جو گشتہ ہو تو کہاں ہیں اور جو اس بد رنگ ہو خراب جو لے لوٹی یار رنگ
 دل آب و اشک خونِ جگر داغ و رنگ و لطف^۲ اُس رومیہ کے عشق میں تیرے ہے چار رنگ
 اک ان میں جو لچھ ہے تو اک ان میں ہے کچھ بدلے ہے میرے دل کی طرح روزگار رنگ

رنگیں لباس شراب میں اہل فقر کو
 نہ ظور کرے رنگ تو دل میرے یار رنگ

۱۔ (ع) میں : " اک اک ٹھری میں بدلے ہے چنداں ہزار رنگ "۔ ہے :

۲۔ (ح) میں : " دل آب و اشک خونِ جگر داغ و رنگ و لطف "۔ ہے :

(۲۰۹)

آتا ہے کوئل خواب میں اُس یار کا خیال ہے حرف یہ تو وہم غلط کار کا خیال
 کلمن کی نے ہوس ہے نہ گلزار کا خیال ہم کو تو ہے اُسی گل رخسار کا خیال^۱
 کیونکر نہ اُس کو ہو دے دل زار کا خیال^۲ رہتا ہے بیت طیب کو بیار کا خیال
 ہے جو بشر خاک نشینانِ کوئے یار اُن کو نہیں ہے تخت ہوادار کا خیال
 کیونکر نہ سر بسجود ہیں ہم کو رات دن رہتا ہے اُس کے ابروئے خمدار کا خیال
 شو و شک سے میں عرف کیا پرستی نہ بات کیا جانے ہے کدھر رہے خونخوار کا خیال
 قوال کے خیال پہ کوڈہ نہ شیخ جی ہے اُس کو فکرِ جہ و ستار کا خیال
 بہت کی آرزو ہے نہ دوزخ کا کچھ خطر جن کو ہے تیرے جلوہ دیدار کا خیال
 مرکز سے کام نے خطِ پرکار سے غرض ہے حرف ہم کو خال و خفا یار کا خیال

۳
 اِس سہل زندگی پہ یہ جہولِ املِ فراق
 کچھ بھی ہے تجھ کو مردنِ دشوار کا خیال

۱۔ (ع) میں : ہم کو تو ہے اُسی گل رخسار کا خیال۔ ہے !

۲۔ (ح) میں غزل کا یہ دوسرا شعر ہے !

۳۔ امل = اُمید

نوٹ :- (ع) میں اشعار کی ترتیب (ب) کے مطابق نہیں ہے !!

(۲۱۰)

شط ساں ہستی ہے اپنی محبت افسوں خیال دل چراغِ زنگی ہے تن ہے نائوس خیال

رات اُس پاٹے نگاہیں تک لیا تھا محبت وہم آج تھوٹو بار ہوتا ہوں میں پابوس خیال^۱

وہم لیا کیا کچھ دکھاتا ہے یہ رنگ آمیزیاں گلشنِ تصویر ہے یارب کر طاؤس خیال

شودتِ نرِ غلِ ذکر^۲ بے فائدہ مطربِ لہر مائلِ دُھرپت نہیں ہے دل ہے نائوس خیال

رات دن پھرتے ہیں کوچے میں ترے اے شکِ محل یہ دل بے تاب اپنا اور جاسوں خیال

دلف کا سودا چڑھا رہا ہے چھاتی پر مری رات کو پیچھے ہے اُس کا ہم کو کا بوس خیال^۳

خواب میں بھی وصل کا ہرگز نہیں ہوتا گماں نا امید وہم ہے دل بلکہ مایوس خیال^۴

گلشنِ ہستی سراپا وہم ہے ناداں محض اے گر متار یقین کیوں ہے تو مجھوس خیال^۵

چاہئے جو بات سو اس میں نکلتی ہے فراق

نسخہٴ دل ہی ہے میرا زورِ طاؤس خیال

۱۔ (ح) میں یہ شعر نہیں ہے !

۲۔ دُھرپت = رات کا نام !

۳۔ کا بوس خیال = سینہ کا ایک مرض جس میں آدمی اور عورتی شکلیں دیکھتا ہے !

۴۔ (ح) میں : " تو امید وہم ہے دل بلکہ مایوس خیال " ہے !

۵۔ (ب) میں : " اے گر متار یقین کیوں ہے مجھوس خیال " ہے ! (ح) میں : " اے گر متار یقین کیوں ہے تو مجھوس خیال " ہے !

دُھر الذکر یعنی اور موزوں ہے ۔ اس نے داخل متن ہے !

۶۔ طاؤس = عربی کا مشہور لغت

نوٹ :۔ (ح) میں : " اشعار کی ترتیب (ب) کے مطابق نہیں ہے !!

سینے پہ اپنے جب سے ہے ہر ایک داغ گل ہوتا نہیں ہے گھر کا ہمارے چراغ گل
ساقی شباب پہنچ کر تاجوش اشک سے پیدا کرے کہیں نہ یہ چشمِ ایاغ گل

کھو گیا ہے دل کسی بلبل کا ظاہر اُھونڈے ہے اپنے ہاتھ میں لے کر چراغ گل
بلبل یہ کیا سبب کہ تیری رشت سے کیجھ رہتا ہے ان دنوں میں شہک ہے داغ گل
یاں تک تو اب کی بادۂ عشرت سے مت ہیں گلشن میں لوٹتے ہیں پڑے باغِ فراغ گل

مدت کے بعد آج وہ آیا ہے ماہِ رُخسار ہم نشین تو جلدی سے شمع و چراغ گل
خوشید رُخسار کے میرے تو ہوتا ہے سامنے اللہ رے غرور ترایہ داغ گل

چولے میں ساتے خوشی سے قبا کے پیچ کل دیکھ اُس کو ہو گئے سب باغ باغ گل

~~بلبل یہ کیا سبب ہے تیری طرف سے کیجھ رہتا ہے ان دنوں میں نہایت ہی باغ گل~~

جاوے اگر چمن میں برا گھبنِ فراق
غنجِ جگر کے ٹکڑے کرے کھائے داغ گل

۱۔ شہک - شہک
۲۔ سب (خ) میں: "کل دیکھ اُس کو ہو گئے تھے باغ باغ گل" ہے !

(۲۱۲)

سینے کے گر دکھائیے تجھ کو بھی داغ و گل
 بھولے بہارِ لالہ کو اے رشکِ باغ و گل
 تل کو بنا کے عارضِ گلوں پہ اپنے دیکھ
 کیا کیا بہارِ دیوے ہے ظالم یہ داغ و گل
 نے وہ بہارِ واں ہے زیاں ہے وہ عاشقی
 وہ دن گئے کر کھاتے تھے ہم اس پہ داغ و گل
 اب کی چن میں ایسی ہوا ہے رنٹھہیز
 لالہ کے ہاتھ میں بھی رہے ہے ایاغ و گل
 آئیے میں تو عارضِ گلوں کو اپنے دیکھ
 جاکر کرے گا باغ میں کیا رشکِ باغ و گل
 میں اشکِ سوخ داغِ جگر اپنے ساتھ لیں
 قربت پہ کیا ضرور ہے شمع و چراغ و گل

ان قافیوں میں اور فراقِ اک غزل تو کہہ
 دیوارِ وار کیا کرے ہے سیرِ باغ و گل

۱۔ (ح) میں پھولے۔ ہے !

نوٹ: (ح) میں اشعار کی ترتیب (ب) کے مطابق نہیں ہے !

(۲۱۳)

بس ابر میں خوش آوے ہے جب ہم کو باغ و گل شیش بفل میں ہاتھ میں ہووے ایاغ و گل
 مت منہ لگا رقیب سید نام کے تئیں کچھ بھی بھلا ہے ربڑ کرہا ہم ہوں زانغ و گل
 کلہڑا ستم ہے قبر و قیامت ہیں انکھریاں نرگس تو دیکھ ہووے ہے ایسا ایاغ و گل
 جلتے ہیں تیرے صن پہ سب خانوں خراب پرواز وار لالہ و شمع و چراغ و گل
 آکر ہمارے کلبہ احزاں کی سیر کر کیا ہے ہمار دیکھ تو اے محو باغ و گل
 سینے کے داغ تختہ لالہ سے میں شبیب غلامتہ بن رہا ہوں میں کھا کھا کے داغ و گل^۲

دامن و آستین ہی ہیں سرخ کچھ فراق
 سرسبز تیرے اشک سے ہے بخت و راحہ و گل

۱۔ (ع) ہیں " بس کی جگہ " اس " ہے !

۲۔ (ح) میں : " غلامتہ بن رہا ہوں میں کھا کھا کے داغ و گل " ہے !

۳۔ راغ = سبزہ زار

(۲۱۴)

دل و جاں سے غرض جاتا ہوں میں تجھ پر نہ بل بل بل
خدا کے واسطے آمان مت اتنا مچل چل چل

تجھے بس دیکھتے ہی شعلہ ہو یہ شمعِ فنا نوسی
مٹی مرنے ہو تیرے صن کے آگے بھج جھل جھل

ہیں دہ پر جو اس کے آج یہ فریاد کرتا ہوں
دل بے گل کو شاید اس نے دی گھر کی نکل نکل

تعجب کیا ہے شمع اوپر ہو اگر جل کے پرواز
جی ہے شمع ہی بنت آتشِ غم سے پھل گل گل

فراق ہوتا وہی ہے اب جو کچھ تقدیر میں ہووے
یہی کہتے ہیں ہاتھوں کے تئیں اہلِ رمل رمل رمل

(۲۱۵)

ماسخہ جڑا ہے یہی ظالم ہوں دل یعنی کفِ پاتک ہو ترے دست رسِ دل
 ہے کل کو سفر نازِ دل سے نہ ہو غافل آگاہ کرے ہے تجھے بانگِ جسِ دل
 کس سے تری فریاد کروں جاگے ہی جان اس شہر میں کوئی نہیں فریاد رسِ دل
 ہیں موجبِ تسکین تری زلف کے حلقے یارب یہ سلامت رہے کُچھ قفسِ دل

دیکھا تو فراقِ ہمرُہ دل اشک رواں ہیں
 اک قافلہ جاتا ہے چلا پیشِ پسِ دل

بختِ سیمہ کو دے ہی چلا اپنا داغِ دل اعجازِ عیسوی سے نہیں کم چراغِ دل
 گاہے ہجومِ آہ گاہے کثرتِ رشک پایا نہ تیرے ہاتھ سے ظالم فراغِ دل
 آتی ہے عزتِ سخت سے ہی اس کو تو کثرت مینا سے بھی زیادہ ہے نازک داغِ دل
 اے وائے کس سے پوچھوں کدھر جاؤں کیا کروں ہرچند کی ^{تلاش} نہ پایا شراغِ دل
 مطلب نہ کچھ شہو سے نہ میزا سے کچھ غرض خونِ جگر سے پُر ہے ہمارا ایامِ دل
 مانند نخلِ گلشنِ تصویرِ ہم نے آہ دیکھا کھو نہ پھولتے پھلتے یہ باغِ دل

حسرتِ ہی اس جہان سے ہم لے چلے فراق
 رشکِ چمن ہوا نہ کھو اپنا داغِ دل

جوں ہی دیکھی میں ترے ابروئے خمدار کی شکل
پھر گئی نظروں کے آگے وہ میں تلوار کی شکل
تجھ بن آتی ہے کیسے خوش محل و گلزار کی شکل
محل کھٹکتے ہیں مری نظروں میں یاں خار کی شکل
مانگو اس سنگِ دلی پر جو تم آئینہ دل
منہ تو دیکھو یہی ہوتی ہے خریدار کی شکل
جن نے ان انگھڑیوں کو آہ نہ دیکھا ہووے
دیکھ لے باغ میں جانرلس بیمار کی شکل
رہ گیا دیکھ کے حیراں ہی بہ رنگِ تصویر
جن نے دیکھی غرض اُس شوخ ستمگار کی شکل
دل وہاں غنچہ پیکار کی غذا ہے دل گیر
نہتے ہیں زخمِ جگر یاں لبِ سونار کی شکل
کیا کہوں ہو گیا کس رنگ سے پانی پانی
ابر تر دیکھ کرے دیدہ خوں بار کی شکل
زلفوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے ہی دھڑکتے ہے
کہ انہوں کا ہے ہر اک مار سید مار کی شکل
قتل ہر میں ہے کھڑا خلق تماشائی ہے
تو بھی ملک دیکھ لے چل اپنے گنہگار کی شکل
پوس ہے یا نگہِ لطف ہے ایدھر گلِ زو
ہم فقیروں کو بھی کچھ ادھیاں زور دار کی شکل
شیخِ ماجب کے خدائے کو سلامت رکھے
کہ نہیں گنبد گردوں سے بھی دستار کی شکل

انتظار ایسا یہ رہتا ہے سدا کس کا فراق

کہ تری چشم ہیں وہاں رختِ دیوار کی شکل

۱۔ (ح) میں یہ نزل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : " زور دار " ہے ۔ اعلیٰ کی غلطی ہے !!

نہ بچھ کوئل تک لے چل نہ تو گھزار تک لے چل
 ہر صورت صبا مجھ کو پری رخسار تک لے چل
 فراقِ ناتواں کو کوچہٗ دلدار تک لے چل
 بٹھا کر دیش پر اس کو صبا گلزار تک لے چل
 تسلی دل کی کچھ ہوتی نہیں خدا و کتابت سے
 مجھے قاصد تو ساتھ اپنے دیار یار تک لے چل
 لہجے میں چور رہتے ہیں سدا اس چشمِ مگلوں سے
 ہمیں مت ساقیا تو خانہٗ خمار تک لے چل
 ہوا میں طہن کی اے صبا ہم مرتے ہیں آپ
 ہمیں زاہد نہیں ہے سایہٗ خوب کی کچھ خواہش
 ہماری خاک کو تو کوچہٗ دلدار تک لے چل
 برائے یوسف اک عالم کو ہو اس کی خریداری
 پری ویش کے ہمیں تو سایہٗ دیوار تک لے چل
 سراپا غرق ہے کشتی مری دریا ئے عصیاں میں
 مرے دل کو ذرا ظالم سر بازار تک لے چل
 خدا و نذا تو اس دریا کو اب کی پار تک لے چل

فراقِ خستہ جاں اتنی نہیں حامی کوئی بھرتا
 کہ لے چلتے ہیں تجھ کو ہم ترے دلدار تک لے چل

۱۔ (ح) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : " مجھے قاصد تو اپنے ساتھ دیار یار تک لے چل " ہے :۔ سہو کتابت ہے ۔ مصرعہ ناموز
 قیاسی لہجہ کردی گئی ہے !

(۲۱۹)

تو نے زلفوں کے بچھا کر اپنی گل اندام دام کر لیا میرا دل بے صبر و بے آرام دام
 قتل کب تک عاشقوں کو قو کرے گا بنیں کہیں مجھ سے تو ہو گئی اے تیغِ خونِ آشام شام
 بعدِ گالی کے توقع ہے کہ اک بوسہ ملے شاید اس آغاز کا ہو دے کہیں انجام جام
 تیغِ ابرو سے عبت ہم کو ڈراتا ہے تو شوخ یونہی اپنا تو بھارتا ہے بے خود کام کام

خوانِ نعمت سے فراقِ اُس کے ہے ہر اک بہرہ ور
 سارے عالم میں غرضِ اُس کا ہے یہ انجام عام

تجھ کو مطلب آشنا ہے زبیرؑ کا نے سے کام جس طرح سے ہو پیار کے دل کے لے جانے سے کام
 اور تو کچھ ہو نہیں سکتا ہے پروانے سے کام ہاں مگر اک شمع کے صدقے ہو جل جانے سے کام
 انس یہ نکلے آج آپ کو ہر دم مانِ شہر سے روز و شب ہے اس دل وحشی کو ویرانے سے کام
 میں ہوں اور جوشِ جنوں ہے اور سرِ دیوانگی ناٹھا کیا تجھ کو ہے کچھ میرے سمجھانے سے کام
 سابقا سحر میں تیری نگاہِ مست کے نے غرض ہم کو ہے شیشے سے نہ پینے سے کام
 دل کو میں ہر چند سمجھایا سمجھتا ہی نہیں یارو مجھ کو آہِ اے سخت دیوانے سے کام

ہے فراق اپنے تئیں اب اک شلیبِ دل کے پاس
 نے میں مطلب ہے کعبہ سے نہ بت خانے سے کام

- ۱۔ (ح) میں اس غزل کے شعر کے صحت دو شعر درج ہیں !
- ۲۔ پیار ہے = ضرورتِ شعری کے تحت ہر وزن "پی + یار ہے" استعمال ہوا ہے !

تیرے شوق کو ہے مرنے سے نہ کچھ جینے سے کام غنچہ ساق بنت اپنے اس کو خونِ دل پینے سے کام
سینہ صد چاک جانے یا مرا دستِ جنوں نا صحا کیا تجھ کو میرے زخمِ دل سینے سے کام

آٹھوں پہر اپنی ہی سچ کو دیکھنا منظور ہے
ان پری رویوں کو کیوں کر جو نہ آئینے سے کام

۱۔ (ح) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : " اس " درج ہے : سب کو کتابت ہے !

کہتے ہیں کہ آتا ہے وہ نورِ نظر چشم ۱ اے اشکِ نعل تو بھی ذرا تاب در چشم
 آنکھوں سے نکلتے ہیں جو یہ خدا شنائ ۲ ہے اُس کو تری دید ہی مددِ نظر چشم
 اشکِ دل بے تاب غمزد ہے اثر کا بے بال و پری واں ہے پر بال و پر چشم
 مکھڑے لے تئیں آئینے میں دیکھ نہ روم ۳ در تابوں نہ لگ جائے تجھ بھی نظر چشم
 شرکان پر اک اشک سے پھولوں کی بھری ہے ۴ گلدستہٴ الفت سے ہے خونِ جگر چشم
 ہم چشمی کا دعویٰ ہے غلامِ ابر سید کو ۵ واں بوند ہے پانی کی پہاں ہے گھر چشم
 دیکھا جیسے آنکھوں سے اُسے مار ہی رکھا ۶ افسوں ہے قیامت ہے بلا ہے اثر چشم
 چرتی ہیں تری چشم پئے کشتنِ روم ۷ نہ نہ نہیں شرکان پر ہے گردِ سفر چشم

ہر وقت فراقِ اشکِ فشانِ یہ نہیں خوب
 المراد بکا کر رہا ہے آخرِ سفرِ چشم

۱۔ (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : " ہے اُس پر ہی دید مددِ نظر چشم " ہے : یہ کتابت ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے !

رتے رتے تک کھلی ہی رہ گئی اے یار چشم لے گئی ساتھ اپنے یعنی حسرت دیدار چشم

”یہی وہ ہر باد کردیوں گے یوں کھر بار چشم چشم کے چشموں سے یہ ہم کو نہ تھی ذہناں چشم

مجھ کو ان چشموں سے یہ ہرگز نہ تھی چشم امید رُداں میں یوں کریں گے مجھ کو خوار زار چشم

”رُت آن چشموں سے ہم چشمی تو ہے پر تو سہی پاؤں کے نیچے ملوں فرس تری دیدار چشم

ابر تو موجوں میں اس کے غوط کھاوے گا پیرا

گر کبھی اندھے ہماری بھی یہ دریا بار^۲ چشم

۱۔ (ح) میں یہ غزل ہیں ہے !

۲۔ دریا بار = بُرا دریا

تارِ اشکِ سرخ اپنا کچھ نہیں تاروں سے تم اشک کے تاروں کو تو مت توڑو : ہمارے چشم
 ان دنوں سے ہم سے پوتا ہی نہیں ہے وہ دو چار ^۲ جن دنوں سے چار ابرو وہ ہوا ہے چار چشم
 آنکھیاں کس کی نظر آت ہیں مجھ کو خواب میں وہ گئی اپنی کھلی یارب جو نرگس وار چشم
 خواب سے چونکا تو اس کو دیکھ جاں رہ گیا وہ موندوں تھا گئے کھلوں تھا سو بار چشم
 چشم کے چشمے سے ہم چشمی ذکر اے چشم بہر ایک چشمک میں بہا دیں گے نہ ہونا چار چشم
 اس کی صورت تو ذرا بھی دیکھ لوں خانہ خراب پھوٹ پھوٹ اتنا نہ یہ دم لے ذرا خونبار چشم

گھر میں عاشق کے عجب گلزار چھو لے ہے ترے
 یوں ہی تو ملک کیلئے کو چل بھلا اے یار چشم

۱۔ (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : " ان دنوں سے ہم سے پوتا ہی نہیں ہے دو چار " ہے : یہ کتابت ہے : معذرتاً موز ۱۰

تیا سی تھج رہی گئی ہے !

ایں ترہ لبت جگر سے طرفِ عُدستہ ہے اشب قُلُوب سے ہے رشکِ تختہ کلزار چشم
 بجز کو ان چشموں سے کیونکر ہو چشمِ مغفرت غم میں اہل بیت کے ریتے میں منتِ خونبار چشم
 مردانِ چشم رکتے ہیں سید اپنا لباس ہیں گے اولادِ پیمبر کے یہ ماتم دار چشم

اس قدر لکھا ہے یہ شوقِ ہم آغوشِ فراق
 جو ادھر ادھر چمکے ہے بازو اور ادھر ہر بار چشم

۱۔ (ح) میں یہ غزل نہیں ہے !
 ۲۔ اہل بیت سے مراد محمد - علی - فاطمہ - حسن - حسین

ناصحا دستِ جنوں سے چاک ہے سینہ تمام زخمِ دل میرے کو لازم ہے تجھے سینا تمام
عالمِ کثرت میں بھی وحدت ہی آتی ہے نظر ٹکڑے ٹکڑے ہے ہمارے دل کا آئینہ تمام
خندہ تَقل سے ظاہر ہے کساقی ہنرمیں بادِ عشرت سے کیا لہریز ہے سینا تمام
صورتیں کیا کیا ملائی ہیں فلک نے خاک میں دفن ہے یہ ^{زیر زمین} یارب یہ گنجینہ تمام

سیرِ گلشن کی ہیں بے کچھ پوس بھی میں فراق
داغِ دل اپنے سے یاں گلزار ہے سینہ تمام

۱۔ (ح) میں یہ نزل ہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : " خندہ تَقل سے ظاہر کساقی ہنرمیں " ہے۔ یہ کتابت ہے۔ دوسرے ناموزوں ہے۔

تیا سی تیرِ ردیائی ہے !

تہذیبِ شریعہ سے ہے آستینِ تمام گُٹلوں ہے اشک سے مرے رُجے اُمیں تمام
 یاں تک تو جیتے سائی ترے در کی ہم نے کی سجدہ ہی کرتے تھیں ہی اپنی جہیں تمام
 میری وفا تو حد سے پیارے گزر گئی تیری جفا پہ ہوا ق نہیں ہے کہیں تمام

نینہ اپنی اڑ گئی تری فریاد سے فراق
 قصہ ترا ہی ہو دے گا ظالم کہیں تمام

کھولیں گے اپنے ہاتھ سے بند نقاب ہم دے جام مئے کریں گے تجھے بے نقاب ^۱ ہم
 نام نہ کر تو منع کر دنا ہے جی کے ساتھ لے کر عدم سے آئے میں چشم پر آب ^۲ ہم
 خوشیہ رُوح کی سوت ڈھلا جائے ہے جومل باغ جہاں میں کیا ہیں کلی آفتاب ہم ؟
 بحرِ سلام میں ترے اے بادشاہِ حسن اغیار چھوٹیں اور نہ ہوں بارِ یاب ہم
 ہر ورق میں جس نے ہے صد رنگ گھٹاں رکھتے ہیں اب بغل میں وہ دل کی نقاب ہم
 شور و فقاں و آں یہ دما ز ہیں فقط سنتے ہیں یہ ہر باد و بین و رباب ^۳ ہم
 خانہ بہ خانہ در بہ دور و کو بہ کو چہرے ہاتھوں سے تیرے اے دل خانہ خراب ہم
 کوئی غریقِ عشق بھی ڈوبے ہے مردماں جاتے ہیں بحرِ اشک میں دیکھو پیاب ہم
 ہر بات میں جلتے ہیں لطیف ہے غنچہ لب بولو تو منہ سے تم ہو کہ حافرِ جواب ہم
 قمرِ بلند اس لئے کرتے ہیں بنا ہر خشتِ گر کی سمجھتے ہیں فردِ حساب ہم

ایسی غزلِ فراق کریں جی میں ہے رقم
 ہر بیت جن کی آپ کریں انتخاب ہم

۱۔ (ع) میں یا شعر نہیں ہے !

۲۔ (ع) " " " " " " !

۳۔ (ع) میں : " سنتے ہیں تر ہیں ہر باد و بین و رباب ہم " ہے !

بھولے ترے فراق میں کیا خورد خواب ہم سینے میں دل کو رکھتے ہیں بس داب داب ہم
 ہے کو چ کس طرح ذکر میں اضطراب ہم مثل ہلال بیٹھے ہیں پا در رکاب ہم
 آئینہ جن کو دیکھ کے یہ آہ آہ ہے رکھتے ہیں آہ وہ دل حیرت تاب ہم
 مٹھڑے پر چھوڑ دیجے ذرا زلف تابدار بھی میں ہے دیکھ لیوں شب مایا تاب ہم
 بس جان و دل کو لیجے دو بوسہ دیجئے قائل کرو جو کہتے ہیں کچھ بے حساب ہم
 گد نالہ گد فغاں ہے گئے وہ دہر الم فرقت میں تیرے دیکھے ہیں کیا عذاب ہم
 راہ عدم کے شوق میں مانند نقش پا ہر قدم پر کرتے ہیں یاں پا تراب ہم
 پھر تاجے اپنے ساتھ ہی خیر لہا ہوا خانہ بدوش رہتے ہیں مثل حباب ہم
 جب ہم سے باز پرس کریں گے فرشتہ گاہاں (ق) محشر کو تب یہ دیوں گے ان کو جواب ہم
 روتے اُس کے دھوئے گناہان بے شمار رکھتے ہیں صاف دیکھ لو فرد حساب ہم

پیری میں چیتے ہر جوانی کو کھو فراق

اے والے کیا ہی نیند سے چھوٹے شباب ہم

دردِ دل دیوے ہے ایذا بچے درماں کی قسم جاں بہ اب دیدہ پیر آب میں جانان کی قسم
 رنجِ ترا صفحہ قرآن ہے قراں کی قسم زلف و ایل ہے کافر تری ایماں کی قسم
 دل کو روتا ہوں پیرا دیدہ بُریاں کی قسم شہ کو جلتا ہوں پیرا آتش پجراں کی قسم
 دُورِ دامن کو ترے دیکھ کے اے شلب چن باتھ سے صبر لیا چاک کریمیاں کی قسم
 ایک ہو سے پہل و جان کو لو دیتے ہیں لب و دندان کی قسم اس مسی و پاں کی قسم
 دردِ دل کو لرے بے درد کوئی کیا جانے واقعی سمجھے ہے لب لب و مُلّاں کی قسم
 نعلِ ماتر ہے ہر اک سرو چن یارِ بفسیر نعلِ ہر اک خار ہے اس سرو خراں کی قسم
 جب سے دیکھا ہے خدا و زلف ترا بھر تب سے کھائی ہے دینے کی سنبل و ریحان کی قسم
 تیغ و ابرو کے ترے کشتے پرے ہیں ہر سو آنکھ اٹھا دیکھ دُور کینچ شہیدان کی قسم
 رات پجراں کی خرابی سے بہہ کرتا ہوں بسمِ مَوْفوق نہیں زلف پریشاں کی قسم
 جب سے دیکھے ہیں ترے دستِ خاں تب سے خون روتا ہوں پیرا پنجٹا سر جاں کی قسم
 کوچِ یار کہ فردوس ہیں سمجھے ہیں باغِ جنت کی قسم رو خدا و مفلوکیں کی قسم
 رسل سے بدوے ہے تیرے دل بیار ہیں لگ جا چھاتی سے ذرا سیب و نخلوں کی قسم

ایک ہو سے پہل و جان تو دیتا ہے فراق
 جھوٹ ہرگز نہیں ہے اس میں تری جاں کی قسم

۱۔ (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ دور = گھیر

۳۔ لبر = بند

دالوں سے نہیں سیٹھ سوزاں ہر تن چشم ہے تیرے تاشے کم چراغاں ہر تن چشم
 سرگرم سر صید ہے تو جب سے کو ظالم ہے چشم غزالاں سے بیاباں ہر تن چشم
 غریب ری آد جگر سے یہ ظلم ہے انجم سے نہیں ہے یہ نمایاں ہر تن چشم
 طے منتظر دیدہ نرگس نگراں ہے عاشق ہیں ترے سرو خراماں ہر تن چشم
 آدائیں تیروں سے کاں دار مشبک ہے تیرے تاشے کو ری جاں ہر تن چشم
 حق تری زلفوں کا گلو کبیر ہے دل کے کیونکر نہ ہو یہ صید پریشاں ہر تن چشم
 نرگس ہی فقط اس کی نہیں چشم کی منتوں ہے دید کو اس کی طے خداں ہر تن چشم
 کیا تو مہ و میر و ظلم بھی ہیں ندیدے دو ٹان کی خاطر ہیں یہ درناں ہر تن چشم
 روضہ نہیں مقتول کا تہیے یہ مشبک در پردہ ہے یہ عاشق حیراں ہر تن چشم
 اے رشب چن کلبہ احزاں میں مرے آ میں ہی نہیں جوں آئینہ حیراں ہر تن چشم
 جوں صورت تصویر نہیں کچھ در دیوار ہے طلق در بھی یہ ری جاں ہر تن چشم

کیا تو نہیں تھن نرگس پہ فراق اب
 ہے دید کو اس کی یہ گھٹاں ہر تن چشم

۱۔ (ع) میں یہ غزل ہیں !

۲۔ غریب = پھلنی

۳۔ آدوں = ڈھیر۔ ٹیلہ۔ انبار

۴۔ مشبک = جالیوار : جس میں سوراخ ہوں ! فردت شوی کے تحت اب کو مشدّد کیا گیا ہے !

کس زلف کا شیدا ہے رازِ دل میں معلوم کس چشم کا انجی ہے یہ لبِ لعل میں معلوم
 تم جاؤ چلے مجھ سے نہ کچھ پوچھو عزیزاں کم کردہ وادی ہوں کہ منزل میں معلوم
 حیرت زدہ رہتا ہے دل اپنا تو ہمیشہ یہ آئینہ ہے کس کے مقابل میں معلوم
 نے ہر بتاں میں ہے رُخِ بیاں میں وفا ہے کس بات پہ ہے دلِ رازِ مائل میں معلوم
 اک نیم نلہ قتل کو اپنے تو ہے کافی کیوں کھینچے ہے شمشیر کو قاتل میں معلوم
 کیا جانے کہ ہر کشتی لگے لختِ جہر کی دریائے سرکش اپنے کا ساحل میں معلوم
 ہر آتشِ انسوں و سواہرِ قیامت کچھ نزعِ دنیا سے تو حاصل میں معلوم
 کہتے ہیں جسے علمِ سو وہ ایک ہے کُلّت کیوں بچھٹے ہیں عالم و فاضل میں معلوم
 یہی منتیں اس میں تو کیا کیا نظر آوے یہ دل ہے رازِ کونی محل میں معلوم
 یا رُشِبِ فرقت ہے شبِ ترک سے بدتر کیوں نگر ہو ویرِ آسان یہ مشکل میں معلوم
 بھجرائے کسوے یہ سمجھتے ہیں دوانے کیوں پاؤں میں پرتی ہیں سلاسل میں معلوم
 کچھ زلفِ سیرِ مارِ سیر سے نہیں ہے کم کس پر یہ بلا ہوئے کی نازل میں معلوم
 جوں شیشہ دل اپنا تو بھراٹے ہے ساق کیوں خالی ہونے جانے ہے محفل میں معلوم
 ہر غنچے میں ہو ہے تری ہر گل میں تر از آب کس پر بھی سری شکل و شہل میں معلوم

مجنوں کے سوا دیکھئے اس مشیت جنوں میں

یہ کون فراق اپنے مقابل میں معلوم

۱۔ (ح) میں یہ نخل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : نے ہر بتاں میں ہے رُخِ بیاں میں وفا ہے : سہ کراہت ہے ، مصرعہ ناموزوں ہے ۔

قیاسی قیاس کر دی گئی ہے !

یہ دل میں دیوے جو کچھ ہے بخارِ معلوم اب اس میں ہوئے ہے کوئی شہسوارِ معلوم
 اگرچہ خوب ہو دنیا میں ہیں بہت کینیں جو ہوئے ان میں کوئی میرے یارِ معلوم
 میں رکھ کے ہاتھ جو سینے پہ اپنے دیکھوں ہوں بجائے دل مجھے ہوتا ہے خارِ معلوم
 خراب نازِ ترا دل میں ہے کہاں پیارے یہ تیر ہوئے ہے کچھ وارِ پارِ معلوم
 بہارِ جوشِ جنوں مجھ کو تیرے باقوں سے یہ جیب ہوئے ہے کچھ تارِ تارِ معلوم

تپِ فراق کی گرمی سے اپنے اعضاء میں
 فراق ہوئے ہے مجھ کو بخارِ معلوم

نالہ کے تئیں لب پہ بھی لانے کے نہیں ہم مرجائیں گے پر اشک بہانے کے نہیں ہم
 کیا پوچھتے ہو یادو ارادہ ہے کدھر کا واں جاتے ہیں جس جا سے پھر آنے کے نہیں ہم
 سب خویش و برادرے احوال تو سن پائے کہتے ہیں دیار ایسے دوانے کے نہیں ہم
 ہرگز دل بے تاب کو آنے کا نہیں چین جب تک کہ غلطے ترکو رگٹانے کے نہیں ہم
 بخش آتی ہیں پاؤں کے ترے ٹھوکریں ظالم سہ کو بھو قدحوں سے اٹھانے کے نہیں ہم
 اس وقت مری جان جو ملنا ہے تو مل لے خدا آئے پہ پھر منہ ہی رگٹانے کے نہیں ہم
 اب کے جو ترے در سے کئے یار بے این شکل پھر یاد رہے منہ بھی دکھانے کے نہیں ہم
 کونہ کیلئے کی باتیں ہیں دل دن میں مری جان یہ یاد رہے یاد بھی آنے کے نہیں ہم

کر عشق کھے باتوں سے فراق اب کی بچے ہم
 پھر دل کسی دلبر سے رگٹانے کے نہیں ہم

ناد وہ کون سا ہے کہ گرم نغاں ہیں
 جس دل میں تو نہیں ہے غصہ اس میں جاں ہیں
 دیکھو یہ آفتاب حقیقت کہاں ہیں
 کس جاگ جائے کہیں دارالامان ہیں
 ابرو کاں کی جس پہ بھی خاطر نشان ہیں
 تیری کمر کو لوگ کہیں ہیں میاں ہیں !
 منہ سے تو چھوٹو کچھ تو کہو منہ سے ہاں ہیں
 وہ کون سی زمیں ہے جہاں اسلٹاں ہیں
 بہتر پھر اپنی چشم سے کوئی مکان ہیں
 سبزہ ہیں فضا ہیں آب رواں ہیں
 دشمن ہیں تو صرف دل غونچکاں ہیں
 تشنہ مرے ہو کا فقدا برگ پاں ہیں
 عطا کی طرح نام کو جین کا نشان ہیں

وہ آہ کون سی ہے کہ برق تپاں ہیں
 جس جاگ تو ملکین ہیں وہ مکاں ہیں
 جھپٹے ہے ذرے ذرے میں ہرگز نہاں ہیں
 ابرو سے دل بچے تو وہ شرکاں مرے ہیں
 تودے کی شکل دل کو مشابک کیا تمام
 بند تبا کو کھول کمر کو دکھائیے
 بے وجہ کیوں یہ شیشہ دل کو کیا ہے چور
 دلکش نہ اس کی زلف سے ہو خال روکیار
 جی آپ کا جو خازن دل سے اداس ہے
 کچھ نرول کھنڈیاں اب ہیں
 منہ ہی ہی رشک سے نہ ملے ہے فقدا مجھے
 مٹی یہ دانت پیستی مجھ ناتوان پر
 یاران رفتہ چھوڑ کر ایسے چلے گئے

احوال دل قراق جلا کس سے میں کہوں
 ٹولیں ہیں رفیق ہیں ہر باں ہیں

۱۔ (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ دارالامان : جائے پناہ

خود ترے آنے سے اٹھ جاویں یہ امکان نہیں اپنا یہ طور یہ اسلوب یہ عنوان نہیں
 تیرا منہر ہی فقط رشکِ مُستانِ نہیں زلف اور خدا بھی کم از سنبل و ریحان نہیں
 دل ہریاں تو ہے پر وہ لب و زلف کہاں پاس اپنے تو گزک ہے یہ نہادانِ نہیں
 صاحبِ کیمئے بندے سے تکلف موقوف یہ را گھر ہے میں کچھ آپ کا مہمان نہیں
 شبِ تاریک میں ہے برقِ درختاں گویا تیرے ہونٹوں پہ نمایاں مسی و بان نہیں
 اس میں دیکھا تو بہت دولت و رسوائی ہے عاشقی کرنی مری جان کچھ آسان نہیں
 ایک عالم ہے ترا محو بہ رنگِ تصویر آئینہ ہی تری صورت کا کچھ حیرن نہیں
 مرغِ دل کیونکہ بچے اس کی نڈ سے یارب چوٹل باز سے کم پنجہ نرنگانِ نہیں
 چشمِ عبرت سے جو اس باغِ جہاں میں دیکھا چشمِ نرگس ہی کچھ اس باغ میں حیران نہیں
 کون سا غنچہ رکھتا نہیں ہے خونِ جگر کون سا گل ہے کہیں چاکِ گریبانِ نہیں

کل کو صد میت کہ ہنگامِ سفر ہے درپیش
 اور فراق اپنے لئے کچھ سروسامان نہیں

۱۔ (ح) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ مطلع صاف پڑھا نہیں جا سکا !

آنا یہ بچلیوں کا مجھے بے سبب نہیں بھولے سے اُس نے یاد کیا ہو عجب نہیں
 ہر وقت بھڑکیاں ہیں ہر اک دم میں گالیاں وہ کون سی لڑکی ہے کہ مجھ پر غضب نہیں
 مدت سے روزِ بچ ہی ہم دیکھتے ہیں آہ کیا اس جہاں میں وصل کی ہوتی ہے شب نہیں
 آتا ہے میرے منہ پہ چڑھانٹ یہ شب گرم اس طفلِ بے ادب کو دُرِا ہیں ادب نہیں
 کچھ ماہ و خور^۲ بھی پھرتے ہیں دھونڈتے اسے وہ کون شخص ہے جسے اُس کی طلب نہیں
 اُس کو وہ مجھ سے بڑا ملاقات پھر کہاں آگے جو کچھ سلوک تھے اصلاً وہ اب نہیں
 شیشے کو بھی جو دیکھا تو رووے ہے پھٹ پھٹ کچھ جارِ مئے بن غم میں ترے جاں بہ لب نہیں
 جب سے لیا ہے عشقِ بیاں دل نے اختیار کیا ہی نہ اپنی جان پہ رنج و تعب نہیں
 شبِ کون سی کہ ہم نہیں یاں موردِ عتاب ہے روزِ کون سا کہ وہ ہر پر غضب نہیں
 صبرِ فراق اس سے سید ہو کس طرح دن کو تو وہ کہے ہے کہ رات کا ٹھپ نہیں

اور رات کو جو کہئے تو پھر وہ بہانہ جو
 زلفیں اٹھا کے منہ سے کہے ہے کہ شب نہیں

۱۔ (خ) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ خور = خوشید کا تخفیف

صُحبت کا وہ رہا ہی نہیں رنگ درمیاں میرے اور اُس کے رہتی ہے بنت چٹک درمیاں
ہم تر سے دل سے جان دری پر قریب ہیں لکھڑ میں گو کہ ہیں کئی فرسنگ درمیاں
یوں جلوے کا نشان ہے ان آنکھوں میں جلوہ گر شیشے کے ہوئے ہے مئے طرب درمیاں

اُس کے دین کے وصف میں کیونکر لکھوں فراق
رخصتوں عذر کا فیہ تھک درمیاں

کیوں مجھ کو ستاوے ہے تو ہر آن آن آن
مرا چوں میں تو تجھ پہ مری جان جان جان

موت ہے، کیونکہ کا تجھے اشتیاق ہے
روں جا تو ایک روز تو مہن مان مان

صورت میں تیرے اے یہ قدرتِ دھاک ہے
کیا کیا بنائی صورتِ انسان سان سان

آسواں میرے قدر نہیں تم کو رد مان
لیتے ہیں اس کو گھر مرجان جان جان

اک شب فراق پاس بھی رہ جاؤ میری جان

موت سے ہے اُسے ہی ارمان مان مان

نئے پھرے ہے وہ صیادِ دامِ آنکھوں میں کیا ہے اس دلِ وحشی کو رامِ آنکھوں میں
 پیامِ بوس و کنار اس سے لیجئے یوں کلمہ غرورِ حسن سے لے ہے سلامِ آنکھوں میں
 ہیں بے رعب چشمِ اشک سے خالی اسی کی پھرتی ہے صورتِ مدامِ آنکھوں میں
 بہ رتبہ دستِ نرلیں ہے مجسّمِ خواباں کہ یک دگر ہیں سبھی ہم کلامِ آنکھوں میں
 پھن میں ساغرِ مئے کی ہے یاں تلکِ عزت رکھے ہے نرلیں مخمورِ جامِ آنکھوں میں
 ملا ہے نحتِ جگر پیش جو دل لے کر کیا ہے کنز نے یہ لے کر مقامِ آنکھوں میں

فراقِ چشمِ ہماری نہیں میں خوںِ الود
 سوا درُلف سے پھولے ہے شامِ آنکھوں میں

(۲۴۱)

سستی کی طرح رقی فناک دم بہ دم ہیں دل غم سے سر پہ نئی پھر وہ ہیں چشم نم ہیں
 ہم سے بھی اہل دولت دنیا میں بہت کم ہیں ٹرائلک میں کمر ہیں وہ داغ میں دم ہیں
 آئیے گا آئینہ تو مہتابی روز وعدہ دل میں سمجھتے ہیں ہم یہ ہم کو موت دم ہیں
 جیسی باری پر دم آئے وہ فنا ہے ہائے نقش پر آئینہ اور ہیں

۲
 جوں مصروف شرف ہم کو اب فراق دینی
 بیدار نظر پر ہے آئینہ اور ہم ہیں

۱۔ (۱۷) میں یہ نزل نہیں ہے :

۲۔ شرف : میر مجری شرف - خواجہ میر درد کے رنجت کو شاعر تھے :

نے جی ہوں نہ ہونا ہوں نہ میں برب شجر ہوں اس دشت میں جوں ریگ رہاں خاک بہ ہوں
 نے میں کل خنداں ہوں نہ میں باد نسیم ہوں اک شعلہ آتش ہوں یا آہ جگر ہوں
 نے دنیا ہی حاصل ہوئی نے دولتِ عقیقی اے وائے براحوال کر ایہم نہ اُدھر ہوں
 ہستی کا ہے اطلاق عبرت نام پہ میرے یک چشمِ زدن میں ہی فنا مثلِ شہر ہوں
 ہر ایک نفسِ نال نے سے نہیں کچھ کم سر تاجِ قدم آہ و فغاں درد و اثر ہوں
 نہ مج نہ کم اب مجھ کو نصیحت کی تو باتیں کیا جانے اس وقت کہاں ہوں میں کدھر ہوں
 نصیہ ہوئی باتھ جو پاؤں سے لگایا پیارے میں فرشتہ نہیں ہندہ ہوں بشر ہوں

ظاہر کروں کیا تجھ کو فراق اپنا میں احوال
 غمِ ناک ہوں دل چاک ہوں اور خستہ جگر ہوں

چشمِ کریاں شراب و کھتے ہیں دلِ ہریاں کباب رکھتے ہیں
 نادر اس قدر میں خُباں دل جس لیتے ہیں داب رکھتے ہیں
 دودِ دل سے ہوا ہے ظاہر آد زلف و خدا کا جواب رکھتے ہیں
 نہیں معلوم کس لئے ہم سے ماہِ رویاں حجاب رکھتے ہیں
 زلف میں پیرے کو چھیاتے ہیں اہر میں آفتاب رکھتے ہیں

۱۳
 چوں بدایت، فراق اب ہم بھی
 اس غزل کا جواب رکھتے ہیں

۱. (ح) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲. سب دود سے بھول

۳. بدایت، بدایت اللہ خاں بدایت : فراق کے چچا اور خواجہ میر دردؒ کے خصوصی شاعروں میں تھے !

ہم نہ دل اور جان رکھتے ہیں یار اب تک گمان رکھتے ہیں
 تیرے کھڑے کا دھیان رکھتے ہیں دین و ایمان قرآن رکھتے ہیں
 بات دل کی نہ کہیو مجلس میں در و دیوار کان رکھتے ہیں
 شرہ و سہرہ سے ہم خوں تیغ و سنگ فسان رکھتے ہیں
 طاثر عالم عدم ہیں ہم لامکاں آشیان رکھتے ہیں
 جوں ہے عارض پہ تیرے سبزہ خدا جوں قرآن میں نشان رکھتے ہیں
 نہ اٹھوں پاس تیغ ہے نہ تفتاک نہ یہ تیسروں کان رکھتے ہیں
 قتل کرنے کو عالم عالم کے خوب رو ایک آن رکھتے ہیں
 ہم کو الفت نہیں گھر کے ساقی ایک ہم تجھ کو جان رکھتے ہیں
 زلف جو یہ ہے تیرے کھڑے سر ہم قرآن در میان رکھتے ہیں
 اے فراق اپنے طہون کو ہم (ق) جب کہو میراں رکھتے ہیں

اشک اور لختِ دل ہے اُس کے حضور
 عطر اور پاندہ ان رکھتے ہیں

۱۔ (ح) میں یہ غزل نہیں ہے!

۲۔ اب میں! نہ اٹھوں پاس ہے تیغ ہے نہ تفتاک ہے! معرفہ ناخودوں ہے۔ قیاسی تفسیر کر دی گئی ہے!

ہم اس کی ادا کئے دوائے بہت ہیں بتاں کم ملیں گے سیانے بہت ہیں
 تجھے اشکِ مٹلوں بہانے بہت ہیں کہ بارِ اس کی خاطر بنائے بہت ہیں
 دل و سینہِ خاطر ہیں بہر و کمال اب تو خلطِ نساں رکھ نساںے بہت ہیں
 تجھے خازنِ آباد ڈھونڈوں نہ دھریں ترے گھر بہت ہیں تھکانے بہت ہیں
 نہ بھڑائیے قدمِ غم کو سن کر سنانے ابھی تو فسانے بہت ہیں
 دل و دیدہ سے مت فعلِ سادہ نہ تو یہ روئے کو آئینہ خانے بہت ہیں
 مکرنا ہر اک بات کے ساتھ اچھا غرض یاد تم کو ٹھکانے بہت ہیں
 کوئی مشکِ لہتا ہے سنبھل لوں اب تری زلف کے شاخائے بہت ہیں
 نسیمِ سحر اس کا کوچہ نہ جھاڑ اب ابھی وہاں سے لٹکتے اٹھانے بہت ہیں
 قسم ہے مرے سحر کی اچھے چشمِ تر تو نہ تھکا کر انو بہانے بہت ہیں
 تنِ ناز کا بار ہے شمعِ آسا ابھی کھوج اس کے ثنائے بہت ہیں

غذا خونِ دل کی ذرا کم کرو تم
 فراق اور دنیا میں کھانے بہت ہیں

(ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

غنچہ دگل ہی نہ کچھ جیب میں نہ رکھتے ہیں صدف چشم میں ہم ہی تو گھر رکھتے ہیں
 مثل گل کے نہ کو کے بوئے ہم طرہ سر گو کہ زینبیدہ ہر اک داغِ جگر رکھتے ہیں
 ایک دن تو تو بھو آن کے رہ خانہ خراب دیدہ و دل سارے واسطے گھر رکھتے ہیں
 نخلِ غم سے رے پیوستہ ہیں برائے جگر اس شجر سے ہی اک طرفِ ثمر رکھتے ہیں
 ایک دن بھی نہ بھو آن کے پوچھا احوال آپ عاشق کی بس ایسا ہی خبر رکھتے ہیں
 تیغِ ابروئے تباں بیچ جو کچھ جوہر ہیں پوچھتے ہم سے کہ ہم خوب نظر رکھتے ہیں
 شمع کی طرح سدا رہتے ہیں ہم پابِ رکاب ہم ہی اس ہنر میں بہت عزمِ سفر رکھتے ہیں

۱
 عیب کرتے ہیں فراق اپنے یہ اپنائے زماں
 ۲
 اس زمانے میں جو کوئی کہ منہ رکھتے ہیں

۱۔ (ع) میں یہ غزل نہیں ہے!

۲۔ زینبیدہ = زینب دینے والا

۳۔ عیب کرنا = برا سمجھنا

۴۔ اپنائے زماں، دنیا کے لوگ

بنا کے مٹھرے پہ زلف دراز رکھتے ہیں بُناں بھی زور ہی انداز رکھتے ہیں
 جو ہم سے نیک ہیں ہم ان سے بد نہیں برکز ہر رنگ آئینہ آک امتیاز رکھتے ہیں
 ٹھلے ہی جاتے ہیں جوں شمع سرت پاؤں تلک کہ ہم بھی زور ہی سوز و گداز رکھتے ہیں
 کرے ہیں ملکِ دل کو تاخت اور تاراج یہ ترک چشم مجب ترک ناز رکھتے ہیں
 اگرچہ ہم بھی تو نازک مزاج ہیں پیارے ترے مزاج سے پر احتراز رکھتے ہیں
 شہ جو عشق پہ نازاں تو اس نے محمودؒ کہ ہم بھی عشقِ فاضل و ایازؒ رکھتے ہیں

فراق اُس کی گئی ہن یہ دل نہیں رہتا
 ہزار رنجِ دل اپنے کو باز رکھتے ہیں

۱۔ ۱۰۱ ح میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ تاخت = غارت

۳۔ شہ جو = ضرورتِ شری کے تحت استعمال ہوا ہے۔ اصل لفظ شہ جو جوت ہے !

۴۔ محمود = محمود غزنوی

۵۔ فاضل = ایک دل کا نام جن کا عشق مشہور ہے !

۶۔ ایاز = محمود غزنوی کا ایک ترکي غلام جس سے وہ محبت کرتا تھا !

سدا ہم دہ پئے فکر دہان یار جیتے ہیں غرض یہ کھولنے کو عقدہ دشوار جیتے ہیں
مرے ہیں پھر میں اور وصل میں پھر یار جیتے ہیں غرض ہم بھی محب ہیں مرے سو بار جیتے ہیں
شکوہ نکل ہے چن میں آج کل غنہ لیبوں سے بہار زندگی تب ہے جب غم خوار جیتے ہیں
نیں اٹک سائل مردان چشم سے یارو ابھی بازی لٹالو موتیوں کا بار جیتے ہیں
طیبوں نے ری حالت جو کیہی رہے یوں بولے خدا پر چہرہ دو ایسے کہیں بیمار جیتے ہیں
نہ لٹانا ہے نہ سونا ہے پُر راتوں کو رونا ہے بھلا یہ بھی ہے شکل زلیت پر ناچار جیتے ہیں
بجا ہے ساغر و سینا جو رہ ہیں اب گلے گلے کر نہ میخانہ رہا ہے یاں نہ وہ میخانہ جیتے ہیں
ہری لون سی جینے کی صورت بے سبب شدید مگر ہم دیکھ کر اس کے گل رخسار جیتے ہیں
یہ اہل اللہ زندہ ہیں انہیں مردہ نہ جانو تم جو یاں سے لے گئے ہیں گئے دل بیدار جیتے ہیں
ترے بیمار آنکھوں کو جو دیکھے کھدک ہم نے ہزاروں مر گئے ہیں گئے کہیں دو چار جیتے ہیں
ابوں پر جان ہے فرمائیے جلدی مسیحاں تمہارے اب تھک یہ طالب دیدار جیتے ہیں

فراق ان عاشقوں کی سخت جانی دہا میں ہمیں کشتہ
رہا اب تک اس ملک کی کھاکے یہ تم وار جیتے ہیں

۱۔ (خ) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ اہل اللہ : ولی اللہ

شونی و انداز بے پروائیاں کس نے یہ باتیں تجھے سنا دیاں
تو نے کی چہرے پہ کُراہت اور تیاں میرے لیا کیا جی میں لہریں آئیاں
ایک دن آیا نہ تو وعدہ خلاف کیسی کیسی تو نے قبریں کھائیاں
رات جاتی ہے چھی لڑتے ہیں ناز^۲ کیا ہلا تجھ کو ابھی بچلا ئیاں
لے چھے دل کو اور انکڑوں لے بیچ چوریاں ہم نے تمہاری پائیاں
اس ستم آئیں سے میں کہنے لگا (ق) غم کی باتیں کل جو کچھ یاد آئیاں
یعنی تیرے عشق میں خاز خراب تو کوں کی میں کالیاں بھی کھائیاں
تیری خاطر میں نہیں تیں پر بھی اد اس قدر ہوتی ہیں بے پروائیاں
سن کے وہ کہنے لگا میرے تیں تو تو کیا اور کیا تیری دانا ئیاں
تیں اور فرما دے بھی عشق میں کھینچیاں میں ذلتیں دانا ئیاں

جس کا دھڑکا تھا رے جی میں فرق

بھر کی راتیں وہی چہر آئیاں

۱۔ (خ) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : " یاد " ہے ۔ سہو کتابت ہے : قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے !

اُس دل کے بُھانے کے اسلوب سمجھتے ہیں باتوں کو تری پیارے ہم خوب سمجھتے ہیں
 گریہ کا سرے باعث یوسف سے نہ پوچھو تم رونے کو سرے حضرت یعقوب سمجھتے ہیں
 گھبرا ئے چن باہم کیا منتہی ہیں محبوب کے ریزوں کو محبوب سمجھتے ہیں
 باوصف پریشانی جمعیت خاطر ہے ہم لختِ دل اپنے کو مکتوب سمجھتے ہیں
 جس جاگڑا ہووے اے نورِ نظر تیرا مڑگاں کو ہم اپنے واں جا رہے سمجھتے ہیں
 کب دیدہ حیراں کو ہوائِ رول کی قدر سالک کی حقیقت کو مجذوب^۳ سمجھتے ہیں

پوچھو جو فراق اُس کے اوصافِ سخن^۲ ہم سے
 رتے کو ہدایت کے ہم خوب سمجھتے ہیں

۱۔ (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ سالک : (تصوف کی اصطلاح) عاشقِ خدا

۳۔ مجذوب : () جو خدا کی محبت میں دیوانہ ہو جائے

۴۔ (ب) میں : کوئی پوچھے فراق اُس کے اوصافِ سخن ہم سے ہے ! نامزدوں ہر عہد ہے۔ قیامی تلمیح کر دی گئی ہے

۵۔ ہدایت : ہدایت اللہ خاں ہدایت : فراق کے چماتھے اور شاعری میں خواجہ سید درد سے تلمذ رکھتے تھے !

دیکھا اگرچہ تجھ کو سری جان کل نہیں پر کیا کہوں کہ جی کو مرے کل سے کل نہیں
 جب دل نہ مانتا ہوں کہ ہے مجھ کے دیوں میں نے کہا نہ دل تر مجھ پاس چل نہیں
 فصل بہارِ حن کو تو ^۲مغتنم سمجھے جو وقت آج ہے سو سری جان کل نہیں
 فرقت میں زندگی میں کروں کس طرح بہر تیرے بغیر چن بچے ایک پل نہیں
 جاہ میں گئے ہی غبار میں ہی اک آن میں نکل ایک واسطے خدا کے تو کھر سے نکل نہیں
 سچے ہیو میری جان ارادہ ہے لیا ہی آج اس وقت تیرا آنا تو لچھے بے نکل نہیں

جس میں نہ ہو وہے گونڈ درد و اثرِ فراق
 دیوان میں مرے کوئی ایسی غزل نہیں

۱. (ح) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲. مغتنم = غنیمت

چشم سے اشک ہے رواں جان ہے اضطراب میں بھر میں اس کے کیا کہوں میں ہوں بھج بھج عذاب میں
 زلف سید جو ہووے مگر مٹھڑے سے اس کے دور رہا ہانپتا ہے بہت زبوں سایہ آفتاب میں
 دل کو ہر اک کے لیجئے قتل ہر اک نہ کیجئے یہ بھی لکھا ہے کیا کہیں جان کسی کتاب میں
 روزِ شہداء کا تجھے خوف و خطر ہے زائد^۲ ہم سے لٹا پٹا تو یار میں کس حباب میں
 رات کا وقت ہے میاں جاتے ایلے ہو کہاں ہووے جو مرفی آپ کی میں بھی چلوں ، کتاب میں
 کیا خدا اس کا برملا محض یہ اک خیال ہے^۵ مدد تیں زردی میں جسے دیکھا نہیں ہے خواب میں

یہ تو غزلِ فراق اب میں نے لکھا سدا سدا
 جی میں ہے اک غزل میں اور اس کے کہوں جو اب میں

۱۔ ۱۔ ۱ میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ ۲۔ ۲ میں : ” زلف سید جو ہووے مٹھڑے سے اس کے دور رہا ! ” مٹھڑے کا ہزاروں ہے ! قیاسی آئینہ زردی میں ہے

۳۔ ۳۔ ۳ میں : ” روزِ شہداء کا تجھے خوف و خطر ہے زائد ”

۴۔ ۴۔ ۴ میں : ” ہم سے لٹا پٹا تو یار میں کس حباب میں ”

۵۔ ۵۔ ۵ میں : ” یہ بھی لکھا ہے کیا کہیں جان کسی کتاب میں ”

تھری نظروں سے اے پیارے اگر ہم دور رہتے ہیں و لیکن دل کے آئینے میں تجھ کو کھور رہتے ہیں
شراب اور جام کی ساقی یہاں پروا ہے اب کس کو تری آنکھوں کی کیفیت سے ہم نچور رہتے ہیں
پڑے ہیں دل کے باعث کچھ نہیں ہے اختیار اپنا ترے کونچے میں ہم اے دلبر!ں مہجور رہتے ہیں
مجاہدات پر نہ اپنی ہر گھڑی نازاں ہواے زبا یہاں تجھ سے تو بہتر ہے پر نہ زور رہتے ہیں
برہنہ آئینہ پیارے عجب اک دیدِ عرت ہے ادھر تر دیکھ رہتے ہو اُدھر ہم کھور رہتے ہیں
خدا جانے تصور ہم کو رہتا ہے کفن آنکھوں کا کہ مثلِ شیشہ صبرِ لاشہ میں غور رہتے ہیں
ہر اک لختِ چہرِ خالی نہیں جوشِ انا الحق ہے ^۲ یہاں دہرِ شہ پر رکھے ہیں ^۱ دُعا رہتے ہیں

فراق ایسی یہ کس کی آنکھیاں نظروں میں پھرتی ہیں
کہ زلزل کی طرح جہاں اور رنجور رہتے ہیں

۱۔ (خ) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ انا الحق : میں حق ہوں ۔ منظور نے اس کا دعویٰ لیا تھا !

۳۔ منظور : ایک مشہور صوفی بزرگ ! انا الحق کہتے تھے !

نُک اپنی موج پر ہم جس وقت آگئے ہیں اک پل میں آنسوؤں کے دریا بہا گئے ہیں
 اک جام سے تو ساقی ہوتی نہیں تلی ہم ہزم مہلشاں میں شیشے چڑھا گئے ہیں
 ہم یاں سے اٹھ گئے ہیں پر سالنِ وادی نقشِ قدم کو اپنی جاؤں بٹھا گئے ہیں

کیا قہر ہے بتاں میں یہ جرات اور دلیری
 آنکھوں کو دیکھتے ہی دل کو اڑا گئے ہیں

۱۔ اب (ب) میں "جام" ہے۔ (خ) میں : "جام" ہے۔ ۲۔ آخر فقرہ میں : "دلوں" ہے !

میں وہ ہوں کہ بخت کش افلاک نہیں ہوں مرم طلب سینہ صد چاک نہیں ہوں

۲۔ اذہن ہوں ترے کوچ میں بادیدہ غم ناک ہر باد صبا جو ہو وہ میں خاک نہیں ہوں

۳۔ احوال مرے دل کا کیا کر یہ نے ظاہر کیونکر میں ہوں عاشق غم ناک نہیں ہوں

میں یک دل پر آبلہ ہوں باثرہ تر کچھ خوشہ آتلور و رگ تاک نہیں ہوں

کس منہ سے کروں میں طلب ہوسہ فراق اب

اتنا تو میں اس شوخ سے بے باک نہیں ہوں

۱۔ (ح) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : " ہر باد صبا ہے وہ میں خاک نہیں ہوں " ہے ! یہو کہتا ہے ۔ " ہا ہا ہا ہا " ہے ۔ " تیا سی آج ہے "

۳۔ (ب) میں : " مجھے احوال مرے دل کا کیا کر یہ نے ظاہر ہے " ہے !

تاثیر میرے اشک میں بالخاصیت نہیں ^۶ نا اہل طفل کو اثر تربیت نہیں
 فرقتل مجھ کو یار کہ دیوان حشر میں ^۷ جوں شمع کشتہ خون کی میرے دہیت نہیں
 جو یاں بہار ہے سو خزاں ہے اسے غرور ^۸ یہ باغ جائے خرمی و تنہیت نہیں

اقلیم درد عشق کو دیکھا جو میں فراق ^۹
 آفت طلب یہ شہر ہے یاں عافیت نہیں

۱۔ (ع) میں یہ قول نہیں ہے :

۲۔ بالخاصیت : خصوصیت کے ساتھ

۳۔ دہیت : ٹھوں بہا

۴۔ خرمی : شادمانی

۵۔ اقلیم : ملک

ہزاروں نکل گئے اس باغ میں اور سیڑیوں کھلیاں کھلا اک دم نہ دل اپنا لیں دل کی نہ بے گلیاں
 ہوا سنا جو تو آ کر صف عشاق میں پیارے ترے ابرو کی تردیدیں بھی دے دے دور ہی چلیاں
 ہزار فصلِ گل نے یاں تلک تو جوش مارا ہے کہ زنجیریں دوانی ہو گئے اب گھر سے نکل چلیاں
 نہیں لبتِ بکرا اب دیوہ حیرن میں اپنے کھلی ہیں مٹن، ٹینڈ میں صو ہرگ کی کھلیاں
 تری دولت ہے اے فصل ہزار اس سخنِ مٹن میں گل و بلبل نے بھی کر لی غرض کہ دور رفت رایاں

فراق اپنے تئیں تو کام کیا ہے ^۱میر و ^۲سرز سے
 پر اتنا ہم سمجھتے ہیں کہ سب مصری کی ہیں ڈلیاں

۱۔ (خ) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ میر تقی میر

۳۔ سرز = سرز احمد و فیض سودا

قابلِ جور و سزا وارِ جفا ہم ہیں ^۱ آپ فرمائیے جو کچھ سو بجا ہم ہی ہیں
 غیرِ مدطف و کرم ہم پر ہے بنتِ جور و عتاب کیا میاں ایسے گنہگار بھلا ہم ہی ہیں
 بہت ہیں لرچ ترے یار خریداروں میں پر یقین جان کہ اک جی سے فدا ہم ہی ہیں
 کون واقف ہے ترے حسن و ادا سے پیارے وہ جو کچھ ہیں تری ناز و ادا ہم ہی ہیں
 خار و اسی جنوں ہم سے جو الجھو ہو تم ایسے اس دشت میں لیا ہر نہ پا ہم ہی ہیں
 سر و تم ہی ہے ہم بلبل و گل ہے با ہم اپنے گھر و سے مار ایک جا ہم ہی ہیں

مٹنی دہر میں غنڈاں ہیں ہے کون فرق
 گنچساں یار پہ دگلیر و خفا ہم ہی ہیں

۱۔ (ب) میں، "دیف" ہم ہیں ہیں، ہے؛ یہی کتابت ہے۔ دھ کے ناغہ وں ہیں۔ قیاسی لکھ روئی ہے؛

سنتے ہیں اُس شوخِ دلِ انعام کی باتیں سب بھول گیا طاقت و آرام کی باتیں
 بے رحم کہیں آنِ دل اب ہم کو شتابی یہ چھوڑ دے تو نام و پیغام کی باتیں
 مینا ہے اگر جام تو دے دے مجھے ساقی پوچھے ہے تو کیا گردشِ ایام کی باتیں
 بحرِ حن و عطیت ہے سرا و غطا و نفیحت سندا ہے دلے لبِ لعلِ بدنام کی باتیں
 نامور یہ قیامت میں بھی یاد رہیں گی ظالم نہیں بھولیں وہ تیری شام کی باتیں

جز کفرِ خدا و زلفِ نہیں اُس کی زباں پر
 مت پوچھ فراقِ ہم سے تو اسلام کی باتیں

۱۔ (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں "پیر چشم" ہے ! سید کتابت ہے : ناموزوں ہے ۔ قیامی تھوڑی سی ہے !

وہ ہم نہیں کہ جفا پر تری نگاہ کریں قسم ہے تیرے سوا کسی سے چاہ کریں
 ہیں ایک دوسرے پر یہ پیش روئی شہید لب خواہ خواہستہ ہم اور کچھ کُتہ کریں
 لیا جو یاروں نے پتھر کو آب کیا واصل یہ کام ہے جو کسی دل میں جا کے راہ کریں
 نہ دھر اسے ہے جی میں زیاں جفا کی تاب کہو تو کن طرح اس شوخ سے تباہ کریں
 ہمیشہ غموں کے ہاں ٹھہرتے ہو کیا ہوگا^۲ جو اس طرف بھی گزرا آپ وہ کاہ کریں
 نہ آوے راہ پر وہ شوخ یارو کیا مافی کہو جو آہ کوئی ہم بھی سد بہانہ کریں

فراق ایسی ہی کہہ کر غزل تو یہ لے جا
 کہ میر صاحب قبل بھی واہ واہ کریں

۱۔ (خ) میں یہ غزل نہیں ہے :

۲۔ (ب) میں : " ہمیشہ غموں کے ہاں ٹھہرتے ہو گئے کیا ہوگا " یہ سب کو ثابت ہے ۔ قیاسی ٹیچ کر دی گئی ہے !

نے وہ دن ہیں کویار اور ہم ہیں اب شب انتظار اور ہم ہیں
 صحبتِ گل کو یاد کیا کیجئے باغباں اب تو خوار اور ہم ہیں
 کس طرف جہشِ گل کہاں ہے بہار یہ دل داغدار اور ہم ہیں
 بے وفائی تری ادھر اٹا لم اس طرف حالِ زار اور ہم ہیں

حالِ دل کچھ نہ پوچھ ہم سے فراق
 چشمِ تر اشک بار اور ہم ہیں

رہیو زہرا نہ تو یارِ قدمِ گلشن میں ورنہ بلبیل پہ ہر ہوگا ستمِ گلشن میں
بلبلیں ہی نہیں اس باغ میں مالاں تہا گل کی بھی چشم تو شبہم سے ہے نمِ گلشن میں

آن کر دیکھو درِ حالِ گل و بلبیل کا
کیجئے آپ بھی گاہے تو کرمِ گلشن میں^۲

۱۔ (ب) میں یہ غزل پانی کی روایت کے درمیان درج ہے۔ اس سے ترتیب میں فرق آتا تھا۔ یہ غزل پانی کی روایت میں ۳۴ غزلیں مسلسل ہیں۔ اس لئے ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کو یہاں درج کیا گیا ہے !

یہ غزل

۲۔ (ب) میں پانی کی روایت کے ذیل میں درج ہے۔ پیش قدمی میں ترتیب درست کر دی گئی ہے !

کیا تھابن نے یہ آکر خرامِ مٹن میں کہ ہوئی سحرِ کل کی شامِ مٹن میں

اِس اعتقاد پر ایسے تمام مٹن میں کہ رتبِ کل کو نہیں ہے قیامِ مٹن میں

اُس نے مقررے کی جھلک دیکھیں اگر پانی میں شدم سے ڈوب میں شمس و قمر پانی میں
 یاد کر اُس کی کمر رات میں یاں تک رویا جھو کو دیکھوں تو ہوں تاب کمر پانی میں
 برک علی یہ نہیں دریا پہ کسی عاشق کے تیرے پرتے ہیں پڑے لخت جگر پانی میں^۱
 چشم گریاں ہے ادھر اور دل سوزاں ہے ادھر کچھ میں جلتا ہوں پڑا کچھ ہوں میں تر پانی میں
 توت آب جو یہ تختہ آئینہ ہوا^۲ عکس اُس آئینہ رخ کا ہے کمر پانی میں
 رو لیا دیکھ کے صورت کو وہ اپنی حیراں ناگہاں جا پڑی جو اُس کی نظر پانی میں

کمر پانی ہونا ہے: رو بیٹھو کے اُن آنکھوں کو
 بس کرو بہت رہے دیدہ تر پانی میں

۱۔ (ع) میں: "تیرے پرتے ہیں پڑے سخت جگر پانی میں" ہے:

۲۔ (ع) میں: "آئینہ رو" ہے:

نظر آوے اگر اُس زلف کی تصویر پانی میں بنے ہر موج و وہیں طغ زنجیر پانی میں
 بنیاد کی نہ ہو کیونکر خراب اُس زلف کے ہاتھوں کسی نے دیکھی ہے رہتی کہیں تعمیر پانی میں
 وہ عالم کو بھلا دیوے ہے اک جام مئے صافی رکھی ہے حق تعالیٰ نے عجب تاثیر پانی میں
 غرض تپنے میں ہو تیرے یہ اہل چودہ ہیں جھوٹوں نے پھینک دی یک سبت لے آسیر پانی میں
 تری صورت کو جس دم آئی و ہزار نے دیکھا ٹپک دی ہاتھ سے لوسن کی لے تصویر پانی میں
 میں کیونکر نہ غرق آبِ مردم چشم اشکوں میں کر اثر ریتے دیکھے ہیں گے ماہی گیر پانی میں
 نہانے ایک دن دریائے تھے شیخ جی مہذب (ق) لائے رنے و آن دڑھی گئی دھوئے کی تدبیر پانی میں
 اس میں ٹوٹوں نے دیکھا بجا جلدی خبر بھیجو کسی کا یارو ڈوبا جائے ہے خوشیور پانی میں
 تری آنکھوں کا نشہ ہم نے دیکھا ایک عالم ہے کوئی تر پے ہے چٹکی میں کوئی نچھیر پانی میں
 ابھی جل جائے گا سوزِ محبت سے تو الحمد ہمارے خواب کی بھوند تفسیر پانی میں
 نہیں اہل صفا کو کوئی عالم میں ہے غرض کھڑی ہے آئینے کی دیکھ لے تعمیر پانی میں

فراق اس سب سے نابود کا اپنی یہ نقشہ ہے

کرے انکشت سے جیسے کوئی تحریر پانی میں

۱۔ (ح) میں: ”میں کیونکر نہ غرق آبِ مردم اپنی اشکوں میں“ ہے !

۲۔ (ح) میں: ”جو“ ہے !

رہتی ہے ہر دم سرشب چشم سے نم آستیں ^۱ موج دریا سے نہیں ہے کچھ مری کم آستیں ^۲
 اشکِ خوئیں کا رے مت پوچھ گزرا ہوا ^۱ ہے دل پر خوں سے میری جان محرم آستیں
 اشک سے دامن ہی کچھ اپنا نہیں باغ و بہار ^۱ چشم پر خوں سے رکھے ہے ایک عالم آستیں
 صبح کو دیکھو تو دامن اشک سے گھرنے ہے ^۱ یاد میں تھی بسکہ اس طرہ کی شب تم آستیں

آن کیا جانے ہوا کیا ان دنوں تجھ کو فراق
 سرخ تیری اشک سے رہتی ہے ہر دم آستیں

۱۔ (ع) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : "جان آستیں" ہے ؛ سہو کتابت ہے ۔ نامزدوں ہے ۔ قیاسی لہجہ کر دی گئی ہے !

آیاتِ دن رسوا کریں گے چشمِ ترمیرے تئیں اٹھ آتے ہی پیری ان کی نظر میرے تئیں
 یاں تو کھلت چمن کا ہے لں کو یار و داغ نکلت لے رہے ہے دوسرے میرے تئیں
 کس سے یو چھو لں طرف کو جاؤں یاد بکرا کر یار تو جاتے رہے بب چھوڑ کر میرے تئیں
 خدا تو اس کو لے چلا ہے پر کس عنوان سے اُھب بنے تو ساتھ لے چل ناہر میرے تئیں
 یاد میں اُس عارضِ گُلوں کے شبنم کی طرح روتے روتے نرے ہیں دودھ پر میرے تئیں
 یادِ زلف و رخسار میں نہنا گاہ وہ دینا مجھے مشغل رہتا ہے عجب شام و سحر میرے تئیں
 پھر وہی جوشِ جنوں ہے اور سرِ اورگی فصلِ گل کی آں ہے جب سے خبر میرے تئیں
 تم جو ایسے ہی عری اب شکل سے بیزار ہو چھڑتے لبوں دم بہ دم ہو ان کر میرے تئیں
 منزلِ رنگ اُس کا دکھلاؤ مجھے ہی کن نظر دہشت رکھتے ہو عزیزاں تم اکر میرے تئیں
 میں ترے پاؤں پر دوں زنجیر تو پاؤں زپٹ جانے دے لے جاہ ہے یہ دشتِ جمعہ میرے تئیں

اس شبِ بھراں نے تو یہ دن دکھائے میں فراق
 روتے ہی نرے ہے اب شام و سحر میرے تئیں^{۱۳}

۱۔ (ح) میں یہ نخل نہیں ہے !

۲۔ (ب) میں : " نکلت لے رہے ہے دوسرے میرے تئیں " ہے ! ناغوزوں ہے : " قیاسی تو کچھ کوئی گئی ہے !

۳۔ (ب) میں : " روتے ہی نرے ہے شام و سحر میرے تئیں " ہے !

و اں حرفِ مدّعی سے تو کان بھر رہے ہیں یاں جی میں اپنے کیا کیا ارمان بھر رہے ہیں
 دل میں و فورِ غم ہے گا ہے سچو شادی کیا گھر ہے جس میں اتنے جہان بھر رہے ہیں
 شورِ جنوں کی دل سے کس کی پری میں دھوئیں پتھروں سے اب جو لڑکے دامن بھر رہے ہیں

شعرِ فراق ہی میں اک تازگی ہے ورنہ
 اشعارِ مبتدل سے دیوان بھر رہے ہیں

۱۔ ناعین کی بجائے بروزنِ فضل استعمال ہے۔ چ لوکا پتھروں ہے !

دل داغ شمع شعلہ خور^۱ ناز ساقوں جلتے ہیں دیکھ کھو اے کھو ساقوں
 غم رنج درد و محنت فریاد و آہ و زاری مثل امور^۲ لبیں میں اپنے یار ساقوں
 دل دین و خواب و لذت صبر و قرار و راحت آجایہ پیشکش میں رشک بہار ساقوں
 دل جان جسم آنکھیں نیم و ذکا فرات میں جان و دل سے تیرے یہ بہت ساقوں
 خدا خال چشم ابرو^۳ شرکاء و زلف و ماکل ماکھڑے کی لوتے میں تیرے یہ ساقوں
 سب باہر ق شعلہ بخون ناب و شک و شبہ لے تا دل پسیدہ ہیں بے قرار ساقوں
 و حث جنوں مصیبت غم درد داغ و محنت تم دے چلے جا کر کو یہ یادگار ساقوں
 آئینہ جان میرا شعلہ داغ چشم ترس کرتے ہیں تیرے کچھ انداز ساقوں
 ہیئت آسمان میں تیرے آئے آفت ناز بندے غلام چاکر میں جاں نثار ساقوں
 انداز و عشوہ غم و چٹکندہ انداز تیرے زکاب میں ہیں یہ شہسوار ساقوں

ایمان و قدر و دولت اور پیچتن کی آفت

دے اس فراق کو بھی پرور یادگار ساقوں

۱۔ خور = خوشیوار آفتاب

۲۔ امور لبعی = (لب کی اصلاح) میں جسم کے تغیر و تبدل کی خاصیت کو کہتے ہیں !

۳۔ (ح) میں : " صبر و قرار و راحت کی جگہ : صبر و قرار و راحت " دے !

۴۔ (ح) میں : " چشم ابرو کی جگہ زلف ابرو " دے !

ہر آشنا مخالف ہر مہربان دشمن تیرے لئے ہوا ہے سارا جہاں دشمن
 پامال دل نہ کر تو اس پر اتواں کا کُلم دیکھو ادھر بھی او فوجاں دشمن
 اک تیغ میں تو میرا بس کام ہو چکا تھا کیوں میرے تیرے آئے یہ درمیان دشمن
 ہر خار کو ہے کاوش ہر گل بنے ہے مجھ پر گلشن میں جی لئے لیا ہے باغبان دشمن
 وہ زلف و رخِ ہمیشہ غارت کی طرح ہیں اس دل کے ہو رہے ہیں میرا جہاں دشمن
 اظہار کرے الفت اس غنچہ اب کو کھلایا کجھت کیوں ہوئی یہ میری زبان دشمن
 صبر و قرار و طاقت ایمان و دل لیا ہے بس پر بھی ہو رہا ہے تو میری جان دشمن
 اس در تک ہاری لیا خاک ہو سناں ہینوار ہے مٹ ہے داربان دشمن
 مدت کی لڑکھوں میں آیا ہے آج ہنوں رہنے اگر ذرا دے یہ آسان دشمن
 جو شجر ہے ہمارا آہ شہر فشاں ہے کیوں کر چلے نہ دشمن ^{سین} طرز بیان دشمن

دیکھیں فراق کیوں کر روز وصال ہو دے

بے درد یہ ظلم ہے وہ مہربان دشمن

۱۔ (ح) میں یہ غزل نہیں ہے !

۲۔ داربان = اصل لفظ داربان ہے ۔ عزت شہری کے تحت داربان استعمال ہوا ہے !

ہم دردِ دل کو مُرشد اور پیر جانتے ہیں خاکِ وطن کو اپنے اَسیر جانتے ہیں
 بختِ جوں سے سازش کرتا نہیں ظلم تو تیری شہادتیں سب بے پیر جانتے ہیں
 مت پوچھ فصلِ گل میں، یو اللطائفِ الفت ہر موجِ رُکبِ گل کو زنجیر جانتے ہیں
 تکلیفِ نالہ ہم کو اے ہم نشینِ قُوت، اے نالہ کی خوب اپنے تاشیر جانتے ہیں
 کرتے ہیں اہل جوہر اہلِ بند کی عنت نامر و کب یہ قدر شمشیر جانتے ہیں
 ظالم ترا سدا پا دیکھا تو ہے مرقع یوسف کو ایک تیری تصویر جانتے ہیں
 ابروئے گلِ رخاں سے یاں تک تو ڈر رہے ہے دیکھیں اگر رُکبِ گل شمشیر جانتے ہیں
 جو کچھ فرق تجھ میں اندازِ گفتگو ہے اہلِ زمانہ کیا یہ تقرر جانتے ہیں

ہم کہ شعور کیا ہے تیری جو قدر سمجھیں
 رُکب کو تیرے سودا اور تیرے جانتے ہیں

ترا خدا نے کئے قاصد سے نہیں چھو لے سکتے ہیں کہہو آنکھوں پر رکھتے ہیں لہو سر پر چڑھاتے ہیں
 نہیں خود روتیوں کو کچھ بیاں درکار ہم رہا اب صبا چل جا ہوا ^۱ تجھ سے آگے ہم تو آتے ہیں
 مٹی و پانی تیری ہمارے ہم نے دیا ہی ہیں یہ کب لالہ و نافرمان ہم خاطر میں لاتے ہیں
 سیاہی بال بال ہے زلفِ خوباں کو ذرا دیا ہو ^۲ کہ یہ شانے سے بکری جاتی ہے جوں جوں بتاتے ہیں
 تو بیٹھا گھر میں اپنے یاد بھی کرتا نہ ہووے گا ^۳ ادھر ہم ہیں پیارے غم سے تیرے ہی سے جاتے ہیں ^۴
 داغِ خالِ رازی کچھ ظلم سے بھی پرے دیا ہو کہ نقشِ پائیں اٹھتا ہے جسے جس جا بٹھاتے ہیں
 بیاں تک کر یہ نے تاثیر پائی اپنی کیا اپنے کہ جس کو دیکھ کر زخم و جگر بھی مکتا تے ہیں
 فراق اب یار کی اور میری یہ آپس میں صحبت ہے کہ برسوں میں کہو وہ لہر دے تشریف لاتے ہیں
 جو ان سے بات لیتا ہوں تو کچھ منہ سے نہیں کہتے کہ سے بات سے ایسا اشارے سے بتاتے ہیں

غرض وہاں بے نیازی اور بیاں جنت ہے رازی ہے

ادھر وہ روتے جاتے ہیں اور ادھر ہم مناتے ہیں

۱۔ ہوا ہوا نہ دور بھانا

۲۔ (ج) میں : ” سیاہی بال بال ہے زلفِ خوباں میں ذرا دیا ہو ” ہے !

۳۔ (ب) میں : ” تو بیٹھا گھر میں اپنے یاد بھی کرتا نہ ہووے گا ” ہے ! ناعزوں سے ۔ قیاسی قیاس کر دی گئی ہے

۴۔ (ج) میں : ” ادھر ہم ہیں پیارے غم سے ترے ہی سے جاتے ہیں ” ہے !

بس و جوشِ گرم یہ سے پیہم لیا دریا نے خوں ساتھ اپنے لئے کئے آک عالم لیا دریا نے خوں
 گرم غریب سے زبیں باہم لیا دریا نے خوں دفترِ عشرت کو گرم بہیم لیا دریا نے خوں
 تختِ ظہار پہ جا میں نے سب دامن سے پاٹ دیکھو آنکھوں سے دم جس دم لیا دریا نے خوں
 "اُخود" میں صحرائیں اے شبِ چمن سرد مہری دیکھ تیری حر لیا دریا نے خوں
 کشتیاں لختِ جگر کی تیرت ہیں تجھ میں شک سوئی اور وہ موسم لیا دریا نے خوں
 اشک کا ہزار ہوا حوقوفِ چشمِ گرم ہے بنتِ ری آنکھوں سے بیش و کم لیا دریا نے خوں
 طُفٹِ فی دیکھ کر اشکِ جگر کی سرداں آبِ فحلت سے غرضِ شبنم لیا دریا نے خوں
 شاد یہ بھولی نہیں ہے زلف اور عارض کو دیکھ یارو دونوں وقت ملتے تھے لیا دریا نے خوں

پیہم بن بر محل نے ببلِ چشم کا پینا ^{فراق}
 چشمِ ببل سے زبیں چچا ہر دم لیا دریا نے خوں

۱۔ (ب) میں: "گرم چشم" ہے! یہو ثابت ہے: (ع) میں: "چشمِ گرم" ہے! دھرا لہر ہے!

۲۔ (ع) میں: "پیہم بن بر محل نے ببلِ چشم کا پینا فراق" ہے!

ابر شرکاں کے نہ آئے مارے دم دریا نے خوں ایک ہی پل میں بنادوں یک نظم دریا نے خوں
 یاد کے گھریاں ملک روئے کہ دریا بہ سئے ہو گیا پل مار تجے بیت القدر دریا نے خوں
 چشم تر میں بھٹلے ہے داغِ جگر ہر دم پڑا بنت کروں ہیں سیر میں باغِ ارم دریا نے خوں
 ہمہ اٹک جگر دکھ ہے بنتِ آہ و فغاں ساتھ اپنے رکھ ہے جہل و علم دریا نے خوں
 موج اٹک اس کے کفِ پائک مجھے لے پیو ہے تجھے سیر ہے ہی بس سہلی قسم دریا نے خوں
 اٹک نے عالم بویا جس پہ میں تھتاہیں آہ کیا جانے کرے گا کیا ستم دریا نے خوں

اٹک بھی اپنا نہیں سہِ خراب سے کچھ کم فراق
 چشم تر اپنی سے گریہ ہے ہم دریا نے خوں

۱۔ (ح) میں : اٹک بھی اپنا نہیں سہِ خراب کچھ کم فراق ہے !

یاں تیں اشک جگر نے کی مرے طغیا نیاں
 تیغ ابرو کھینچتا کیوں ہے تو مجھ پر دم بہ دم
 دیکھ کر دریا کی موجیں ہو گئیں دیوانیاں
 اشک نے جھٹکا گایا یاں تلک ہر سات کا
 قتل کو کیا کم ہیں یہ شرکاں کی کوتل خوانیاں
 ابر تر نے ہی غرض کے اورہ لیں بارانیاں
 صاحب خانہ کرے کس پس اب مہ نیاں
 عید قرباں ہے ذرا پردہ اٹھا کر دیکھ لے
 اب تلک وا ہو رہے ہیں دیدہ قرباں یاں
 چھائیں جو اس قدر دل پر سرے حیرانیاں
 کون سا آئینہ دیا اب ہوا ہے اب درچار
 ایسی سرکار جنوں میں ہیں بہت دیوانیاں
 تجھ کو ہم خاطر میں کب لاتے ہیں اگر بخیر یا
 آسیا کی طرح کیوں کرتا ہے سرگردانیاں
 رزق تیرا منہ میں تیرے ارے ہے خود بخود
 شہر گردی کی بہت گلیاں بہت سی چھانیاں
 ہندو ساہم نے نہ دیکھا اور کس جاگد سواد
 ٹھوکر میں اس مسرت کی دیکھیں غرض مستانیاں
 لہڑیوں پاکی وہ ٹھوکر باتیں یہ مستانیاں
 کس کی اشک چشم نے کی ہیں یہ عمل افشانیاں

شعر ہی وہ ہے کہ جس میں درد ہر دے اے فراق
 درد بہ نزدیک اپنے ہیں یہ قصہ خوانیاں

- ۱۔ (ع) میں : تیغ ابرو کیوں کھینچتا ہے تو مجھ پر بہ دم بہ دم ہے !
- ۲۔ کوتل خوانیاں : شرکاں کے بال جیسے شعر، فخر سے تشبیہ دیتے ہیں
- ۳۔ بارانیاں : چھانا
- ۴۔ (ع) میں : ابر تر بھی غرض کہ اورہ لیں بارانیاں : ہے !
- ۵۔ آسیا : چکی - کرشن
- ۶۔ (ع) میں : لہڑیوں پاکی ہیں بلا کافر کے کچھ انداز ہیں : ہے !

جہات ستہ ^۱ فضول اربو ^۲ حواس حقیقی ^۳ دکھار تیسوں ادب میں ضرورت میں تیرے حاضر رہے ہیں لیل و نہار تیسوں
 بروج بارہ ^۴ اپنے بارہ ^۵ یہ چار ارکان رات اور دن بنی علی کے یہ خاک رہ پر بہ جان و دل ہیں نشان تیسوں
 نہیں کے طبقہ ^۶ ملک کے طبقہ ^۷ نفوس ^۸ علمی ^۹ امور ^{۱۰} طبی ^{۱۱} یہ تیری قدرت کے آگے حیراں رہے ہیں ائینہ دلو تیسوں
 بہشت ^{۱۲} آسمان ^{۱۳} ستار ^{۱۴} ساتوں ^{۱۵} ملک ^{۱۶} تہائی ^{۱۷} قوی ^{۱۸} وارواح ^{۱۹} یہ ایک کائنات میں ایسے دو ہیں کئے ہوئے نمودار تیسوں
 یہ تیسوں دن جو مینے کے ہیں عجب الم میں کئے ہیں تجھ بن کہ دن کو رونا و شب کو سونا فضاں سے کائے ہیں ہر تیسوں
 یہ تیسوں پوریں ہیں انطیوں کی اسی پر چٹا ہوں نام تیرا کہہ کر کی تسبیح جو

اماموں بارہ نو یاد کر کر ^{۲۰} چوں ہیں آسمانوں پہر ہے رونا ^{۲۱} فراق آویں کے کام تم کو یہی بہ روز شمار تیسوں

۱۔ جہات ستہ = (چھ سمتیں) فوق، تحت، شمال، جنوب، مشرق، مغرب !

۲۔ فضول اربو = (چاروں رت) جا، ا، کری، بیج، خریف !

۳۔ حواس حقیقی = پانچ ظاہری اور پانچ باطنی حواس : ظاہری : قوت باہرہ، قوت سامعہ، قوت شامہ، قوت قوت لامہ : باطنی : جس مشترک، خیال، وہم، حافظہ، متصرف !

۴۔ بروج بارہ = علم نبات کے مطابق بارہ آسمان جن کا ہر حقہ برج کہلاتا ہے !

۵۔ نفوس علمی = روحانی مخلوق نفوس !

۶۔ امور طبی = طب کی اصطلاح میں اجسام کے تغیر و تبدل کی خاصیت کو کہتے ہیں !

۷۔ بہشت آسمانوں = نطفہ، دارالسلام، دارالقرآن، جنت المدین، جنت الماوی، جنت النعیم، عین، فردوس !

۸۔ ستار ساتوں = قمر، عطارد، زہری، شمس، مریخ، زحل، مشتری

۹۔ چوں = عشرہ محرم

(۲۸۲)

مردماں رہتے ہیں شام و سحر ہر بات میں مثل اشک چشم ہے ہم کو سفر ہر بات میں
 دیکھتے ڈوبی سری یہ کشتی لختِ جگر عینِ لوناں پر ہیں اپنی چشم تر ہر بات میں
 ہم ہی اک بے خانہ چرتے ہیں سب کشتی میں ^۱ جانور ہی در زنب کرتے ہیں گھر ہر بات میں
 اشک کا جھکا لگا ہے یاں تک ابر ترہ اور ہے بارانی چرے ہیں ابر تر ہر بات میں
 سہو ہے اب رواں ہے اک فضاے دید ہے جس طرف مہر پہ پرتی ہے نظر ہر بات میں
 ابر ہے ساغر ہے سینا ہے مئے گلرنگ ہے کیا تماشائے وہ آ جاوے اگر ہر بات میں
 چشم کا بسط نہ ڈوبے دیکھو ابر ترہ یہ ہی اک ثابت رہا اپنا گھر ہر بات میں ^۲
 اوج دولت میں نہیں چلتے ^۳ ... مافیٰ ^۴ چشم کا دیکھا ہی دریا تا کمر ہر بات میں

شعر پر تیرے یہ آتا ہے مجھے رونا فراق
 پڑھ غزل اک اور با طرزِ دیگر ہر بات میں

- ۱۔ (ب اور ج) میں : " جانور ہی در زنب کرتے ہیں گھر ہر بات میں " ہے !
- ۲۔ (ب میں) : " ایک کا سب رہا ہے اپنا گھر ہر بات میں " ہے ۔ ناعزوں ہے ۔ تیسری نسخہ ردی گئی ہے !
- ۳۔ لفظ پڑھائیں جاسکا !

عین لہ فاں ہے یہ ہے شورش کا ہر برسات میں ابر تر چشموں سے ہم چٹھی نہ کر برسات میں
 آشنائے بحر غم کو کیا خطر ہر سات میں ماہی دویا کو رہتا ہے سفر ہر سات میں
 اس طرف ہر سے ہے سادوں اس طرف چشم تر آب یوں بہہ کرتے ہیں تجھ پر بن سیم ہر برسات میں
 زاری صورت مری آنکھوں میں پھرتی ہے کلام مت ڈبونا اشک بھر دو روئے گھر ہر سات میں
 اشک نم جھرتے ہیں یوں نخل ترہ سے دم بدم مرداں ٹپکے ہے جوں شاخ شجر ہر سات میں
 باغ میں ہو جاوے گا باہر مل، بے بل ناخوں سدرہ جوڑے سے نہچر اشک قمر ہر سات میں
 لبِ دل پر خد کو رکھ انہوں کو کرتا ہوں رواں^۱ اس سوا بہتر نہیں ہے نام ہر برسات میں
 جوش کر رہا ہے دلا پہلو ہی میں آرام کر کوئی بھی اس وقت کرتا ہے سفر ہر سات میں
 خواجہ رب کی^۲ ہم کو دکھاتی ہے فراق بارش اشک ترہ سے چشم تر ہر سات میں
 اشک کا ٹپکا لگا ہے سبز ہے نخل ترہ^۳ گویا کہ ابراہاں^۴ یاں میں جودہ کر ہر سات میں

چشم کا جھڑکا ہے جاری آب ہو کے ہیں رواں
 اک تماشا ہے جو دیکھو آن کر ہر سات میں

۱۔ اے میں :- لبِ دل پر خد کو رکھ اس کو میں کرتا ہوں رواں :- ہے !

۲۔ افکار عجیب نہیں پاسکا :-

۳۔ ابراہاں :- سیلاب

کی خال و خدا کی تیرے تحریر اپنے ہاتھوں صاف نے کیا ہی کھینچی تصویر اپنے ہاتھوں
 پابند زلف ہونا دل کو ضرور کیا تھا تر پے ہے نام میں یہ کچھ اپنے ہاتھوں
 دل قمر دل نہیں ہے معارف جو بنادے رکھی ہے حق نے اس کی تعمیر اپنے ہاتھوں
 اس چہر پر بھی ہم کو خفا کر دیا ہے لیتی ہے کار سارے تقدیر اپنے ہاتھوں
 ہالوں سے موسم کرتا اس شب دل کو پل میں یارب کہو جو ہوتی تاثیر اپنے ہاتھوں
 احوال زار اپنا کیونکر نہ تجھ کو لکھوں پابند خار ہے یاں تحریر اپنے ہاتھوں
 ہاتھوں کو اپنے چوہا صنعت کر قضا نے جس وقت تیری کھینچی تصویر اپنے ہاتھوں

اس غنچہ لب کو ناحق تم دل فراق دے کر
 رہتے ہو جان میری دل لیر اپنے ہاتھوں

۱۔ (ع) میں اس غزل کے صرف دو اشعار ہیں۔ اور میں پر فراق کے دیوان کا جو بھی نسخہ انجمن ترقی نے
 علیٰ رزہ میں موجود ہے اس کا اختتام ہو جاتا ہے :
 (انجمن کا کتب خانہ اب پہلی مستقل ہو گیا ہے)

گاہ اشک آنکھوں سے نہ نکت جگر جھڑتے ہیں وہ کیا نخل حسرت کے شر جھڑتے ہیں
 خاڑ چشم میں ہے کس کے جگر آنے کی روز جاوے سے شرماں کی یہ گھر جھڑتے ہیں
 شاخ شرماں سے پتھر ہے ہر اک نخل ترہ نوٹنے والے جھڑتے ہیں یاں نخل و پتھر جھڑتے ہیں
 دل کو پیچھے ہے جو صدمہ تو ٹپکتا ہے اشک سنب باروں جو شجر ہو تو شر جھڑتے ہیں
 صندلیں رنگ کاشتہ ہیں تعجب لیا ہے صندل آمیزہ مرے اشک اگر جھڑتے ہیں
 اپنی آنکھوں سے ذرا آگے تھٹک دیا ہو شیرے ہیں چشم سے یوں اشک جگر جھڑتے ہیں
 شاخ کلونیز سے جس طرح سے جھڑتے ہیں پھول اس طرح آنکھوں سے یک شت شر جھڑتے ہیں
 چہرہ زرد سے یوں رنگ اڑا جاتا ہے جس طرح وقت خزاں ہوں شجر جھڑتے ہیں

خشک ہوتے ہیں آنسو میری آنکھوں سے فراق
 در پہچاں میں ترے کو ہر تر جھڑتے ہیں

کیا کیش ہے دل سے رہتیر کھینچتے ہیں پاؤں سے خارِ دل لیر کھینچتے ہیں
 آہ بھر پہ رتب تاثیر کھینچتے ہیں اُس شوخ کو بچن تو بید کھینچتے ہیں
 آتا ہے بعد موت وہ غنچ لب جو اپنا اُس کو بفل میں لے کر تاریر کھینچتے ہیں
 اوراقِ دل پہ کافر زلف سید کی تیرے سنبل کے مو قلم سے تصویر کھینچتے ہیں
 بے عجز و خال ری ہنرِ دل سے منعم کس واسطے یہ رنج اکیر کھینچتے ہیں
 مثلِ جہاب جب میں خانہ بدوش رہتے تظیف کیوں یہ بہر تعمیر کھینچتے ہیں
 ناز و ادا سے ظالم ابھو کھا کھا کر دل کو رے پر زور شمشیر کھینچتے ہیں
 جل پتیدہ کیوں ہے یار و بہانِ رہا توں جیسے کوئی تیر پتا لچیر کھینچتے ہیں
 فصلِ بہار اٹل جوشِ جنوں ہے ہر پا پاؤں سے لوگ کیوں یہ زنجیر کھینچتے ہیں
 سرتاقم و د ظالم اک برق کا بے شط حیران ہیں کس کی تصویر کھینچتے ہیں
 احوالِ دل بیاں کر اُس سے بخل ہو گئیں شرمندگی نہ رہے فقر کھینچتے ہیں
 مجنوں کی طرف ناواقفیلی کا جا ہی نظر دل اس طرح سے اہل تاثیر کھینچتے ہیں

رو تے ہیں دردِ دل سے کرتے ہیں گاہ شیون

کیا کیا فراق رنج شمشیر کھینچتے ہیں

کئے بے دیکھ کر یہ وہ کل رخسار پانی میں اپنی یہ عجب چھوٹے بے یار ہزار پانی میں
 مرا ایک مسلسل دیکھ کر کہتے ہیں یہ مژدم ہوا جاتا ہے لیجو موتیوں کا ہار پانی میں
 صنابیاد جو ہیں ان کو کچھ مطلق ہیں لغزش کھڑی ہے آئینے کی دیکھ لو دیوار پانی میں
 دکھائی دیتے ہیں نرگاں ہرے ایک میں ایسے نظر آویں میں جو ڈوبے ہوئے اشجار پانی میں
 جو کہتا ہوں قدم رنجہ کرو تک دیدن تک تو کہتا ہے کہ آق ہے در پی ہزار پانی میں
 در ایک اب کہاں ہیں آجے ہی اس چشم ابتر سے ملے کچھ خاک میں کچھ کو ہر شعور پانی میں
 جواب آسا نظر آتے جو دریا میں چھوٹے ہیں پھر ہے کس کا عکس چشم نہ گھٹار پانی میں
 عورت دل کی قائم خاک ہو اس چشم کے باغوں کسی نے رہتے دیکھا ہے در دیوار پانی میں
 غم اجاب میں مت رو تو چشم یا را بہر دم فرو کرتا ہے اگر سر رہے بیمار پانی میں
 وہ آیا اور اپنی رو تے رو تک کہیں کہیں بہرے سوئے یہ طالع ہدیہ پانی میں

فراق ان نے جھٹک اپنی لب دریا پر دیکھی تھی

وہ جب سے گھرے کو دیکھے ہے سو سو بار پانی میں

اب (ب) میں: "وہ آیا رو تے رو تے تک کہیں کہیں" ہے: "بہرے سوئے" ہے: "وہ آیا رو تے رو تے" ہے

"وہ آیا اور اپنی رو تے رو تے تک کہیں کہیں" ہے: "اس نے داخلی متن ہے"

دیکھو! ہر کلب تیش میں دیکھ کر بیان رہوں تابو کے اشک غمرا خاک میں غلطان رہوں
 شب آیا ہے ترے بات سے جی جوش جنوں دور ہو کلب تیش میں چاک کر بیان رہوں
 شبنم و گل کی طرف یہ بھی خدا کی قدرت نہ غم دل تو نہیں رہا یہاں رہوں
 ساتھ اغیار گئے رہتے ہیں تیرے شب و روز کلم ہووے تو کہوں میں ہی رہی جان رہوں
 لے لیا ہے لٹ میں بام ملک پر تو خیال پر مجھے نہ ہے نہیں پر نہ کہیں آن رہوں
 دیکھو پھر خاک نہ بچہ میں کیا ہو رونق اس دوانی کا جو میں سدا جنوں رہوں
 دست بردار ہو جیب ہی سے میں آخر کلب ملک تجھ سے جنوں دست و گریبان رہوں
 آئینہ کوٹے بہادر میں تری اے کلب چن اور میں دیکھنے کو یوں تیرے حیران رہوں

گر یہ خوف کیا صبر کیا میں نے فراق
 اب کلب آہ بولا در پیٹے طوفان رہوں

تیسرے ہونٹوں کا ہے خیال ہیں تھے ٹپوں بھی ہے حال ہیں
 جی چڑھتا ہے شتاب سے ٹکڑا دیکھئے چل ہیں
 ہر قدم پر اڑتے ہو ٹھوکر ہے قتل کرتی ہے تیسری چال ہیں
 دل کو لے یہ سدا کیجئے گا یہ زخم تیرے ہے احوال ہیں
 زلف لے پیچھے سے بھڑایا رہے اس بلا سے ہیں نکل ہیں
 حال دل سب تمہیں سنا دیں گے ابھی آنے تو وہ بحال ہیں
 کیوں ستاتے ہو دم بہ دم پیارے زکمر غم سے پاؤں ہیں
 چوہا کی زور و ٹھکراؤ نہیں بھاتی یہ بول چال ہیں
 دل کو لے جڑے میں چھپا رہے آیا ہے یہ اب خیال ہیں
 آپ ہیں ایک ہل باندھے چور سب دکھا دیجئے بال بال ہیں

یوں ہی مر جاؤں گے فراق میں ہم
 نظر آتا نہیں وہ سال میں

لوں چھسا تو جہاں میں ستم ایجاد نہیں دل کو پاؤں سے سنا سونو یاد نہیں
 عرض جب ان سے میں کرتا ہوں داک بکودہ رنو ہذا غائب چھو کر تے ہیں ارشاد نہیں
 موج دریا کے بھی پاؤں میں پڑے ہے زنجیر قیدِ کائنات سے ہے یہ عیدِ سونو آزاد نہیں
 حال کیا پوچھتے ہو ہم سے گرفتاروں کا تاب پرواز نہیں کائنات فریاد نہیں
 شیشہ مئے سے ہیں ٹاؤں کے، سے مت پسو دل ہے لمبخت یہ تیرے ہیں غلام نہیں
 گل جہر چاک میں اور تیرے لڑے شبنم کشن میر ہیں عیدِ تیرے سونو شاد نہیں
 آپ آفتابِ ازل نے مری پہنچی ہے شکل نقلِ مانی یہ نہیں لڑوہ ^۱ بھڑا نہیں

۲
 محو ہیں یاں تیں ہیں اُس کے تصور میں فراق
 دے مجھے پیچھے ہے اور وصل سے کچھ یاد نہیں

۱۔ لڑوہ : رشوری کی اصلاح۔ وہ فریم جس پر مل بوائے پائے جاتے ہیں۔

۲۔ دب میں : مجھ میں یاں تیں اُس کے تصور میں فراق ہے۔

ہم چشم اپنی چشم سے ہو جام ہم کہاں داغ جگر کو پیچھے ہے یاغ ارم کہاں
 لطیفانی سرتک کہاں چشم نر کہاں ایک بات تھی نئی وہ رہا جام ہم کہاں
 جانا ہوں اس کی موج میں اچھے تم کہاں پاؤں ہمیں، کہوں ہوں پر ہے قدم کہاں
 نرلے ہو اس کی چشم سے ہم چشم کیا بجال آہوئے دشت کو وہ نزال حرم کہاں
 تاہر میں اس کو کیا رسول مت تاؤ کھادیاں کاغذ کہاں، دلت کہاں اور ظلم کہاں
 سر پر خچار ہے میں وہ عاشق کے مثل مل لٹکا چلتے ان دھول وہ نہیں پر قدم کہاں
 جزائش کے ہم نے نہ دیکھا جہان میں یاں عیش کوٹ ڈاؤ فرسخ عدم کہاں
 ہم جہاں میں پہنچ نہ سہ کو جاب وار چٹک زون میں یار یہ جاد و چشم کہاں
 پیچ نہ بھر کے عمر کا رب یاں سے جل ایسے قیصر کہاں، سکندر، دارا و جہم کہاں
 کیا رہے ہوں اٹک کوٹ وہ نالہ آہ ہے وہ فوج بھی نہیں، ہوا طبل و ظلم کہاں
 یاں تو سن خیال ہی سہ مار رہ گیا کمر جہان کو وہ کھیریت ظلم کہاں
 دل کے بے وفائے نریت و اتحاد وعدے لہر لے دے وہ قرار و قسم کہاں
 ہوشوں پہ جن آئی ہے پیچو شباب سے کمر تم نے دیر کی تو رہی جان ہم کہاں

کیا ڈھونڈ لے ہے سراغ عدم رفتگان فراق

ہوتا ہے اس طریق میں نقش قدم کہاں

۱۰۔ اب میں: "داغ جگر کو پیچھے ہے یاغ ارم کہاں" ہے! سرخ ناخوار ہے۔ تیرا کسی لہجے رک گیا ہے۔

۱۱۔ تاؤ کھانا، غصہ مڑا

۱۲۔ قیصر = (قبر، روم) ایک مشہور بادشاہ

۱۳۔ جہم = (جھڑی) یہ نالہ کے ایک بادشاہ کا نام

۱۴۔ تو سن، کھوار

تیش ہے درد ہے زاری ہے بے تابی ہے اور میں ہوں^۱ شکست و شک ہے وحشت ہے بے خوابی ہے اور میں ہوں
 سدا رہتی ہے تجھ کو خیالِ خُندِ پائے^۲ دل پر داغ ہے اور اشکِ عذابی ہے اور میں ہوں
 شبِ حجاب ہے اور باغ ہے اور جانِ مفلو^۳ ہے شبنمِ بھراں ہے اور دالوں سے مہتابی ہے اور میں ہوں
 صفائے عارضی کُلوں دہلیں تجھ کو بناوٹ ہے دلِ صمدِ یارِ یار اور اشکِ سیحنی ہے اور میں ہوں
 تجھ تو اطلس و دیبا^۴ یہ بنتِ آرام جاں سونا پُٹنا سدا کو کھٹے سے بے کم خوابی ہے اور میں ہوں
 اس آہِ گرم و چشمِ تر کی آفت سے خوا^۵ رکھ بوائے شمع ہے کشتیِ غرقابی ہے اور میں ہوں
 دوا^۶ چشمِ تر کا دیکھ زامِ خشکِ مستی ہے اگر تہا ملا مجھ کو یہ پنجاہی ہے اور میں ہوں
 دردِ دیوارِ اس کے خُلیں کے مورتا^۷ ہیں ادھر ظہمت ہے جرائی ہے^۸ ہے اور میں ہوں
 بتاں کی چاہ میں تیرے تیشِ ہر دم^۹ ر لایا ہے دلا اب کے برس یہ چرخِ دولابی ہے اور میں ہوں
 نہیں جاہل کی ہے موٹکِ روانی^{۱۰} سے مجھے وحشت مقامِ الس ہے اور شیخِ نازابی ہے اور میں ہوں

دلِ دیوانہ کو اس کی طلب میں در بہ در پھرنا
 فراقِ اب تو یہ کوچِ گردِ پُربابی ہے اور میں ہوں

۱۔ (ب) میں : تیش ہے درد ہے بے تابی ہے زاری ہے اور میں ہوں ۔ ہے !

۲۔ (ب) میں : سدا رہتی ہے تجھ کو خیالِ خُندِ پائے ۔ ہے !

۳۔ (ب) میں : اطلس و دیبا = ایک قسم کے ریشمی کپڑے کا نام

۴۔ چرخِ دولابی = پھرنے والا آستان

۵۔ موٹکِ روانی = جھجھکنا

۶۔ مقامِ الس = طریقِ تصوف میں عشق کا وہ مقام جہاں خدا اور بندے کے درمیان سارے فاصلے ختم ہو جاتے ہیں !

۷۔ شیخِ نازابی = (ابو نعیم شیخ محمد نازابی) ^{۱۳۵۹ھ} میں ترکستان کے ایک شہر نازاب میں پیدا ہوئے تھے ۔ فلسفہ اور

تصوف کے موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں ۔

ساقی نہ ہو پیار نہ ہو وہے سب نہ ہو پر صفت ناز ہے اگر محفل میں تو نہ ہو
 اُس نہ چس کے سامنے آئینہ تو نہ ہو ہم صاف منہ یہ کہتے ہیں بے آبرو نہ ہو
 سینے سے اُس کے ہاتھ اٹھاؤ رفوگراں چاک جگر یہ وہ ہے کسی سے رفو نہ ہو
 جوں خام ہر قسم پہ ہے یاں گریہ و سجد زانو تری ناز یہ تیرا وضو نہ ہو
 (کڑا) خواہش نہ ہو امید نہ ہو آرزو نہ ہو

اہل نظر کی آنکھ سے گر جائے آئینہ تیرا جو دریاں کہو اس میں رو نہ ہو
 حیوان سے بدتر ہے نہیں جھیں دیو دل وہ بھی بشر ہے جس میں محبت کی بو نہ ہو
 ازبیں کر اپنے عکس سے بھی اسکو عکس ہے آئینے سے کہے ہے سرے رو بہ رو نہ ہو

۳
 کیونکر فراق رودنی ظہر بقول درد
 کس کلام کا وہ دل ہے جس دل میں تو نہ ہو

۱۔ یہ قول (ب) میں آن کے ذیل میں درج ہے۔ پیش نظر متن میں ترتیب درست کر دی گئی ہے !

۲۔ کافہ کرم خوردہ اور پٹا ہوا تھا۔ مع پڑھا نہیں جا سکا !

۳۔ رودی ۔ چاہت ۔ خواہش

کس رو سے دل اُس گوشہ ابرو سے جدا ہو
 پردے ہی میں وہ بام پر مت جلوہ نما ہو
 یوں زلف کو منہ پر لے نہ سگرم جفا ہو
 والبت نہ کیونکر دل پر داغ ہو تجھ سے
 بلبل تو بٹھ گل سے تو فریاد کرے ہے
 یارب جو اثر ہو بری اس آہ سحر میں
 مانگو یہ تو ہے اب اک نال پہ قناعت
 بیماری دل سے تو نہیں جان کی امتیہ
 بازو ہے ترا صاف یہ الماس کی پٹری
 تاحشر نہ چھوٹے تری اس زلف کا قیدی
 پابند رہے قیامِ معالیٰ میں وہ بلد
 دریائے سرخاک اپنے نے طوفان کیا ہے
 ساق ہے پیالہ ہے گلابی ہے گرزک ہے
 بیدار رہے در پئے رنجش میں یہ اکثر
 یاد رہے درد کی ارشاد ہو دارو
 بانو سرخاک آہ بنالے سے نہ پہلے

جس طرف کر قبلہ ہو وہیں قبلہ نہ ہو
 ہوش تجھے کہتے ہیں نہ المیہ نہ نما ہو
 آفت ہو بھوکا ہو کول طرف بلا ہو
 کاغذ سے بجلا کب گل تصویر جدا ہو
 کہ اس سے حقیقت جسے گوشہ متغوا ہو
 تو یہ قد خرم گشت ہی محراب دعا ہو
 خواہش جو زیادہ ہے تجھے حرص وہوا ہو
 یاں وہ یہ قدرت ہے مگر بہت شفا ہو
 ہوش یہ ستم جس پر کہ قویز طلا ہو
 جلن نہیں یہ دام بلا سے جو رہا ہو
 جس جا کہ تری زلف کا نظروں بندھا ہو
 اس وقت میں لاؤ جو کہیں خاک شفا ہو
 اس وقت میں آؤ تو بری جان نرا ہو
 اس وقت رعایت ہو درد ہو تو کیا ہو
 فرشتہ ہو سرے قبلہ از باب صفا ہو
 جو شخص گو نظروں سے تری جلن گلو ہو

ست وادی اُلفت میں قدم رکھو فراق اب
 یہ دشت ہے پر از خار ہے خم آبلہ پا ہو

- ۱۔ گوشہ شفا = سنی والا کان
- ۲۔ دب میں :- دو مانند ہم نو ہے اب نال بہ قیامت ہے! سرخاک ناموزوں ہے۔ قیاسی تلمیح کردی گئی ہے
- ۳۔ طلا = سونا
- ۴۔ خاک شفا = کربلا کی خاک
- ۵۔ درد :- خواجہ سید درد
- ۶۔ دارو :- (ہندی لفظ) دوا (مشراب)

الم سے ٹکڑے ہو یا خون ہو آنکھوں سے جاری ہو
 نڈائے محض ہی پل ہیں یہ موجودات ساری ہو
 ۲۰ برے رونے کو کیوں تم مردان آتے ہو اب مانع
 مدارِ غیر کا اور گامیاں کل رو ہمیں دینا
 نہ کیونکہ برق کے شعلے تبار دور دامن ہوں
 بغیر از اشک کے کھلا رہے ہیں داغِ دل سارے
 گرفتارِ محبت کو کہاں آرام سے نسبت
 چھپوٹا ہے یہ دل کیا دیکھیں صورت اس پہ طاری ہو
 وہ ذات ہست گراں میں نہ دائر ہو نہ ساری ہو
 وہاں کیا ضبطِ گریہ ہو جہاں بے اختیار ہو
 وہ عزت میرے دشمن کی یہ اور خواری ہو
 جہاں ہو تاش کی سنجاب در دامن کناری ہو
 الہی پھر یہ گلشن سبز ہو اور ہنر جاری ہو
 نہیں ممکن فرو و سیاب لے سے ٹک بیقراری ہو

فراقِ اس بحر میں پھر دورِ معنی ڈھونڈ لا ایسی
 کہ جس میں اک صفا اک تازگی اک تاب داری ہو

۱۔ (ب) میں : وہ ذات ہست گراں میں دائر ہو ساری ہو ہے !

۲۔ (ب) میں : یہاں : ہے !

۳۔ مدار : خاطرِ عذرات

۴۔ دور دامن : دامن کا گھیر

۵۔ تاش : ایک قسم کا دلہنی کپڑا

۶۔ سنجاب : ” ” ” ” ”

۷۔ کناری : پتلا گولٹا

خوش وے دن کہ اودھر رہ گئیا غفلتِ سخاوی ہو ادھر عرفی تہا انا جزئی لذتِ کز اوی ہو
 میں دریا بار ہوں ہووے گا لیا میرے کوئی برکات میاں نہ کہ کچھو میرے سامنے ابر بھاری ہو
 کیا ہے فکار دل نے گذر اب لشورِ دل پر کوئی ساقی ہے پہ دریاں اب جامِ اوی ہو
 پیاں کے جو سے یوں نمرت لچ سے تریبِ الفت ہو شل ہے پھوڑ میں ہیں جو نہ کر تھر جو بھاری ہو
 نسیم بھی اور باد صبا سے آہ کپڑا دینا نکلے جب تک پہری آنکھ پہنچا باری باری ہو

فراقِ اس طرح کر تو زندگی کا پتہ سر نہ گئے
 کرے انہیں اک عالم جہاں میں یادِ باری ہو

اک دل شراں مقابل میں یہ تیرے یار سو کیا سپاہی کا چلے جس پر چلے ترور سو
 کیا درانا ہے ہمیں مثلِ بنیں سے تو اے قریب منہ نہیں ہم نور نے کے کو کہوں دو چار سو
 ایک دل چشمِ بیاں خواہاں میں کتنے دلوں کیسے ہے مثلِ شہور اک آثار اور بیمار سو
 کر کے وعدہ پھر کلمہ جانا یہ کیا ایجاد ہے ساتھ ہر اقرار کے کرتا ہے تو انکار سو

کیا فراق آئے کسی کے اس سے ہو چشمِ امید
 آیا ہو پر کرے جو شخص کہ کلمہ سو

اے آثار : ضرورتِ شہری کے تحت استمال ہوا ہے۔ یہ لفظ آثار ہے !

نہیں آتی ہے غم سے نیند میں سوتا ہوں جس پہلو نہ اس پہلو نہ اس پہلو نہ اس پہلو نہ اس پہلو
مقابلہ غم ہے اور میں ہوں ناتواں یا رو^۱ یہی بھد کو خطر ہے اونٹ بیٹھے گا یہ کس پہلو^۲
یہ کبج فقر بہتر ہے میاں السیر اعظم سے اور خلاص پہ واں لے رہا ہے یاں کا میں پہلو^۳
مرے پہلو سے جب سے اٹھ گیا وہ دایہ جاں ہے نہ جہیں دل میں ہوتی ہے نہ کچھ رکھتا ہے جس پہلو^۴
جہر میں وہ ہے ایسے ہر ادھر ہیں اپنے دل میں الہی سخت حیراں ہوں کہ اب سوؤں میں کس پہلو
نصرتِ حق و حق میں یاں ملک تڑپا کیا شب کو لڑا بہتر مر چلنے کیا یاں لخت گھس پہلو

پری زمینوں کا اکثر ہے پیچوم اس سائیدہ دل میں
فراق اس کو الگ رکھتا کہیں جاوے نہ لیں پہلو

- ۱۔ اب میں : "مقابلہ غم ہے اور میں ہوں ناتواں یا رو" ہے ! ناخوڑوں ہے ، تمیاسی آگے روئی آتی ہے !
- ۲۔ اب میں : "یہی بھد کو خطر ہے اونٹ بیٹھے گا کس پہلو" ہے ! "یہی بھد کو خطر ہے اونٹ بیٹھے گا کس پہلو" ہے !
- ۳۔ میں : "اور خلاص پہ واں لے رہا ہے یاں کا میں پہلو" ہے !
- ۴۔ اب میں : "نہ جہیں دل میں ہوتی ہے نہ کچھ رکھتا ہے جس پہلو" ہے ! "نہ جہیں دل میں ہوتی ہے نہ کچھ رکھتا ہے جس پہلو" ہے !

دیکھئے کیا چمن میں گلوں کی بہار کو آکر ہمارے دیکھ دل داغ دار کو
 کل ہی نہیں شہید تری تیغ ناز کے دیکھا بچوں تپید نسیم بہار کو
 کچھ میں ہم تو سایہ بالِ حما سے زیاد ہم سائیلی سائے دیوار دیوار کو
 صبر و قرار و پیش و خرد نے دیا جواب دیکھا میں جوں ہی اُس ستم رو نگار کو
 بحرِ شتاب چشم کا طوفان دم بہ دم مارے ہے آنکھ کریم ابر بہار کو
 دے دے کوئی دم تو ہمیں کوئے یار میں مت چھید اے صبا زری شبت غلط کو
 دل داغ داغ آتشِ حیرت سے ہوئے گا ظالم طے میں ڈال نہ پھولوں لے مار کو
 کل میں نے یہ فراق سے پوچھا کہ سیرِ جا (ق) کیوں ہم سے تو چھپا ہے ہے احوالِ زاد کو
 اس چشمِ خوں فشاں سے یہ تیری غمزدہ ہے یعنی کہ چاہتا ہے کسی گھنڈار کو
 براہِ تیری صرغہ رنگیں سے کم نہیں شور و فغاں نہات کیا ہے ہزار کو
 جس سوزِ دل سے دیکھے ہے جوں شمعِ تو پڑا رونا کہاں یہ آہ ہے ابر بہار کو
 ربِ مظلوم کو چاہتے ہیں میرے یار پر دیتے نہیں ہیں ہاتھ سے صبر و قرار کو
 سن کر دیکھئے دے شفیق شفیق کہتے نہیں ہیں آپ محبت کو پیار کو

جبہ دل کو کو دیکھئے تب آپ جائیے

اس میں نہیں ہے دخل مرے اختیار کو

۱۔ اب میں: ”ہمسائی کی سائے دیوار یار کو“ ہے! ناموزوں ہے۔ قیاسی تلمیح کوئی نمی ہے!

۲۔ ہزار ہر لہلہ

۳۔ اب میں: ”جس سوزِ دل سے رونے جوں شمعِ تو پڑا“ ہے۔

خبر بیکر جو م رو کی سنائی مجھ کو تارے ہنستے ہیں فی نیند نہ آئی مجھ کو
 خبہ وصل جبا جھوٹ سنائی مجھ کو بات بھائی نہ تری بادِ ^۱میاں مجھ کو
 خاک رو کو نہیں تخت ہو ادار کی حرص چتر شاہی ہے پی تاج ندائی مجھ کو
 بس ہیں پنجہ مر جاں کو گڑا ان میں بھول یاد آئے جو ترے بہت خانی مجھ کو
 تختے دان کے بھی پائت ہوئے دریا کے چشم پر آب نے یہ سیر دکھائی مجھ کو
 نہ تہہ ہر ایک کے چڑھتا ہے ڈاکٹ ایکٹ بے بہا قدر یہ ترس بات نہ بھائی مجھ کو
 قبل ہو ^۲سے کے تھراب رہے شمار ل چھین خالی بھائی ہیں ^۳چپ کی مٹھائی مجھ کو
 دل دین تجھ کو دیا تو بھی مجب قسمت ہے جز ہر آتی ہوئی حاصل نہ بھلائی مجھ کو
 کس طرح منزل ممدود کو پیچوں یاد ب کوئی صورت نہیں دیتی ہے دکھائی مجھ کو
 اس طرف خار جنوں میں یہ رکھ دینا میر سچوں اور ^۴اگر آہد پائی مجھ کو

تیرے ہر شعر میں پیلے ہے پڑا دردِ فراق
 اک غزل اس میں پڑا یہ بھائی مجھ کو

۱۔ بادِ میاں = بیچوں کی غلو بات

۲۔ آب میں = سلامت کو ہے ! سب کو ثابت ہے ۔ ممدود ناموزوں ہے ۔ تیار میں تو پھر کروی کی ہے !

۳۔ آب میں = اک چپ کی مٹھائی ہے !

خبر وصل جو قاصد نے سدا کی مجھ کو صورتِ زلیت دمِ بارہ نظر آئی مجھ کو
 دئے دنوں جو سی ہیں وہ دکھائی مجھ کو شبِ تاریک میں بجلی نظر آئی مجھ کو
 جو کرا اشک بنا پنچ مرچوں کی شکل کس کے تھے قدمِ زلزلہ بہت خدائی مجھ کو
 بامِ تک چاہی لگا تھا کوئی ٹوٹ مکند جی کی جی ہی میں رہی کچھ زہن آئی مجھ کو
 مجھ کو سردار جنوں سے جو سی دیوانی^۱ آئے ٹہنوں نے میں نذرِ ادا کی مجھ کو
 زور ہی تجھ کو سلیقہ ہے وفا قہت کا لبِ طرب آئے اشکِ خدائی مجھ کو
 روشن شمع کو اور شعل کو سنہری دلت^۲ ان کو یہ کچھ نڈر اور داغِ جواں مجھ کو
 حرمِ مطلب میں اب تک تو کیا کوشش گزار دیکھ کر آپ نے یوں ناکِ چرخِ خدائی مجھ کو
 دلفِ زنجیرِ ادھر خا ہے ادھر لوقِ طو ان بلاؤں سے ہودے کیونکر رہائی مجھ کو

سحر پر میرے تو تحسین زمر جانِ فراق

احن احسن ہے ہے ساری خدائی مجھ کو

۱۔ دیوانی : پچھری عدالت کی جس میں مالشِ قرض اور داد و ستد کی جاتی ہے ۔

۲۔ دب میں : ... روشن شمع کو اور شعل کو وہ سفیری دلت ہے : انامہ زوں ہے : قیاسی قلعہ گری ہے ۔

سدا ناکِ چرخِ لہا ہے بہرِ ماننا

ہم احن احسن : واہ واہ : بہت خوب

۱
 پچھلی باتوں پر نہ جاؤ مجھے مت ترساؤ عید ہے آج تو رات آؤ گھٹے تک جاؤ
 مجھ کو سمجھاتے ہو کیا جائے اسے سمجھاؤ
 راہجو حق نے دوا نہ کیا ہے کیا تم کو
 چاند سے ملھم ہے کو ہم کو بھی ہزار کھلاؤ
 ہیں آئے دیدار سے موت سے تمہارے شقائق
 چھپے ہیں، چوہیں موند نہ سزا اٹھلاؤ
 ایک سے بھی نہیں تم نے تو نبھائی پیادے
 ۲
 سر لو یاران عدم میں بھی چلا آتا ہوں
 کیا شتابی پری ہے ایسی ہزاروں جاؤ
 وہ الرناز سے آتا نہیں یاں تک یارو
 کھینچ کر مجھ کو ہی تم وہاں تیں تک لے جاؤ

اُس نے کو پچے میں نہ جایا کرو ہر وقت فراق

باتیں یہ خوب نہیں مانو کہہا ہزار آؤ

اگر آپ میں نہ پچھلی باتوں پر نہ جاؤ مجھ ترساؤ نہ ہے اس سے کہ بات ہے تیا میں آج روئی کی بات

وہ شتابی نہ ہری

جلا اُس سوخ سے کیوں بھگ کو تر بنام کرتے ہو کوٹل سن پاوے گایا رو ہیرا یہ کام کرتے ہو
 بہت یہ دور ہے اُس و خا و ہر بانی سے کہ نے تو آپ آتے ہو نہ خطا ہو تا کرتے ہو
 جب اُس گرو سے قصد ہوس کر آہوں یہ کہ ہے چلو جانے دوست چھیڑو مجھے کیا کام کرتے ہو
 کہو نر لیس سفار و ہو کہو ملکر بناتے ہو نہیں آتے ہو یوں باتوں میں مجھے دشام کرتے ہو
 ہاں کیا گالیاں ہیں تو کو دینی صرت ال ہیں سوا گالی کے ہوس بھی کہو اللہ نام کرتے ہو
 ہوا کام تو آخر ہے ابرو کے اشارے میں علم کس واسطے یہ تیغ خوں آشام کرتے ہو

گیا سب قافلہ آگے دکل کس نیند سونے ہو
 فراق اٹھو ہم جلدی سے کیا اور کم کرتے ہو

دافروں اس سوا جو کچھ دل میں آرزو ہو شیش بخل میں ہو دے منہ سے لٹا سہو ہو
 دریا پر سیر فرما جب صبح ناز آتو ہو ہر اک جب پیالے لے لے کر رو بہ رو ہو
 یہ دل چاہتا ہے جو اس کے ہو مقابل منہ سے آئینے کا جو اس کے رو بہ رو ہو
 تاجہ زمیروں کی باتیں بہت سنی ہیں چل دو ہونے پرے ہو مت مجھ سے رو بہ رو ہو
 کیفیت کیوں کر ہے چاک جگر یہ نامور میں ہاتھ کاٹ ڈالوں تجھ سے اگر رو بہ رو ہو
 اس بو سے تو تم سے شہر منہ پر نہیں ہیں اپنی بلا سے اگر کم دنیا میں خوب رو بہ رو ہو

دیکھ فراق کو تو اب اتنی ہیں بے خواہش
 میں ہوں شہاب ہو اور کشتن ہو اور تو ہو

اور اب میں: "میں دیکھ فراق کو تو اب اتنی بے خواہش" میں نے یہ قیامت ہے کہ ہونوں میں

تیرا ہی نام ہے

زلف ہی مہلب دل نہیں سر کرنے کو چشم بھی قہر ہے نجات یہ گلو کرنے کو
 کیا بلا زلف و مویخ یار کے دیوانوں کو ہم ہی تھے شام سے رو رو کے سحر کرنے کو
 ایک سینہ تھا ہوا تیغ نگہ سے مجروح کس کا اور سینہ کوٹ لادے سپہ کرنے کو
 گریہ غم ہی غنیمت ہے خوشی گو کر نہ ہو شغل کچھ چاہئے اومات بسر کرنے کو
 کیا عجب ہے کہ ہوا اک شوق قیامت برپا آدمیں ہم نا ا جاں سوز اگر کرنے کو
 شبنم و گل نہیں اپنے تئیں رونے کا داغ دل خوش چاہئے ہے چشم کے تر کرنے کو
 بوٹے گل سے یہ صبا کیوشتاں نہ کرے ہم ہیں تیار کون دم کو سفر کرنے کو

اشک خون سے نہ ہو چشم تر اب تو کہ فراق
 بس ہے اب آہ کسی دل میں اثر کرنے کو

دشتِ مریوں میں دیتے ہو ہر بار ایک دو ہم کو ایسا تو بوسہ زخار ایک دو
 بچہ رنجِ دل میں اس کی نہیں دانت کا سیر دیکھے ہیں منت جہاں میں نہ تیار ایک دو
 میوہ نہیں جس سے حالِ دل اپنا ہوں دغیر ریتے ہیں ثبت کئے ہیں دیوار ایک دو
 بیہوشیوں کی یہ فرس ہے یاد ہم بتلائیے راہ اور بھی بیہوش ایک دو
 آواز و نازِ تجھ میں جو لہجہ میں سویا کہاں ہیں اور بھی کرجِ طر حصار ایک دو

اذم نہیں یہ کہ غزلِ سیرِ ہم فراق
 ناخن پہل پہل چوں کرجِ ہوں اشعارِ ایک دو

اپنا ہی درمیان اگر دم قدم نہ ہو پھر نام کو نشان وجود و عدم نہ ہو
 کرتے ہو آج وعدہ شب کھائے تم قسم سچ کہیں ہم سے پیارے یہ جہولی قسم نہ ہو
 کیا پاوے وہاں سراغ عدم رفتگان کوئی جس رہ میں وہ نہ ہوں کوئی نقشِ قدم نہ ہو

ہے آج تو فراقِ سیرِ شب وصال
 دھڑکا ہی ہے بھوکو کہیں رات کم نہ ہو

دماغِ فل نہ سہ سیرِ کُستِاں مجھ کو کشاں کشاں لئے جاتے ہیں بہتوں مجھ کو
 چہرہ اپنی دکھائے جی میں تہ کل سرِ اُمّو تری جنا لئے کیا محبوب استخوان مجھ کو
 تفس میں رہتے ہی رہتے لڑائی میوا بہارِ فصلِ گل و موسمِ غراں مجھ کو
 ابو کو زلف میں لے جاوے ہے لہوِ خراپیں پھر بے سے ساتھ لے لیاں کہاں مجھ کو
 تفس میں چوڑے ہے حیرتِ ہمِ سفیروں کو سمجھ کے ہے پر و بال اور ناکوں مجھ کو
 کہیں بوجہ ہے ہر سے رائے جی میں مجھ غریب و بے بس و بے تاب و زکوں مجھ کو
 ابو تہ تیغ کشاں آتے ہو رہے سہم پر کہو دلفاتے ہو تم تہہ اور کہاں مجھ کو
 بلیب نہیں رہی دیکھ کر چہرہ و آہ (ق) لکھا ہے کہیں وہ با چشمِ کھوں کشاں مجھ کو
 خدا ہی تجھ کو بچا دے ورنہ اب تیری میں ہے جیسے کی لچھ اس نو جوان مجھ کو

فراقِ حال پر سیمہ ہے ہر ایک شہرت ہے

کہ ہر عشق نے کیا کشتِ زعفران مجھ کو

پڑے طراز دنیا مثل خار و خس نظر تجھ کو دکھا دیجے اگر اے رشکِ محل داغِ جگر تجھ کو
 یہاں تک رو کہ تجھ کو دیکھ ابر تر بھی رو دیوے قسم ہے میرے ہی سو کی غرضِ اچتم تر تجھ کو
 بشر تو کیا دلِ آہن کو آئے عزمِ مرقِ قی خدا جانے ہوا کیا ان دنوں آہِ سحر تجھ کو
 کہو زلفیں سنوارو ہو کہو ماکھڑا بناتے ہو عجب ہی لطف سے گزر ہے اب شام و سحر تجھ کو
 خبر ہر ایک کی کیا پوچھتا پھرتا ہے اے ناداں خیر اپنے ہی ہے احوال کی کچھ بے خبر تجھ کو
 مثالِ آئینہ گرافِ دل ہے ہر کدورت سے نظر آ جائیں گے خیر اپنے سب عجب و سنو تجھ کو
 کہو نغمہ کہو جیسے ہر جیسے کا ہے خفا رہنا نہ پایا خیر ہاں اپنے کہو احوال پر تجھ کو
 عشق و لعل گر جاویں گے پیارے تیری نظر لے دیکھا دیں گے کہو اس رنگ سے لختِ جگر تجھ کو

فراقِ اب الم کس کی تجھے دوری کا رہتا ہے
 کہ نہتِ نگین دیکھوں ہوں میں حیراں حتم تر تجھ کو

۱۔ اب میں پرستِ دل آہن ہے ! سہوِ مابہت ہے ۔ تیرا ہی کچھ کر دی گئی ہے !

۲۔ اب میں : " کہ نہتِ نگین دیکھوں ہوں میں حیراں حتم تر تجھ کو " ہے !

نے رہے اس باغ سے ہم دل کی بوس کو صدیوں نے چھوڑا نہ اسیرانِ قفس کو
 ان کو جس رہے حال سے نحرِ ایں ورت احوال سے سیرے سے غمِ دلیں و کس کو
 کیر آفتِ جن ہووے کا سودا تر کیجیو اس شوخ کو جو چارہاں کو
 اے ہر سفر یہ سفر یادِ عدم ہے کہیں نہ نہرا شوگرے پاؤں چرس کو
 مٹن میں فراقِ آج بچا اب ویسا ہے جدی سے ایں الہ و بر دلیں نفس کو

مٹن کر یہ زمانہ حیلے میں مصداقِ سودا
 ہر چند ہوا خوب ہے واں ایک پس تو

ایں دلیں و کس و ادلیں و اعلیٰ

مصداقِ سودا کے دیوان میں موجود ہے : ترغیب نہ کر سیرِ چمن کی ہیں سودا
 ہر چند ہوا خوب ہے واں ایک پس تو

خنجر لو ہاتھ میں نہ میاں تم کنار لو اس صیدِ ناقوں کو نگاہوں میں مار لو^۱
 جاتے ہیں ہم تو جہ اب اس قافلےِ ساق پس ماندگان کو ہم سفرانِ کلب پکار لو
 آیا ہے آج بیچ میں اے رندِ مشرباں کیا دیکھتے ہو شیخ کی گہری اتار لو
 ہاں کوں دم کی ہے گشت میں فصلِ گل چوں غنچہ اس کو دل میں تم اپنے بچار^۲ لو
 چوں زلف کو میں ہاتھ لگایا تو یوں کہا ہاں دیکھتے ہو کیا اسے جوی سے مار لو
 ایسا نہ ہو کہ دل ہو پریشان یاں کوئی شانے سے اپنے زلف کو پیارے سنوار لو

دُرتا ہوں ہر بانی سے بھی میں شکستہ دل
 نامِ فراقِ منہ سے نہ تم بار بار لو

(ب) میں :- اس صیدِ ناقوں نگاہوں میں مار لو :- ہے ! یہو کتابت ہے ۔ دعوے ناموزوں ہے ۔ قیاسی تفسیر کر دی
 گئی ہے ۔ تذکرہ ہندی : رقبہ ڈاکٹر عبد الحق میں یہ دعوے یوں ہے مجھ
 " اس صیدِ ناقوں کو نگاہوں میں مار لو "

بچار : سوچنا ۔ غور کرنا

میں لبِ بحر میں دوں ہر بادِ پاسِ آشنائی کو کر سمجھوں ہوں چراغِ خانہ میں داغِ جراثی کو
 ہے شونہ و خلاؤں جو نازِ دلِ ربائی کو ابھی آدھی نند پر مول لوں ساری خدائی کو
 تری جوار و جنا ہو و فائے غیور ہے بہتر دغا اور دل کی لب پہنچے ہے تیری ہے وفائی کو
 نہیں ہے دسترس تم کو تو پائے غمِ تلکِ ہرگز سمجھتے ہیں تمہاری شیخ بھی ہر پارسی کو
 خیالِ نقدِ پا دل میں بستا ہے مرے لیکن رسائی و ان تک اپنی نہیں ہے مارسی کو

فراقِ کثر سرِ شراں سے تیرے خونِ بہا ہے
 کہیں دیکھا ہے تو نے کیا کسی دستِ خدائی کو

کیا آگاہ تارِ حسن سے اے بے وفا تجھ کو قیامت کی جنوں نے آئینہ دکھلا دیا تجھ کو
 نرے جن و نسل سے چاہے تو نے اس بیتِ زلیں سے گئے تیرے ہاتھ ملے زلزلوں کا پاؤں سے تجھ کو
 عزتِ چشمِ تریاں ہوں مجھے اس کو اپنی مندوں سلیقہ واہ وا ہے زورِ قدرت کا توڑا تجھ کو
 نہ کچھ شک ہے دردی سے فانی غم لیبوں کی شکم ہے حضرتِ گل کی ہی اے بادِ جدا تجھ کو
 جہں میں اس محبت کا پیارا ہے زورِ مہم ہے ہمیں دشنام تو دیتا ہے ہمہ یقینے ہیں دعا تجھ کو
 ترے جو نام سے تو بہتک آیا ہے جی اپنا ترا دل چھوٹ جاوے دم دیوے یا خدایا تجھ کو
 ہوش کیا تلاشِ صبرِ در میں جان کھوتا ہے جنوں و خیر و سودا ہو گیا ہے کیا بلا تجھ کو
 طریقِ خاک و مٹی ہر اکسیرِ اعظم ہے کہ از دل الگ ہووے تو ہے کیمیا تجھ کو
 سخنِ بے خوب ہوتے ہیں و لیکن نہ تمانے ہیں فراق اب معنی بیگانہ سے اک آشنا تجھ کو

غرض دیکھا تو ان یاروں میں اب تو ہی غنیمت ہے

رکھے سر سبز اس نزارِ دنیا میں خدا تجھ کو

۱۔ حضرت گل = حضرت خواجہ شاہ گل عہدِ احمد نسلِ صوفی بزرگ تھے۔ ان کے شاگرد عزیز شاہ سعد اللہ ملتان آئے۔

۲۔ کہیں = کیمیاگر

اُن لبوں کا خیال ہے ہم کو جسے نظروں حلال ہے ہم کو
 کہ سے ہرقع اتحاد ہے شلب قمر آرزوئے بھل ہے ہم کو
 وہاں ہی ہم کو عین دریاں ہے پھر ہی میں وصال ہے ہم کو
 دل جو تڑپ ہے وصل کا اس لیے شوقِ بے کال ہے ہم کو
 اُن لبوں سے اُمید ہو سے کی کیا خیالِ بھال ہے ہم کو
 نہ فراقِ ہم کسی کو چاہے ہیں نہ کسی کا خیال ہے ہم کو

کہ ہر کچھ سبب نہیں معلوم
 خود بخود کیوں سزا ہے ہم کو

نہ کرے ایسا تو خدا یارو کہ کہیں دل ہو سبلا یارو
 جس پر گزرتا ہے سو ہی جانے ہے حال پوچھو جو کیا مرا یارو
 وہ جفا سے نہیں برآتا ہے کرے کب تک کوئی وفا یارو
 ہم سفیر و قفس میں چبوتر چلے جاؤ میرا ہی ہے خدا یارو
 کل کی میں اس تب گزشتہ کا کیا کہوں تر سے ہاجر یارو
 غنچہ و گل کی شکل سینے کے زخم اس کو دکھا دیا یارو
 شمع ساں جو ہیں میں لگا روئے نہیں کے ٹرے نے یہ کہا یارو
 شہزادہ گل خدا ہے تو فخر حال پر اپنے نہیں ٹیرا یارو

رات دن غم زدہ پھرے ہے فراق
 اس کو کیا جانے کیا ہوا یارو

بوسہ دو میرے آن کے یاں نقشِ قدر کو کیوں یہ صبرِ خاکِ شہنشاہِ عدم کو
 وا جب کے سوا فعل تو امکان نہیں ہے جزِ باقی کے وقت میں کمال کی تعلیم کو
 کافی ہے سرے قتل کو ایک نیک نہیں کرم میں اے شوخ تو اس تیغِ عالم کو
 جگرِ نرم میں سحرِ مہر ہوں خوشیہ کی مانند اس بزم میں کوئی دیا ہے سدا نہیں ہم کو
 جب آتی و ہنزد اے صورتِ تری دیکھی بس رہ گئے وہ باقی میں اے کرم کے تعلیم کو
 کمرہ ہی جہاں نقشِ لعلِ پاک نہ ہو ڈھونڈے کوئی کیا ہم شہرِ دشتِ عدم کو
 آگِ نیمِ نل پر ہی اتر چاہئے لیجئے دل و رز میں دینے کا ہیں اس سے اقسام کو
 صورت میں تری دیکھ لوں اے سرِ قاتل ہو جائے مرے پاس ذرا ایک ہی دم کو

اپنے دل پر دامن کے آگے تو فرقِ ہم

خاطر میں ہیں راتے ہیں ہزارِ کرم کو

عہدِ زلفوں سے مٹھڑے کے تئیں اپنے چھپاتے ہو
بھلا کچھ خاندن عاشق کے کیوں جی کو جلاتے ہو

اگر تم اس پری دش کے تئیں دیا ہو تو تپ جاتو
دوانوں گھر میں کیا بیٹھے ہوئے باتیں بناتے ہو

بھلا مجھ کو نہ کہو شک آوے دیکھ کر پیار سے
میرے ہوتے ہوئے غیروں سے تم آنکھیں لڑاتے ہو

میں تم کو پریشانی کی میرے کچھ خبر ہو کر
جو یوں آئیں میں تم دیکھ کر زلفیں بناتے ہو

پایا ہی نہیں دنیا میں تو میں یار کسی کو دیکھا ہی نہ اس ہنر میں غم خوار کسی کو
 آہ وہ کرے سیر کرے داغِ چکر کی ہووے جو بہو حسرتِ کھڑا کسی کو
 تم جانو ملو یا نہ ملو غمیر ہے پیارے کہتا تو نہیں لچھ یہ کہہنگار کسی کو
 جب دل کو میں لہا چوں کر لے نیم گد چ کہتا ہے کہ جا یاں نہیں درکار کسی کو
 کیوں دل کوئی دے تجھ سے ستمدار کو پیارے مٹا نہیں کیا اور غریب اور کسی کو
 بیمار تو ہوتے ہی نہیں دنیا میں یہ یاد ب مت کیجیو اس چشم کا بیمار کسی کو

جو کام کرے گا تو فراق اٹنا سمجھیو
 ایسا نہ ہو پہنچے آپس آزار کسی کو

رہو تم جان میں بیٹو افاقہ بخش سے آئے دو سیجاً گز نہیں آتا میرے بالیں پہ جانے دو
 نہ لوگو اس کی ٹھوکر کو اُسے ٹھوکر لگانے دو پڑے ہیں جا بجا کشتے ذرا ان کو چلانے دو
 نہ اشیاب گز پر دامن رکھو تم جان من سر کو کہیں دامن نہ چل جاوے مجھے آنسو بہانے دو
 رُخ ہے ایک او سے پر جو دو دو پہر تک بگڑا ہے نہ رُوں میری کب دٹے اس بے وفا سے دو
 بڑا کر زلف شانے نے کیا عالم ہوا الٹی کر یہ قدرت ہے اُس کے اب کوشاںے دو
 ابھی کانیں لے رہے یا تو یہ دنیا کی حسرت سے ذرا دو ادا لیاں مٹی کی تم اس کو لگانے دو
 ترے مہرے سے ہے خوشیہ کو ہر چیز ایک نسبت دٹے تیرے سے ہیں رخسار پر کس کو خزانے دو
 ہو ائے سو سٹھ مل ہے جنوں ہے شورِ جنت ہے دو اند زلف کا چھوڑو ذرا دھوئیں بچانے دو
 اسی کا گھر ہے وہ مختار ہے ناکاب ہے ود جانی بلا سے قصہ دل ادا ہوئے اگر ظالم تو ڈھانے دو
 یہ کافر جتنے ہیں اک پل میں اس کے رام ہو جیں ذرا کھمکے تم زلفِ سید یا رو بہانے دو

غم و غصہ ہی کھاتے ہیں نہیں کچھ مُند پہ لاتے ہیں
 فراق اب ہم نے پاٹے ہیں ہی دنیا میں کھانے دو

کہتا ہے ہم سے وہ کسی اور ہی کو چاہ^۱ لو جاؤ میاں نہ پھیرو مجھے اپنی راہ لو
 ہم غمخواروں کا تم کو ستانا نہیں ہے خوب دیکھو کسی غریب کی پیار ہے نہ آہ لو
 پیارے متاعِ دل بھی کچھ ایسی نہیں ہے مفت کہتا ہے کون یہ اسے خواہی^۲ مٹواؤ لو
 دیکھو کہ رستے میں کہ جیتے ہیں یہ غریب اپنے اسیروں کی تو خبر گا^۳ آہ لو

کہتا ہے یہ فراق ہی اے وہ روانِ عشق
 اس کو بھی اپنے ساتھ نہ لے تم نہاد لو

۱۔ اب میں: غزل کا یہ تیسرا شعر ہے۔ یہی کثابت ہے۔ چاند یہ غزل کا مطلع ہے اس لئے اس کو پہلا
 متن میں پہلے شعر کے طور پر درج کیا گیا ہے۔

۲۔ خواہی مٹواؤ = چارو نہا جا، بھجور

اپنے سہ کو تو رہنے والا ہے تم رہتے دو یہی نا لوگ کہیں گے نہیں کچھ کہتے دو
 کیا رہے ایشاک کو تم پوچھتے ہو دامن سے کوئی تھرتا ہے یہ ناسور اسے کہتے دو
 تیرے کھڑے ہے ہر چند مٹ بہ کین ایسے رخ رکھاں پائے میاں نہ دے دو
 مانے آتے ہو بحث ہوش و خرد تم اس کو ستم یار جو سیتا ہے یہ دل سنے دو

دل فراق اس سے جو مانگا تو کہا ناز سے یوں

ہاں جی ہیں ایک ہی دل ہے اسے تو رہنے دو

کھول دے ہر قلع سے کتب رُخسار آتش ناک کو
گھٹن دل لے جلاؤں تاخس و خاشاک کو

چشم تر لیجو خبر بھڑکا ہے شعلہ آہ کا
جی دھڑک رہا ہے زچھو کئے خیمہ افلاک کو

غنجے ساں پترِ مردہ ہی رہتا ہے تلچہ یہ دن بہ دن
آہ کیا جانے ہو کیا اس دلِ غم ناک کو

اس میں ہر اک داغ ہے صد رشتہ گھزار اور
آن مرگ دیکھ لہ تو سینہ صد چال کو

وہ بھی سنتے ہو تے اپنے نام کو ہے اب فراق
چھیدتے ہو تو بتاؤ اس عاشق بے پال کو

بوس لبوں سے اپنے پیارے شہابِ دو کچھ اور دونا دو مجھے جامِ شرابِ دو
 ابرو کے اس کے رتبہ کو دیکھو چشمِ غور محرابِ کعبہ کے یہ بندے ہیں جوابِ دو
 اے چشمِ دل کی آک جراتِ چلی ہے پھر پانی تھا کرب کے پنجہ نرگاں سے دابِ دو
 کمالِ مہرا ہے شیشِ دل ایوں فرجِ جدا منہ سے آئے تھوٹے پتے جو کیا کچھ جوابِ دو
 عالمِ فاجر کو بوسے میں گئے یہ چشمِ تر کونالی کریں بے ایک یہ خانِ خرابِ دو
 کج بخت اس نہیں نے تو دل کو کیا کباب منہ سے شرابِ دہوں کچھ جامِ شرابِ دو
 تیری جذبِ پاک سے یا مرقطی علی لیتے ہیں فیضِ آکے مددِ آفتابِ دو

تم نے کیا ہے خاکِ برابرِ فراقِ کو
 اس کی بھی آرزو کے تئیں ہو ترابِ دو

۱۔ (دب میں) : منہ سے تو کچھ تو کچھ ہو کیا جوابِ دو : اس کے ہاں موزوں ہے : قیاسی تھوڑی کی ہے !

۲۔ (بہ تراب) : حضرت علیؑ

عشقِ خراب کُن کی ہے بُنیاد آرزو حرص و ہوا جلیس ہے استاد آرزو
 اس دل کو ہے تری ستم ایجاد آرزو نے خود کی ہوس نہ پری زاد آرزو
 اس شوخ کو ہے دل کی تمنا اب سب طرح جیسے کمرے ہے صید کی صیاد آرزو
 بال دل کو نقبِ قدم کی طرح کیا پھر ہے طلالِ یاد کرو ارشاد آرزو
 بہن ہوں تیرے عارض و قامت کا رنگ گل گل کی ہوس ہے نے مجھے شمشاد آرزو
 عاشق نظر پڑے ہیں زکے گشت جاہر جا ہاتھوں سے الاں ترے فریاد آرزو
 میں تو چلا نسیم سحر گل کی یاد میں دہش ہو یہ دیکھو ہری لاد آرزو
 داس جھٹکے پاس نہ بیٹھے چلے گئے کی ساری عمر کی یوں ہی ہر باد آرزو

اپنے تئیں بھی یاد میں اُس کی گیا ہوں بھول
 مجھ کو نہیں فراق کوئی یاد آرزو

پاؤں مُشبتُ غبارِ پر رکھو کُلِ سیرے سزارِ پر رکھو
 یک نظر چشمِ زارِ پر رکھو با تہمت اس شمارِ پر رکھو
 کشتِ زلف ہوں جو سرجوں سبک موٹی سزارِ پر رکھو
 تڑپے ہے دودِ مائتہ۔ مائتہ ذرا اس دل بے قرارِ پر رکھو
 جان سے حقِ نفٹ جائے گی با تہمت تم کبارِ پر رکھو
 تیغِ ابرو کے ہم نہیں لشت با تہمت اس ذوالفقارِ پر رکھو
 - انجِ دل تو خزاں میں رکھو ہمارے ایک احساں سزارِ پر رکھو
 مہمتِ مکتور ہو آوازِ جاؤ مہمت اس خالکِ پر رکھو
 دور چہرے ساقیا پر نظر گردِ شبنم روزگارِ پر رکھو
 ہم اپنی دُلف و شفقت کی ذلِ اس دہشت دارِ پر رکھو
 ہم سفیر و قفس میں ہوں تینا یادِ فضلِ ہمارے پر رکھو
 پر پرواز نہ کرتے ہو (ق) پر نظر اس شکارِ پر رکھو
 کچھ تو پرواز کی، ہے ناکت ایک دو تین چار پر رکھو

ایک عالمِ فراق دُوبے ہے

اسیں چشمِ زارِ پر رکھو

۱۔ سبک موٹی: ایک قسم کے پیادے پتھر کہ آتے ہیں۔ (ب) مٹی سبک موٹی ہے۔ (ج) ایک کی غلطی ہے۔

۲۔ ذوالفقار: حضرت علی کی تلوار

۳۔ مہمت: احسان

ہرگز نہیں نہایت ^۱ و پایاں ^۲ آرزو وصحت رکھتے ہیں قہر بیایاں آرزو
 کچھ داغ دل نہیں ہے گلستان آرزو زخمِ جگر بھی ہے گلِ خندہ ان آرزو
 ہم سرگئے ہیں تیری تمناے وصل میں کُٹک دیکھو ادھر تو ہیں ار جان آرزو
 برائے شمعِ غمخِ اُمید کی ہے شکل ہے تیرا آہِ سرو ^۳ دیوان آرزو
 دامنِ گل کے چاک گریباں رہے یہ ہاتھ آیا بھونٹا کوشِ داناں آرزو
 زلزلے میں جتنی ہے ہر دم جو چشمِ وا جرت زدہ تو کس کی ہے مہاں آرزو
 ہم دل جلوں کا آگے تاشِ ذرا تو دیکھ ہر داغِ دل ہے اشکِ چراغان آرزو
 ظلمِ شباب آدھے ترے انتشار میں ہر شب رہوں ہوں دست و گریباں آرزو

دیتے فراقِ شعر و سخن کی رے وہ داد
 اس وقت میں جو ہوتے کہو خان ^۴ آرزو

۱۔ نہایت = ابتدا۔ انجام۔ حد

۲۔ پایاں = ابتدا۔ انجام۔ آخر

۳۔ سرو = آرزو کے شہد و شاعر

دیاہوں ہوں جس جگہ کسی آفت رسیدہ کو روتا ہوں یاد کر دلِ حرام لشدہ کو
 نرگس گلوں سے آنکھ لڑائی ہے کس روش دیکھے ہے عندلیب تو اس شوخ دیدہ کو
 قلعہ امیر حاکم افلاس میں نہ کر پھر دے ہے پھول پھل وہی شوخ ہریدہ کو
 رادِ عدم میں تامل درکار کچھ نہیں خطرہ بہر طریق نہیں یاں ہریدہ کو
 کرکٹ دل کو ہے یہی تیرید خوب تر پیچھے ہے کاسنی کوئی اشک چلیدہ کو
 دل اب حریف کی نہ توفیق پہ کھارویب دشمن ہی جان اپنا تو تیغ خریدہ کو
 دیش ہو اپنا بارگاہ اس کی چشم کا کرتا ہے صید خاطر رشب ہریدہ کو
 لشکرِ ادا و ناز کا ہے اپنے ساتھ وہ (ق) گھیر ہے آئے مجھ دلِ محنت کریدہ کو
 وں یہ بیجوم دل یاں یہ ہادی لے کر چاہے اشک کی فوج جہیدہ کو

چاہے فراق درد تو دیواں کو سیرے دیج
 مت سیر کر کسی کی غزل کو و قسیدہ کو

داغ دل رکھتے ہیں گو ہوئے نہ ہر کا تکیہ یعنی کافی ہے سپاہی کو سپہر کا تکیہ
 تیرے گل تلیوں کے خطر تو اب اے راحتِ جاں یہ مناسب ہے کہ ہوش و قمر کا تکیہ
 جس جگہ بیٹھ گئے وہ بھی مکاں ہے اپنا بستر کس کا میاں اور کدھر کا تکیہ
 برکھڑی بیٹھتے ہو مجھ سے جو تم گم کیاں کیا مقرر کیا ہے مجھ کو کمر کا تکیہ
 ایک ہم ہیں کہ نہیں رکھتے ہیں کچھ فضل و سحر ورنہ ہر اہل سحر کو ہے سحر کا تکیہ
 زانوئے یار پہ سربوئی ہمارے دے ہر نشیں میں نہیں گرسر سے یہ سر کا تکیہ

اسرارِ کسی کا نہیں درکارِ فراق
 بس ہے درج میں مجھے درد و اثر کا تکیہ

۱۔ اب میں یہ آکٹھویں غزل ردیف "الف" کے تحت درج تھی۔ پیش نظر متن میں ترتیب درست کر دی گئی

۲۔ درد = خواجہ میر درد

۳۔ اثر = خواجہ میر اثر۔ خواجہ درد کے بھائی !

کیا بات تری تو ہے محبوب بہت تحفہ انداز ترا اچھا اسلوب ^۱ تحفہ
 پرزوں پر سرے دل کے رقوم حقیقت تھی ^۲ پڑھ کر وہ لڑا اپنے مکتوب ^۳ تحفہ
 ہم نکلتے ہیں منہ اس کا وہ دیکھے نہیں اسید طالب تو غرض تھی ہی مکتوب ^۴ تحفہ
 اس مفت ^۵ ہری کے ہم قرباں ہیں تری ظالم دل کے مکر چاڑا کیا خوب ^۶ تحفہ
 کیا انگ کو ہم دوریں دل بھی کوئی آنت ہے ^۷ ساک تو غرض ہے ہی مجھ ^۸ تحفہ
 پاؤں سے گاسد تک انداز ہر ہے واہ و نثار بہت اچھی اسلوب بہت تحفہ

سنتے ہی رہے لیکن دیکھا نہ فراق اس کو
 پایا ہے غرض ہم نے محبوب بہت تحفہ

۱۔ (ب) میں: "پڑھ کر" کی جگہ "خو کر" ہے! معرود نامزدوں ہے۔ تو ایسی آغوش کر دی گئی ہے!

۲۔ مفت ہری = مفت داخل کرنا

۳۔ راکب = (تصوف کی اصطلاح) مرد شخص جو قربت خدا کے تعالیٰ کا طالب ہو

۴۔ مجھ کو بہت = (ب) جو خدا کی محبت میں یوں ہو جائے!

آہن کو دیکھ کر کچھ رکتے ہے آئینہ آئینہ وہ بھی ہے دل کر جس میں نہ ہو رنگ آئینہ
 آئینہ دل نہ مفت میں ہر بار ہے اسے (ق) کٹر ہر ایک دل کا ہے ہم سب آئینہ
 جو اس میں ہے صفایہ کہیں نہیں ہے صفا وسعت یہ اب رکھتے ہے دل سب آئینہ
 دل میں ہے عکس زلف و رخسار کا پیچوم جہاں ہوں دیکھ چو نہ نہیں آئینہ
 اہلی صفا منیر کو سمجھتے ہیں اپنا عجب جوہر ہے آئینے کا وہی رنگ آئینہ
 از لبوں رہے صفا ترے چہرے کی چاہے ہے میناں حن میں پڑے یا سب آئینہ

حن بہار یار سے لبہ میز ہے فراق
 دیکھو تو ساغر مئے گل رنگ آئینہ

غیروں کی سمت کرتے ہو پھر پھر کے تم نگاہ کر اس طرف بھی دیکھو نظر پھرے واہ واہ

یوں اٹک و تختِ دل ہیں فتادہ ہر ایک جا جیسے بخت کھائے کوئی فوج ہو تباہ

زائد ہوا ہے شوقِ الٰہی اگر تجھے شل جا ب پھینک دے سر سے اٹھا کُلاہ^۱

شمشیر کھینچنے کی تو حاجت نہیں میاں کافی ہے ہم سے غم زدگیاں کولیں اک نگاہ

غیروں سے اختلاط ملاقات روزِ منہب کرنا نہ اس طرف بھی تغافل ہے اک نگاہ

بس دانے اپنی زلیت کریں پھرتے غم کے بیچ^۲ کُزرے ہے نا کرتے ہیشب ہم کو تاپ گاہ^۳

اب کے جو'جی بچے تو ارادہ ہے یہ فراق

مقرر تک تو اپنے کسی سے نہ کیجے چاؤ

۱۔ ارادہ = کُزرے ہوئے

۲۔ کُلاہ = فوٹی

۳۔ تاپ گاہ = سحر تک

ہیں ابرو ہی اُس قاتل کی کچھ شمشیر کا نقشہ ہر اک آواز جڑ بھی ہے ہماری تیسر کا نقشہ
 بھینٹ یوں ہے اپنے اُس دل و گدیر کا نقشہ کہ جوں اوراق پر سو غنچہ تصویر کا نقشہ
 جوں تک مات طینت ہیں اسیر زلفِ خواب ہیں نکایاں سچ دیا سے ہیں ہے زنجیر کا نقشہ
 ہر اک خشتِ در و دیوار بستی ہے پری منہم کہ یہ نقشِ خرابی ہے ہیں تعمیر کا نقشہ
 سرے طور کے خدائے سبز کے آئے ہیں منہم کہ سو سبز بارہ سبز کشتیم کا نقشہ
 یا کراں یہ نزاکت یہ آوازِ جن ہے کس میں خدا نے آپ کا پیچ ہے تری تصویر کا نقشہ

تلاش و فکر و تدبیر اپنی ساری نقشِ باطل ہے
 فراقِ ان پر ہے غالب نقشِ تقدیر کا نقشہ

اے اب میں : " ہیں ابرو ہی اُس کی قاتل کی کچھ شمشیر کا نقشہ " افسانہ ہے ان لوگوں کے کہ تھیں تیرے دوست
 اے اب میں : " اپنی ساری اپنی ساتھ " ہے : " سبھا لقا بت ہے "

کیا تری زلفِ کرہِ گیسر ہے سبحان اللہ گویا لیلیٰ کی یہ تصویر ہے سبحان اللہ

قیدِ لغت سے قوافی و غنچہ نہیں وادعِ مزاج عوج بھی پائے بہ زنجیر ہے سبحان اللہ

ہم سے تجھ کو سخنِ سلیخہ سوا بات نہیں غروں سے یوں شل و شیر ہے سبحان اللہ

صفتِ رُوئے زیں پر بھی ہیں کیا کیا شکلیں کیا ہی یہ عالم تصویر ہے سبحان اللہ

۱
وصلیٰ نبیٰ گردوں پہ ذرا دیکھ ذرا

برق بھی سونے کی تحریر ہے سبحان اللہ

۱ وصلیٰ نبیٰ گردوں سے نیلے آسمان کی تخی

بھگو کو دیکھ جو اُن نے بھر کے نگاہ
 دکھی ہے اختیار، دل سے آں

کیا زخموں، رفتاریں کو چاہیے ہے
 اُن کو کافی ہے بس دل آکاں

کوچہ زلفیں نہ لے جا تو
 چشمِ دل کو نہ کر کہیں گہراں

دل کو پاؤں تلے کلا ہے یہ کون لیتا ہے نقش پا ہے یہ

بار بار آج مسکراتے ہو سچ کہو یار جی میں کیا ہے یہ

جی پہ میرے چٹھی ہی رہتی ہے زلف کیا ہے کوئلہ بلا ہے یہ

شب میں خازنِ خرابیاں اس کی عشق بھی کیا بُری بلا ہے یہ

جو کولی چاہے اس کو کچے قتل دوستی میں نہیں روا ہے یہ

ایسے احوال کو میں تجھ سے فرق (ق) کیا کہوں طرف ماجرا ہے یہ

جس طرف کو میں چاؤں گدراہوں ذکرِ مذکور جا پہ جا رہے یہ

جو مجھے دیکھتا ہے کہتا ہے

نہیں عاشق بنے مبتلا ہے یہ

اب میں یہ شعر غزل کا آخری شعر تھا۔ مثنوی کی شامیت کی وجہ سے قلمبندِ اشعار سے پہلے دیباچہ لکھا۔

تجھ بواغ کو ہم چاہیں گے امکان ہے یہ افتخار محض غلام جھوٹ ہے بہتان ہے یہ
 سچ کھواکس کے میاں قتل کا سان ہے یہ قہر چوٹوں پہ نگیاں مٹی و پاں ہے یہ
 آہ کیا جانے وہ کیسے لب و گلیں چلا گئے اک خون سا جنوں کا گلی خنداں ہے یہ
 دے ہے تکلیف چن موج نسیم سحری ہم دو افوں کا گھر سدا جنباں ہے یہ
 سداغ سنجاب ہے یہ جان بری زور بہار تختہ گلی کہوں یا تختہ داماں ہے یہ
 فکروں میں ارہی ڈالے غرض کیا کئے شوخ آفت ہے غضب ہے کوئی لٹاں ہے یہ
 اپنے گھر ہے ہی کو دکھا کر ہے آئینہ میں اپنی صورت کا غرض آب ہی حیراں ہے یہ
 کچھ گلی داغ نہیں والد و گلزار ہے کم دل پر داغ بھی کوئی طوف گستاں ہے یہ
 خدا ارادے ہے اڑا کر کے وہ پرزے پرزے نار کیا بجھے جس شوخ کا امکان ہے یہ
 شل زنی ہر بنو ہے ہے رے انش مل کوئی تن زاو ہے یا سدو چراغاں ہے یہ

تجھ کو مشکل نظراقی ہے شب و صلا فراق
 ہر باتی چ کرے یار تو احساں ہے

- ۱۔ (ب) میں : "فکروں میں ارہی ڈالے غرض کیا کئے" ہے ! "ناروزوں ہے"۔ "تباہی تلخ کوئی گئی ہے" !
- ۲۔ "کوئی" "بروزن" کی "فردیت شعری کے وقت استعمال ہوا ہے" !

یہ سُرخ سُرخ اکھیاں کرتی ہیں کام بادہ بدنامِ عُفت میں ہے یوں ہی یہ نام بادہ
 اس لعل لب کو ہر دم پہنچے ہے میلہ لے سے ساغر کی بندگی بنتِ ہر دم سلام بادہ
 اس مت ناز نہیں کو دیکھا ہے جب سے یارو قلموں سے گر گیا ہے عیشِ عدو بادہ
 بو سے میں تیرے غلام کچھ کر ہے طاوت یہ کیفِ یہ نشہ لب رکھتا ہے جام بادہ
 بے ماندہ ہیں ہے ساقی صدائے مینا ساغر سے کچھ رہے ہے مخفی پیام بادہ

اس چشم و لب سے بدھے ہم ہیں فرقِ دل سے
 نے ہیں مریدِ ساغر نے ہیں غلام بادہ

چٹک 'گدا' ادا 'ناز' خدا 'خال' زلف و ابرو 'انوار' و 'نور' اشاعت 'غزہ' تمام بارہ
ساعت ہیں پل ہیں دم ہیں ہر لحظہ لمحہ پیار سے کرتے ہیں قتل عاشق سب مل سوام بارہ

کہ شغل بے قراری 'گدا' عشق 'آہ' و 'زاری' 'گدا' رنج و درد و محنت 'شیون' ستم 'قیامت'
پیشانی جان خراشی 'چشموں' سے انگ پاشی 'دیتے' ہیں تیرے غم میں بت ہم کو کلام بارہ

سوداں 'آہ' و 'دانا' مجذوب 'آہ' خہلی 'رُسا' ذلیل 'وحشی' 'بیچارہ' زار 'عاشق'
مفتون 'آہ' و 'ریاں' 'مجنون' زلف 'خواب' محفل کی 'مٹاؤں' کی ہیں اپنے نام بارہ
خبرہ 'ادا' 'تہم' 'چٹک' 'گدا' 'حکم' 'غقت' 'غضب' 'خوشنت' 'آفت' ستم 'قیامت'
اے دل خبر تو لینا اس جان 'اتوں' پر سب مل کے کر رہے ہیں یہ قتل عام بارہ

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲
مہدی و عسکری و علی رضا و کاظم باقر نقی و زین العباد و جعفر
حسنین اور قیوم سنتے ہو اے عزیزان ارکان دین کے یہ ہیں نبی امام بارہ

گروہن و دل سے جن دم نقل مکان کروں میں تم سے ہے یہ نصیحت اے سیتاں یاروں
جاٹے عیسوی لڑا تم تک کر بلا کو جاٹے جواب ناز اکبر یہ نام بارہ

روز جزا کا دھڑکا لیا ہے خرقہ تجھ کو بتا دیں گے پیغمبر جہم و گد کے سب کو
محشر کی تشنگی سے مت سات پانچ کیجو بارہ امام دین گئے بھر کے جام بارہ

۱۔ (ب) میں یہ نقل کاتب نے نشر کے آغاز پر لکھی تھی۔ یعنی سارے اشعار ایک ساتھ تحریر تھے۔ پیش نظر میں
 ۱۱۔ لفظ و قوافی کے اعتبار سے آٹھ الف کے اشعار کی ترتیب دے دی گئی ہے !

۲۔ حمزہ :۔ بارہویں امام حضرت امیرؑ آخر الزماں

۱۲۔ عسکری :۔ کیا رحیموں امام حضرت حسنؑ عسکری

۱۳۔ رضا :۔ آٹھویں امام حضرت علیؑ رضا

۱۴۔ کاکر :۔ ساتویں امام حضرت موسیٰؑ کاکر

۱۵۔ باقر :۔ پانچویں امام حضرت محمدؑ باقر

۱۶۔ تقی :۔ نویں امام حضرت محمدؑ تقی

۱۷۔ نقی :۔ دسویں امام حضرت علیؑ نقی

۱۸۔ زین العابدین :۔ چھٹے امام حضرت زین العابدینؑ

۱۹۔ جعفر :۔ چھٹے امام حضرت جعفر صادقؑ

۲۰۔ حنین :۔ دوسرے امام حضرت حسنؑ شہید ۱۲۱ھ امام حضرت حسینؑ

۲۱۔ حیدر :۔ پہلے امام حضرت علیؑ ولقب !

سوزِ غم دال ہے ہر حال تباہِ شیش ^۱ قلمِ تھے ہے ہر اک شطِ آہِ شیش
 شے کو لے دید کیا کر کہ بر ونگِ عینک ^۲ کامِ دہنا کرے ہے دیکھ لنگاہِ شیش
 انگریزوں کو تری یوں دل کی رُخِ خاشقی ^۳ چشمِ ساغر کی ہو چوں چشمِ براہِ شیش
 تیرہ بختوں کے کوئی خونِ کوکب چوچھے ہے ^۴ ہم نے دیکھا ہے نہ شاہِ دگوانِ شیش
 کسی مینوار کا خون ہے کہ گلو گبر ^۵ جنبِ سوخ نہیں ہے یہ کُلاہِ شیش
 دلِ جوتِ زدہ سے انک کوں پکے ہے ^۶ ابرِ تصویر کا گردہ ^۷ لنگاہِ شیش
 یہی آئینِ دل قلم ہے تو جگر ہے ^۸ جرمِ ظالم ہے نہ ثابت نہ گناہِ شیش
 یارِ تجھ بنی عجب احوال ہے میںِ خراب ^۹ نہ فلاحِ جام کی کچھ ہے نہ رفاہِ شیش
 جاں بلبِ جام ہے پہلی ہے گلی شیش کو ^{۱۰} جدِ آپسچ کو ہے حالِ تباہِ شیش

سرکشی خوب نہیں سنگِ حوادث سے فراق

خاک میں مل گئی سب عزت و جہِ شیش

۱۔ دال ہے

۲۔ جنبِ سوخ = سوخ کا گ

۳۔ گردہ = خاک

۴۔ فلاح = غوربت شری کے تحت پرواز، فلا = استحال ہوا ہے !

۵۔ (ب) میں: گناہ شیش ہے۔ صبرِ کتابت ہے۔ قیاسی قلم کو دی گئی ہے !

مجھ پر تواریخت سبب جزا سے شیشہ ہے بنا آئینہ دل کی صفا سے شیشہ
 برف گل ہے یہ جن پیچ کر صد پارہ دل یا کوٹ ٹوٹ گیا اپنی قضا سے شیشہ
 دل کہا میں نے ترے ہاتھ سے ظالم ٹوٹا ^{۳۰} ہوا اگر ٹوٹ گیا سیری ہلا سے شیشہ
 "اس کے پاؤں کے تلے ہاتھ بھی رکھتے ہیں" بزم میں آوے ہے کس ناز دلا سے شیشہ
 ساقیا ہرزہ نہیں ہے یہ صدائے غفلت باتیں کرتا ہے گمراہ ہوا سے شیشہ
 بزم میں دھنڑ رز کو جو لاتے ہیں یار پانی پانی ہوا جاتا ہے ہوا سے شیشہ

دل میں جلتی ہے درے مندق پاؤں کی فراق
 خوں سے لبریز ہے یادِ رنگِ جانا سے شیشہ

۱۔ مجھ پر = حساب لگانے والا

۲۔ (ح) میں: "کہا میں دل تو ترے ہاتھ سے ظالم ٹوٹا" ہے!

۳۔ ہرزہ = بکواس - پیوردہ بات

۴۔ "دھنڑ رز" = شہاب

ٹھوکر لگانی سیلھا پھر یار رفتہ رفتہ نظام نے کیا نکالی ورتار رفتہ رفتہ
 بھڑکی سے قمری نوبت گالی پہ آ رہی ہے پھر آگے دیکھیں کیا ہو گفتار رفتہ رفتہ
 موت کے دن اُس سے اک زنگلی ہوئی تھی سو سب بکاوا آتھے اغیار رفتہ رفتہ
 بیوہ عقی یارب کوئی بچا ہے آخر مٹی لے کے پورے گا یہ آزار رفتہ رفتہ
 کھڑے کو آئینے میں دیکھا کر رہے بارے کمرے لگا یہ اُس پر گلزار رفتہ رفتہ
 تباہ ہے عاشقوں سے ازل سے ہجوم در پر چو جائے گا گھر اُس کا بازار رفتہ رفتہ
 عالم میں ڈسائے زلف سپہ نے لپکنی اُس کے ہوئی گٹے کی یہ بار رفتہ رفتہ
 گر اٹھریاں ہی ہیں زنگیں تو کیا ہے گھر اک عالم اُن کا چوگا بیمار رفتہ رفتہ
 یارانِ فائدہ کیا تم کو پڑی ہے جلدی رہ جاؤ ہمیں چوچیں تیار رفتہ رفتہ

فت کا فراق یہ ہی تیرا اگر ہے روتا

عالم ڈھوئے گا تو اے یار رفتہ رفتہ

۱۔ بحر ہیں = قدیم عایانہ لفظا ہے اب مترک ہے۔ حق : ہو لیں !

۱۔ بحرِ حسن کس لئے ہے غرقِ آئینہ انگشتِ پاتری ہے بازِ فرقِ آئینہ

۲۔ چشمِ زدن میں آئینے کو آب کر دیا اس کی نگاہِ گرم بھی ہے برقِ آئینہ

خوشبوِ رُز نے آئینے کو دیکھ رکھ دیا وہ ہیں غریب ہو گیا وہ شوقِ آئینہ

۳۔ ہم نشینِ جھرِ آئینہ یہ نہیں تیرِ نگہ نے اس کے کیا غرقِ آئینہ

وہ سادہ رُو فراقِ محب سادہ لوح ہے

نے فرقِ دل کرے ہے ذکِچِ فرقِ آئینہ

۱۔ (ب) میں : "ہر" ہے۔ اعلیٰ کی غلطی ہے !

۲۔ (ب) میں : "چٹاب زدن" ہے۔ سہو کتابت ہے۔ قیاسی تلمیح کر دی گئی ہے !

۳۔ فرق = بالِ دالِ دینا۔ چارنا۔ اکڑے اکڑے ہو جانا !

دل کا کھڑا ہے ہر اک پہلو نشین آئینہ
خاؤ دل ہے کہ ہے یہ سرزمین آئینہ
خال کھڑے پر نہ اپنے کو بنا آئینہ دیکھ
دل ہے تیرا پیارے کلمت چن آئینہ
دیکھ چرے کو مرے دل میں جو آئینہ نہ ہو
دل ہی ہے اپنا پیارے ہم نشین آئینہ
جب ساقی کا ترے وہ کی ہے یہ دعویٰ بجا
بجز پر ہے دال یہ خاک جہن آئینہ
دام گستر ہے پے صد طائرِ حن و جل
ہے نظریں اپنے یہ خیم کین آئینہ
خاؤ دل تو رنگاں تہا ہی ہر کس یار
دیدہ ہر آب بھی ہے نشین آئینہ
ایک دل تھا سو تیرے ہاتھ سے کھڑے ہوا
کچھ مرا سینہ نہیں ہے سرزمین آئینہ

جو کوئی استاد ہیں اسماں یہ ہے اُن کو فراق
دور نہ مشکل ہے بہت کہنی زمین آئینہ

۱۔ (ب) میں: "برائے" ہے! سہو کنایت ہے۔ تپاسی لہجہ کردی گئی ہے!

۲۔ (ب) میں: "ہے بھی ہے!"

ترے ہی عکس سے ہے آب و تاب آئینہ و گرز ہے عرقِ شہم آب آئینہ
 ابنِ دُحوتائے زوئے یار ہیں ہم ہے اشکِ چشم بھی و شبِ جواب آئینہ
 ہمارے دل میں بھی جلوہ نما ہے حُسنِ پتلاں بجا ہے دیکھے گر اس کو خطاب آئینہ
 ترا وہ ماکھڑا کتابی ہے اے پری رخسار کہ جس کے اگے ہوئے چھ ناکتاب آئینہ
 کسی سے آنکھ لگائی ہے ظاہر اس نے یہ بے سبب نہیں چشمِ پر آب آئینہ
 خرقِ یاروں سے ایسی نخلِ پوسو معلوم یہ منہ کو دھو رکھیں لے کرے تاب آئینہ

پر امتیاز ہم و تیب اٹھ گیا ہے ان

ہر آب یار کو کہتا جواب آئینہ

۱۔ (ب) میں: "ہے" نہیں ہے: "مہرِ کتابت ہے"۔ معرہ نامزدوں ہے۔ "قیاسی" آٹھ کر دی گئی ہے!

چشم و زلف و رخ ہیں تیرے دلفریب آئینہ
 خل و خط غارت گر صبر و تکلیب آئینہ
 دیدہ دل کی ہمارے کچھ نہ پوچھو روئے داد ہے ازل کے روز سے حیرت دلفریب آئینہ

اپنی صورت پر کہیں تو آبِ حیاتِ عاشق نہ ہو
 دیکھو جانا ہو مگر کلامِ قریب آئینہ

مُتَفَرِّقِ اشعار

بجا ہے دل کو اگر دُور قرارِ آئینہ
 کہ اس میں جلوہ نما ہے ہمارِ آئینہ

زلف و رخ سے بنت رہے ہے کار و بارِ آئینہ
 آئینے کو ہر گھڑی کیا دیکھے ہے اے محوِ فنا
 کیا فرے سے گزرے ہے لیل و ہمارِ آئینہ
 کب ادھر بھی دیکھ اے شکِ ہمارِ آئینہ

۱۔ (ب) ہیں: "ہیں" کی جگہ "ہے" درج ہے: اسمِ فاعل کے ساتھ ہے کا استعمال غلط ہے!

دیکھ لے اے مسرت فافوس خیال آئینہ جوتہ مینا ہے طافوس خیال آئینہ
 بات دل کی ہر کسی سے بر ملا غافل ذکر چائے و پرہہ فافوس خیال آئینہ
 گمش اسرار کی ہر بات سر لبت ہے یاں غنچہ دل بھی ہے فافوس خیال آئینہ
 گمش دل کا ہی عالم میں یہ سارا رنگ ہے رب سے نیوئی یہ مجھوس خیال آئینہ
 سرزنش ہوئی دل صافی منش سے دور رہ وہیم مت ہو دیکھ فافوس خیال آئینہ
 اسل ہے فرش پا انداز صافی مشرباں دیکھ لے فافوس خیال آئینہ
 دل کو در پردہ لیا ہے نور آگاہی نے کھانک ہوئی ہے شمع فافوس خیال آئینہ
 دل پہ زلف یار کا سودا چڑھا رہا ہے یہ واقعی یا ہے یہ کابوس خیال آئینہ
 عدت دل میں احو اغیار کو آئے نہ دو وہیم اور خطرہ ہے جاسوس خیال آئینہ

۲
 اے فراق احوال درد اپنا اثر سے عرض کر
 اس قدرت ہو تو مجھوس خیال آئینہ

۱. فافوس = دریا ئے بحیق

۲. اثر = خواجہ میر اثر! برادر خواجہ میر درد!

دل ہی ڈوبا جائے ہے کیا صن کے دریا کو دیکھ
آؤں ہی اب ہے اُس آئینہ پیرا کو دیکھ
رنگ سے جلتے ہیں کچھ مہر و مہ سیمہ کو دیکھ
غرق حیرت آئینہ ہے اُس کے صورتِ پایا کو دیکھ
باؤں میں زنجیر ہے سٹک لامتِ باخہ میں
برسب بام آکے تو بھی اپنے کب رسوا کو دیکھ
لعل لب اپنے مئی آلودہ آئینے میں دیکھ
سیرِ نازبان کر تو نہ گلِ راز کو دیکھ
جو شکرِ چشم ہے اپنا سو ہے بحرِ محبہ
عینِ دریا ہو رہا ہے قطرۂ دریا کو دیکھ
دل ہزاروں آئینے ہیں اُس کی کافر زلف میں
نحو عینِ دریا ہو ہے زلفِ عنبرِ سا کو دیکھ
دل یہ ہے سب نگہ آنکھوں میں رہنے دیا ہے
طابقِ ابرو سے گرامتِ ساغرِ صیبا کو دیکھ
بات ہے اُس گل کے گلے میں ڈالنا یاد آ گیا
بات میں ساقی ترے لبں گردِ مینا کو دیکھ
دورہ دورہ میں درختاں ہے زورہ مہرِ شمس
قطرہ قطرہ میں جھلنا ہے بُرا دریا کو دیکھ

جو میں نے کہا اُس سے مرے پاس تو آ بیٹھ ہوا وہ خفا ہو وہ میں چل دُور ہو جا بیٹھ
 مجھ کو کفِ پاکِک ہی نہ ہو تیرے برائی اور جاوے ترے پاؤں میں یوں رنگِ خرابیٹھ
 ہاں بیٹھ گئیں آنکھیں ری روتے ہی روتے تو گھر میں رہا اپنے مرے یار بھلا بیٹھ
 اٹھ جاوے میں رشک سے خوبانِ جہاں رب جاوے وہ بُتِ شوخِ جہاں نامِ خدا بیٹھ
 رب ہی سے مرے اٹھائے بستی کے تین جب سے کہ مرے دل میں گیا نقشِ فنا بیٹھ

ہمراہی فراق اب ترے منزل کو بھی پہنچے
 جوں نفیِ تدم صُف سے اک تو ہی رہا بیٹھ

۱۔ (ب) میں یہ غزل ردیفِ پائے مخلوذا کے تحت درج تھی۔ پیش نظر متن میں ترتیب کے لحاظ سے اسے
 ردیفِ پائے مخلوذا کے تحت درج کیا گیا ہے !

اے چشم تجھ سے آگے ہی قائم غم کے ساتھ سدا بت پھائی وہ گیا جامِ جگر کے ساتھ
 رحمت میں مثلِ برفِ پیاہم کو قرار ہے ہم گم شدوں کا یمن ہے تاہم دم کے ساتھ
 کھن ہیں کو قید سے زلفوں کی دل چھٹے یہ دامِ بہت رہے گا گلِ انعامِ دم کے ساتھ
 لنگر نے غم کے گردیا پالِ ملکِ دل کرباب تو عیشِ طلع کا بیہوش غم کے ساتھ
 مٹھ سے لگا دے ساقی مرے ساغرِ شراب دھو ڈالوں تاریں گردنِ بیامِ غم کے ساتھ
 نئے نوشی بہت لوگوں میں بے کیف ہے یہاں رکھ شعل سے کو تو بہت خود کامِ غم کے ساتھ
 کرتے ہیں تجھ بغیر تو افحہ ہر ایک کی لبِبت رکھ ہے کیا فخرِ خامِ غم کے ساتھ
 کھا ہے شیخ بے پردہ گوئی پر اپنی زہر احق کا مختلفا ہے یہ سراسر سہم کے ساتھ

خوں اس کی یادِ چشم میں رہتے ہیں سنتِ فراق
 یہ اپنے ہے شگوفہٴ بادامِ دم کے ساتھ

۱۔ اب میں یہ نزل پائے معروف کے بعد درج تھی۔ پیشِ نظر میں ترتیبِ محبتِ کردگار ہے !

۲۔ شعر چٹا نہیں جا سکا۔ مطلب غیر واضح ہے !

۳۔ مختلفا = گڈمڈ۔ دلا ہوا

۴۔ سہم = زہر

مجھ ترہ سید کو کیوں نہ رکھے وہ مدام ساتھ مثل نہیں رکھوں ہوں میں اُس کا ہی نام ساتھ
 دل کیا لیا کہ قافلہ برباد ہو گیا آرام و خواب و راحت و ناعوس نام ساتھ
 فریاد و آہ و نالہ و غم درد و اشک و داغ ہم نے چلے عدم کو عجب اثر و مقام ساتھ
 فوج مددِ پیش چپ و راست درد و آہ اپنے ہی انیس رہے ہیں مدام ساتھ
 بے جود بجز لطفِ خدا گو ہر سرا ملتا ہے کوئی مشفق عالی مقام ساتھ
 ظلمت سے لے آئے سزا کو تشذیب تیرے باوجود خضر عید السلام ساتھ

کیا خاک جاشہری ہو فراق اُس کے ہاتھ سے
 پال دل کرے ہے وہ مشفق خرام ساتھ

۱۔ (ب) میں یہ غزل ردیف یا آئے صورت کے ذیل میں درج ہے۔ پیش نظر متن میں ترتیب بیت کر دی گئی ہے!

۲۔ (ب) میں: "اکہیں" ہے۔ دوسرے نسخوں میں ہے: "قیاسی" لکھ کر دی گئی ہے!

تھیں

خو سے کافر تری آگاہ جو ہوتا کوئی اہل و شیفتہ باللہ جو ہوتا کوئی
 آنکھ اور اشک پہ نہیتے رہے بہتر اچھے دیکھتے نالہ چاٹتاہ جو ہوتا کوئی
 خاک پر ٹوٹے ہیں وہ شخص کو بستر چھینیں نیند آتی نہ پر گاہ جو ہوتا کوئی
 ناتوان سے رہا منزل مقصود ہے دور پہنچا کاش کو حیرانہ جو ہوتا کوئی
 روتہ حضرت دل کیجئے نہ پالال اسے دیکھتے خادم درگاہ جو ہوتا کوئی
 ایک بوت سے یہ یہ تکرار ہے سرکار کے بیچ تمہیں طالب تنخواہ جو ہوتا کوئی
 برسو گام پہ ہے فتنہ محشر ہریا تمہیں آج سورہہ جو ہوتا کوئی
 بوسہ جوں اس کا لیا وہیں خفا ہو ہوا کیا قیامت کی ابی راہ جو ہوتا کوئی

اس سے احوال دل زار کو کہتا میں فراق
 اپنا ہی مونس و غم خواہ جو ہوتا کوئی

۱۔ (ب) میں یہ غزل مدیعت ہائے ہوز سے قبل درج تھی۔ پیشین نظر میں تریب درست کر دی گئی ہے !

۲۔ (ب) میں : " بری گاہ ہے ! سہو کتابت ہے۔ قیاسی قیچہ کوئی نہیں ہے !

تیرے حسن و چل کے صدقے تیرے کھڑے کے خال کے صدقے
 رات دن یہ رفیق رہتا ہے اے میں تیرے خیال کے صدقے
 کس کو سرو چن بخشایا ہے میں ہوں اُس نو بہال کے صدقے
 دل کو کیا مالیا ہے جان بھی لے منہ کے تیرے سوال کے صدقے
 حرفِ مطلب پر منہ بٹا لینا وا پھر تے تیری چال کے صدقے
 نرگسی چشم کے تری قرباں تیرے اس دل سے گل کے صدقے
 لب کی صورت میں اور لب سے جہر آہ اُس بے مثال کے صدقے
 سہو کچے نہیں ہے اس میں فرق ہوں ترے بال بال کے صدقے
 کہ بھری گالی ہر قدم پر آہ اے تری بول چال کے صدقے

آہ جن وصل میں ہر بیم فراق
 بس ہی ایسے وصل کے صدقے

(ب) میں یہ نخلِ دلیر یا اے بلبلِ دلیر - تیرے کھڑے کے خال کے صدقے

کہو دیا گیا ہے!

اُس کا فقدا نہ چہرہ گلنار گرم ہے زلفِ سبب بھی اُس کی دھویں دار گرم ہے
 رفتار اُس کی گرم ہے گفتار گرم ہے سرِ مقدمِ رازِبتِ خوئے غوار گرم ہے
 آثارِ میری گرمی دل کے نہ پوچھے سائے سے میرے سایہ دیوار گرم ہے
 ہر بات میں جلت ہے دلیف ہے طرب ہے کچھ بے طرح را تو طرح دار گرم ہے
 گزرا ہے یاں کسی نگہ گرم کا خیال بے وجہ کب ترا غلِ رخسار گرم ہے
 شعلے جس کے برق بھی اگلے ہے اندر یارب مری وہ آہِ شمر بار گرم ہے
 تڑپے ہے کوئی نہ سکے ہے کوئی ہے نیم جاں اُس کی گلی میں موت کا بازار گرم ہے
 دل سوز اُن کے دہ پہ کھڑے رہتے ہیں بدم شمعِ رُخاں کا ان دھنوں دار گرم ہے
 رکتی ہے سب سے پردہ سینا میں تاکِ ہاک بے دُختِ بزد بھی قبر ہے سردار گرم ہے
 خوشید رو ہے شہرہ آفاق شہر میں سب سے نمود ہیں وہ نمودار گرم ہے
 دل اُس پہ کس طرح سے نہ پچھلے برگِ شمع جوں شعلہ سر سے پاؤں تاکِ یار گرم ہے
 اُس گرم و سرد دہر پہ غافل نہ مرنظر دوکانِ ہر سرد ہے گھر بار گرم ہے
 وہ خود فروغِ شوئے ہے ہر دم بہارِ حسن کیا؟ یئے کہ بن دھن دار گرم ہے
 بے مول تولِ دل کو ہمارے اچک لیا اِس جس کا ہی زورِ خریدار گرم ہے

لاحقِ تبِ فراق ہیں ہے اگر فراق
 ملبس بتا تو کس لئے پھر یار گرم ہے

۱۔ (ب) میں: "یہ قول پائے ہوئے ملفوظ سے پہلے درج تھی۔ حرفِ تہجی کے اعتبار سے پائے بچول کے تحت درج کر دیا گیا ہے!"

۲۔ (ب) میں: "یہاں ہے۔" بہر کتابت ہے۔ قیاسی تلمیح کر دی گئی ہے!

۳۔ شمع = فرورثِ شہری کے تحت شمعِ بروزن لکھ استعمال ہوا ہے!

۴۔ ملبس = نبض چھونے کی جگہ

قدم قدم پر یہ راہ نفا دکھاتا ہے ^۱ مال کار ہیں نقش پا دکھاتا ہے
 وہ دل کو بانہ کے جوڑے میں کیا دکھاتا ہے ہر ایک آن میں کافر ادا دکھاتا ہے
 قدم بہ دم مجھے آئینہ کیا دکھاتا ہے تر اسیر اسے پشت پا دکھاتا ہے
 ہوئے ہیں تختہ دامن ہی پاٹ دریا کے سر تک چشم مجباجرا دکھاتا ہے
 ہر ایک آن میں جھمکا ہے اس کی قوت کا ^۲ سیمیں یہ زور ہی افغ و سلا دکھاتا ہے
 یہ دل کی قدر ہے اک جو سے پر لیا ہے فقدا ستم ہے یہ کہ اسے جاہ دکھاتا ہے
 اسی کی ابرو کی محراب میں رہے ہے ^۳ تو شیخ کن کو یہ قبلہ دکھاتا ہے
 رہے ہی زخم جگر پر نظر ہے کچھ قاتل تو اپنی سدح مجھے کیا قبا دکھاتا ہے

فراق یار کے کٹوچے میں لے چلا ہر دل
 بربط عشق کو دار الشفا دکھاتا ہے

۱۔ (ب) میں: "سلا کا" درج ہے۔ سہو کثابت ہے۔ قیاسی تیج کر دی گئی ہے !

۲۔ سیمیں = جلائی چمک و تک

۳۔ (ب) میں: "اسی کی ابرو کی محراب میں رہے ہے" ہے ! تاہم یہ ہے۔

۴۔ دار الشفا = شفا خانہ۔ اسپتال

تم ایک جفا جو ستم ایجاد ہو کوئی اچھے ہو بڑے ہی غرض استاد ہو کوئی
 ٹھوکر کے سوا چلتے ہیں ان کی بلا سے پامال کوئی شخص ہو ہر باد ہو کوئی
 گل چاک جگر باد صبا خاک ہر ہے ماتم کدہ دھر میں کیا شاد ہو کوئی
 ہم بیوے ہوا اور کو چاہیں تو قسم لے انسان تو کیا گر چہ پری نژاد ہو کوئی
 آگے قدم راست کے ترے یار جن ہیں خان نہیں سوسیز جو شمشاد ہو کوئی
 بت دل کے رہے رہتے ہو تم درجے غارت کیا شہر میاں خاک پہ آباد ہو کوئی
 کل جوں ہی فراق ہم سے ہے یہ کہا ہم نے (ق) اس وقت میں صورت غزل ارشاد ہو کوئی
 فرمایا یسن کر جے ہو فکر معیشت شروع سخن اُس کے تئیں کیا یاد ہو کوئی

ایک مہر برجستہ میاں ہو رہے ہے اُس سے
 جو خاطر و راست و آزاد ہو کوئی

آہ کا یاں پیام رہتا ہے غم کا بحرِ سلام رہتا ہے
 چشمِ تر پر رہے ہے بنتِ دریاں رونے دھونے سے کام رہتا ہے
 زلف اور کھڑے کا خیال ترے بھر رہتا ہے شام رہتا ہے
 جو ترقی ؟ = تفضل ہے کب یہ آہِ کام رہتا ہے
 سیدِ گل کا داغ ہے کس کو یوں ہی نزلِ کام رہتا ہے
 چشم کے گھر میں انتِ کاری ہے فرشِ سنگ ^۲ و کام رہتا ہے
 اُس کی دیکھی ہیں خواب میں آنکھیں جب سے لٹ مُدام رہتا ہے
 اپنے اس چشم و دل بدولت یاں متحمل دورِ جام رہتا ہے
 دل پہ صورت کا تیری یوں ہے نقشِ جوں لکھتے یہ نام رہتا ہے
 شیخ صاحب بھلا تم اے دردِ دُختِ یز سے محام رہتا ہے

غم و درد و فراقِ دل سے پر

آہ کیا اثرِ دام رہتا ہے

۱۔ (ب) میں: "یا" ہے۔ بہرِ کتابت ہے۔ قیاسی تلخ کر دی گئی ہے!

۲۔ سنگِ رخام = سنگِ مرمر کی ایک قسم!

دل لینے کے حق میں ترے عیار ہو کوئی تم ایک جفا کار ستم گار ہو کوئی
 اپنے پیش تو تیرے سوا کام نہیں ہے اس شہر میں گو اور طرار ہو کوئی
 جز قتل کے کچھ بات نہیں کرتے سری جان کوئی بے گنہگار ہو یا کہ گنہگار ہو کوئی
 میرے دل یار کے احوال کو جانے ان انگریزوں کا آہ جو بیمار ہو کوئی
 حاضر ہے سری جان دل و جان یہ لیجئے ان میں سے جواب آپ کو درکار ہو کوئی
 آہستہ ذرا ہم سے بیان کیجئے باتیں ایسا نہ ہو جو گوشہ بہ دیوار ہو کوئی

نگار تو کسی طرح نہیں جوتے یہ اپنے
 کا ہے کو خزان ان کے لئے غار ہو کوئی

۱۔ کوئی بردن کی ! خودت شعی کہت !

روبرو وہ کدھر گئے ہرود وفا کیا ہوئی ہم سے خفا کیوں ہو تم ہم سے خطا کیا ہوئی
 بنیں میری دیکھ کر رکے یہ بولا طیرب چوڑا تقصیر پر اس کی دوا کیا ہوئی
 یخ کے دن کے سوا دیکھتے ہی کچھ نہیں وصل کی دنیا سے تب ہائے خدا کیا ہوئی
 میں نے کہا ایک دن کیوں ہے تو غلین فرق آفت تازہ کوں تجھ پہ بتا کیا ہوئی
 تب کو تجھ میں ہے دن کو زارم ہے تجھ پہ نئی بات اب ایسی چلا کیا ہوئی
 رکے ^۱ وہ شیفہ ہوں ایک جا یہ بھی نہیں جانتا اس سے ^۲ ادا کیا ہوئی

دیکھتے ہی زلف و رخ دل کو حالے کیا
 میں یہ نہیں جانتا مجھ کو بلا کیا ہوئی

۱۔ (ب) میں: "دیکھتے ہی زلف و رخ دل کو حالے کیا" ہے! کتا سرخ اور زرد ہے۔ تمہاری فوج کر دی گئی ہے!

۲۔ (ب) میں: "میں یہ نہیں جانتا مجھ کو بلا کیا ہوئی" ہے!

سوز بے تابئی دل جوں ہی سنایا ہم نے شمع ساں خوب ہی مجلس کو رلایا ہم نے
 خطا کے بجائے عینا اُس کو جو پایا ہم نے یک تلم کھنکھاتی ہے بات اٹھایا ہم نے
 یار ایسے گئے جوں نگہ تھک گیا ہے نقش پا کا ہی کہیں کھوج نہ پایا ہم نے
 چشم نم جام ہے پچھلی ہے گلی شیشے کو آپ کیا روئے کہ مجلس میں رلایا ہم نے
 دل کے ہر ٹکڑے میں تصویر تری جھلکے ہے دیکھ تو کیا ہی سرقے یہ بنایا ہم نے
 خوشنہ آدھے ہے کب سایہ طول ہم کو تیری دیوار کا دیکھا ہے وہ سایا ہم نے
 گہر غمناک گہ چیں بہ چیں گدغہ جہریاں تم کو کہو یار نہ پایا ہم نے
 کردیا بخت کو صد رشک بہار گلشن خون دل چشم سے جل دم نہ بنایا ہم نے
 دل پہ رکھ بات وہیں بیٹھ گئے کھا کھنکھن جوں دوپٹہ ترے کٹھڑے سے اٹھایا ہم نے
 دسترس ہم کو کہاں اُس کی رخسار تلک پاؤں کو ہی نہ کبھی باز لگایا ہم نے
 بعد مدت کے جو خایار کا تا صبر لایا دل پہ رکھا اے آنکھوں سے لگایا ہم نے

کھول کر خطا کے تئیں یاں تئیں ہم روئے فراق
 آپ ہی ہمہ گئے کاغذ بھی بنایا ہم نے

نیاز آکھوں سے یہ دل نیاز مند کرے وہ خود پسند ہے اس کو اگر پسند کرے
 بہ رنگ نے نہیں نالے سے باز آنے کا مڑ جا ہی اُتر کوئی بند بند کرے
 نہیں یہ دیوے ہے فرقت ہی سواخانے کی فلک کے ہاتھ سے کیا کوئی سر بلند کرے
 تڑپ کو اس دل سوزاں کی کوئی پیچھے ہے یہ جہت و خیز بہت سی پڑا پسند کرے
 نہ بات آوے ترے ہونٹوں آگے دھری کو برابری لب شیریں کی کوئی قند کرے
 نہ ہو سکے ترے حُسن و جمال کی توفیق اگر کمال صفا پانی و چمن کرے
 وہ ناہ رو جو کہو منہ پہ چھوڑے زلفوں کو بہارِ حُسن کو بھر دیکھو تم دو چند کرے
 ستاتے ہر کسی کو ہو یہ جی دھڑکتا ہے کہ ہو دمان تہیں کوئی درد مند کرے

فراق اُس سے ہو کیا کوئی سائل ہو
 جو بات بات پہ حجت وہ نادہند کرے

چن کا پوچھو ہو کیا یار کچھ نشان ہم سے کہ روتوں سے وہ چھوٹا گیا مکان ہم سے
 کچھ ایک ہم ہی نہیں کشتہ تیغ و ابرو کے پڑے ہیں در پہ کئی اُس کے نیم جاں ہم سے
 نہ ہم سے نظریں ملانا نہ بولنا ہی کہو یہ البی کیا ہوئی تفصیر میری جاں ہم سے
 جن سے کیوں تو نکالے ہے خار و خنک طرح دیکھئے گاوش کو باغباں ہم سے
 گئے ہیں وادی غربت میں چھوڑ کر تنہا عجب سُدک کیا تم نے ہر باں ہم سے
 سوال ہو سے کا اک دن جو اس سے ہم کیا لگا یہ کہنے خفا ہو وہ بد زبان ہم سے
 خبر ہے شہزادہ تم اپنی سزا کو پہنچو گے یہ باتیں خوب نہیں کرتے ہو میاں ہم سے
 ہوئے جان میری جان منہ پر خدا آیا یہ کیا ستم ہے کہ اب تک ہو بدگماں ہم سے

نزاں جب تیں رخت سفر کریں تیار
 گیا ہی آگے نکل آہ کارواں ہم سے

کیا خوب عجب تم نے یہ چال نکال ہے ہر آن میں جھڑکی ہے ہر بات میں گالی ہے
 زخمی ترے ابرو کے پشے ہی نہیں اب تک ہر تاج پہاں کن پر تلوار سنبھالی ہے
 خورشید کو کیا فہمت اس کے رخِ ریش ہے اک بات غلامی یہ یاروں نے بنالی ہے
 خونبار ہیں آنکھیں کن گھرو کے تصور سے پیسہ اپنی تن گویا پھولوں کی سی ڈالی ہے
 ہے کون دو چار اس کی غنوار گٹا ہوا ہے جی بیچ کے ہم نے بھی تک آنکھ لڑالی ہے

کھاتا ہے غرقِ اشنا تو کیوں یہ غم دنیا
 وہ نامِ دین تیرا ہر آن میں والی ہے

گریباں چاک چاک اور آستیں کو تم کیا ہم نے غرض اس دل کے جانے کا ہزایت غم کیا ہم نے
 غم و شادی کو تیرے پیر میں باہم کیا ہم نے کہ داغِ گل کو گل اور اشک کو شبنم کیا ہم نے
 نہ کہنے دو دل گر جانتے سن کر خفا ہو گئے عبت احوال سے اپنے تمہیں محرم کیا ہم نے
 رہے گی وقت مرنے کے ہوں کیا خاک دنیا کی کہ اس دفتر کو تو آگے ہی یاں محرم کیا ہم نے
 نہ کیجئے کہ قدم و بخت تو پیارے جائے صورت ہے کہ چشم دل کو تیرے خاص کر مقدم کیا ہم نے
 گریباں چاک کر یک باگی لی راہ صحرای کی عزیزاں پر سرفرو قیس کا ماتم کیا ہم نے

فراق اپنے تئیں زیادہ ہیں کچھ حرص دنیا کی
 اسی خاطر تو ملنا ہر کسی سے کم کیا ہم نے

۱۔ (ہمیں) : ”غم“ ہے ! سہو کتابت ہے ۔ تیسری قہج کر دی گئی ہے !

آنکھوں^۱ ہی نے اُس شوخ سے یاں راہ نکالی ساق اپنے ڈھیرا بچے کیا چاہ نکالی

دل ایک ہی ٹھوکر میں ہزاروں کئے پامال یہ چل کہاں سے بُتِ گمراہ نکالی

اشک آنکھوں سے جاتے ہیں پڑھنی کر دل کا اب کوچ ہے آگے جو یہ بنگاہ^۲ نکالی

اُس صانعِ قدرت کے غرض ہو جئے صدقے تصویر تری جس نے یہ اے ماہ نکالی

گو جان سے گزرے تو فراق اُس کے الم میں
پر دیکھو تو نے جو کہو آہ نکالی

-
- ۱۔ (ب) میں : ” دل ایک ہی ٹھوکر میں ہزاروں کئے پامال = یہ چل کہاں سے بُتِ گمراہ نکالی
یہ غزل کا مطلع ہے۔ چونکہ مطلع کے دونوں مصرعے تائید اور ردیف کے ساتھ جوتے ہیں۔ مہرِ کتابت ہے۔
قیاسی قیجِ ردیائی ہے !

۲۔ بنگاہ = درجہ جہاں ال و اسباب رکھتے ہیں !

سُن کر حال یہ کہتا ہے نہ بک سونے دے نیند تو اڑ گئی کبوت سحر سونے دے
 لُٹے ہیں اُس کو جو چھیدوں ہوں کہے ہے بھجلا چلے چلے دور ہو اتنا نہ بک سونے دے
 اپنے کُتوں کی نہ تربت پہ گزر خاں خراب چین سے زیر زمین ان کو شک سونے دے
 کیا ہی ہے شوق ہم آغوش کر ہرگز اٹھوں ساتھ اُس کے کوئی گر حشر تلک سونے دے

سوئیے اُس سے ہم آغوش ہو یک چند فراق
 چین سے ہم کو زمین پر جو تلک سونے دے

۱۔ (ب) میں: ”کیا ہی ہے شوق ہم آغوش کر ہرگز اٹھوں“۔ ہے! یہ کہتا ہے۔ نامزدوں ہے قیاسی
 کر دی گئی ہے!

پامال دل نہ کیجو درد و مصیبتوں سے یارب یہ شہر و گھوٹا آفتوں سے
 ہر بات میں ہے چٹک ہر ناز میں ادا ہے دل کیونکہ جانبہی ہو ان شوخ صورتوں سے
 دل کی گرہ کو کھولو اب آؤ بیٹو بولو کچھ فائدہ ہی پیارے پچھلی شکایتوں سے
 آنکھوں میں گھپ رہا ہے اسے سرد ناز اہنگ دامن اٹھا کے چلنا تیسرا ترانتوں سے
 کس کس طرح سے دل کو لیتا ہے وہ تم کو انداز سے ادا ہے چٹک اشارتوں سے
 اک جام سے تو ساقی ہوتی ہیں قسٹی جب تک نہ دیوے شیشہ بھر بھر فراغتوں سے
 گو درد کا مدار گد غم کی مہربانی ہوتی نہیں ہے ہم کو فرصت غیاثتوں سے
 مجبور کو یہ قدرت اللہ دے تیری صفت لیتا ہے کام کیا کیا الٹ کی صورتوں سے
 مستوجب و محبوب ہم سب طرح ہیں لیکن امتیر مغفرت ہے تیری عنایتوں سے
 اک مرقہ کہن پر جا کر جو پاؤں پڑتا (ق) آئی نوا یہ اس دم درد و حسرتوں سے
 دینی کچھ بھی ہم تھے آرائش گلستاں بھرتے تھے اس جہاں میں کس زب و زینتوں سے
 پھولوں کی سیج پر ہم سوتے تھے کس ڈگے کرتے تھے بارہ نوشی کس کس فراغتوں سے
 محفل میں ہم نشیں بھی در چار و چیں بھی کرتے تھے روز و شب کو آرام راحتوں سے
 ہر ہر قدم پہ غافل آسودہ عدم ہیں پاؤں کو دکھ زین پر حسرت سے بھرتوں سے

آخر فراق یہ ہی تجھ کو ہی دن دھڑ ہے
 کاٹی شب وصال اب گو تو نے عشرتوں سے

چن اک دم نہیں دیتا دل بے تاب مجھے بسترِ نعل پہ بی آتے ہیں ہیں خواب مجھے
 چشمِ خوباں کے رونے سے مجھے اے روم نظر آتا ہے کریں گے کہیں غرقاب مجھے
 زلف و رخ کیونکہ میں دیکھوں زہدِ زنجی زہاد ہے وہی جانِ مُغرِ یشبِ مہتاب مجھے
 جیسے شبنم سے ترو نازہ ہو کوئلِ گلشن گر یہ غم رکھ ہے اس طرح شاداب مجھے
 تیغ کیوں کھینچے ہے ظالمِ رترے دامن کی تئل کرتی ہے یوں ہی سحرِ فی سحاب مجھے
 جب ہم آغوش میں ہوتا ہوں وہ کہتا ہے بس اس قدر بھی تو بھل بیچ نہ تو داب مجھے

اب تو ہستے ہیں یہ بچے پر رہے بعدِ فراق
 یاد کر بہت سارے عیش گے یہ اجاب مجھے

غم دوری عزیزاں سے ہے افسوں مجھے راہ یک گام فلک آوے ہے سو کوس مجھے
 شمعِ رو تو جو نہ آیا تو پہ رنگِ مغل شب کٹی ملتے ہیں ملتے کھپ افسوں مجھے
 نکل ہوں رنگِ خاں سے رنگے ہاتھوں سے اور سیتھ نہ ہو یہ دولتِ پابوس مجھے
 سبزہ ہر باغ ہو یارانِ موافق ہو میں بس خوش آتی ہے ہی صحبتِ انوس مجھے
 داغِ گھر نے مجھے رنگِ چمن دار کیا کیا ہمارا اپنی تو دکھلائے ہے طاؤس مجھے

سینہ داغوں سے ترا رنگِ چراغاں ہے فراق
 شمعِ درکار ہے تربت پہ نہ ناؤس مجھے

۱۔ (بہیں) : "ناؤس" نے۔ سہر کتابت ہے۔ قیامی آج کر دی گئی ہے !

دل جڑ مت ہو نہیں ہے طاقت دوری مجھے جان نکلے ہے نہیں ہے تاب مجھوری مجھے
 دل کی قیمت میں تو اک برسہ دیا میری جاں ایک پوہ اور دیکھئے اب یہ دستوری مجھے
 پاؤں جوں دا بے لگاؤ شام وہ دینے میں واہ وا کیا خوب آن ہاتھ نزدیکی مجھے
 دیکھئے کو جی ترستا ہے ترے اے رشک گل کیا کروں پر سنت ہے اے یاد مجھوری مجھے
 دردِ دل گاہے رہے ہے اور گاہے دردِ جگر چوڑائی ہی یہ نہیں کھینچت رنجوری مجھے
 دُختِ ریز پر دے میں کیا جھانکے ہے ہو جا رہا ہوں خوش نہیں آن تری ہرگز یہ مسخوری مجھے

آتشِ الفت سے جلتا ہوں برا ہر دم فراق
 بنیہ داغِ جگر ہے شمعِ کافوری مجھے

برے تو ہوتے بے غیہ سے ستم یہ ہے میں تجھ کو چاہوں تو غیروں کو چاہے غم یہ ہے

نہیند آوے ہے شب کو زمین ہے دن کو غم جواں دل دار کا الم یہ ہے

ظہورِ لٹ: کونین اس میں جھکے ہے صفائے دل جو کہو ہو تو جامِ جم یہ ہے

ہر ایک لختِ جگر ہے حقیق کا کلمہ

کہے ہیں جن کو جواہر کی وہ رقم یہ ہے

۱۔ (ب) میں: "صافے دل جو کہو ہو تو جامِ جم یہ ہے" ہے! ناخداؤں ہے۔ تیا سی آجی کوئی گئی ہے!

پاس ہر چہلو کہ ظاہر میں نہیں رہا میرے دہلی میں دلم و دم اشک ہیں گو ہر میرے
 خاک میں مل گئے پر دیکھ کے اُس نے کہا ہے یہ نہ پوچھا کہ پڑا کون ہے " پر میرے
 غروں ہی کے تو رہا بزم میں بہت رونق بخش خازن آباد نہ آیا تو کہو گھر میرے
 چوڑ کر لے گئے تفس جاؤں میں کیدھر صیاد نے سلامت بھاڑ ہے بال نہ یہ پر میرے
 یار بھی خوب طر حصار ملا ہے مجھ کو میں گئے طلوع بھی غرض دور سکندر میرے
 سایہ بال ہوا کچھ نہیں درکار مجھے حضرت درد کا سایہ وہ ہے صدر پر میرے

گردشِ چرخِ بریں سے مجھے کہا غم ہے فراق
 ہیں عددگار غرض میں ^۲مفسد و میرے

۱۔ درد : خواجہ میر درد

۲۔ مفسد مشہور : حضرت علی

ذکر ہے ہر وفا کا یا شکایت آپ کی مات دن القدر ہے واجب حکایت آپ کی
 چپ غضب کھڑا ہے ستم راف آفت آپ کی ان بلاؤں پر قیامت ہے یہ قامت آپ کی
 مت ہر سرداغ ہر دل خیم تر رہنے لگے جان من جب سے ہوئی صاحب سلامت آپ کی
 دیکھ وہ محراب ہر و شیخ ہی تم گھر پڑے طاقی بلا پر رہی ساری عبادت آپ کی
 سوخ گہری صد پکیوں رکھتے ہو تم اے کرناز اک بھوکا بن رہی ہے یوں ہی صورت آپ کی
 بے قرانی اشک باری کا سبب پوچھو دم سو نصیحت کے برابر ہے یہ فرقت آپ کی
 یہ ادا یہ ناز یہ شوخی کہاں رنگ چمن گل کو صورت سے اگرچہ ہے شبابت آپ کی
 کو چہ زلفِ بناں میں لے گئیں دل تلخ کر دیدہ و دالت چشموں نے قیامت آپ کی
 بُدئے گل اپنی بوا خواہی سے پھر ہرہ ہوئے کچھ غرض مجھ کو نہ تھی ان نے وفاقت آپ کی
 زلفِ منہل چنم نرگس غنچہ اب ذخار گل کس مصو نے بنائی ہے یہ صورت آپ کی
 باقہ جو پڑا اگلے پہنچے ابلن چلتے رہو یہ نہر بختی نہیں بھائی حکومت آپ کی
 ہر گھڑی غصہ ہے گالی ہے جفا طرز نقاب کس زباں سے ہو عیاں صاحب فصاحت آپ کی

دین و دل صبر و خرد سب دے چکے اس کو فراق
 آگے کیا رہی ہے اب حضرت سلامت آپ کی

تلاشِ مال و زرِ خواہشِ آسیر رہتی ہے اسی سے روز و شب ملنے کی یاں تدبیر رہتی ہے
گلے گئے کا نام اس سے کوئی ایوے سو کیا اگا گلے اس کے میں پلچہ بنت پڑی شمشیر رہتی ہے
قصود میں ترے پیارے ہیں یوں اب محبت ہوں رن آنکھوں کے آگے بنت تری تصویر رہتی ہے
میں بوجھ گیا ہوں وہ ستم آئیں نہیں دیتا اسی پر بحث درد و پر اور تقریر رہتی ہے
ہزاروں دل کو اس زلفِ سید نے مار رکھا ہے وہ کس پر بھی پریشاں خاطر و دل گیر رہتی ہے
میں اس گھر کے آگے اس طرح خاشا رہا ہوں گلی دیوار میں جوں بیل تصویر رہتی ہے
گوشتِ گار اور دوانے زلف و کاکل بے جہ میں ان کے گلے میں طوق پاؤں میں پڑی زنجیر رہتی ہے
ملکانی پڑی ہے یہ گلے اب شیخِ ماجد کے جو تسبیح اس طرح ان کی گریباں گیر رہتی ہے

فراق اپنے شبنم ہے شوقِ قمرِ دل بنانے کا
کسی سحر کو جیسے خواہشِ تعمیر رہتی ہے

۱۔ بنت = ہمیشہ

۲۔ (ب) میں: "دو آتش ہے۔ ایک کی غلطی ہے!"

خطا آتے ہی سب جاتے رہے یار تمہارے بس دیکھ لئے ہم نے خریدار تمہارے
 کیوں ہم کو نکالو ہو بھلا لیتے ہیں کیا ہم پڑ رہے ہیں تیرے کو پس دیوار تمہارے
 گھر ہے ہی صورت تو مری جان یہ اب کی جیتے نظر آتے نہیں بیمار تمہارے
 ان میں سے جسے چاہو کرو قتل مری جان سب رو پیو وہ دھڑپیں گنہگار تمہارے
 دل لے کے مروت ہے نہ اخلاص ہے نہ ریتا کیہ ہو گئے وہ وعدہ و اقرار تمہارے
 گھر سے ذرا نہیں کے نہ بولو تو بھلا ہے بچوں کا گلے میں ہے سیاں بار تمہارے
 دل قاطعاً شک سے کہتا ہے کہ چلے ہم پڑتے ہیں اب قاطعاً سلاو تمہارے
 نرگس کے تئیں دیکھتے کیا ہو کر مری جان ہر چہ کر آگے کیا اظہار تمہارے
 ہے زلف شب تار پہ ہر تار میں اس کے تارے سے چلتے ہیں یہ رخسار تمہارے

یک شب بھی فراق اس سے نہ ہم خواب ہوئے تم
 بس دیکھ لئے طالع بیمار تمہارے

چشمِ آشوبِ قیامتِ خال و خال لبِ قہر ہے
 نیند آتی ہے نہ رپٹ کر سحر ہوتی ہے آہ
 اب کی آنے کو تمہارے چاہئے عمرِ دراز
 رات دن کس طرح ہے یارب بسر ہو دیکھئے
 چشمِ ہزاروں نہ یونکر اس لبِ شیریں بغیر
 اے عزیزانِ کتنے ہی یوسف پڑے لٹکے ہیں یاں
 اُس دہانِ تنگ سے جو سے کا کیا کیجئے سوال
 غیر پر رہتا ہے بنتِ اشفاق و الطاف و کرم
 ہر قدم پر ناز ہے شوخی ہے اک انداز ہے
 اشک نے سیپارہٴ دل کو میرے ابتر کیا
 خاند و باد و آب و آتش سے ہے آدم کی شرت
 دیکھئے اُس شعلہٴ خستہ کس طرح سے اب بنے
 اُس کا سینہ ہے کہ پٹری ہے کوئی ^{انکس} ~~الکس~~ کی

ان بلاؤں پر سراپا ناز وہ سب قہر ہے
 یہ درازی شبِ ہجران بھی یارب قہر ہے
 آن کی آہ سے تلے آفت دی اب قہر ہے
 ہم کو ہر دن ہے قیامت آہِ ہر شب قہر ہے
 زہر ہے دائرہ ہیں جامِ لبالب قہر ہے
 زلف کیا اُس کی سن ہے چاہِ غنیمت قہر ہے
 مدھی ہے مدعا اور حرفِ مطلب قہر ہے
 ہم غریبوں پر قومیری جان جب تب قہر ہے
 واپچرے ٹھوکر لگانے کا ^{تھپ} ڈھب قہر ہے
 سردماں یہ شعور دیدہ طفلِ ملتب قہر ہے
 یارو دیکھو ہو یہ ترکیبِ ترکب قہر ہے
 واں بگڑنا دم بہ دم اکثر ہے اغلب قہر ہے
 اس غنیمت پر دھج قیامت ہے غنیمت قہر ہے

شیشہ و ساغر کرے ہے دم بہ دم خالی فراق
 ساقیا اس دور میں یہ رہند مشرب قہر ہے

- ۱۔ چاہِ غنیمت = محبوب کی ٹھوڑی کے نیچے کا گڑھا جو کہ خوبصورتی میں شلوار کیا جاتا ہے !
- ۲۔ دب میں : - سیپاری دل ہے ! یہو کتابت ہے ۔ قیاسی تھوکر دی گئی ہے
- ۳۔ دب میں : - سردماں یہ شعور دیدہ ملتب قہر ہے !
- ۴۔ اغلب = غالباً
- ۵۔ چھب = ادا

جب سے سنی ہے آنے کی افواہ تمہاری کہتے ہیں پڑے بیٹے ہوئے راہ تمہاری
 اردو ہی کو دشنام دیا کیجئے حاجب سنتے کہ نہیں بہنوہ دو گاہ تمہاری
 صبر و خرد و ہوش تو جاتے ہی رہے باب صورت نظر آئی چوں ہی ناگاہ تمہاری
 تم کافر بے دین ہو خدا کے ہیں نہیں ہو صورت نہ دکھادے کہو اللہ تمہاری
 خوف اب نہیں بحر محبت میں کچھ ہم ہی عالم کو کوہو دے گی میاں چاہ تمہاری
 دستارِ نقایع سے غرض شیخ جی واجب کیا اچھی یہ صورت گئی ہے واہ تمہاری

سنتے ہو جلا دے گی فراق ارض و سما تک
 ایسی ہی مشورہ بار ہے گر آہ تمہاری

۱۔ (ب) ہیں: "اردو ہیں" ہے! یہو کتابت ہے۔ ناخبروں ہے۔ تریا سی لکھ کر دی گئی ہے!

بظاہر گرچہ غافل ہوں^۱ پہ دل بیدار رہتا ہے کہ مجھ کو خواب میں ہی نیت خیال یاد رہتا ہے
 ہوئے سایہ طوبی تجھے زاہد مبارک ہو مجھے تو فکر وہ سایہ دیوار رہتا ہے
 تو آئینے سے بہتر ہے مجھے یہ مسخت حیرت ہے کو آئینہ ترے کیوں ہاتھ میں ہر بار رہتا ہے
 اس اشک خیم کے اور منت دل کے فیض سے مژم مراد امن ہمیشہ تختہ گلزار رہتا ہے
 فشارِ آستین پر کیا رہی رہتا ہے تو نا مح مراد امن ہمیشہ ابر دریا بار رہتا ہے
 دلا کر مجھ کو چٹا ہے تو چل کیا دیر ہے اتنی طاہرہ قاضیاں اشک کا تیار رہتا ہے
 کبھی بحر عبادت اس کے بالیں تک گزر کر تو پس دیوار تیسوے عاشقِ بیچار رہتا ہے
 ہیں اس^۲ سے سیدی صاف اک طرزِ محبت ہے یہ تو ہی نگوں میں یہ جرج کہ رفتار رہتا ہے

فراق ہم کو ملا خیرہ ہی نخلِ محبت سے

کہ دل پر ہاتھ اب دردہ پیر ہر بار رہتا ہے

۱۔ (ب) میں: "بظاہر گرچہ غافل ہوں دل بیدار رہتا ہے" ہے! معرہ ناخزوں ہے۔ قیامی کونج کوئی گئی ہے!

۲۔ دریا بار = عظیم یا بڑا دریا

۳۔ (ب) میں: "مختہ" ہے! سید کتابت ہے۔

اُس لڑت ہوئی آن چلی جاتی ہے اس لڑت سے کر دی جان چلی جاتی ہے
 خاک ہو چکے ہیں دامن تیس دامن پر جھک کیا جدا اس میں بھی کچھ شان چلی جاتی ہے
 بارِ تند اس کو کہوں یاد کہوں انگِ رول عمر اپنی ہے کہ پر آن چلی جاتی ہے
 غصہ کھاتے ہیں کہو خونِ جگر پیتے ہیں جس طرح ہوئی ہے گزران چلی جاتی ہے

دل تو کیا یار کے جانے کا مجھے غم ہے فراق
 کہ مری بخت میں یہ جان چلی جاتی ہے

۱۔ اب میں : "دل تو کیا یار جانے کا مجھے غم ہے فراق" ہے ! سہو کہابت ہے۔ ناموزوں ہے۔ قیاسی
 توجہ کر دی گئی ہے !

(۳۸۰)

جی دھڑکے ہے بھلیں میں ہے اپنے وہ گھر ہے کیا جانے کس طرف کہاں ہے وہ کدھر ہے
 آنکھوں میں رسی آن کے کر سیر تو پیارے کیا جائے یہ دلچپ ہے کیا قدر نظر ہے
 گر یاد رُخ و زلف میں گریاں ہے خنداں کتنے بچ آئیں کہ سری شام و سحر ہے
 سر کے صاٹ ہوئی ہے اس کی کمر تک کیا قبر یہ اس شخ مستمک کی کمر ہے
 ہرگز نہ ہوئی اس دل بے رحم میں تاثیر لبِ نالہ جاں سوز ہی تجھ میں اثر ہے
 مقدور ہے کوئی تجھ سے رسی جان نہا ہے^۲ دل دے کوئی یہ باتیں میوں میرا جگر ہے
 اس نگاہ بیمار کے بیمار کی حالت کچھ روز بہ روز اب تو رسی جان بہتر ہے^۳
 گریاں یہ مرے حال پہ شبہ نہیں تنہا خنداں مرے رونے پہ غلّ زخمِ جگر ہے

کیونکر نہ کرے یاروں کے اب دل میں یہ تاثیر
 ہر شے فراقی اپنا پُر از درد و اثر ہے

۱۔ آئیں = دستور

۲۔ کوئی بہ روزن کی۔ ضرورت شری کے تحت استعمال ہوا ہے !

۳۔ نہا ہے = نباہ دینا

۴۔ بہتر = ابتر

کیا داب کر بغل میں ہم تم کو یار بیٹھے چٹ دل سے یار یوں ہی ہم کو کُٹار بیٹھے
 بازی عشق ان نے کُشتن میں جب لگاؤ یک مُشت لے زور گل نچنے میں یار بیٹھے
 سن آمو آمو اس کو دیوار دور یہ اپنے کرنے میں خون دل سے نقش و نگار بیٹھے
 اس سادہ رو کے آگے اپنی تُو ہے یہ صورت حیرت زدہ رہے ہیں آئینہ دار بیٹھے
 مجلس سے اٹھ گیا ہے وہ شوخ چیں چیں ہو کہنے کو جب ہو ہم احوال زار بیٹھے
 ہر روز و شب کا وعدہ ہر شب قرار دن کا کب تک غرض کریں ہم اب انتظار بیٹھے

اور اک غزل فراق اب تو اس روایت میں پڑھ
 رب منتظر ہیں تیرے مُشتے کو یار بیٹھے

۱۔ (ب) میں: پھر ہے۔ یہ کو ثابت ہے۔ قیاسی تو کر دی گئی ہے!

کیوں ہم سے ہو گہڑتے تم بار بار بیٹھے
 جاننا یہ مکھڑے اوپر زلفیں سفار بیٹھے
 مجلس میں دیکھتے ہی کل فردا شوق ہے ہم
 لے نام دفعتاً ہی اُس کو نیکار بیٹھے
 رخصتوں سے اُس کے ہر دم توجہ نسیم گہری
 ڈرتا ہوں ناز میں وہ تجھ کو نہ مار بیٹھے
 گھڑا ہو رہا ہے داغوں سے سب یہ سید
 ہم دیکھتے ہیں گھر میں اپنے بہار بیٹھے
 وہ دن گئے جن میں پھرتے تھے بھول جیتے
 موت سے پاؤں کے اب جیتے ہیں خار بیٹھے
 آنکھوں نے گھر ہی گھر میں عالم کو مار ڈالا
 کیا خوب کھیلتے ہو تم ہی سنکار بیٹھے
 میں خاک ہوں ولین ہو خاک غم گرفتار
 دامن پہ کب کس کے میرا ٹھہار بیٹھے
 بازی عشق میں دل آگے لگا چکے تھے
 اک جان وہ تھی تھی اُس کو بھی ہار بیٹھے

معلوم کچھ نہیں ہے حضرت فراق کس کو
 روتے ہیں یاد کر کر بے اختیار بیٹھے

۱۔ (ب) میں : کر ہے ! ہو کتابت ہے !

ہیں آن کے لگ جاؤ مرے پار گلے سے اور کھول کے یہ پھینک دے تروار گلے سے

ہاتھوں سے جنوں کے نہیں کچھ جیب میں باقی دو چار لگے وہ گئے ہیں تار گلے سے

دیکھ اس کو کئے شیعہ نے تسبیح سے کر کے دی پھینک برہن نے ہی زنا گلے سے

ہم کو نہ کچھ پاؤں تلے ہو گی رسائی افسوں لگیں آپ کے اغیار گلے سے

تجھ بن کیسے خوش آدھے ہے یاں بادہ گلوں^۱ پانی ہی جو اترے ہے تو دشوار گلے سے

شب کو یہ ترے حُسن کی لوٹے ہے بہاریں^۲ دن کو تو اتار اب یہ میاں پار گلے سے

ہے جی میں زاق اب کہو کچھ ہوئے سو ہوئے

ہے اس کو گا لیجئے اک بار گلے سے

۱۔ (ب) میں: "تجھ بن کیسے خوش آدھے ہے بادہ گلوں" ہے! مصنف ناخیزوں ہے۔ قیاساً قلم کوئی گئی۔

۲۔ (ب) میں: "شب کو ترے حُسن کی لوٹے ہیں بہاریں" ہے! "

نہ تنہا وصل سے اپنا دل بیزار تر ہے تمہارے دیکھنے کو چشم گوہر بار تر ہے
 بہ دلب دیوہ نرلیں یہ وا ہے انتہائی میں ذرا تو بھانگ لینا رخصت دیوار تر ہے
 خدا کے واسطے اک ہوش جاں بخش دو اس کو نہ ترساؤ تمہارا طالب دیدار تر ہے
 مرے اشک مسلسل کو لگائے اپنے سینے سے گلے لٹکے کو ظالم موتیوں کا ہار تر ہے
 گلابی انگڑیوں کو باغ میں لگ جائے دکھلا دو تری صورت کو ظالم کاغذ دیندار تر ہے
 اگر بوسہ نہیں دیتا میں تو جام ہی دے دے مے گھونگ کی خطرناک مینوار تر ہے
 میاں تر دامنوں کو بھی بجلا صورت کو دکھلا دو ذرا پردہ اٹھا دو چشم دریا بار تر ہے
 ارے نریا بچو بہر خدا بھگت کو نہ ترساؤ ذرا بکھرا دکھلاؤ کشتہ دیدار تر ہے
 تجھے حور بہشت اور چشم کوثر بہلوک ہو صلاوت وہ ہے زباں میرا پینار تر ہے

فراقِ خستہ جاں سے ایک بار ہی آن کر مل جا
 دل اُس کا دیکھنے کو تیرے سوسہ بار تر ہے

۱۔ (ب) میں : ”میاں تر دامنوں کو بھی بجلا صورت دکھلا دو“ ہے ! سہو کثابت ہے ۔ صرصر احوال ہے ۔
 تیرا سی تیرے ہی گئی ہے !

۲۔ نریا بچو = حسین لڑکے

۳۔ پینار = جوت

شوح نے جب کو کفِ پائے لگائی ہندی خون ہو بہ گئی ڈھونڈے ہی نہ پائی ہندی
 سر سے لے پاؤں تک آگ لگی ہندی کو جوں ہی اس شعلہ آتش نے لگائی ہندی
 باندھ کر دُورِ حنا خوب ہواؤں کا لال اُس کی باقیوں سے اگر تو نے چھڑائی ہندی
 چوری چوری تہ لگی جائے ہے ان لموؤں سے یہ تہی شوخی یہ دیدے کی صفائی ہندی
 دیکھ کر بچہ خوشید ہوا غرقِ خوں سر انگشت سے جو اُن سے چھڑائی ہندی
 سر پہر خون ہو پاؤں پہ رہے اُن گری دشت میں دیکھ رہی آبلہ پائی ہندی

اشکِ طرنگ ہیں گوندھی ہیں اے راحتِ جان
 ہے ترے واسطے کھیلوں میں بسائی ہندی

(۳۸۷)

چن میں یاں تیں صحبت ہے ^۱ باہم بلبل و گل کی کہ ہر اوراقِ گل پر ہے لکھی تصویرِ بلبل کی
 خیالات پر شاں اپنے کیا کیا بھی میں گزرے ہیں کہیں دیکھی تھی میں نے خواب میں تصویرِ کاگل کی
 خوشی لطف کیا رکھی ہے ہنرمئے پرستاں میں کہ ہر دم شیشہ مئے سے صد آتی ہے تَقل کی
 چلے دیوانہ و شہسہر سے ہم سمت صحرا کو ہمارے پاؤں پر زنجیر نے فریاد کی غل کی
 کریں کیونکر نہ گھر آنکھوں میں عاشق کے تری زلفیں سوادِ چشمِ بلبل سے بنی ہے زلفِ سنبل کی
 نہ پوچھا دردِ دل میرے کو تو نے تو کہو ہر گز کہوں کیا بات تیری بے وفائی کی تغافل کی
 اگر آتا ہے آجہا سے اے ساقی تو مجلس میں کہ تجھ پن جاں لبوں پر آ رہی ہے شیشہ گل کی
 ترے عاشق کا پیار ہے عرس ہے اک خلق آئی ہے شادی جا پہنچے تو بھی کہ تیاری ہے وں قل کی

ہر رنگ آئینہ تب اپنی آب و تاب سے گزری
 فراق ہر چند کہ ہم نے بھی گزرانِ تو گل کی

۱۔ (ب) میں : ”چن میں یاں تیں صحبت ہے بلبل و گل کی“ ہے ! مصرعہ ناموزوں ہے ۔ قیاسی تہجہ کر دی گئی ہے !

۲۔ (ب) میں : ”کہ ہر اوراق پر لکھی تصویرِ بلبل کی“ ہے !

شوخ کا رنگ ہے تماشا ہے گل بھی یاں رنگ ہے تماشا ہے
 سبزہ خانے کھوئے ہوش دھاس^۱ نشہ رنگ ہے تماشا ہے
 اپنے دیوانے کو تو تو بھی دیکھ درے ہیں رنگ ہے تماشا ہے
 ہے مٹانے میں اس کے روزِ زہ گالی ہے جنگ ہے تماشا ہے
 فعل و یاقوت کے ہے یہ ہم رنگ اشکِ گل رنگ ہے تماشا ہے
 گل تو کیا اس کے رو بہ رو ہے چیز آئینہ رنگ ہے تماشا ہے
 اس کے سیزانِ حن کا خوشید ایک پاشنگ ہے تماشا ہے
 فہدقِ پاکی دیکھ اپنے بہار گل اور رنگ ہے تماشا ہے
 سیر ہے باغ ہے بہاریں ہیں مئے گل رنگ ہے تماشا ہے
 سازِ عشرت کے سب ہتیا ہیں قبل و مردنگ ہے تماشا ہے
 بین ہر دہا ستار ہے موجود راگ ہے رنگ ہے تماشا ہے
 پر ترے ہی فراق میں گل رو سینہ ہے رنگ ہے تماشا ہے

غنچے ہیں سر پہ جیب اس گل کا
 "ہن تنگ ہے" تماشا ہے

۱۔ (ب) میں: "سبزی" ہے! سہو کتابت ہے۔ قیاسی لہجہ کر دی گئی ہے!

۲۔ (ب) میں: "ہو اس" ہے! " " " " " "

۳۔ نشہ رنگ = جھنگ کاٹ

۴۔ (ب) میں: "طلب" ہے! " " " " " "

سحر تو گزری ہے روتے ہی شام باقی ہے ہنوز آہ جگر کا پیام باقی ہے
 نہ جم رہا ہے جہاں میں نہ جام باقی ہے ظہورِ تشنہ ساقیِ عدم باقی ہے
 تمام محو ہوئے دل سے نقشِ ہستی کے ابکائیں میں ترا حرفِ نام باقی ہے
 قیام نے ترے برپا کیا قیامت کو خرامِ ناز ابھی خوش خرام باقی ہے
 خارِ شب سے میں آتا ہوں جاں بہ لب باقی شتاب دے مجھے گر کوئی جام باقی ہے
 قدم اٹھائیے اے ہیرِ بانِ شبِ عدم کہ راہِ ہستی ابھی یک دو گام باقی ہے
 رفوئے چاک جگر ہو چکا کہاں نا صبح ابھی تو یارِ بہت اس میں کام باقی ہے
 ہر رنگِ نقشِ قدمِ سر سے پاؤں تک ہونک وہ عشق کیا ہے جہاں تنگ و نام باقی ہے
 ابھی تو قصہٴ غم کی نہیں کہی میں بات ہزار یار سے حرف و کلام باقی ہے

بیٹوں کو صبر و دل و دینِ فراق دے بیٹھے
 اب اپنے پاس اک اللہ کا نام باقی ہے

جس طرح ہوگا تجھے بھر کے نظر دیکھیں گے دل کا آئینہ ترے سامنے کر دیکھیں گے
 مردمِ چشم یہ کہتے ہیں کہ آنکھوں کی راہ کب تک آویں گے یہ لختِ جگر دیکھیں گے
 مگر یہ سے میرے تو اس کو نہ ہوئی کچھ تاثیر اپنے کچھ نالہ دل کا بھی اثر دیکھیں گے
 گرچہ یوں دل کی تشفی و قلی ہووے آہ و فریاد و فغاں اور ہی کر دیکھیں گے
 دیکھنے سے تو ترے دل کو قلی نہ ہوئی بار بار دیکھ چکے بارِ دگر دیکھیں گے
 دیکھ کر ہم کو چھپاتے ہو عبتِ مکھڑے کو رخصتی گریوں ہی ہے ہم پھر نہ ادھر دیکھیں گے
 ہاتھ میں ساغر ہے اور بفل میں شیشہ ہم سے آگے جو کچھ ہوگا سو وہ کر دیکھیں گے
 کہتے ہیں تارِ رگِ گل سے بھی ہے نازک تر کھول ٹک بندہ قبا ہم بھی کمر دیکھیں گے
 مثلِ آئینہ نظر ناز ہیں ہم سادہ رُخاں تم ادھر دیکھو گے تو ہم ہی ادھر دیکھیں گے
 گرچہ میں صاف دل آئینہ صفت ہم مکیں وہ ہیں ہم کو کا عیب و نشہ دیکھیں گے

تم کو ہم سہ پہرِ جنوں پائے بہ زنجیرِ فراق
 جا کے اب وادیِ مجنوں میں مگر دیکھیں گے

- ۱۔ (ب) میں : "اپنے کچھ نالہ دل کا اثر بھی دیکھیں گے" ہے ! یہ تو ثابت ہے۔ تباہی تو چم کر دی گئی ہے !
- ۲۔ (ب) میں : "مگر یوں ہے" ہے !
- ۳۔ (ب) میں : "رخصتی گریوں ہے ہم پھر نہ ادھر دیکھیں گے" ہے !
- ۴۔ (ب) میں : "مگر" ہے ! ایلے کی غلطی ہے۔

رات نے فرصت نہ دی رات کو رہی آرزو ہی ملاقات کی
 بلا گھر گئے دینے دُشنام مٹم غرض خوب ٹھہری مدارات کی
 فقیروں سے ملنے جو تم آ گئے نوازش عنایت کرات کی
 سحر تک میں رو یا کیا زار زار جواب اگلی یاد وہ رات کی
 مقصود نے اپنے لئے ہاتھ جُرم جو تصویر کھینچی ترے ہات کی
 بخونہ قیامت کا ٹوٹا سا قد کیوں بات کیا تم سے میں گات کی
 سراپا وہ عالم ہے تصویر کا زباں سے ہو تعریف کس بات کی
 جو کوئی گیا پھر نہ واں سے پھرا گلی یار کی ہے طاسات کی
 خبر پوچھو مت جہنم سر کی فراق برس ان نے ساون کو بھی بات کی

سدا ابر غم کا ہے دل پر ٹھوم

ہمیشہ یہاں رت ہے برسات کی

۱۔ (ب) میں: "زباں نے فرصت نہ دی رات کی"۔ ہے! دھواں دھواں ہے۔ قیاسی توچ کر دی گئی ہے!

۲۔ (ب) میں: "بخونہ قیامت کا ٹوٹا سا قد"۔ ہے!

۳۔ (ب) میں: "خبر سے ان نے ساون کی بھی بات کی"۔ ہے!

سنتے ہی میرے قصۂ غم کو میاں چلے کیا ایسی نیند ہے ابھی بیٹھو کہاں چلے
 ساتھ اپنے آہ و نالہ و درد و غماں چلے ہم بھی عدم کو لے کے بڑا کارواں چلے
 سینا بلف پیالہ بلب مست و شہر خواں اس دھج سے سچ بتاؤ پیارے کہاں چلے
 کن مرغِ دل کو جائے نشان کریں گے آپ لے کر جو آج ہاتھ میں تیرا کماں چلے
 ہاتھِ نقشب پامیں کدھر جاؤں کیا کروں تنہا مجھے جو چھوڑ کے تم ہر باں چلے
 تم گالیاں دو چکیاں بھی میں جھلاؤں ^(*) پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زباں چلے
 دل تو جھلا گیا وہ مجھے دردِ غم میں چھوڑ صبر و قرار و ہوش خرد تم کہاں چلے
 فصلِ بہار و عیشِ چمن تجھ کو ہو نصیب ہم ساتھ لے کے داغِ دل اے باغباں چلے

کیوں کر ذراہ پیش ہو اشد ہو فراق
 لازم ہے یہ کہ فوج کے آگے نشان چلے

۱۔ (ب) میں: ”نشان“ ہے! اعلیٰ کی غلطی ہے!

(۲) تذکرہ سخنِ شہرامی تو تم گالیاں جو دو تو میری جٹکی بھی کیا نہروں“ ہے
 ”تذکرہ عمدہ منتہی“ تو تم گالیاں دو چکیاں کیونکہ کہ میری نہروں“ ہے

(۳۹۲)

گلبدن کی خبر جلی دل کی مارے ڈالے ہے بے کھی دل کی
 تیری زلفوں سے جا بھرا پی میں دیکھی تُو نے یہ دہلی دل کی
 غمِ فرقت میں جی نکل ہی گیا آپ نے کچھ خبر نہ لی دل کی
 یہ ہی نہ چھوڑ کر چلے جو گئے رو دیا اور کیا چلی دل کی
 میں ہی کچھ جاں بلب نہیں یارب ہے شکایت گلی گلی دل کی
 جہل بچھے آہ بس نکلتی ہے شاخ چولی نہ یہ پھلی دل کی
 سوز سے شمع کی ہے روشن بات کیا کہے یہ زباں جلی دل کی
 غمِ فرقت سے جاں بلب ہے یہ تو خبر جلد یا علی دل کی

کیا کہوں میں فراقِ حالتِ دل
 مارے ڈالے ہے بے کھی دل کی

(۳۹۳)

کچھ مجھ میں نہیں ہے جان باقی پر تجھ کو ہے امتحان باقی
 دیر کیا کس نے خاں دل جس کا نہیں کچھ نشان باقی
 تن ہے سو گدازِ غم ہے جوش ہے ہے ایک مگر زبان باقی
 خدا ملے پر آگیا ہے لیکن اب تک تو وہی ہے آن باقی
 ہے انگ کے بعد ناز دل گرد پس کا روان باقی
 کیوں پاؤں تلے تلے ہے دل کو کچھ اس میں نہیں ہے جان باقی

دل ہے ہے فراقِ دست بردار
 اب تک ہے مجھے گمان باقی

(۳۹۴)

کچھ غم نہیں گر آہِ جگر مجھ کو جلا دے دُرتا ہوں قفس میں نہ کہیں آگ لگا دے
 ہر اک مستانِ نہیں کچھ خوب پیارے! وہ کام کرو جس میں کوئی تم کو دعا دے
 اک جام سے ساقی نہیں ہوتی ہے تسلی جب تک کہ لبِ غم مرے منہ سے نہ لگا دے
 اے نچھو سبک بار ہو چل راہِ عدم میں یہ رختِ سفر باندھ ہے کیا اس کو لٹا دے
 بوسہ نہیں دیتا ہے نہ دے بھلو تو خوش رہ پیارے یہ ذرا منہ سے مرے منہ کو بھڑا دے
 لگ جائے کسی کی نظر بہ نہ مری جان مٹا دے پہ ذرا خالِ سیدھے لے کے بنا دے
 مانندِ گیس بیٹھ قدم گاڑ کے گھر میں جو حرص و ہوا جی میں ہو سب دل سے اڑا دے

مت پھر بے فراق اتنا پیئے دولتِ دنیا
 دیتا ہے کسی کو کوئی جب تک نہ خدا دے

- (ب) میں: "کچھ غم نہیں گر آہِ جگر جلا دے" ہے! مصروف نامزدوں ہے۔ قیاسی قہر کر دی گئی ہے!

عہت زلف پریشاں کا مجھے شیدا کیا تو نے غرض عالم میں اک بدنام اور مسوا کیا تو نے
 زباں اپنی سے جو کچھ نہ کہنا تھا کہا تو نے بھلا کس بات کا اے شوخ اب صرف کیا تو نے^۱
 ہوئے بیمار تیری دیکھ کر بیمار آنکھوں کو طبیعوں کو غرض اب زور ہی چنگا کیا تو نے
 رے تو ہاتھ تجھ کو کھینچتے کھینچتے گھس گئے نامے جواب خدا بھی میرا پر کھو اٹا^۲ کیا تو نے
 کوئی آئندہ لینے کا نہیں پھر نام الفت کا عہت کر قتل مجھ کو شہر میں چرچا کیا تو نے
 بھروسہ دم کے آنے کا نہیں یک دم میں کیا ہوئے^۳ یہ کس اُتید پر اب وعدہ فردا کیا تو نے

یہی رہ رہ کے اب ہم کو فراق افسوں آتا ہے
 کہ کس بے رحم پر عاشق ہوا یہ کیا کیا تو نے

۱۔ صرف = کمی

۲۔ اٹا = تحریر

۳۔ (ب) میں: " بھروسہ دم میں آنے کا نہیں اک دم کیا ہوئے۔ " ہے! سہو ثابت ہے۔ تیا ہی قلعہ کردی گئی

ہے اقلک چشم داند مرا دل زمین ہے بھولے گا باغ سینہ کہ قابل زمین ہے
 بل کو نہ کیونکہ ہو تری زلفوں سے مہر دیکھ آسماں کے نکلتے مقابل زمین ہے
 عشاق کے دلوں میں وہ رہتا ہے جلوہ گر ساکن فلک ہے اس کا نہ منزل زمین ہے
 اٹھتے ہیں ہیں خاک نشین ازل کہیں ساکن تو دیکھ لے بدلائل^۱ زمین ہے
 خدا نے لیا ہے چاند سا نظر اتمام گھیر کیونکر نہ ہو خسوف^۲ کہ حاصل زمین ہے
 ترقیدگی^۳ روئے زمین بے سبب نہ جان تیغ فلک کے ہاتھ سے گھائل زمین ہے
 ہستی مری نہ کیونکہ ہو آمادہ فنا اس دمری حیات کا حاصل زمین ہے
 ہے صاف طینتوں کے فلک خاک زیر پا افلاک آئینہ کے مقابل زمین ہے
 رقعہ پہ ایک شمس کے گدرا جو میں خرق آلِ نذا نہ سمجھو غافل زمین ہے
 آسودگانِ خاکِ عدم ہیں یہاں پرے ظالم خود نہ صفی باطل زمین ہے

۱۔ آئینہ غور کیا ہے قدمِ ثاب سمجھ کے رکھ
 مکن ترا ہی خاک ہے منزل زمین ہے

۱۔ بدلائل = دلیل کے ساتھ

۲۔ خسوف = گہن

۳۔ ترقیدگی = پھٹنا یا شق ہونا

گہر داغِ دل کو اپنے غودار کیجئے شرمندہ روئے لالہ و گلزار کیجئے
 انکار تھا نہیں تو ملاقاتِ غیر سے اپنی زباں سے آپ ہی اقرار کیجئے
 بوسے کی بھجھ کو جھوٹ نہ تہمت لگائیے ناحق میاں نہ بھجھ کو گنہگار کیجئے
 جو روجنایہ خوب نہیں ہیں گئے میری جان اتنا بھی آدمی کو نہ ہیندار کیجئے
 دل تو میں دئے چکا عیوض کو میری جان بس اس سے زیادہ آگے نہ نکھار کیجئے
 گزروے ہے روزِ شب تو اسی ناکر میں فراق آسان کیونکہ مُردنِ دشوار کیجئے
 دل کو قرار و صبر نہ کچھ دل کو چین ہے کس سے بیانِ حالِ دلدار کیجئے
 اس کا رشتہ سے تو ہے انکار ہی بھلا اقرار دوستی کا نہ اظہار کیجئے
 اپنے تئیں تو عشق و محبت میں تبا کجا رسوائے شہر کو چہ و بازار کیجئے

خوابوں کے ہاتھ سے جو کہو اب کے ہی بچے
 دل کو کسی کا پھر نہ گر فتار کیجئے

۱۔ (ب) میں : ” دل تو میں چکا دئے عیوض کو میری جان “ ہے ! ” ماحذوں ہے ۔ قیامی تلخ کر دی گئی ہے !

شعلہ برق اُس کا سایہ ہے دل تڑپنے ہی کو بنایا ہے
 اس کی تفصیر کچھ نہیں یا رو دل بے تاب نے ستایا ہے
 آج کی رات آ بلا وہ شوخ پھر خدا نے یہ دن دکھایا ہے
 زورِ ہمارے کوئی جن نے دل کی تعمیر کو بنایا ہے
 کیوں بگڑتے ہو دل کو دیتا ہوں منہ بحث آپ نے بنایا ہے
 ہو گئی سرد ہے نسیم چن جب وہ سرگرم ناز آیا ہے
 دیکھئے کیونکہ جاں ہری ہووے دل نے صدمہ بہت اٹھایا ہے
 اس کو انعام جان دیا بوجھو شردہ وصل کون لایا ہے
 دل ٹھہر جہنم میں ذرا دم لے ابھی سرگرم راہ آیا ہے
 دیکھ چٹھے ہیں چشم کے جاری نخلِ نرگاں کا زور سایا ہے
 تعوی آرامِ رزوا بیٹھ سب نے آرامِ پس میں پایا ہے
 کیا فضا کا مکان ہے ملک دیکھ زورِ کلیہ غرض بنایا ہے

لڑکھاتا ہے دم بہ دم جو فراق
 کس کی آنکھوں کو دیکھ آیا ہے

۱۔ (ب) میں : ”کیا فراق کا میاں ہے ملک دیکھ - ہے ! سہو کتابت ہے - صرف ناخود رہے - قیاسی تو کر دیکھ“

خانہ آباداں نہ جایا کرتو گھر دو چار کے گھر تو کیا جاتے رہیں گے بلکہ سر دو چار کے
 خانہ ویراں کیا کریں گے چشم تر دو چار کے گر ہی رونا ہے دُور میں گے نگر دو چار کے
 ساقہ مت جا باغ میں رنگِ قمر دو چار کے رنگِ گل میں دیکھ لے زخمِ جگر دو چار کے
 رنگِ پانِ یاقوت وصل و برگِ گل ہیں بندِ پیش لعلِ لب تیسرے ہیں یہ تیرِ نظر دو چار کے
 کیا جوابِ خدا کو ہیں روؤں دُور کے کوچے گلہ سیح یکِ تم کلے بڑے ہیں نامِ بر دو چار کے
 یہ دلِ پیر داغ و مین اور چہرہ گلنار تو ہے تماشا تو نہ جا ظالم نہ گھر دو چار کے
 زلف و خطا برد و شرکانِ ناز و اندازِ بتاں گشتے ہیں دل سے انہیں ہم سر بسر دو چار کے
 جب وہ چاہے ہے کہ گلہ سستے بناوے رنگِ گل داغ ہیں چلتی سے دے ہے ہاتھ پر دو چار کے
 شش بہت میں خن کا شہرہ تما تیرے جاہ جا کچھ زباں زد تو نہیں رنگِ قمر دو چار کے
 جس منائے آنکھ سے آنکھ گرے ہیں بخش نما کان میں دیکھ نہیں ویسے گھر دو چار کے
 چہرہ گل رنگِ زلف و خطا دکھلاوے کہ چشم جان میں تر سے ہیں عاشق یہ ہیں سر دو چار کے
 اُس کا کوچہ ہے کہ یارِ مقتلِ عشاق ہے روز آتے ہیں وہاں لاشے نظر در دو چار کے
 ہر طرف ہر سمت کو تار ہے اور فریاد ہے الااں ہے لب پہ دو کے الحذر دو چار کے

یاد میں اُس کی کمر کے اس قدر مت رو فراق

آپ دریا آن پہنچا تا کمر دو چار کے

۱۔ گشتے = ادھر ادھر پھرنے والے

۲۔ الااں = پناہ یا امن مانگنا

۳۔ الحذر = پناہ یا رحم کی درخواست کرنا

(۲۰۰)

میرے نہ ہو جئے کبھو ز نہار سا منے اور آئینہ ہو آپ کے سو بار سا منے
 خواہ قتل کیجئے اُسے خواہ قید کیجئے حاضر ہے آپ کے یہ گنہگار سا منے
 غفلت ہی اپنی ماننے دیدارِ یار ہے ورنہ نہیں کوئی در و دیوار سا منے
 دھکاتے کیا ہو غیروں سے گرجی میں ہے فانی کر دیجئے مجھ اکیلے کے دو چار سا منے
 یوں دل میں پیچھے باتیں بستری کیا کریں رہتی نہیں یہ طاقتِ اظہار سا منے
 ہم سے ہزار حیف یہ پردہ ہو اور حجاب نیردوں کے اور ہو جئے سو بار سا منے
 دل کو قرار ہی نہیں ہوتا ہے جب تلک دو چار بیٹھے ہوں نہ طحار سا منے
 اُن آنکھڑیوں کو دیکھ کے گلشن میں شرم سے ہوتی نہیں ہے رنگیں بیار سا منے
 کل یہ کہا فراق سے میں نے کہ اے عزیز (ق) ست آدمی کھڑا ہے وہ خوشحور سا منے
 سُنتا ہے یاں سے جاؤ دے پاؤں اب نکل بھرتا ہے بے طرح لئے تروار سا منے (۷)
 کہتے ہی عاشقوں کے تئیں کر چکا ہے قتل ست ہو جیو تو اُس کے خردار سا منے (۸)
 کہنے لگا وہ مجھ سے کہ سُنتا ہے میرے یار میرے کہاں نصیب جو ہو یار سا منے

بھاگے ہے میرے سائے سے وہ شمعِ جوں غزال
 آتا ہے کب مرے وہ ستمگار سا منے

۱۔ (ب) "غیروں کو"۔ ہے! سہو کتاہت ہے۔ قیامی قلعہ کردی گئی ہے!

۲۔ (ب) "کل یہ کہا فراق سے میں نے کہ اے عزیز"۔ ہے! ناموزوں ہے۔ قیامی قلعہ کردی گئی ہے!

۱۔ تارِ شبنم سے قبائے گل سی ساری ایک سی
 جامہ دوزی تاکہ ہو ابر ہاری ایک سی
 ۲۔ عنبر سا رہے اُس کی زلف ساری ایک سی
 ۳۔ سوزنِ خارِ جنوں تو باری باری ایک سی
 چشم میں تیرا تھوڑا لب پہرے تیرا بیاں
 ہر گھڑی تیری رہے ہے یاد گاری ایک سی
 صاف یونی موبہ روئے آشنا ہو جانِ من
 آئینے کی اور ہے صورت تمہاری ایک سی
 جو بھی رونا ہے تو دریا ہے گامِ گل کے پیچ
 چشمِ تر کرت وہی گر قطرہ باری ایک سی
 لکڑی غم کی گھٹا آٹا ہے ساغرِ بحر کے دے
 ساقیا اس وقت میں ہو جام داری ایک سی

جیب و دامن سے اٹھایا ہاتھ ہم نے اے خرق
 مگر جنوں کی ہے یہی اب دست کاری ایک سی

۱۔ تارِ شبنم سے قبائے گل سی ہوئی۔ یہو کتابت ہے !

۲۔ عنبر سا = ایک قسم کا خوشبودار عنبر

۳۔ سوزن = سوئی

تلوار کھینچ بھی کہیں جلدی سے میان سے ۱۔ قفیدہ بہ انفصال ہو تا در میان سے
 کیونکر آہ و نالہ ہو پیشوائے اشک ۲۔ فوج کی نمود نشان اور مہربان سے
 ہر حرفِ بندگی کے سوا بجز و انکار ۳۔ تو نے سُنا نہ ہو دے گا میری زبان سے
 پُتِ خیمہ یوں مُتجمل ہے آہ کی ۴۔ جیسے کر کوئی تیرا اٹھلے کمان سے
 اپنے تئیں کسی سے سرور کار کچھ نہیں ۵۔ منظور ایک تو ہی ہے دونوں جہان سے
 طہنت میں اپنے عشق ہے کیا جائے کریاں ۶۔ لائے ہیں مٹتے خاکِ مری کس مکان سے
 مذکورِ عشق سے نہ خفا ہو تو میری جان ۷۔ چھوٹا نہیں ہے خلق کی کوئی زبان سے
 قاصدِ خدا کے واسطے میری طرف سے کو (ق) ۸۔ یہ کہہ جو جا کے اُس بُتِ نامہربان سے
 گرہاں تمام روز ترے غم ہیں ہے فراق ۹۔ اور شب بھر کرے ہے وہ آہ و فغان سے
 گیمہ مضطرب ہونا کرے ہے وہ دم بدم ۱۰۔ سرزد کہجو یہ ہو دے ہے مطلع زبان سے

۳۔ واسطے خدا کے تو باز امتحان سے

جاتے رہیں گے مفت میں ہم روزِ جان سے

۱۔ قفیدہ = جھگڑا

۲۔ انفصال = فیصلہ

چشم مت اُس کی نگہ جب طرفِ جام کرے قطرہ شے کو بعینہً ٹھل بادلِ بام کرے
 آفتابِ ٹھلِ خورشید وہی ہاتھ میں لے ماہِ رُبدِ جلدِ میرا قصدِ سرِ بام کرے
 فصلِ ٹھلِ آں ہیں خاٹِ زنجیر کے بیچ اپنے دیوانے کو ہر دو ابھی آرام کرے
 آہ بے تابِ و فریاد و غناں ہاں تم سے کینچ لاوے جو کوئی اُس کو بڑا کام کرے
 سحر ہے اُس کی نگاہوں میں اگر وہ چاہے نرم آہو کے تیشِ پل میں ہیں رام کرے
 کوچِ یاروں کا سنا تو بھی نہیں آگاہی کہ دو غفلت سے کہ چلنے کا سرِ انجام کرے
 سامنے قندِ فروشوں کو نہ بات آوے کچھ لبِ شیریں کو وہ جب مائلِ کشام کرے
 قطرہ افشانی نہ کر زور، ہاں دے دریا چشمِ غم ہے ہی بہتر جو رام کرے

آمد آمد ہی میں یاں ہوش گئے اپنے فراق
 آگے کیا وصل کا اُس سے کوئی پیغام کرے

۱۔ آفتابِ ٹھلِ خورشید = سورج ٹھلی کا چھول

۲۔ نرم = وحشی

۳۔ رام = تابو میں کرنا

خطِ چہرہ ہر شے پہ نمودار ہوا ہے بے وجہ کچھ آئینے پہ رنگار ہوا ہے
 دل کس کی سبب چشم کا بیمار ہوا ہے کیا جانے کیا مجھ کو یہ آزار ہوا ہے
 منکھڑے کے تیش آئینے میں دیکھ کر اپنے ظالم تو عہثِ مائیلِ گلزار ہوا ہے
 جوں نقشبِ قدم طاقتِ رفتار میں آہ اٹھنا ہی ترے کوچے سے دشوار ہوا ہے
 ہو سے لا کر اقرارِ منکر جاتے ہو پیارے اک بار تو کیا ایسا تو سو بار ہوا ہے
 دل زلفِ بنِ الجھلے کچھ اک خامیں چھپا ہے کس کس طرح یہ صیدِ گرفتار ہوا ہے
 منہ کر کے ہی ایدھر کو وہ سوتا نہیں بدخو ایسا بڑی شکل سے بیزار ہوا ہے
 دل پوچھ خبر جا کے ٹک اک ٹک ررواں کی کس سمت کو یہ غافلِ تیار ہوا ہے
 شورِ ٹکِ اشک سے اپنے دل پر شور ہر لذتِ جگر کیا ہی مڑے دار ہوا ہے

دل ڈھونڈوں فراقِ اپنا میں کس طرح کر مجھ کو
 ہر تارِ سرِ زلفِ شبِ تار ہوا ہے

(۴۰۶)

محبت تو تیغ لے ہر گمان نکلے ہے میری تو نیم نگ میں ہی جان نکلے ہے
 ادا و ناز تو کرتے ہیں خوب روئین ہمارے یار میں کچھ اور ہی آن نکلے ہے
 کرے ہے قتل وہ گلو ہزار عالم کو جو اپنے گھر سے کچھ کھا کے پان نکلے ہے
 متاعِ صبر و دل و دین ^۱ شمار ہیں اس پر جو اس طرف وہ کچھ خوش آن نکلے ہے
 میں ابرو شرہ لاکشتہ ہوں تڑائے قاتل محبت لکھی باتھ میں تیر و گمان نکلے ہے
 تری ادا میں پیارے ہے اور ایک ادا تری اس آن میں اور ایک آن نکلے ہے
 کہے یہ منہ ^۲ بوسہ طلب کرے تجھ سے کہ بات کہنے میں یاں تو زبان نکلے ہے

فراق پیش رو اٹک یوں ہے اپنی آہ
 کہ جیسے فوج سے بڑھ کر نشان نکلے ہے

۱۔ (ب) میں : وہ متاعِ صبر و دل و دین شمار اس پر ہے ! یہو کتابت ہے ۔ ناموزوں ہے ۔ تیسری لکھی کر دی گئی ہے

۲۔ (ب) میں : ” میں ابرو شرگاں کشتہ ہوں تڑائے قاتل “ ہے ! ”

(۲۰۷)

لالہ رو کی فرقت میں یہ شکل ہماری ہے
 اس طرف ہنٹ گوتا ^۱ ہر ^۲ اور کناری ^۳ ہے
 ہاتھ ہے بھو دل پر چشم پر بھو دامن
 دل کوئے ہوئے دشمن تیغ سے دراتے ہو
 چشم تر ہیں جلدی آنچھ بھی نیک غیرت ہے
 بالی اور گلینے نے جگ کیا تہہ و بالا
 سگب دل مریض عشق دیکھئے پچھے بیو نکھر
 جیب سے اٹھایا ہاتھ فصل گل سے آگے
 دل بہ رنگ آئینہ ان دفن جو حیرل ہے
 زلف کے لٹلے ہیں بال انکھریاں خری ہیں
 فوج نے الم کی آنکھ دل کو گھیرا ہے
 اس کی نیم غولج چشم تو نے دیکھی ہے شاید
 یاد آگیا اب تو وقت نزع بالیں پر

داغ ہے 'مہیت ہے' رنج و بے قراری ہے
 اس طرف غفلت نالہ آہ و اشتاب باری ہے
 ہجر میں ترے ظالم شکل یہ ہماری ہے
 واپس لے لیاں صاحب نور دوست داری ہے
 رو بہ رو میرے پوٹے ابر تو بھاری ہے
 سادگی تلاش ہے تہر سادہ کاری ہے
 ہجر کی یہ رات اس پر آہ سخت بھاری ہے
 اے جنوں اگر تیری یہ پی دست کاری ہے
 آہ کچھ نہیں معلوم کس کی انتظار داری ہے
 سچ بتاؤ او کافر شب کہاں گزاری ہے
 ساقیا پیچے جلدی وقت جام داری ہے
 اس قدر جو اے نرگس تجھ کو شرم ساری ہے
 کس لئے دلا ہلت وقت جاں نشاری ہے

سینے میں دلا رہ جا مت فراق میں گھبرا
 جلد یار آتا ہے کیوں یہ بے قراری ہے

۱۔ ہنٹ = ایک طرح کی توٹی کا نام جس میں گھنگھرو اور سنا سنا لگا ہوتا ہے!

۲۔ گوتا = سونے یا چاندی کی بنی ہوئی ایک قسم کی بیل جو کپڑوں پر ٹانکا جاتا ہے!

۳۔ ہر و کناری = یہ بھی ایک قسم کی بیل کا نام ہے!

۱۔ (اب میں) "یار کیا اب تو وقت نزع بالیں پر" ہے! سہو کتابت ہے۔ ناخوڑوں ہے۔ قیاسی تھیج کر دی گئی ہے!

جو آہ جگر پہ نہ ہووے کارگر اپنی تو آہرو رکھ لیجھو پر چشم تر اپنی
 رونے کے ہوا اور نظر کچھ نہیں آتا جب حال پہ پڑ جاتی ہے اپنے نظر اپنی
 گم یاد رنج و زلف میں ہنسنا گئے رونا کتنی ہے اب اس لطف سے شام و سحر اپنی
 دیکھو تو ہو آئینے میں سحر اپنی دلیکن ڈرتا ہوں نہ لگ جائے نہ تم کو نظر اپنی
 کب ان کو ہے پروا کہ خبر پہنچے کسی کی جن بے خبروں کو نہیں ہے کچھ خبر اپنی
 کچھ اور تو کہتا نہیں میں تجھ کو پیار ہے صورت ہی دکھا جاؤ ذرا آن کر اپنی
 مافیہ ہی اپنا مجھے اس وقت نہ چھیڑو کیا جانے ہے اس وقت طبعیت کدو اپنی
 وعدہ نہ کیا تم نے ونا ایک کلمہ سے فرائیے ثابت رہے کس بات پر اپنی

سو سو طرح کہتا ہوں فراق اُس سے غم اپنا
 سنا کبھو اک بات ہی وہ شوق گر اپنی

۱۔ (ب) ہیں: "کتنی اب اس لطف سے شام و سحر اپنی" ہے! سہو ثابت ہے۔ قیاسی قہقہہ کر دی گئی ہے!

کیوں کرتے ہو آئندہ جلا دل کو ہمارے یارو کہو کچھ کوئی تو قاتل کو ہمارے
 بے تابش دل دیکھ کے بولا نہ اٹھاؤ کبک تر پنے دو اور بھی بھل کو ہمارے
 یارب کہیں اب پردہ غفلت کو اٹھا دے آگاہ کر اب اس دل غافل کو ہمارے
 اے چشم رکھو شکل کو اس زلف کی دل میں ایللی کا نشین کرو بھل کو ہمارے
 زنجیر کی جھنکار کی سننے کی نہیں بات کوئی ہاتھ لگاؤ نہ سلاسل کو ہمارے
 وہ آبلہ پایم ہیں کہ اس ریت میں جڑ خار وا کون کرے عقدہ مشکل کو ہمارے

کچھ ان دنوں احوال فراق اس کا عجیب ہے
 کیا جائے کیا ہو گیا اس دل کو ہمارے

۱۔ (ب) میں: یاروں کہو کچھ تو قاتل کو ہمارے ہے! بہو کتابت ہے۔ قیاسی تیغ کردی گئی ہے!

جب اُس کی زلف و دہاں کا دھیان بھول گئے^۱ ہم اس جہان میں آ' وہ جہان بھول گئے
 وہ آستیں ہے مری اشکِ سدخ سے رنگیں کہ اپنے لہجے و کھل در میان بھول گئے
 خُنگ تار نے یاں تک کیا پیچوم کہ آہ نشان زخمِ جگر سے نشان بھول گئے
 برنگِ آئینہ ہوتے ہی وہ بہرُود اُس کے جوش رہ گئے طرزِ بیان بھول گئے
 ہمارے ہاتھ سے لیتے ہیں ہوساغرئے وہ کھانے غموں کے ہاتھوں سے پان بھول گئے
 تمہارے خندہ لب نے وہ کُلفِ شانی کی کہ کُحلِ فردش ہی اپنی دُکان بھول گئے
 نہ رسمِ نار نہ گاہے پیام ہے ہم سے ہمیں بس لکھتے ہیں میں میری جان بھول گئے

فراقِ سب سے میں کہتا ہوں رنجیت یہ یار
 مری زبان سے آگے زبان بھول گئے

۱۔ دب میں: "جب اُس کی زلف کو دہاں بھول گئے" ہے! دوح نامزدوں ہے۔ تباہی قہرِ کردی گئی ہے!

۲۔ خُنگ = تیر

سُنے رہ یا نہ سُنے کہنی داستاں اپنی کہ رکتی ہی نہیں سمجھت یہ زباں اپنی
 نہ جاؤ تم سر بازار جان من ہستے کہ محل فروش ٹٹادیویں گے دکان اپنی
 یہ حرف وہم ہے اپنا کہ آشنا ہے خلق جو دیکھئے تو زدل اپنا ہے نہ جاں اپنی
 برنگ شمع بھی اہل ہزم^۱ رونے لگے جو رات غم کی حکایت میں کی بیاں اپنی
 ترے خیال میں یاں اپنی جان جاتی ہے نہ بھول^۲ کو ہر گھڑی مطرب پھر زمان^۳ اپنی
 ہمارے شعر میں کیونکر نہ ہو صفائے سخن کہے ہیں رنجیت جس کو سو ہے زباں اپنی
 کسی کی بات نہیں کان دھرے سُنتے ہو کہے ہی جاتے ہو ہر وقت ہر باں اپنی
 فراق سیکڑوں اُس کی گلی میں ترے ہیں ہزاروں دیتے ہیں گوجے میں اُس کے جان اپنی

تو ایسے شوخ پہ مفتوں جو ہوا ہے کیا
 تجھے عزیز نہیں جان نوجواں اپنی

۱۔ رب ہیں: ”برنگ شمع سے اہل ہزم رونے لگے۔“ ہے! سہو کہتا ہے۔ تباہی قہج کر دی گئی ہے!

۲۔ بھول = ساز کی آواز

۳۔ زمان = سر

جانے کے بندھے ہیں ترے ہر آن ٹھکانے
 دل ہے تو کیسے ہوش کیسے صبر کیسے ہے
 آمد یہی گر اب کی رہی پارہ ^۱/_۱ دل کی
 آئینے کا ہووے وہ خریدار الہی
 کھیت ^۲/_۲ آنے تری زلفوں کیا دیکھ کے سنبھل
 جوں ہر کیسے چلے کیسے شام کیسے رات
 ناچ مجھے مت چھیڑ پرے دور ہو چل چا
 زلفوں کے تیش چہرہ پہ ہے وجہ نہ چھوڑو
 ناد کے وہ کلمے کرے یا لے کے جلا دے
 روداد دل زار کی بت تجھ سے کہوں گا
 ساتھ اس کے گلے لگ کے بھو آن کے سو دے
 یارب جو یہی بہت درازی جہنوں ہے

پر اپنی تغافل سے لگی جان ٹھکانے
 غم میں ترے مطلق ہیں اوسان ٹھکانے
 تو شیشہ گروں کی لگی دوکان ٹھکانے
 ہرگز نہ لگے یہ دل حیران ٹھکانے
 اس خانے آگایا خیر ریحان ٹھکانے
 بے ہر غرض ہیں ترے چندان ٹھکانے
 اس وقت زار دل ہیں نادان ٹھکانے
 لگ جائیں گے ہندو و مسلمان ٹھکانے
 کہنت لگے ہر کسی عنوان ٹھکانے
 بیٹھا جو مرے اشک کا طوفان ٹھکانے
 ہرگز نہ لگے دل کے یہ ارمان ٹھکانے
 دامن نہ رہے گا نہ گریبان ٹھکانے

فرقت میں فراق آہ اب اس ایہ جاں کے
 نے عقل ٹھکانے ہے نہ اوسان ٹھکانے

۱۔ (بم ہیں) "آمد یہی گر اب کی رہی دل پارہ کی" ہے۔ ہو کتابت ہے۔ تلخ قیامی کردی گئی ہے!

۲۔ کھیت آنا = (معاورہ) کام آ جانا

(۱۱۳)

رات سے دل میں درد ہوتا ہے بات سے دل میں درد ہوتا ہے

بس چلو جانے دو نہ ٹھکراؤ لات سے دل میں درد ہوتا ہے

قافلہ ہمراہ کا ہائے چلا سات سے دل میں درد ہوتا ہے

دل بسمل کر پاؤں سے متزلزل بات سے دل میں درد ہوتا ہے

کیوں فراق آج متقل واحد

رات سے دل میں درد ہوتا ہے

(۲۱۲)

جوشِ ابر بہار ہے کیا ہے ٹردہ اشکِ یار ہے کیا ہے
 نگہ چشمِ یار ہے کیا ہے فخرِ آبِ دار ہے کیا ہے
 مکرِ اکرِ ادھر جو دیکھتے ہو کچھ تو ہے جی میں پیار ہے کیا ہے
 تیری آنکھوں میں خود بخود آشوب نشہ ہے یا غم ہے کیا ہے
 نظر آتے ہیں اس میں سوسرنگ دل ہے باغ و بہار ہے کیا ہے
 ہیں معلوم یہ کس آؤ جگر ! شعلہ ہے یا شرار ہے کیا ہے

آہ سے اپنی چرخ پر یہ فراق
 دُود ہے یا غبار ہے کیا ہے

(۲۱۵)

غم کھائے کسی کا کوئی غم خوار کہاں ہے دل دیجئے کس کے تئیں دلدار کہاں ہے
 دنیا میں زلیخا سے نہیں چاہنے والے یوسف تو بہت ہیں یہ خریدار کہاں ہے
 دل اشتک میں معلوم نہیں دیکھو تو نردم اس قافلے کا قاطع سالار کہاں ہے
 لببت ہی نہیں قد سے ترے سرو چہن کو ٹھوکر یہ کہاں شوخی رفتار کہاں ہے
 پہلو میں نہ ڈھونڈو اُسے مت ہاتھ لگاؤ اک برق کا شعلہ ہے دل زار کہاں ہے
 میرے دل پر داغ کو لے سر پہ چڑھاؤ زیدہ ترا ایسا گلِ دستار کہاں ہے

دل زلف میں اُلجھا ہے کچھ اک خط میں چھنسا ہے
 اپنے تئیں اب فرمتِ اشعار کہاں ہے

اُس بے وفا کے دل میں اگر جا گزر کرے یہ آہِ ناتوان بڑا سا جگر کرے
 اُس گلابوں سے کہیں صبا تو مرا سلام صحنِ چین کی طرف ارادہ اگر کرے
 صیادِ بگ اشارہ ابرو ترا ہے بس یاں کام ہو چکا ہے اگر تو نظر کرے
 پوچھا جو میں فراق سے کیا حال ہے ترا (ق) کہنے لگا کہوں جو تو باور اگر کرے
 کیا فائدہ ہے پوچھے سے مت پوچھ اے ندیم دل جو کوئی نیاز بہت سیمبر کرے

اُس کی یہی سزا ہے کہ وہ رات دن یہاں
 اوقاتِ خود بہ گریہ و زاری بسر کرے

(۲۱۷)

کہتا ہے مجھے قابلِ شمشیر یہی ہے گردنِ زدنِ لائقِ تعزیر یہی ہے
 صیادِ نزعِ کچیل پر کیجو نہ آزاد مجھ سے پروہے بال کی تدبیر یہی ہے
 شاید کسی زلف میں ہوں گامیں گرفتار اے خواب پریشاں تری تعبیر یہی ہے
 بنیادِ خرابی کی ہوئی عاقبتِ کار بس دیکھ لی منہم تری تعمیر یہی ہے
 کہتا ہے مجھے دیکھ کے ہم سایوں سے اپنے کرتا ہے جو نت نالائش گہر یہی ہے
 اس ماہ نے ذرہ بھی کہو ہر نہ پاؤں بس آہ میں دیکھی تری تاشیر یہی ہے

دیکھا نہ فراق اُس کو سہو میں نے شگفتہ
 کیا غنچہ دل غنچہ تصویر یہی ہے

۱۔ (دب) میں : ”مجھ سے پروہے بال کی تدبیر یہی ہے“۔ ہے ! ہو کہ ثابت ہے۔ ناموزوں ہے۔ قیاسی توہم کر رہی

اُن دنوں سے پیارے ہم تیرے خرباروں میں تھے جن دنوں کچھ آپ بھی ہمارے طر حاروں میں تھے
 سرو ہی قد کا ترے پابندِ الفت کچھ نہیں نہ ہالان چن بھی تو گر متاروں میں تھے
 کچھ تری آنکھوں کی زنگں بھی نہیں بیمارِ زار ایک مدت ہم بھی اُن آنکھوں کے بیماروں میں تھے
 کوئی گریاں شکل شیشہ کوئی خنداں طرزِ جام کہتے تو بے خودِ فراق اور کہتے ہیشیاروں میں تھے

کوئی پڑھتا تھا غزل اور کوئی تھا نغمہ سرا
 زور ہی چرچے غرض ہایک دگر یاروں میں تھے

جی میں ہے آتش دل گاہ^۱ نمایاں کیجے
 یک قلم اشک سے کیا سُرخ ہی داں کیجے
 "فک قدم رنج ابر سرو چراغاں کیجے
 آئینہ کے مقابل لب خنداں کیجے
 یاد میں بہت نگارین کے ترے رورور
 دے ہیں نسبت ترے ابرو سے کماں کو کچھ فہم
 بھگ کو آگے ہی سے آشفگی خاطر ہے
 زلیخہ دشوار ترے ہیں یہ اے ایہ جاں
 جہنم بدست سے غارتِ محول و جاں کیجے خیر^۲
 کو چہ زلفِ تلک ہووے سہاٹی کیوں کر
 جاہِ جاچتم کے کُنتوں کے گلے ہیں خیر
 ہر گھڑی باتہ لگاتے ہوئے بل کھاتی ہے
 ہر بُنِ موع کے پیش سرو چراغاں کیجے
 جی میں ہے وصلی گردوں کو ہی اٹاں کیجے
 خاندہ دل کو مرے رشکِ گلستاں کیجے
 جاںِ مل شہرِ طب^۳ رشکِ بدخشاں کیجے
 جی میں ہے نخلِ شرہ پہنچے مرجاں کیجے
 راست یوں بے کرا سے تجھ پہ سے قرباں کیجے
 زلفِ استغفہ دکھا کر نہ پریشاں کیجے
 جلد آجائے مشکلِ مری آساں کیجے
 کشتِ آئینہ چراگاہِ غزالاں کیجے
 آہ کیں کے تئیں یاں سلسلہ جنباں کیجے
 آپ بھی دیو ذرا گنجِ شہیداں کیجے
 کافراں زلف کو کس جو سماں کیجے

کوئی کیا پاوے ترے شعر کا اندازِ فراق
 تیرے ہر مصرع کو سہرے مطلع دیواں کیجے

۱۔ اب میں: "کار نمایاں کیجے" ہے! سہو کتابت ہے۔ مصرع ناموزوں ہے۔ قیاسی تلحیح کر دی گئی ہے!

۲۔ شہرِ طب = روم کا ایک شہر جہاں کا آئینہ مشہور ہے

۳۔ اب میں: "دل و جاں چرا کیجے" ہے!

(۲۲۵)

حقیقت اُس سے کہیں گو کہ ہم ہزار اپنی ہر ایک بھی نہیں سُننا وہ گلزار اپنی
 داغِ سیرِ چن اُس کو کب رہا ہے اب کہ آپ آئینے میں کوٹھے ہے بہار اپنی
 یہ کس کے دیکھنے کا شوق ہے کہ آئینہ ساں گھاسی ہی رہتی ہے یہ چشمِ انداز اپنی
 مٹھوں سے نہتے زنجیروں سے بولتے ہیں ہم چن میں کس لئے رہتی ہے یہ لیکار اپنی

فراق ایسے ہی انداز سے نزل ہے تو
 کرتا جاں میں رہے کچھ تو یادگار اپنی

۱۔ (ب) میں : ”مٹھوں نے نہتے زنجیروں سے بولتے ہیں ہم“ ہے۔ ! ہو کتابت ہے۔ دُست کر دیا گیا ہے !

جس طرف کو کہ تری ترچھی نظر گزری ہے پار کمرے گئی دل اور جگر گزری ہے
 چشم ہر راہ ہیں اور دل جو دھڑکتا ہے یہ کس کے آنے کی ادھر آج خبر گزری ہے
 دیکھ گریاں مجھے اک نطق کا ہوتا ہے میخوم خانہ چشم نہیں ہے یہ مگر گزری ہے
 رلف و رخ سے ہی سروکار نہیں رہتا ہے اپنی نظروں سے بہت شام و سحر گزری ہے
 گل ہی فرقت سے ترے چاک گریبان ہیں شبنم اس باغ سے بادیدہ خبر گزری ہے
 فصل گل آئی ہے کہتے ہیں چن بیج لڑک ہم سفیروں کی ری اب یہ خبر گزری ہے

ہر گرفتارِ قفس ہوں میں بلا سے میرے

گو بہار اب کہ بانڈازِ دگر گزری ہے

(۲۲۲)

ہوئے ہوئے ہوئے اُس کی جستجو نہ گئی ہوا وصال پہ اس دل کی آرزو نہ گئی
 قرار و صبر و قواں بگیا شراب کھاتہ ہزار جیف کہ اک حرص دل سے تو نہ گئی
 سرشکاب نے تو ٹھل داغی دل کو دھوا خوب صد آفریں پہ محبت کی اس سے ہو نہ گئی
 قصور کچھ نہ کیا ننگ و نام رب آگویا تمہاری طرف سے ہی چاہنے کی خو نہ گئی
 کوئی چڑھاوے ہے کبھی زارِ عاشق پر ہماری خاک پہ شبنم ہی آسے رو نہ گئی
 خیال و خواب ہیں سوئے تھے کھنکھن کے ساتھ ہوں سے بھولوں کی بس ماری ٹھہرو نہ گئی
 ہمارے حسن اگرچہ خزاں پہ ہے ہر روز پر گرم ناز مشرقت کی گفتگو نہ گئی
 بندے نہ زلف میں تیغ نگہ سے کٹ گئے بلا سے جان گئی اپنی آبرو نہ گئی
 خدا و قیامت و پیغام نام ہر یک سو صبا بھی میری طرف سے اُدھر بھو نہ گئی
 تمام عمر ہی روتے روتے گزری ہے جگر کے داغ کے ہاتھوں سے شست شو نہ گئی

بتاں سے ترک کیا ہے فراق نے ملنا
 ہزار جیف پہ اک دیکھنے کی خو نہ گئی

(۲۲۳)

تنہا ہے زباں پر ہی نہ تقصیر کسی کی بھرتی ہے ہر اک جہنم میں تصویر کسی کی
 لاقی ہے زباں آفت جاں شمع کے سر پر مجلس میں مذاہب نہیں تقریر کسی کی
 اس دل کی گرفتاری کو آنکھیں پھولی باعث ماحوذ کوٹ شخص پر تقصیر کسی کی
 مٹتے ہیں رہے بت اثر نادر و فریاد پر آہ نہ دیکھی کبھی تاشیر کسی کی
 کس واسطے پھرتے ہو میاں بیت بہ شمشیر ثابت تو بھلا کیجئے تقصیر کسی کی
 کیا کیا ہی رہے جی میں گزرتی ہے نہ اہر میں کیوں دیکھی نہیں زلف گرہ گیر کسی کی

ملتی ہے فراق آہ نصیبوں سے شب وصل
 یہ دولت عظمیٰ نہیں جاگیر کسی کی

۱۔ دولت عظمیٰ - سب سے بڑی دولت !

(۲۲۲)

ہم کو مٹا دکھائیے ملے اب نہ اتنا ستائیے ملے

بچیلی باتوں کا ذکر مت کیجے اب تو جلدی سے آئیے ملے

اپنی ہی چاتی ہے کُاسِ گل کے داغ پر داغ کھائیے ملے

طاقت انتظار آگے ہیں بس نہ اتنا سُرُہائیے ملے

دم آخرِ فراق کا ہے میاں

جلد تشریف لائیے ملے

(۲۲۵)

شعلہ کو کیا مرنج دلدار سے نسبت دیجے نور کو کیونکہ جھلا نار سے نسبت دیجے
 ناز ہر گام پر ہر ایک قدم پہر ٹھوکر کہک کو کیا تری برقتار سے نسبت دیجے
 ایک وہ شوخ جفا دوست کا دشمن ہے اُس کو کس شوخ و جفا کار سے نسبت دیجے
 داغ دل رشک چن زار ہے ہرگز اس کو محل سے تشبیہ نہ گلزار سے نسبت دیجے
 نگہ اُس شوخ کی آفت ہے قیامت ہے بلا اُس کو کیا تیرے تلوار سے نسبت دیجے

ہے عدیل اُس کا فراق آج جہاں سے معدوم
 کس کو یاں میہر کرار سے نسبت دیجے

۱۔ میہر کرار = حضرت علیؑ

ہماری آہ میں کچھ تو اثر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے رحم آتا ہی ادھر معلوم ہوتا ہے
 خراب ناز نے تو یاں تک سینہ چھان ڈالا ہے کہ زخم سینہ سے زخمِ جگر معلوم ہوتا ہے
 ندی ہواہ نے آتشِ شہادا کا ڈل کو خبر لینا دھواں سا کچھ ادھر معلوم ہوتا ہے
 جہاں میں پردہ دارِ جوہر آسا ہے خاموشی سخن کہتے ہی میں عیب و مشر معلوم ہوتا ہے
 قدم یاں سے اٹھانے کو نہیں کرتا ہے دل ہرگز کوئی دھونڈ پیس اس اتر گھر معلوم ہوتا ہے
 نشان دیتا ہے گشتن میں مہا احوالِ بکبل سے شکستہ جو کوئی یاں بال و پر معلوم ہوتا ہے
 یہاں تک انتظاری جوابِ نام ہے مجھ کو جو اڑتا ہے بہوتر نامہ ہر معلوم ہوتا ہے
 کہ ہے واعظِ باقیم شعرا طلاس آتا ہے (رق) سخن اس اچھے گوزِ شتر معلوم ہوتا ہے

فراق اس سے نہ ہو تو دُہ دُہ میں تجھ سے کہتا ہوں
 کہ مجھ کو کچھ تو یہ گیدی ^۱ پھر معلوم ہوتا ہے

اُس کو آئینے سے جب سے کہ شناسائی ہے اپنی صورت ہی کا وہ آپ تماشا ہے

سیکڑوں غنچوں کی کھول ہیں گرہ تو نے صبا ^۱ گلچھری میری بھی تو نے ابھی سلجھا ہے

دین و دل صبر و قرار اُس کے تئیں دے بیٹھے (ق) تو وہ شوخ رہے پئے مسوا ہے

مجھ سے کہتا ہے بلوں ضد سے تری یگر سے روز اک ہی تیرے ستانے کی طرح پائی ہے

نکلیں زلفِ سیاہ یار سے مکہ دیکھ قرآن
جلشنِ آئینہ میں زور گھٹا چھائی ہے

۱۔ گلچھری = ایک قسم کا سفید رنگ کا پھول !

دم بہ دم آنسوؤں کا تار بنے گہڑے ہے
 جب یہ کپٹے کہ طحار بنے گہڑے ہے
 گہنوں سے مجھے یہ رنگ ہے اب صہبت کا
 شعلہ ساں لہک ہے موجود یہاں کون و فساد^۱
 کیا عجیب ہے سرشراں سے اگر اشک گرا
 داغ دل تازہ گئے اشک سے گر زعفرانوں
 اشک گہرنگ سے شرگاں پہ تاشا ہے دیکھ
 کچھ ٹھہرتی ہیں اُس کے دہن کی تقریر
 اشک سے کب ہوئی بنیادِ دل زار خراب
 آج بن ٹھن کے ارادہ ہے کدھر جانے کا
 دل صد چاک یہ حاضر ہے اگر کیجے لپٹ
 حالِ بیماری دل کچھ نہیں سمجھا جاتا
 یہ ہے قسمتِ درسی جانِ متاعِ دل کا
 ہاں کے کچھ بننے گہڑے کا بھروسہ کیا ہے

آہ کیا موتیوں کا ہار بنے گہڑے ہے
 اُس سے یونکو بنے ہر بار بنے گہڑے ہے
 دن میں سو رنگ سے ہر بار بنے گہڑے ہے
 صنم اپنا بھی ہر اک بار بنے گہڑے ہے
 جو کوئی ہووے نمودار بنے گہڑے ہے
 نیت یہاں تختہ گلزار بنے گہڑے ہے
 شاخِ مرجان یہ ہر بار بنے گہڑے ہے
 ہر گھڑی عقدہ دشوار بنے گہڑے ہے
 آئینے کی کوئی دیوار بنے گہڑے ہے
 زلفِ چہرہ پہ جو ہر بار بنے گہڑے ہے
 کس لئے خرقہ دستار بنے گہڑے ہے
 دن میں کبخت یہ سو بار بنے گہڑے ہے
 گرچہ کیساں خریدار بنے گہڑے ہے
 یہ زان تو سودا یار بنے گہڑے ہے

سگ ہوئی کس لئے کرتا ہے تو دنیا سے فراق^۲
 یہ تو ہر آن میں مُردار بنے گہڑے ہے

۱۔ کون و فساد = عالم کون و مکان موجود ہونا اور پھر تباہ ہو جانا

۲۔ سگ ہوئی = طمع لالچ

داغِ دل لاد زار ہے ہم سے
 ہے وجود اپنا آئینے کی مثال
 آتشِ عشق کے ہیں ہم مو جہ
 ہم سے خواب کی ہے خریداری
 اختراعات رنگ ہو تلموں
 ہم ہیں دریائے بیکراںِ محیق
 تجھ سے ہے سرکشی و مغروری
 گل ہے ہم سے بہار ہے ہم سے
 عکسِ روئے نگار ہے ہم سے
 شعلہ ہم سے شرار ہے ہم سے
 گرمیِ حُبِ یار ہے ہم سے
 دیدہٴ خوں فشار ہے ہم سے
 موجِ ہم سے کنار ہے ہم سے
 مجزئے انسا ہے ہم سے

حسرت ورنج و درد و داغِ قرآن
 بس یہی یادگار ہے ہم سے

نخل کو کوئی ہلا دے تو ثمر جھڑتا ہے اپنی ہر جنبشِ شرگاں سے گہر جھڑتا ہے
 بھول جھڑتے ہیں گے منہ سے بھی ترے غنچہ دہن خندہٴ گل سے اگر باغ میں زر جھڑتا ہے
 خاڑ چشم ہیں ہے کس کے خبر آنے کی روزِ جاروب سے شرگاں کے بگھر جھڑتا ہے
 دیوے ہے ہوئے کبابِ دلِ بریاں سے خبر جو ری چشم سے یاں لبتِ جگر جھڑتا ہے
 دل کو لپٹے ہے جو صدمہ تو کیلنا ہے اشک سنگِ باراں جو شجر ہو تو ثمر جھڑتا ہے
 چہرہٴ زرد سے یوں رنگ اُڑا جاتا ہے جس طرح وقتِ خزاں برگِ شجر جھڑتا ہے

نہیں گردوں پہ فراقِ آج شعاعِ خورشید
 کسی کے چارہٴ زرد تار سے زر جھڑتا ہے

بھر میں تیری کیا ^۱نپٹ ^۲بھی پہ ^۱نپٹ ملال ہے
 ابرو کا تیری عکس ہے آئینہ فلک پہ یہ
 رونے سے ہے فراغ کب سینہ ہے داغ داغ وہب
 دیکھ کے ہم کو دم بہ دم تیغ کو بد تم علم
 جگ میں کوئی خفیہ ہے دہت ہے نے رفیق ہے
 زندگی دو روزن پر اتنا غور و ناز کیا
 دکاتے ہوں بے نوا اللہ کرے ترا جلا
 ابر ترہ سے اپنے یاں رہتی ہے بت جھری لگی
 خواب نہیں ہے رات کو جب سے تر خیال ہے
 ہے یہ غلہ کر چرخ پہ جلوہ نما ہلال ہے
 لحم میں ترے میں کیا کہوں اپنا عجیب ہی حال ہے
 کا ہے کو کوئی بیوے کا گھر ہی چال ڈھال ہے
 اپنا ہی یار و عرف یہ وہم ہے اور خیال ہے
 ایک دن اس مکان سے عاقبت انتقال ہے
 بوسہ لب پہ یوں اڑا اپنا ہی سوال ہے
 گر یہ ^۲چشم ہے کہ یہ موسم ^۱برشگال ہے

ایسا فراق یار کا محو ہوں کچھ خبر نہیں
 خواب ہے یا خیال ہے بحر ہے یا وصال ہے

۱۔ نپٹ = (ہندی لفظ) بالکل

۲۔ موسم برشگال = برسات کا موسم

(۲۳۲)

دل میں تُو ہے زبان میں تُو ہے جسم میں تُو ہے جان میں تُو ہے
 گل میں تُو گلستان میں تُو ہے گل میں تُو گلستان میں تُو ہے
 کعبہ و دیر میں ترا ہی ظہور ہر محل و مکان میں تُو ہے
 گو کہ میں ہوں کسی خیال کے پیچے پر مری جاں دھیان میں تُو ہے

(۲۳۳)

اُس چشم کی کیا ہم نے بیمار نئے دیکھے اُس زلفِ سید کے ہی بستار^۱ نئے دیکھے
 دیوار سے وہ گھر کی بنت سر کو ٹپکتا ہے بیمار محبت کے آثار نئے دیکھے
 اک چشمِ نون میں وہ گلزار کیا کوچ یہ رنگ ترے چشمِ خوں بار نئے دیکھے
 گا ہے تپشِ دل ہے گدہ دے سینہ میں اس شہرِ محبت میں آثار نئے دیکھے
 جراتِ ہوں ششدر ہوں محفل میں تری گلر و جب یار یہاں دیکھے در چار نئے دیکھے
 ہے آہِ خفیق اپنی نار ہے رفیق^۲ اپنا اس دردِ محبت میں غمِ خوار نئے دیکھے
 جب تیر کیا اُن کی میں اشکِ مسلسل کو بولے کہ یہ پھولوں کے میں بار^۳ نئے دیکھے
 چٹک ہے رے دل کے ہر زخمِ کھن اوپر اے تیغِ گدہ تیرے یہ وار نئے دیکھے
 اشکوں کی جگہ آئے اب لبتِ جگرِ مر دم یار وارِ شہِ اوپر سردار نئے دیکھے
 ہم بُدِ محبت پر قائم ہیں میاں صاحب گو آپ کے اب ہم نے الموار نئے دیکھے

شبنم ہی نہیں نالاں محلِ چاکِ گریباں ہے
 مجددِ فراقِ ہم نے یہ یار نئے دیکھے

۱۔ بستار = پھیلاؤ۔ کشادگی

۲۔ دب میں: "ہے آہِ خفیق اپنی نار رفیق اپنا" ہے! ناخودِ دل ہے۔ قیاسی قیاس کر دی گئی ہے!

۳۔ دب میں: "بولے کہ یہ پھولوں کے میں بار نئے دیکھے" ہے!

۴۔ دب میں: "شبنم نہیں نالاں محلِ چاکِ گریباں ہے" ہے!

(۴۳۴)

جس وقت کہ ہر تھے کو مکھڑے سے اٹھاتا ہے یوسف کہ عزیزاں یہ پردے میں بٹھاتا ہے
 ترافیں کے تئیں کھولے کس ناز سے آتا ہے اللہ کہ یہ کافر جی سے بچے بھاتا ہے
 بوسہ جو طلب اس سے کرتا ہوں یہ کہتا ہے ناحق کوئی سن لے گا کیوں شور مچاتا ہے
 کیوں ہم سے غریبوں سے ہر وقت بگڑتا ہے جانا کہ تو مکھڑے پر زخموں کو بناتا ہے
 کرتا ہے فراق اتنی کیوں آہ و فغان زاری (ق) ناحق غم بھراں میں تو جی کو کھپاتا ہے

نالوں سے ترے ظالم ہے حشر بیا چپ رد
 کیوں خوابِ عدم کے تو سوتوں کو جگاتا ہے

۱۔ (ب) میں: " ناحق بھر غم میں تو جی کو کھپاتا ہے " ہے! " اونیوں ہے۔ قیاسی تھیج کر دکائی ہے!

(۴۳۵)

زلفِ بتاد کے کافر یہ وہ بلا پس پھندے مارے ہوئے ہیں جن کے کہتے خدا کے بندے
 تیغِ نگہ سے اُس نے نہتے ہی نہتے مارے دو چار وہ گئے تھے جو آج محل کے خندے^۱
 کرتا بھو ہوں نالہ کرتا ہوں گاہ زاری یہ عشقِ بھگت تمہارے رہتے ہیں ہم کو دھندے^۲
 مت شیخِ کرفصیت آتی ہے منہ سے بدبو یہ کون ذکر ہے گا جل دو ہو بے گندے

رتبہ یہ رنجیت کا پیچھے گا آساں ملک
 گر مگر نے وفا کی اپنی فراقِ چندے

۱۔ خندے = نہتے ہوئے

۲۔ دھندے = (بھڑی لفظ) کام

اشک گل رنگ نے جب چشم سے طیفانی کی رُو بہ رُو محل کے نہ بیل نے غل خوان کی
 رُافیں جمعیتِ خطر سے بناتے کیوں ہو کچھ خرچے رہے ہی دل کی پریشانی کی
 دل نہ دینا تھا تجھے آفتِ جاں کیا کہئے حرف یہ ہم نے غلامی و نادانی کی
 ہر گلی گوجے میں تو دے ہیں پڑے بھولوں کے کن کے ایسی لب خنداں نے محلِ افشانی کی
 بوسہ لعلِ لبِ یار کا یوں تشنہ ہوں جیسے مستحق کو ہوتی ہے ^{چھان} پانی کی
 لے چلی باغ میں بھر مہج نسیم سحری ہم دریاؤں کی بھر اب سلسلہ جنینی ہے کی

تیرے استعار میں ہی ہم نے جو دیکھا تو فراق
 طرز ہے انوری و سعدی و خاقانی کی

-
- ۱۔ مستحق = میراں کی طلب - پیئے کے لئے پانی مانگنا
 - ۲۔ انوری = محمد احمد الدین انوری ؛ فارسی کا مشہور قصیدہ گو شاعر
 - ۳۔ سعدی = سعدی شیرازی - مشہور ایرانی شاعر
 - ۴۔ خاقانی = بہمنور ایرانی شاعر

گو کہ ہر مرغِ چمن شورِ فغاں رکھتا ہے پر ہمارا سائب و ایو کہاں رکھتا ہے

قتلِ عاشق کو تو ابروئے ترہ کافی ہے ہاتھ اپنے میں عہدِ تیسروں کہاں رکھتا ہے

شہِ گلگیر ہر اک اس کی زباں پکڑے ہے رشعِ ساں بزمِ سخن میں جو زباں رکھتا ہے

فوجِ اشک اپنی کر جوں موجِ رواں چلتی ہے جس کا ہر آہِ جگر لے کے نساں چلتی ہے
 دل کے پزیرے ہی کرتا ہے ہر اک بات میں تو کسی ٹیپنی کی طرح قبری زباں چلتی ہے
 شوخن کر رہے نالے کا ہے یہ خلق ہر کرکڑک بھلی ہے یا شیرِ دہاں چلتی ہے
 واہِ راگالی سوا اور تو کچھ بات نہیں آپ کی بہت ہی آجھ مجھ پہ زباں چلتی ہے

اشک اور آہِ جگر اپنے کا ہے شورِ فراق
 منہ کدھر برستے ہے اور ناز کہاں چلتی ہے

۱۔ کرکڑک بھلی = ایک قسم کی توپ کا نام

۲۔ شیرِ دہاں = " " " "

کیوں خاک سے ہماری کاوش مہیا کرے ہے روئے ہی دے چن ہیں مت چھین کرے ہے
دیوانہ وار نامہ تو کیوں لگا کرے ہے پھر تجھ کو کیا جو عاشق کوئی بکا کرے ہے
اکلے اکھ سے ہارے تھما ہیں ہے اک پل نامور سا ہمیشہ یارب ہا کرے ہے
دریا میں کوئی شاید دل سوختہ ہے ڈوبا جو مجھ کو دھواں سا اک یاں اٹھا کرے ہے
گر ناز، گر کرشمہ، گر خندہ، گر تبسم اک آن میں وہ کافر کیا کیا ادا کرے ہے
نیرنگی جہاں پر کیا اعتماد ہستی پر اپنے گل بھی ہر دم تنہا کرے ہے
اللہ سے خود گمان کیا رات اور کیا دن آئینہ ہاتھ میں ہی تیرے رہا کرے ہے
روئے پہ خواجہ نامہ صاحب کے کچھ نہ تنہا خط شائع سے سورج جھاڑ دیا کرے ہے
روشن فیر سارے اس در کے جبہ سارے خاک آئینہ بھی اپنے منہ کو ملا کرے ہے

تجھ کو فراق کس کی زلفوں نے اب ڈسا ہے
دریا کی تو جو ابریں بیٹھا گنا کرے ہے

۱۔ نامہ: خواجہ نامہ عندلیب: خواجہ میر درد کے والد تھے۔ صرف بزرگ شاعر تھے۔ ان کا ضخیم دیوان
نامہ عندلیب کے نام سے مشہور ہے!

آشنا جا کر ہوا ہے اُس بُتِ خود کام سے یہ دلِ ناکام اپنے جا چکا ہے کام سے
 مگر وہ چشمِ بیاں کے اس قدر گشتہ نہیں جو ہیں ہوئے بخرِ کچھ مگر وہیشِ ایام سے
 خالِ ساری اہل دنیا کی سراپا کر ہے نقشبِ پا ہی کم نہیں ہوتا ہے چشمِ دام سے

یاد میں کینِ انگڑیوں کے اس قدر رویا خفاق
 اشک بھی خرگان سے جھڑتے ہیں گلِ بادام سے

۱۔ ربم میں: نقشبِ پا ہی کم نہیں ہے چشمِ دام سے۔ ہے! ناعزوں ہے۔ قیامی تھ کر دی گئی ہے!

ازل کی جُھ سے یارب ہوں میں ہمانِ مایوسی نہ دیکھی آؤ پر گاہ ہے شبِ ہجرانِ مایوسی
 برنگِ غنچہ نشگفتہ اک تصویرِ حیرت ہے غرض دل جس کو کہتے ہیں سو ہے وہ جانِ مایوسی
 لکھا سرنامہ خدا پر ہے اُس نے جلِ شکل ہے خدا کے واسطے ملک دیکھیو عنوانِ مایوسی
 برنگِ محفلِ ابی اک پل میں سو کمرے وہ کرائے گلے گرا ہند دستِ شوق کے دامنِ مایوسی
 فغاں لب پر سرشکِ چشمِ آنکھوں سے رواں ہیں گئے چلے ہم بھی عدم کو لے عجب سامانِ مایوسی
 فراق ہم کو نہیں ہے کچھ محفلِ گلزار کی حسرت (ق) سرے میں سیرِ ہم بتِ یاں محفلِ بستانِ مایوسی

ہر اک داغِ جگر ہے تینہ گلزارِ نو سیری
 ہر اک زخمِ جگر ہے بہ لبِ خندانِ مایوسی

(۲۲۳)

نہ دل کو چین ہے اے جان کو آرام رہتا ہے
 تصور کس کا ایسا صبح سے تا شام رہتا ہے
 تمنا وصل کی دل میں ہے گاہے بیم مایوسی
 غرض ہرگز حسرت ہی یہ سیرا جام رہتا ہے
 سرے جو اشد آنکھوں سے اثر پر دال ہے یارب
 شرم چھڑتا نہیں وہ خود بخود جو خام رہتا ہے
 نہیں چھوڑے ہے قیدِ خلق شہرت دستگاہوں کو
 کہ ہر عنقائے مہنی دیکھ زہیر دام رہتا ہے

فراق ایسا ہے کس کی آنکھوں کی یاد میں رویا
 کہ پرکھو جے میں یاں فرشتہ محلِ بادام ہوتا ہے

نخل تو کیا چیر ہے دامن میں مرے زر بھر دے عوضِ اشکِ دلوں گر کوئی بھی گوہر بھر دے
 نار بہرِ تاک وہ جانے ہے مرے زخمی کا اس کبوتر کے مرے خون سے کوئی پر بھر دے

۷۱۔ (ب) ہیں اس غزل کے حرف وہ شعر درج ہیں۔ کسی دوسرے نسخے میں بھی اس بحر اور ردیف و قوافی میں اشعار ہیں۔

کہتے ہیں کہ دنیا میں جو ہے چاہ غلہ ہے واللہ کہ سب جھوٹ ہے باللہ غلہ ہے
 ہم یوں دہیں اور اس کو خبر بھی نہ ہو ہرگز کہتے ہیں کہ ہے دل کو بدل راہ غلہ ہے
 جو آپ کہیں راہ واپس راست مسلم جو عرض کرے بندہ درگاہ غلہ ہے
 ہے عکس ترے عارض گلوں کا فلک پر کہتے ہیں جسے دگ یہ ہے اہ غلہ ہے
 کہانی ہے سوا تیرے کسی اور کو چاہوں باللہ کہ بستان ہے واللہ غلہ ہے

اُس شوخ سے بدنام مجھے کرتے یہ مردم
 سب جھوٹے ٹھہرتے یہ افواہ غلہ ہے

(۶۴۶)

تم دکھا کر آپ کو پردے میں پہنایا ہو گئے ہم بان دیدہ آئینہ حیراں ہو گئے
 کچھ تری آنکھوں کی زنگیں ہی نہیں بیمار و زار سنبیل و مچل زلف و عارض پر سے تھراں ہو گئے
 "اے کیا ہر سات کو روؤں کہ میری چشم تر رونے کے حق میں تو یہ بھی کوئی لطفان ہو گئے
 دیکھتے ہی بس ترے کلہرے کو اے رشاب بہار لبل و مچل بھی ہم دست و گریباں ہو گئے
 یاد داری کس کو ہے اس دور میں غافل کچھ شل مکی آئینہ یاں کتنے ہماں ہو گئے

دست کاری جوں سے تونے کچھ دیکھا غرق
 رشاب جیب و مچل دے چاک گریباں ہو گئے

طے کر زمیں کو آہ ترسوئے فلک گئی اُس بے وفا کے گھر پر زہر اب تلک گئی
 اُس کی نگاہ ہر قیامت تھی ہر تھی بجلی سی ایک تھی کہ پڑی اور اُچک گئی
 سیرِ جن سے تازہ ہوئے شوشِ جنوں دامنِ محل سے آتشِ دل پھر بھڑک گئی
 دامن کو اپنے رشتہ چن کر دکھائیں گے گر بُوندِ نوحوں کی چشم سے کوئی ٹپک گئی
 دامنِ تلک گیا تھا ابیں اُس کے سبب ہم اللہ رے نازکی رہیں چوں سک گئی
 حیرت یہ ہے کہ قافلہ ہم وہاں گیا اور پھر ہوتے آنکھ باری جھپک گئی

مدت سے دُختِ ریز نہیں آئی نظرِ فراق
 شاید کردہ چھنال کسی سے اٹک گئی

۱۔ (پ) اُس بے وفا سے پر کر ہے اب تلک گئی ہے! یہ کہتا بہت ہے۔ قیاسی تو کر دی گئی ہے!

نہ پوچھو ہم دریا بھوں کو کہ ہیں کس کام پر بیٹھے فقط مثل نگیں ہم تو ہیں تیرے نام پر بیٹھے
 اٹھاپے ابر کیا ساقی پلا دے ایک در شیشے یہ کیا انصاف ہے ظالم رہیں اک جام پر بیٹھے
 بناتے زلف و رخسار تم وہاں رہے یاں اندھ کاری میں سحر کی ہم نے پیار سے وعدہ ہائے شام پر بیٹھے
 تمہارے وعدہ ہائے وصل نے چھاتی پکا ڈالی جھلا کب تک کوئی اس آرزوئے ظالم پر بیٹھے
 جھلک پر دے میں اس خورشیدِ رو کی قبر آفت ہے قیامت اس گھڑی ہوگی جو آکر بام پر بیٹھے
 اٹھایا ہاتھ ہم نے کام سے اب دونوں عالم کے غرض ہم کر کے تکیہ اس دلِ ناکام پر بیٹھے

فراقِ خستہ جاں کا حال ملک اُٹھو چلو دیکھو
 بناتے کیوں ہو زلفیں چہرہ گلفام پر بیٹھے

شب میرے پاس سے نہ رہی جان جائے اس اپنے عامی کا بھی کہا مان جائے ^۱
 احوال دل میں گو نہیں کہتا زبان سے صورت ہی دیکھ میری یہ پہچان جائے ^۲
 ابرو کمان پیار کی نظروں سے اک نظر ^۳ ایدھر تو دیکھ اے ترے قربان جائے
 بھولے سے بھی ادھر کو نہ بھوکے کچھ نگاہ غیروں کے گھر تو روز ہی وہاں جائے

کیوں منہ کو پھیرتے ہو تم اک بو سے کے لئے
 کہنا فراق کا بھی کہو مان جائے

۱۔ (ب) میں: "اس اپنا عامی بھی کہا مان جائے" ہے! "ناخروں ہے۔ ہو کہ ثابت ہے۔ قیاسی تہج کر دی گئی ہے!

۲۔ (ب) میں: کی جگہ "یہ" ہے!

۳۔ (ب) میں: "ابرو کمان پیار کی ایک طرف" ہے!

دکھائی دیتے ہو ہر دم جو تم تیغ و سپر باندھے میاں پھرتے ہو کس کے خون پر ناحق کمر باندھے
 خزاں آوے تو دے صیاد سیرِ باغ کی رخصت بہار آوے تو یا قسمت کہ میرے بال و ہر باندھے
 بشر وہ ہے کہ پتھر سے یہ جوئے شیر کو لایا بے اُس سے ہو کمر بستہ کی یہ جہں کلام پر باندھے
 عدم میں بھی رہے غلو کی ہے شاید خریداری کہ غنچہ خاک سے نکلے ہے لیکر مُثَبِّتِ زر باندھے
 برنگِ موج کیا کیا جی میں اپنے پیچ و تاب آیا لبِ دریا پہ اُس نے بال جس دم کھول کر باندھے
 نہیں طقوں میں زلفوں کے تری یہ عارضِ تاباں پھرے ہے ساتھ تو اپنے لئے شمس و قمر باندھے
 دہن کے وصف میں چراں ہیں تیرے نکتے میں مارے کمر کا تیرے مٹوں کیا کوئی اے سیمبر باندھے
 دہن کی فکر اُس سے ہو جیسے شوقِ عدم ہر دے (ق) وہ مٹوں کمر باندھے جو رنے پر کمر باندھے

فراق اب تک پُر افسوس تو کچھ نیند سوتا ہے
 گیا اک تافذ آگے نکل رختِ سفر باندھے

۱۔ (ب) میں: ”دہن کے وصف میں چراں ہیں تیرے نکتے چیں مارے ہے! سہو کتابت ہے۔ قیاسی تلخ کردی گئی ہے!

کہتے تھے جن کو آپ یہ بندے ہیں کام کے موت سے باریاب نہیں وہ سلام کے
 گر جن کو چاہا میں وہی دشمن مرا ہوا صاحبِ نصیب ایسے ہی ہیں کچھ نلام کے

تیری نگاہِ مست نے ہم کو جھکا دیا
 نے مت بارہ ہم ہیں نہ مخمور جام کے

۱۔ (ب) میں: ”گر جن کو چاہا وہ دشمن مرا ہوا۔ ہے! سہو کتابت ہے۔ قیاسی قلعہ کو دی گئی ہے!“

(۲۵۲)

صد حرفِ طلبِ یاں سے تکرارِ اِدھر سے ہے سو بحرِ اِدھر سے ہیں انکارِ اُدھر سے ہے
 آگ ہو تو بجلا اُس سے شلوہ ہو شکایت ہو دل دشمنِ جاں ایہم دلدارِ اُدھر سے ہے
 اُن ابرو و شرکاں سے جاں بر ہو کوئی کیوں کر خنجر چلے ہے ایہم ترورِ اُدھر سے ہے
 دولت کی تمنا ہے دنیا کی نہ کچھ خواہش برداشتِ دلِ یاں سے بیزارِ اُدھر سے ہے

ہے اُس کی رُخِ مہبت جوں طوئی آئینہ
 خاموشی اِدھر سے ہے گفتارِ اُدھر سے ہے

جس کو شوقِ یار ہے اور کچھ صفائے سینہ ہے اُس کا جو فکر ہے دل کا تختہ آئینہ ہے
 روزِ سعد و محسوس کیا شوخی ہے اے نازاں محض اب اُسی کے دن ہیں کیدِ ہر شہد و آدینہ^۱ ہے
 خاک سے کیا کیا نکلتے ہیں گلِ خندان و شاد^۲ حن کا زیرِ زمیں دیکھا عجب گنجینہ ہے
 اُس کے ”پر کثرتِ عشاق سے ہے اک بیجم اور وہ طوٹ نشینِ خاند آئینہ ہے

آئینہ ساں اور کچھ رکھتے ہیں گہریں فراق
 یک صفائے خاطر و یک سینہ بے کینہ ہے

۱۔ (ب) میں: ”اب اُسی کے دن ہیں کیدِ ہر شہد و آئینہ ہے“ ہے! موعظ نامہ زرد ہے۔ تپا کی تپ کر دی گئی ہے!

شہد = سیجر آدینہ = جمو

۲۔ (ب) میں: ”خاک سے کیا کیا نکلتے ہیں گلِ خندان و شاد“ ہے!

یوں دل اس گوشہٴ ابرو میں سدا پھرتا ہے جیسے قبلے کی طرف قبلہؐ نہا پھرتا ہے
 جتھو سے ہیں اُس صدمہ کے تو کوئی خالی پیر گردوں ہی بایں پشت دوڑتا پھرتا ہے
 جیسے دریا میں پڑے پیرتے پھرتے ہیں چراغ^۱ اشک میں یوں دلِ بُرداغ بہا پھرتا ہے
 دیکھ رہتا تری جی ہی جلا جاتا ہے قہرِ انداز سے تو نامِ خدا پھرتا ہے
 قیمتِ ہوس میں دل لے چکے پھر جھگڑا کیا ہو چکا یار جو سودا وہ بھلا پھرتا ہے
 حالِ دل کس طرح تجھ کو کہوں اغیارِ مدام مثلِ سائے کے ترے ساتھ لگا پھرتا ہے

تنبے جان میں اک جان سی آتی ہے فراق
رُودِ یہ رُود چپ مری آنکھوں کے وہ آ پھر تاج

۱۔ (ب) میں: ”جیسے دریا میں پرے پڑتے پڑتے ہیں چراغ“ ہے! نامزدوں ہے۔ قیاسی لکھ کر دی گئی ہے!

ابرو و زلفِ خطا کے تھے مبتلا کسی کے ہم بھی کسی زمانے تھے آشنا کسی کے
 ہر چند جان و دل سب دیکھے اُنہیں کو تو بھی ہوتے نہیں ہیں ہرگز یہ بے وفا کسی کے
 چاک بگر ہزاروں گل ہو گئے ہیں یک سوت کھلتے ہیں اس چمن میں بندہ قبا کسی کے
 جو درجہ اُٹھاویں کس واسطے بھلا کیوں پیارے مَہِلام ہیں ہم اے راہ کیا کسی کے
 زنجیر یہ دوانے آپ ہی سمجھ رہے گی پاؤں پرے ہے ناحق تیری بلا کسی کے

۱۔ تب سے فراقِ ہر دم روتا ہے ہاتھ مل مل
 دیکھی ہے جب سے رنگیں پائے خاکس کے

۱۔ (ب) میں: "جب" ہے! - یہ کتابت ہے - تباہی تو کدوی گئی ہے!

۲۔ (ب) میں: "تب" ہے! " " " "

تو جاوے اور تڑدل میں پیار رہ جاوے ہزار جیف کو محل جاوے خار رہ جاوے
 مجھے ہے رشک کو پیچے سر رشک کو چے تک بغل میں جیف دل بے قرار رہ جاوے
 یہ کیا ستم ہے کہ مجھ سے غریب عاشق پر تو کھینچ کر دیوہی ظالم کٹار رہ جاوے

فراق شعر سخن سے یہ مدعا ہے ہمیں
 کہ اپنے بعد کچھ اک یادگار رہ جاوے

۱۔ (ب) میں؟ تجھ سے ہے! بہو کتابت ہے۔ تیا سی تو گر دی گئی ہے!

(۲۵۷)

جو کہ بھونہ ہم کو عنایات کیجئے نغروں کو سو کی طرح مدارات کیجئے
 ابر شہ دکھاوے ہے کیا کیا ہیں ہمارے اب کے تو جی میں ہے ہیں برسات کیجئے
 اوروں کے ہاں تو پھرتے ہی رہتے ہر رات دن ہر ہم سے بھی کہو ملاقات کیجئے
 ظالم یہ کیا ستم ہے کہ ہر وقت بھلو دیکھ نغروں سے چھیر چار اشارات کیجئے
 ہودے تلم قفسہ عالم دلوں سے بھو اپنی اگر بیان حکایات کیجئے

دن تو میں اس عذاب سے کاٹا ہے اے فراق
 تو جی بتا یہ کیونکہ ہر رات کیجئے

۱۔ (ب) میں: ”تو جی بتا یہ کہ کیوں کی برسات کیجئے“ ہے! ناخودوں ہے۔ تیا سی تھی کر دی گئی ہے!

(۲۵۸)

ابھی لڑکا ہے وہ آئین دل داری کو کیا جانے ^۱ رومز عشق کیا سچے وفا داری کو کیا جانے
 فقدا فرہاد کو سر چیرنا اور تیشہ رانی ہے یہ دل ریشی سے کیا واقف ^۲ جگر خوی کو کیا جانے
 رے رونے سے نسبت ابر تر کو بیتاں مت دو کر یہ تر دامنوں کی گرید و زاری کو کیا جانے
 مجھے اُس کے لب بشیرین کی گالی قند و بھر ہے تو ناخ ^۳ یہ طرأت اور نرے داری کو کیا جانے

خدا ہی جانتا ہے روتے دھوتے دن گزرتا ہے
 یہ وہ بے درد کافر نالہ و زاری کو کیا جانے

۱۔ (ب) میں: ”ابھی لڑکا وہ آئین داری کو کیا جانے“ ہے! سہو کتابت ہے۔ معر ناموزوں ہے۔ قیاسی تلمیح کردی گئی ہے

۲۔ (پ) میں: ”یہ دارنہ ہے کیا واقف جگر خوی کو کیا جانے“ ہے! ” ” ”

۳۔ طرأت = نکاح

(۲۵۹)

کیا روزِ بد دکھا دیں گے یہ چشمِ تر بجے آتے ہیں ان کے ڈھنگ بُرے کچھ نظر بجے
 کیونکر نہ روزِ گار کا عرصہ ہو مجھ پہ تنگ رہتا ہے بت خیالِ دہان و قمر بجے
 اتنا ہی بس سنا تھا کہ ہے کوئے یار میں اپنی ہی ان دونوں میں ہیں کچھ خبر بجے
 کیا مجھ سے پوچھتے ہو تم احوالِ چشمِ یار آں نہ دل کی بارِ دگر کچھ خبر بجے
 جانا قفس سے میں سرِ دیوارِ باغ تک اتنے ہی چرخے نہ دے بال و پر بجے

تجھ سے جفا شعار سے کیونکر بنے گی آہ
 کرنی پڑی ہے عمر ابی تو بسر بجے

۱۔ (ب) میں: "آں نہ دل کی بارِ دگر خبر بجے" ہے! ناخیزوں ہے۔ بہو کتابت ہے۔ قیاسی قہر کر دی گئی ہے!

(540)

۱
ہر لحظہ دے ہے ایذا دل کا رشب الم سے
داغ جگر نے رونق پائی ہے چشمِ نر سے
خوج سرِ کدِ لاکھ اپنی ہی شکوہ دیکھو
جتی یہ صورتیں ہیں تبتی کی صورتیں ہیں
ہر آن بد داغی ہر لحظہ کچھ ادائی
کس کس خرابیوں سے بچتی ہے وہ لب تک
موتے بھی ہے زیادہ باریک تر کمر وہ
ہر بات پر رکھاوٹ طرزِ ادا تو دیکھو
کہنا اگر ہمارا ایسا بُرا لگے ہے

(۱۰)

لایا ہوں زورِ تحفہ یا رب میں یہ عدم سے
آبادی چنی ہے اپنے ہی دم قدم سے
جلا ہے قافلہ یہ کس چاہ اور حشم سے
ہے بول چال ان کی سب تیرے دم قدم سے
دل کو لیا تقابم سے اس قول سے قسم سے
بچا ہے حال میرا یاں تک تمہارے غم سے
کھینچے ہے کیا منظور تصویرِ موہم سے
سیکھا ہے کھو یہ کس تو ادارہ مہم سے
کھلے کو کوئی چھپیرے کیوں بولے کوئی ہم سے

کہ مہا گُل کو تو صورت نہ بنا ہنسنے کی مٹی بنیاد خراب ہے بنا ہنسنے کی
 یار کی گُل نے اڑائی ہے ادا ہنسنے کی یہ روش ورنہ نہ تھی آگے مہا ہنسنے کی
 جب تو نہتا ہے پرے چھڑاتے ہیں محل ویا قوت ہے زباں لال کروں کیا میں ثنا ہنسنے کی
 برق رہتی ہے سدا خندہ زباں باران میں میرے گرم پہ تو سو گندہ دکھا ہنسنے کی
 دم بہ دم حالِ گہنگار پہ اے شیخ و ہنس اس طرف دیکھ یہ ہے کون ادا ہنسنے کی
 زعفران کا تجھے آیا ہے کہیں کھیت نظر یا کہیں آج چلی ہے یہ ہوا ہنسنے کی
 درپے خندہ بیوردہ نہ ہو مان کہا ہنم عشاق کچھ تھے ثابت ہے خطا ہنسنے کی
 دیکھ ظاہر ہے لب خندہ سو فارے اب ہر گھڑی کھینچے ہے اس سے یہ مفاہنسنے کی
 تودہ خاک میں بھی خاک ہیں تیرا نش کھینچی زنجیر سے میں نے یہ سزا ہنسنے کی
 گُل کو نہتے ہی دیا باد مہا نے اچھا قطع جس پر ہوئی تھی آج قبا ہنسنے کی
 جوں شورِ جہنم نہ ہی میں ہیں یہ عرصہ تمام برق آسا میں فرصت تو ذرا ہنسنے کی
 شمع ماں کوئی ہنسنے ہے تو کٹے ہے یاں سر سر پہ موجود ہے چہرہ میں بلا ہنسنے کی
 شبنم گل نما احوال پہ اپنے بنت رو کون سی بات ہے یاں دیکھ بھلا ہنسنے کی
 گلشنِ دہر سراپا ہے مقامِ عبرت جائے گرم یہ ہے اپس یار یہ جا ہنسنے کی

مٹی و پانی نے عالم کو کیا تیلِ فراق
 آکر ہے خورشید کی جس پر یہ ادا ہنسنے کی

$$\left(\frac{241}{2} \right)$$

۱۔ (ب) ہیں؛ ”بزمِ عشاق میں ثابت خطا نہیں کی“ ہے! یہ تو ثابت ہے۔ نامزد ہے۔ قیامی پہنچ کر دی گئی ہے

۲۔ زینہور = سنی

۳۔ (ب) ہیں؛ ”تودہ خاک میں خاک ہیں آسائش“ ہے! ”

۴۔ لبِ سونہر = تیر کا پھل

مان گئے کو سیرے رات چلی جاتی ہے اب تلمک وہ ہی تری بات چلی جاتی ہے ^۱
 موج دریا کہوں اس کو کہوں اٹک رراں بحر اپنی ہے کہ دن رات چلی جاتی ہے
 اب نہ وہ رہا نہ وہ پیارا نہ وہ ہے اخلاص ^۲ راہ پیٹھے کی ملاقات چلی جاتی ہے ^۳
 ہم سے تو سیدھی ہی نظریں نہ ملانا ظالم اوروں سے راز و اشارات چلی جاتی ہے
 ہم نے انگٹا نہ دیا ہم کو ٹوکا بھو بحر کی روز مدارات چلی جاتی ہے

شیشہ ٹٹے ہے نہ ساقی ہے بغل پیچ فراق
 جیت اب کی یوں ہی برات چلی جاتی ہے

۱۔ (ب) میں: ”اب تلمک وہ ہی بات چلی جاتی ہے“ ہے! سہو کہتے ہیں۔ قیاسی تلمیح کر دی گئی ہے!

۲۔ (ب) میں: ”اب وہ رہا نہ وہ پیارا نہ وہ ہے اخلاص“ ہے! ”

۳۔ راہ پیٹھے = (پہچانی لفظ) کسی

(۲۶۳)

کیونکر ہوتیرے ساتھ اب اوقات کاٹنی ہر بات میں تجھے تو پہری بات کاٹنی^۱

بجھ کو دھال یار سیتہ نہ ہو ذرا تیرے تیشیں ہو عمر بہ طاعات کاٹنی^۲

خواہ گالیاں دے خواہ ٹوکر رکھو میاں بجھ کو قہجان عمر ترے سات کاٹنی

گلشن ہے ابر جو ہے تیرے بنیر پر^۳ شکل ہوئی ہے بجھ کو یہ ہر بات کاٹنی

شب بھر کے فراق شبِ برگ سے ہے زیاد
دوہر ہوئی ہے بجھ کو تو یہ رات کاٹنی

۱۔ (ب) میں: "ہر بات میں تو تجھے تو پہری بات کاٹنی" ہے! سہو کہتے ہیں۔ قیاسی تیج کر دی گئی ہے!

۲۔ بہ طاعات = بندگی

۳۔ (ب) میں: "گلشن میں ابر جو ہے تیرے بنیر" ہے! "

(۲۶۴)

زکس کو کیا چن میں مئے نوش کر دیا ہے ان انکڑیوں سئے عالم بے ہوش کر دیا ہے
 غرشید رُچن میں جن دم گیا مہا نے لے کر چراغ گل کو خاموش کر دیا ہے
 اپنی ہی تو کہے ہے سُننا نہیں کسی کی نامہ خُدا نے تجھ کو کر گوش کر دیا ہے
 جانا ہے سیکڑے سے کیا شیخ کان والے سچ یوں ہے بات اپنی خر گوش کر دیا ہے

دے چشم خوں فشاں کی دولت فراق ہم نے
 صحر ا تار لے کر گل پوش کر دیا ہے

۱۔ (ب) میں: ”کیا گوش“۔ ہے! ہو کتابت ہے۔ قیاسی تلخ کر دی گئی ہے!

والبتہ زندگی ہے دری تیری ذات^۱ سے
 رکھتے ہیں وقت بوسہ یہ قدم و نہات سے
 کس کس طرح سے دل کو مرے لئے گیا وہ رخ
 اشک جنائ چشم سے آتے ہیں اب تلک
 افسوں ہم بھی آبلہ پائی سے رہ گئے
 گروا^۲ سا قد کہاں یہ پھین یہ ادا کہاں
 گلہیز اشک داغ جگر مانتا ہے
 والبتہ ہم سے گرئی بازار ہے تری
 ہفت آسمان کے پردے ہیں دل پہ کھل گئے
 حضرت فراق تم سے کہوں کیا میں ماجرا (ق) جانا رہا ہے صبر بھی یک دست ہات سے
 تجھ بن نہیں ہے کام مجھے کائنات سے
 کچھ لب ترے ہی کم نہیں آب حیات سے
 انداز سے ادا سے اشارت سے بات سے
 ہندی بھرے وہ دیکھتے تھے کل کس کے ہات سے
 اک قافلہ نکل ہی گیا ورد سات سے
 نسبت نہیں کسی کو تری دھج سے گات سے
 عاشق کی رات کم نہیں کچھ شب ہرات سے
 واجب کی بھی نمود ہے یاں ممکنات سے
 ہوش کی جوں جھلک نظر آئی قنات سے
 جانا رہا ہے صبر بھی یک دست ہات سے

رونا چلا ہی آوے ہے ہر بات بات پر
 حالت عجب ہے قبلہ حاجات رات سے

۱۔ (پ) میں: ”والبتہ زندگی ہے دری تیری ذات سے“ ہے! سہو کتابت ہے۔ قیاسی تیج کردی گئی ہے!

۲۔ گروا قد = (ہندی لفظ) موزوں قد

۳۔ (ب) میں: ”عاشق کی رات کم نہیں رات ہے شب ہرات سے“ ہے! ”

کہو کہو تو ادھر بھی نگاہ ہو جاوے میاں ہمیشہ نہیں گاہ گاہ ہو جاوے
 ہمارے کلبہٴ احزاں میں آن کر تو رہے کوئی تو ایسی ہی شبِ رشکِ ماہ ہو جاوے
 بلے ہے یار نہ دل کو قرار آتا ہے ڈروں ہوں میں کہ نہ حالتِ تباہ ہو جاوے
 تمہارے آنے سے ہوتی ہے کچھ خوشی وقتی کہ جوں فقیر کے گھر بادشاہ ہو جاوے
 ہمارے دل کی تو حالت کو یار تب جانے کہیں کسی سے تجھے بھی جو چاہ ہو جاوے
 ہزار رشتہٴ قبیح سے یہ بہتر ہے کسی کے دل کو کسی سے جو راہ ہو جاوے
 بتاں تو ہوتے ہیں سنگِ دل پر انکے ساتھ خدا کرے کہ ہمارا نباہ ہو جاوے
 پھرے ہیں نہت جگر یوں رشک میں تیرے کہ جیسے بحر میں کشتی تباہ ہو جاوے
 کہا کسی نے جو پردا لگی ہو مجھے کو (ق) یہاں فراق ہی اے رشکِ ماہ ہو جاوے

کہا یمن کے رہاں خیر کیا مُضائق ہے
 کہو اُسے بھی کہ وہ گاہ گاہ ہو جاوے

۱۔ (ب) میں: ”نہت“ ہے! سہو کہتا ہے۔ قیاسی اصلاح کر دی گئی ہے

۲۔ (ب) میں: ”بتاں تو ہوتے ہیں سنگِ دل پر ان کے ساتھ“ ہے! سہو کہتا ہے۔ قیاسی تلخ کر دی گئی ہے

۳۔ (ب) میں: ”طرے“ ہے! ”

۴۔ پردا لگی = اجازت

۵۔ مجرا = سلام۔ باریابی

مرے دل کی تو حالت کیا بُت گمراہ جانے ہے
 درازی شبِ پیراں دلِ عاشق سے مت پوچھو
 نہ چھوڑا میرا دل لٹپا لیا ہے لے کے بالوں میں^۲
 ہمارے دردِ دل کو سمجھ کیا جو بے وفا ہر گز
 عجب ہم بے خودی کے قافلے کے ساتھ جاتے ہیں
 تیرے عاشق کو دیر و کعبہ سے کیا کام ہے پیارے
 مجھے اُس بُت سے سیدھی مان اک طرزِ محبت ہے
 دل اُس کی زلف کو یہ سورۃ واللیل^۳ سمجھ ہے
 تجھے کچھ قدر ہو میری تو تجھ سے دردِ دل کہے
 شبِ پیراں کی راتیں جس طرح ہم نے کاٹی ہیں

جو کچھ مجھ پر گزرتی ہے سیرا اللہ جانے ہے
 کہ روزِ حشر کو بھی اس سے یہ کوتاہ جانے ہے
 تمہاری چوریاں سب بندہ درگاہ جانے ہے
 روزِ عشق سے واقف نہ طرزِ چاہ جانے ہے
 کہ نے ہم راہ جانیں نے کوئی ہمراہ جانے ہے
 کہ سنگِ آستان تیرا زیارت گاہ جانے ہے
 یہ خلق اپنی طرح اُٹی یہ میری چاہ جانے ہے
 وہ بیتِ مصرۃ ابرو کو بیتِ اللہ^۴ جانے ہے
 ری حالت کو تو کیا اے بُتِ گمراہ جانے ہے
 انیس آہ یا یہ نالہ جانکاہ جانے ہے

فراقِ ہمراہ تو جو لے چلا ہے مجھ دو آنے کو
 میاں تو وادیِ اُلفت کی شاید راہ جانے ہے

۱۔ (ب) میں: "تپ" ہے۔ سہو کتابت ہے۔ قیاسی تلمیح کر دی گئی ہے!

۲۔ (ب) میں: "نہیں چھوڑا" راہِ دل لے کے بالوں۔

۳۔ کلامِ پاک کی ۹۳ سورتیں

۴۔ بیتِ اللہ: خانہ کعبہ

نامت ہے وہی جس میں چھب اور پھین نکلے
 سچ دھج سے وہ گلشن میں جب سرور چن نکلے
 گھر بیٹھے ہوا ہم کو اک تازہ جنوں پیدا
 پیرا بنی تن پر ہے داغوں سے یہ محل بڑا
 زلفوں سے تری پچھیں خوشبو کی اگر لپٹیں
 ہر شام کو شرکال سے یوں انگ نکلتے ہیں
 گلن ہے ترے آگے گلشن میں کوئی بوئے
 زلفوں کی تئیں چوڑے آس دھج سے وہ نکلتے ہے
 چہرہ جو سرا دیکھا تصویر کا عالم ہے
 یا قوت کدھر غنچہ عالم میں اگر ڈھونڈو
 ٹھوکر کی روشنی اور ہی اے رشک چن نکلے
 محل بھالو ہیں اپنا پیرا بن تن نکلے
 گلنار سے بہتر ہی یاں داغ کہاں نکلے
 ہمو دے گے جاہ پر جیسے کر چکن نکلے
 گلن ہے کر نافر سے ہر مشک ختن نکلے
 ہر صبح کو جیسے کر سوہج کی کرن نکلے
 غنچے کی زباں نکلتے منہ سے جو سخن نکلے
 بدل میں کوئی جیسے طاؤس چن نکلے
 گلن ہے کوئی تجھ سا اے سرور چن نکلے
 نے ہونٹ کہیں لکھیں ایسے زندہ بن نکلے

نزدیک نراق اپنے سب خوب ہی کہتے ہیں
 پر شعر وہی جس میں انداز سخن نکلے

ہیں غیجی رنگ عشق سے تعمیر آتش کی
 لکھوں ہوں سوز سبز کو میں اپنے دل کے پرے پر
 ہر گب ولف اس کلمے کے دل مت گرد ہو باز آ
 کرے ہے شمع محفل سے یہ ہر دم دیکھ سوسو گشتی
 ہیں سنجاب سونخ اویر جھاک ظالم کناری کی
 ترے سوز در پردہ رکھے ہیں قید پابندی
 سمجھنا مت اسے تحریر سونے کی تو اے ناداں
 ہماری آہ سے پتھر بھی آگے موم ہوتا تھا
 ہمارے آنے سے یہ حامل ہوا تیرے دوانے کو
 لب اس کے دیکھ خط سبز میں بول لوگ کہتے ہیں
 ہمارے اٹک سے گرمی فرد کیونکر ہو دل کی
 نہیں یہ شمع کا شکل دیکھو ملک چشم ہمت سے
 بھبھو کاہن رہا ہے دل بھی ہے تصویر آتش کی
 ہی کاغذ ہے جن پر ہووے ہے تحریر آتش کی
 پرستش تاٹھا ہے کافر بے پیر آتش کی
 زبان شعلہ سے روشن ہے یہ تقریر آتش کی
 ہوئی ہے برقی حسرت آگے دامن گیر آتش کی
 مسئل شدہ نادان ہے زنجیر آتش کی
 ہمارے نسخے دل پر ہے یہ تحریر آتش کی
 خط جانے ہوئی کیا ان دھول تاشیر آتش کی
 گلے میں ہار بھولوں کے ہوئی زنجیر آتش کی
 عجب ہی حاشیہ ہے سبز اور تحریر آتش کی
 کہ پانی سے ہی ہوتے دیکھی ہے تدبیر آتش کی
 ہوئی ہے خاک پر دان گریباں گیر آتش کی

فراق اپنی لگن میں آپ پر پروانہ چلتا ہے
 گناہ شمع ثابت ہے نہ کچھ تصویر آتش کی

عاشق زار گنگار ہیں کن کے اُن کے
ہم نشیں پوچھ نہ کیفیت چشمِ خوباں
زلفیں وہ مارسیہ جن کا نہ کاٹا جیوے
نخزہ و ناز و ادا 'آن' بتسمِ شخی
زعفرانِ نرگس و صد برگ یہ چشمِ ہر دور
کام کیا گرمی بازار سے یوسف کی ہمیں
گل سے تشبہ نہ کچھ شمع سے لبث اُن کو
دل و دین صبر و خرد قلب و تواناں و ہوش
آہ و فریاد و نغان ناز و شیون زاری
شب تھلے ہیں نہ سویا کوئی اُن کی دولت^۲

ہم دل و جاں سے خریدار ہیں کن کے اُن کے
ہم بھی اب بے خود و سرشار ہیں کن کے اُن کے
ہم بھی صد حیف گرفتار ہیں کن کے اُن کے
یار دو چار طر حصار ہیں کن کے اُن کے
چشمِ بیار کے بیار ہیں کن کے اُن کے
ہم دل و جاں سے طلبگار ہیں کن کے اُن کے
رشابِ خورشید یہ رخسار ہیں کن کے اُن کے
پائمالِ سرِ رنثار ہیں کن کے اُن کے
مجھ سے کہنا ہے وہ یہ یار ہیں کن کے اُن کے
یعنی ہم بھی لیں دیوار ہیں کن کے اُن کے

یوسف و لیلی و شیریں سے ہیں کامِ فراق
ہم تو اب طالبِ دیدار ہیں کن کے اُن کے

۱۔ مارسیہ = کالا سانپ

۲۔ دولت = غارتِ شہری کے تحت "ہر دولت" کی جگہ دولت استعمال ہے۔

مہ رو بنیر کس کو خوش آتی ہے چاندنی ہم دل جلوں کو اور جلاتی ہے چاندنی
 مکھڑے پہ اُس کے شب کو جو آتی ہے چاندنی کس بس طرح کے روپ دکھاتی ہے چاندنی
 اب ان دنوں میں آئے پیارے تو دُلف ہے دو چار دن میں ورنہ یہ جاتی ہے چاندنی
 ہوش کہیں شباب سرِ بام ہو غمزد تجھ بن تو خاک میں ملی جاتی ہے چاندنی
 مہ شراب ناز ترے حُسن کی ہیں کیفیتیں دو چند دکھاتی ہے چاندنی
 چوہوں کی سیج یہ ہیں ہے مہ جیسے بنیر انگاروں پر ہمیں تو لٹاتی ہے چاندنی
 جہنم سفید ہوئی ہیں فرشِ رہ تری لکڑی کو یہ غلا نظر آتی ہے چاندنی
 اُس مہ جیسے رات کہا میں نے اے فراق (ق) پیارے شباب آ تو کر جاتی ہے چاندنی

زلفیں اٹھا کے منجھ سے یہ بدلا کر واہ واہ
 کچھ آپ کو تو بہت خوش آتی ہے چاندنی

گردابِ خاک کا اک بادِ مہا رہا ہے چل دور ہو پرے ہرمت چھوڑ اس میں کیا ہے
 ہر گام پر ہے ٹھوکر ہر بات میں ادا ہے قامتِ سویہ قیامت مکھڑا ہے کہ بلا ہے
 ہر بات میں ہے چٹک ہر نماز میں ادا ہے دل لینے کے یہ حق میں کافر بُری بلا ہے
 کوچے کی خاک تیری ہے فرشِ استراحت جو نقشِ پا ہے تیرا سو نقشِ پوریا ہے
 بوسہ لیا ہے کین نے جھوٹی قسم نہ کھاد بہتان ہے غلا ہے ہمت ہے افترا ہے
 خواب کے رو بہ رو ہو کیونکر نہ قدر اس کی سودِ گداز ہو کر ایک آئینہ بنا ہے
 میں اس کے منہ کا ماٹل وہ اپنے کا ماٹل روداد کیا لکھوں میں اک طرف ماجرا ہے
 گلزارِ دیکھ ہم کو اک آگ سی لگے ہے گو ابر ہے ہوا ہے سبزہ ہے اور فضا ہے
 حرا میں اور دُونی ہوتی ہے ہم کو وحشت بے طاقتی دل نے یاں تک خفا کیا ہے
 وُشدِ بزرگِ غنی ہوتی ہیں بے دلی کو کیا جانے ہمارے اس دل کو کیا ہوا ہے
 شوخی ادا و غمرہ جلتے رکاب میں ہیں وہ بھی کوئی قیامت آمادہ جفا ہے
 تیغِ نگہ نے تیری لشکر کئے ہیں غارت مرزا گاہ نے صفت کی صفت کو باہم الٹ دیا ہے

تُو نے فراق کیا ہی اچھی غزل کہی ہے
 رخت ہے آفریں ہے شاباش مرزا ہے

(۴۷۴)

مجھے ہنسنا بھی جاتا نہیں ہے بغیر ازگر یہ کچھ آتا نہیں ہے
 ترے وقت میں جو گزری ہے دل پر کہوں میں کیا کیا جاتا نہیں ہے
 ملو غروں سے اور ترسا کریں ہم یہ دُکھ ہم سے سہا جاتا نہیں ہے
 بہارِ فصلِ گل آوے تو آوے چن تک یاں اُڑا جاتا نہیں ہے
 یہاں تک اُس نے ٹھکرایا ہے سر کو کر بالٹ بھر دھرا جاتا نہیں ہے
 عدم کے جانے والو جاؤ ہم سے نفاہت سے جلا جاتا نہیں ہے
 یہ ٹھہری تھی نہ ملے اُس سے لیکن بغیر اس کے رہا جاتا نہیں ہے
 خدا جانے کدھر یہ کلمہ رہا ہے جردل کی کوئی آتا نہیں ہے
 یہ نقد جان دوں ہوں کیا بڑا ہے تو قاصد کیوں بھلا جاتا نہیں ہے
 تو پوشیدہ کیسے پھرتا ہے شب کو ادھر سُخڑ کر بھلا جاتا نہیں ہے
 میں اُڑتا جاؤں پہچانتا ہوں مرے آگے اُڑا جاتا نہیں ہے
 مرض کی کس طرح اس کے دوا ہو یہ دُکھ مجھ سے کہا جاتا نہیں ہے

فراقِ خستہ جان کی میں حقیقت

جو پوچھوں ہوں وہ بتلاتا نہیں ہے

(۴۷۵)

یہ پھوٹ پھوٹ رونا چشم پر آب کیا ہے ڈوبیں گے شہر سارے خانہ خواب کیا ہے
ابرِ رزہ کے آگے جوشِ سحاب کیا ہے یہ اشکِ تر جہاں ہو در جوشِ آب کیا ہے
بھڑکے گاہ گاہ شوقی ہے گاہ بخش مجھ بے گند یہ ہر دم ظالم عتاب کیا ہے
آتا ہے صبرِ دل کو نے وہ بے گلرود میں کیا کہوں کہ مجھ پر بارِ غلاب کیا ہے
ہر بات میں ادا ہے شوقی ہے ادِ لطیف میں کیا کہوں وہ کانرِ حاضر جواب کیا ہے
دنیا ظلمِ جہتی وہ ہے کہ جس کے آگے نقشِ جاب کیا ہے موجِ سُر آب کیا ہے

غفلتِ فراق اتنی ہمارا دور نیلے
بیدار ہو جی شوقِ یہ وقتِ خواب کیا ہے

۱۔ (ب) میں: "نقشِ جاب کیا ہے موجِ سُر آب کیا ہے" یہ کتابت ہے۔ قیاسی نسخہ کردی گئی ہے

دیکھا ہے میں وہ آج طرحدار بستی ہو عکس سے جس کے وہ دیوار بستی
 خوشید نے گہری کے تیش لے میں پڑکا دیکھی ترے سر پر جو یہ دستار بستی
 گیندے نے تھا کے تیش یک دست کیا چاک دیکھا ترا جاہ جو رے یار بستی
 اس زرد دوشالے نے ترے قبر کیا تھا ہو جس پہ ستم ^۱ پھینڈا بل دار بستی
 اس شوخ کی مجلس میں مرقعے کا ہے عالم ہے سونے کوئی تو کوئی یار بستی
 پگڑی کسی کی سبز ہے جاہ کسی کا سدرخ ہیں چھٹی دس بیس تو وہ چار بستی
 گلہ و مزاج سے کہ بستی یہ ہوا ہے تب سے ہوئے ہیں ہر گل و گلزار بستی
 سرسوں ہی نے جوڑا یہ بستی نہیں رنگا دیکھو ہوئی ہے زگیں بیمار بستی
 عالم نے فراق اس پہ ^۲ پڑ گئیں ہیں پرے دیکھوں ہوں میں ہر غافل و شہیا بستی

شیشے میں ہے دیکھا تو میں زرد بھری ہے
 ساقی ہے بستی را سے خوار بستی

(۲۷۷)

جائے تحسین اُس کی گالی ہے چاہ کی بات ہی زالی ہے
 دیکھیں کس بس کو اب وہ قتل کرے آج تلوار پھر سنبھالی ہے
 محل نے رنک یہ کہاں پایا اُس کے ہنٹوں یہ قبر لالی ہے
 گھر خاں میں کہاں یہ شوخی و ناز بات ہی اُس میں کچھ زالی ہے
 دیکھیں بازارِ حشر میں کیا ہو (ق) کیسہ فقرِ محل سے خالی ہے
 ہر کمر پر ترے جھوسے ہے تُو ہی نام ہے تُو ہی والی ہے

کلی تُو کیا دردِ دل فراق کہو
 آج کیسا مزاج عالی ہے

اشکِ شبنم اور ہے اور دیدہٴ پُر خم اور ہے بے قراری کا خارے یعنی عالم اور ہے
 دل کے جانے کا تو کچھ اتنا نہیں ہے مجھ کو درد جان بے تابی سے جاتی ہے مجھے غم اور ہے
 زخمِ دل کا اُس مالکِ جراح اب ہو گا علاج اس کا ٹانگا اور پھایا اور مرہم اور ہے
 زلف سے اُس کی سرِ مو اس کو نسبت ہی نہیں شاخِ سنبل اور ہے یہ زلفِ برہم اور ہے
 تیغ کو تشبیہ کیا ہے ابروئے دل دار سے کاٹ اس میں اور ہے دم اور ہے غم اور ہے
 تم پیارے دردِ دل کو ہے ؟ حال ہے نا حیران اپنے محرم اور ہے !

۱۔ ہے چراغِ صُبحِ گامی یہ فراقِ خستِ جان
 جلد آ جاؤ کہ یہ یہاں کوئی دم اور ہے

۱۔ اب میں: "دل کے جانے کا کچھ اتنا نہیں مجھ کو درد" ہے! سہو کتابت ہے۔ قیاسی تفسیر کر دی گئی ہے!

۲۔ اب میں: یہ صوفی ادھورا دہر ہے۔ کسی اور جگہ بھی یہ شعر نہیں ملا۔

۳۔ اب میں: "جلد آ جا" یہاں کوئی دم اور ہے۔ ہے!

دُکھ ہی مرے ہنسنے پر فقط ہر بار ہنستا ہے خرابی پر مرے ہر رخصت دیوار ہنستا ہے
 ہر گنگ شبنم دُکھ میری اُس کی زورِ صحبت ہے ادھر بیٹھا میں روتا ہوں اُدھر وہ یار ہنستا ہے
 گلی زلزل تری آنکھوں تئیں یوں دیکھ کھلتا ہے کہ جیسے دیکھ کر بیمار کو بیمار ہنستا ہے
 ہوا ہوں عشق کی دولت سے کشتِ زعفران میں بھی کہ مجھ کو دیکھ کر ہر عاقل و شہسوار ہنستا ہے
 شریک شادی و غم کوئی دنیا میں نہیں یار ب کہ ہے زخمِ جگر گریاں لبِ سوار ہنستا ہے
 ہی ہر دے کا پالِ حادث ایک دن منعم ذکر تو سرکشی اتنی کُل دستار ہنستا ہے

فراقِ خست جان کو گالیاں ملو وہ دیتا ہے
 یہ جن پر بھی دروازہ اور خزانِ خوار ہنستا ہے

۱۔ کشتِ زعفران = زعفران کا کھیت : جن کو دیکھنے پر لوگ ہستے ہیں

۲۔ سوار = تیر کا پھل

۳۔ خزانِ خوار = ذلیل رُسوا

(۲۸۵)

آپ کی جانے بلا دل کو اڑایا کس نے مٹے کے جوڑے ہیں بھلا جان چھپایا کس نے
 خود ٹال تری وہ چند ہوئی آئینہ رو خال بینی پہ تری آہ بنایا کس نے
 میر ہے جان خوری اور خداں کے بیچ جب تملک خود کو دکھو یا تجھے پایا کس نے
 داغ سینے کے رے دیکھ کہے ہے گلرو نہیں معلوم کر یہ باغ لگایا کس نے
 جی دھڑکتا ہے پُر برق بلاگر وں ہے آتش کا تم کو دوپٹہ یہ اڑھایا کس نے
 آئینہ عکس سے صد رنگ جن زار ہوا مجھ کو جرت ہے کہ کھڑا یہ دکھایا کس نے
 خاندل ہی جو دیکھا تو کوئی نادر ہے اس جواہر کے صند قچے کو بنایا کس نے
 بید مجنوں رہے سوسیز کو اب اس کے ہوا ہم دو انوں کے کیا سہ یہ یسایا کس نے
 کون اس نشت خوابیدہ کو لایا ایدھر خواب راحت سے بچے ہائے جگایا کس نے

یار کے گھر میں جو بن پوچھے چلے آئے فراق
 آپ روتے تھے بھلا تم کو سنایا کس نے

۱۔ وہ چند : دس گنا

۲۔ (ب) میں : جب تملک خود کو دکھو یا تجھے پایا کس نے ہے ! یہو کتابت ہے !

۳۔ آتش : (زربفت) ایک قسم کا ریشی کپڑا

۴۔ بید مجنوں : ایک قسم ادرخت جن کی شاخیں جھکی ہوتی ہیں !

اس دل میں کر گزرو جو یہ تیسرا آہ اُٹے
 دل لے کے سیدھی نظر میں ہم سے نہیں بلاتے
 منفی و مثبت کافی ہیں کشتہ اس نگہ کے
 جاوے ہے جی ہی اُٹا غیروں کی بزم میں تو
 تم نکھر بیوں کو ہر دم آئیے میں نہ دیکھو
 وہ شوخ دل کو لے کر کرتا ہے کچھ ادائی
 عشاق کی صفوں پہل میں اُٹ پٹ دے
 بھرتی ہیں یوں نگاہیں اس شوخ بے وفا کی
 اک پل میں رب ملک کی یہ بارگاہ اُٹے
 دشمن ہوئے ہو پیار سے تم واہ واہ اُٹے
 پھرتے ہیں اس کے ہاتھوں یہ داد خواہ اُٹے
 اور اقی گنجے کے ست رشک ماہ اُٹے
 دُرا ہے نصیب اعدا تیسرا نگاہ اُٹے
 ہوتے ہیں جس پہ ہم ہی بھر غور خواہ اُٹے
 مکھڑے سے گھر دوپٹہ وہ رشک ماہ اُٹے
 تاراج کر کے کوئی جیسے سپاہ اُٹے

دل کو خرق لے کر آزرہ وہ پیر ہے
 ثابت کرے ہے مجھ پر جرم و گناہ اُٹے

بات دل کی زبان پر آئی آتشِ خفتہ جان پر آئی
 آہِ غوجِ سرشت پر توڑے برقِ سی کاروان پر آئی
 دل کی بنیادِ اشک نے کھوئی سیلِ یہ کس مکان پر آئی
 اس کے لبِ آگے نعل پر تعارف بات کیا رنگِ پان پر آئی
 ساپ لوٹا کیا ہے چھائی پر شب جو زلفِ اس کی دھیان پر آئی
 آہرِ ہر کی ہو کیا اوقات جب کراکِ قرضِ نان پر آئی
 سر پہ اودے درپے کو دیکھو کیا گھٹا آستان پر آئی
 بے قراری و رنج و بے تابی کچھ نہ سارے چہان پر آئی
 جو محبت تھی عشق کی دولت اس دلِ ناقہان پر آئی

دل گیا تھا جہمِ اُدھر ہی فراق

آہِ سیری نشان پر آئی

کچھ ہم ہی نہیں کشتہ ابرو کے اشاروں کے
 پاؤں پہ رے ڈالا زنجیر کے حلقہ کو
 برداغ جگر اپنا صبر رنگ گلستاں ہے
 اس شوخ کی ٹھوکر ہی تصویر کا عالم ہے
 رنٹار کے گھائل ہیں گفتار کے قایل ہیں
 یوں اشک جگر کی ہے ترگاں پہ نموداری
 اک دھرم ہے چرچا ہے اک طرف تماث ہے
 براہ ہوئی ہے برداغ ہے مہتابی
 دیکھی ہے فراق اب جو تو جان خراب ہے
 گلو تری چٹنگ نے جی کھوئے ہزاروں کے
 موت ہے سرے سر پر احسان ہیں یاروں کے
 مشتاق ہیں ہم کچھ باغوں کے بہاروں کے
 ہیں نقش قدم گردے اس چال پہ یاروں کے
 صورت کے زماٹل ہیں نے نقش نگاروں کے
 پلٹن میں پرے ہو میں جوں ترک سواروں کے
 آد رات کو آدیکو تم گھر میں تو یاروں کے
 ہر اشک سے چھپتے ہیں سو گینے ستاروں کے
 جیتی تھی تھکے تھے یاں گھر تھے ہزاروں کے

برابر فلک نے سوایا ہے کیا اب کی
 دھوٹے نہیں پاتے ہیں ہم کبھی ہزاروں کے

دردِ دل ہوتا ہے پیہم دیکھئے کیسے ہے جی رہے یا جائے ہمدم دیکھئے کیسے ہے
 وہ سنگڑ بے وفا بے ہر میں نازک نراچ ڈور ہی رہتا ہے باہم دیکھئے کیسے ہے
 ایک پل کے رونے میں عالم کیا غرقاب خوں تجھ سے آگے دیدہ نم دیکھئے کیسے ہے
 گاہ فریاد و فغاں گاہ ہے پیچوم اشک و آہ ایک دل جس پرستم غم دیکھئے کیسے ہے
 مجلس رنگیں دلائی کیا دل محزون کی قدر صحبتِ گلِ تجھ سے شبنم دیکھئے کیسے ہے
 برہڑی اُس کے بگڑنے میں ہے اک طرف بناؤ اُس سے دل الجا ہے ہمدم دیکھئے کیسے ہے
 ایک دل جس پر پیچوم خیر و تیغ و نگاہ شبنم جاں ایک عالم دیکھئے کیسے ہے

ہاں کے کچھ بنے بگڑنے کا ہیں دھڑکا فراق
 بعد رنے کے ہے یہ غم دیکھئے کیسے بنے ؟

(۵۸۶)

دل درد سے خون ہو رہ گیا ہے شرکاء پہ اثر مار رہ گیا ہے
 دل دھو دے وہ فضاں ذرا تو تیرے ہی پاس کہہ گیا ہے
 ہرست بھی ہے چادر نور — ! اس طرف سے کیا وہ نہ گیا ہے
 دل پیادہ ذوق میں کیا ہے ڈوبا جوں چشمِ چشم ڈھ گیا ہے

اگے کھڑے جو دسترس
 بن گئے وہ زانیں پہلے
 اس کو کتاب ہے — مطلب واضح نہیں ہے —

(۲۸۷)

ایک بوتے کو نہ تر یاؤ خدا کے واسطے
 ایک آنکھوں میں نہ ہر لاؤ خدا کے واسطے
 دن کو تو ملنا تمہارے ساتھ ہے امرِ محال
 چشم تر دریا کرد رود نہ میرا ہے بہت
 چشم گرہیں اور سرے چاک گریباں کی قسم
 بر سخن میں آپ کے ہے جان من طرزِ فریب
 ہم بھی آتے ہیں چلے اے ہر باں تین گام
 گرتاں پس ہیں سفر سے نہ موڑے
 چار دن کا گلی رخان جو بن ہے جو فصلِ چین

چاند سے کھجورے کر دکھلاؤ خدا کے واسطے
 دن رہے تارے نہ دکھلاؤ خدا کے واسطے^۱
 خواب میں تو رات کو آؤ خدا کے واسطے
 خانہ مردم نہ دُپوار خدا کے واسطے
 آن کر سینہ سے لگ جاؤ خدا کے واسطے
 تم خدا کی مت قسم کھاؤ خدا کے واسطے
 اس قدر جلدی نہ فرماؤ خدا کے واسطے
 کافریوں ہی نہ تر یاؤ خدا کے واسطے
 حُسن پر اتنا نہ اترناؤ خدا کے واسطے^۳

”د نکلتے ہے تمہارے شعر میں جانِ فراق
 اک غزل تم اور فرماؤ خدا کے واسطے

۱۔ (ب) میں: ”خونِ دل تارے نہ دکھلاؤ خدا کے واسطے“ ہے! سہو کتابت ہے۔ قیاسی تیج کر دی گئی ہے!

۲۔ ابرا =

۳۔ (ب) میں: ”حُسن پر اپنے نہ اترناؤ خدا کے واسطے“ ہے! ”

نہ مکھڑا یار کا سا ہم نے نے ویسی جہیں دیکھی
 وہ آنکھیں اور وہ جادو بھری صورت تماث ہے
 نہ عجاہل میں کہیں دیکھی نہ ویسی حور عین دیکھی
 گلی دلی کی جو دیکھی سو فردوس بریں دیکھی
 نہ ایسی حور دیکھی نہیری نہ ناز نہیں دیکھی
 یہ تو نے ہم نشیں تاشیر آہ آتشیں دیکھی
 مگر اک شمع ہر یار ہم نے ہم نشیں دیکھی
 گہا میں جہول دامن کو جو اپنی آستیں دیکھی
 اُسخوں کی یہ روش یہ چال تو ہم نے نہیں دیکھی
 تری صحت گری ہم نے ہی اے نقاش جہیں دیکھی
 کھلے مکھڑے پہ تیرے گل جو زلف منبریں دیکھی
 ترے مکھڑے کو دیکھا جہں نے وہ ہر دم یہ کہتا ہے
 کیا ہے ہر کا فر شعلہ خو کو رام اک بل میں
 شریک ہرگز نہ دیکھا چشم طوفاں بار کا کوئی
 وغیرہ گریہ سے آئے نظر فردوس سے کو چے
 جو کشتہ ہوا کا اُس کو ٹھکراتے ہیں یہ ظالم
 تلم سے کھینچتے جہیں جہیں یار جہیں مانی
 سب بہتاب نظر دل سے ہمارے کر کے ظالم

فراق خستہ جاں ہم نے تو خون افشان تیرا سا
 نہ یہ دامن کہیں دیکھا نہ ایسی آستیں دیکھی

۱۔ (ب) میں یہ قول ۸۹ پر ہے۔ پیش نظر متن میں ردیف و قوافی کی ناسبت سے درج کردی گئی ہے

۲۔ جاں آباد = دلی

(۲۸۸)

باغ میں مجھ کو نہ لے جاؤ خدا کے واسطے
 آتشِ حُفّت نہ بھڑکاؤ خدا کے واسطے
 دوستانِ محبتِ تباں ہے یہ تو اپنے ہی کے ساتھ
 مجھ کو ناسمجھ نہ سمجھاؤ خدا کے واسطے
 آگے ہی کافروہ ضرور بہارِ حُسن ہے
 اُس کو آئینہ نہ دکھلاؤ خدا کے واسطے
 میرے رونے پر ہنسو ہو سنت تم ہے درد ہو
 پاس سے اٹھو چلو جاؤ خدا کے واسطے
 منہ بنائے کس لئے ہو جانِ چمک لگالیاں
 کچھ تو اپنے منہ سے خواہو خدا کے واسطے
 دور میں اپنے تباں اک ساغرِ شکرِ رنگ دو
 مجھ کو ناترسو نہ ترساؤ خدا کے واسطے
 گلتے ہو ریشِ مخضب سے تو تم گرگٹ کی شکل
 شیخِ جی دارِی نہ رنگوارِ خدا کے واسطے

شربتِ لعل لبِ شیریں کا تشنہ ہے فراق
 اس کو بوسے سے نہ دہکاؤ خدا کے واسطے

۱۔ میں مشبک تیر خراگاہ سے ترے سینے کی
 ۲۔ چور ہیں سبک حواش سے یہ آئینے کی
 ۳۔ اک گریباں کے شے چتا ہے کیا اے نا صبا
 ۴۔ کون سا بیٹھانے میں گزرا ہے اب خانہ خراب
 ۵۔ دل کی غارت میں پڑے پھرتے ہیں بنت درد نگہ
 ۶۔ اٹک اور لخت جگر کا نام آنکھوں میں ہیں
 ۷۔ عین گلشن میں صبا کے ہے مقدم کب خبر
 ۸۔ ہر غلجہ مرا شب جہاں دست ہے
 ۹۔ ایک شیشہ تاک میں ہے جن کے پاں سینے کی
 ۱۰۔ رادہ میں ہم نے لٹائے تیرے گنجینے کی
 ۱۱۔ تختہ گل میں بچائے ہیں مہ قالیقے کی
 ۱۲۔ ایک نامہ جس کی خط میں یہ آئینے کی

وہ فراق اب دل کے لینے میں ہر شاہین ہے
 چنگل خراگاہ سے جن نے مرغی دل چھینے کی

۱۔ مشبک = چھلنی

۲۔ اب میں :- حواش ہے - اٹک کی غلطی ہے !

۳۔ اب میں :- اے نا صبا ہے - سہو کتابت ہے !

۴۔ اب میں :- زخم دل جگر میں ابی سینے کی ہے - سہو کتابت ہے - قیاسی قیاس کر دی گئی ہے !

۵۔ مرا شب = آئینہ

کیوں بہا چشم غمخوار ہو یہ مراد دل پانی
چار یاروں میں سے بنیاد جاں ہے قائم
یار ہر رنگ میں ہے سائر و دائر لیکن
کشتہ اس زلف سید کا زتری ارے دم
قرب حق چاہے تو اے یار صفا پیدا کر
باغ کیوں جاوے ہے تو آپ ہے ٹک گلشن
سر کنایہ صفا کو ہیں آں ہرگز
آب شمشیر میں سے اس کی چھائے و پائیں
شط آہ سے ہوتا ہے دل خار ابھی ظم
دل پر داغ کوئیوں اشک را دھو دھو ہے
خال اپنا لب دریا پہ نہ تو بردم دیکھ
آب شبنم سے ہے گو ویدہ زکس میں نزل

بات اس شط آتش کی ہے شکل پانی
یعنی ہر جسم میں ہے آگ ہوا گلی پانی
اس کی شکل ہی ہے سب شکل و شکل پانی
تیغ ابرو کا ترے مانگے نہ گھائل پانی
یعنی ہر رنگ میں رہتا ہے یہ شامل پانی
رکھ تو دیکھ ذرا اپنے مقابل پانی
دیکھ لے جانب اسفل کے ہے مائل پانی
اپنے مجروح کو دیوے نہ وہ قاتل پانی
ناز گرم سے ہووے ہے سلاسل پانی
جیسے یک لخت کدورت کرے زائل پانی
صاف ہووے گا ترے نکتہ مقابل پانی
وہ نعل چھید کر ہے قدح کے قابل پانی

چشم پر آب فراق اپنی ہوئی مافی وصل
کس طرح پیچوں کہ ہے راہ میں حائل پانی

۱۔ غدا = طرح

۲۔ گلی = بٹی

۳۔ سائر و دائر = موجود ظاہر

۴۔ (ب) میں: "کشتہ زلف سید کا زتری ارے دم" ہے! دھرم ناموں میں ہے۔ قیاسی تیغ کر دی گئی ہے!

۵۔ اسفل = زلیل

۶۔ دل خار = سخت پتھر دل

آبلے دکھلائے جب اس دل رنجور نے دانت میں تنکا لیا خوش انگور نے
 داغِ جگر کا علاج وصل بغیر اب نہیں اور جلایا مجھے ریم کافور نے
 تیرنگہ سے تری دل میں جو مشکبک ہیں یہ خانے یہ پائے کہاں خانہ زنبور نے
 دستِ نگاہیں ترے عالم تصویر ہیں ہاتھ یہ پائے کہاں اور کسی حور نے
 بوسہ دیا تھا میں کب سے کیا تھا مطلب مجھ پہ محبت غرق ہو آپ لگے گھور نے
 ذکر ترا دیکھے مجھ کو اب کیا کرے مجھ کو رلایا بہت شب ترے مذکور نے
 شیخِ جی صاحب کی جو صورت منجوس ہے شکل یہ پاٹی کہاں ریچھ نے لنگور نے
 خن و ادا پر گھنٹہ اس کو ہوا جو زار اسٹینڈ دیکھا ہے کیا اس بُتِ مفرور نے

شکوہ آہِ جگر کیجئے کیا اے فراق
 حشر کو ہر پا کیا نالہ پُر شور نے

۱۔ (ب) میں: "داغِ جگر علاج دراصل بغیر از نہیں ہے! موعنا موزوں ہے۔ قیاسی تلمیح کو دی گئی ہے!

۲۔ خانہ زنبور = ہر کے چھتے کے خانے

چمن کچھ دیکھا نہ کچھ افلاک کے سائے تلے
تب دھن گداؤ زمین جا خاک کے سائے تلے
اُس کے ترک چشم آب زرگاں میں یوں ہیں جلوہ گر
ایںڈٹے ہوں مست جیسے ٹٹاک کے سائے تلے
اُس سمندر ناز کے قدموں پہ لوٹے ہے نسیم
لیٹی جاتی ہے مہیا فتنہ اک کے سائے تلے
یاں کوئی سرگستریگاں سے خاک پاوے انتفاع
بیٹھے دیکھا نہ کوئی چاک کے سائے تلے
خالی کیونکر ہو را درد اثر سے طفل اشک
بنت رہا ہے یہ دل غم ناک کے سائے تلے
ہم سے ہے برگ و ثلث کو کچھ نہیں خیمہ غرور
گر رہیں گے ہم کسی جا ڈھاک کے سائے تلے
شیخ خوں باری ہے دل میں حال سے بے حال ہے
آگیا ہے یہ کسی ناپاک کے سائے تلے
کیا بتائی ہے شبک جس میں یوں چھتی ہے دھوپ
سوئیں کیا ہم خیر افلاک کے سائے تلے
کیوں نہ ہو نکلر بلند اپنی کر اک موت تلک
ہم رہے ہیں طائر ادراک کے سائے تلے
ہم نے دیکھا جس کو یاں چکڑ ہیں ہے زیر تلک
کس طرح ٹھہرے کوئی جلاک کے سائے تلے
باغباں ہم کو چن سے نکالے ہے کیوں بھلا
ہم تو رہتے ہیں خس و خاشاک کے سائے تلے
یہ دل آشفقت اپنا ہو گیا بس چاک
دیکھ زلفیں شانہ صد چاک کے سائے تلے
سایہ بالِ حیا ہے سایہ درد و اثر
یہ کہاں آسودگی افلاک کے سائے تلے
مملکت دونوں جہاں کی اُس کو ہو جگ میں نصیب (ق)
جو رہے ایسی جناب پاک کے سائے تلے

گرمی خورشید محشر کا ہے کیا دھڑ کا فراق
ہم رہیں گے اُس سب لوگوں کے سائے تلے

۱۔ (ب) میں : " گداؤ زمین ہے ! اٹلے کی غلطی ہے

۲۔ ترک = شہتیر

۳۔ ٹٹاک = انگور کی بیل

۴۔ سمندر ناز = گھوڑے کی چال کی ایک قسم

۵۔ فتنہ اک = شکار بند

۶۔ انتفاع = فائدہ پانا

۷۔ ڈھاک = ایک قسم کا میدا جس میں پھل نہیں ہوتا

(۱۹۳)

شگفت ہوتی ہے کوئی دل کو ہزار فصلِ بہار آوے نہ باغِ جھاونے نہ گلِ بہارے بغل میں جب تک نہ یار آوے
 نہ بات کرنا نہ مسکرانا خٹا ہوا حق ہی روٹھ جانا غرض کہ عاشق کو بیت ستانا نہ ہر لمحہ کو نہ پیار آوے
 جو مری جاویں ہیں تو قہر میں تو اس شخص ہے وفا سے کہ گاہ گاہ رہ رہا ہے برائے طوفِ ہزار آوے
 جو بات کہتے نہ اس کو انو نہ دردِ دل کو ہمارے جانو تم آپ چوٹے ہو تم کو پیار سے کسی کا کب اعتبار آوے
 حکیمِ ماجب آہلا ہے گرمی گرمی نہ مہضوں پہ ہاتھ رکھو مجھے یہ ڈو ہے نصیب اعدا کہیں نہ تم کو ہمارا آوے
 جو یار آیا نہیں نہ آدمے جوابِ خدا کا تو کوئی لاوے کوئی تو الہی بھی شکل ہووے کہ مجھ کو صبر و قرار آوے
 الم سے دل کو ہے اضطرابی عجیب ہے پھر ان بن اک خرابی خدا کرے کہ کہیں شتابی را تغافل شعار آوے
 کہو ہے جنوں سے اشک جاری کہو ہے نادر کہو ہے زاری رہے ہے اس کی بنت انتظاری کچھ ایسا ہی ہو کہ یار آوے

فراقِ مٹھڑے کے آگے اس کے نہ گلِ خوش آوے نہ چاندِ جھاونے

کہ جس کے دیکھے سے جان آوے ہون میں صبر و قرار آوے

۱۔ دب میں : حق ہے ! بہو کتابت ہے

نہ پوچھو پھر میں کس طرح زندگانی کی الم سے تائے کئے غم سے خوں فشان کی
 ہوا ہے رشک چن زار کو چہ و بازار یہ کہیں کے چشم نے اب ایسی کلفتان کی
 ہماری چشم سے کیونکر نہ چونک سہو گریں کہ ان نے آج قباہر میں اغوان کی
 ہزار حیف نہ اپنا ہوا دل دشمن اگرچہ ہم نے بہت اسد کی جلفغان کی
 کھو بکا تھا کھو درد تھا کھو زاری ترے بغیر جب دکھ سے زندگانی کی
 یہ اس کے مٹھارے کی تصویر کھینچے نہ دیکھو نہیں یہ اٹنے کی ہم تو بات مانی کی
 غلام ہے تجھ سے کوئی رکھے یا چشمِ امید کہ تو نے بیت دل عاشق یہ ظلم رانی کی
 تمام عمر میں تجھ سے نہ ہم نے بات سنی کرم کی ہر کی، الفت کی مہربانی کی

فراق شعر ترے سن کے لوگ درد آمیز
 کہے ہیں آہ ہی طرز ہے فغان کی

۱۔ دب میں: "قباہر" ہے! اٹے کی غللی ہے!

مفہم کرے ہے قصہ کی تدبیر کس لئے نقشہ تمام خاک ہیں تصویر کس لئے
 ذلت ہماری غیہ کی توقیر کس لئے موجب سبب بتاؤ یہ تحریر کس لئے
 پاؤں پہاڑ ملک قناعت میں بیٹھ رہ نادان تو ہے در پئے جاگیر کس لئے
 مجلس کی بات کچھ نہیں لائے زبان پر محل گیر شمع کی ہے گلوگیر کس لئے
 بے پیر تیری خلق اک آئے ہے در میان کھینچی ہے چہر بیان سے شمشیر کس لئے
 پاؤں جو پڑتی پھرتی ہے فصل بہار میں دیوان ہوئی ہے یہ زنجیر کس لئے
 نقشہ ترا ہے گردہ تصویر میری جاں یوسف کی چہر تو دیکھے ہے تصویر کس لئے
 سرکار عشق سے تو ہوا منہ زب جہوں دیوانہ پر ہے حجت و تقریر کس لئے
 رنگوں کو دے چکا ہوں میں آگاہی سیمونر لاد طلب کرے ہے یہ تحریر کس لئے

مجھ کو تپ فراق ہے نسخہ میں اے حکیم
 لکھتا ہے اے قریب لباشیر کس لئے

۱۔ (ب) میں: "تفسیر" ہے! اے کی غلطی ہے

۲۔ "در پاؤں پڑتی پھرتی ہے فصل بہار میں" ہے! سو کتابت ہے

۳۔ "دیوان ہوئی ہے زنجیر کس لئے" ہے!

(۲۹۶)

سحر سوتے سے جس دم وہ بُتِ مژدہ اٹھا ہے
دلِ فریاد خواہاں سے فغاں و شور اٹھا ہے

برگِ نقشِ پامٹ کر ہیں یہ جان دیوے گا
کوئی ہذہ ترے کوچے سے تا مقدور اٹھا ہے

بیاں کیا کچھ ہیں دیکھے سے جی بیٹھا ہی جانا ہے
نیشے میں انگڑیاں مل کر وہ جب مخمور اٹھا ہے

آج بستی پوش وہ ہو کے چلا جو پاس سے پوش تمام اُڑ گئے جاتے رہے حواس سے
 سُرخِ پان سے رب ترے اُٹے نظر یہ رنگِ دھنگ نیر کو تجھ سے ربط ہے جان لیا قیاس سے
 نمہ سے ذرا لگا تو دے آن کے جامِ لعل لب جان چلی ہی جاتی ہے جانِ مری پیاس سے
 نژدہ وصلِ یار ہے گاہِ غم مفارقت کتنے ہیں یوں ہی ماہِ وصال اپنے امید و پاس سے
 گُل سے تجھے مٹا بہت دیوے کوں غلا ہے یہ اس میں ترسا کچھ بھی ہے رنگ سے بو سے پاس سے

کون سا سادہ رُفِ فراق چھین کے دل کو لے گیا
 آئینے کی طرح جو تم پھرتے ہو بہت اُداس سے

۱۔ رب ہیں: "سُرخِ پان، مٹی سب اُٹے نظر یہ رنگِ دھنگ ہے! ناسزد ہے، تیرا کچھ کر دی گئی ہے!

۲۔ رب ہیں: "کتنی ہے!

نوٹ۔ رب ہے اس غزل کے لیے ص ۱۵۱ (ب) نیز رابطہات (د) میں

(۲۹۸)

ہم رہ اگرچہ دیتے ہیں اب درد آبلے پر سدرہ سمجھتے ہیں نارد آبلے
 ہم ہی ہیں آبلے پا راہ عشق میں شبنم سے دل میں رکھتے ہیں نرد آبلے
 ڈھونڈا یہاں تلک تجھے شہر د دیار میں پاؤں میں پڑ گئے سرے بے درد آبلے
 گلزار خارِ دشت میں سمجھے ہیں عشق میں عاشق کے آگے ہیں ترے کیا گرد آبلے
 اس شعلہ کو جو جب سے رچو پڑ کا شعلہ ہے رکھتے ہیں ہم ہی صورتِ شہر د آبلے
 محرا تلم تختہ صہ برگ ہو گیا پھوٹے ہیں کس کے پاؤں کے یہ درد آبلے
 جو رہ نور اس کی گلی کے ہیں اے فراق جو ہیں ہیں ان کے پاؤں کے ہر فرد آبلے
 پتھار نیم جھل کے کئے ہے کر پٹھ جا پاؤں کے دیتے ہوں گے ترے درد آبلے

شبنم سے بھر کٹورے کو کہتے ہیں گل یہی
 ہے یاں سہیل تو ہی 'درا سرد آب' لے

۱۔ (ب) میں: اس قول سے قبل کچھ رباعیات درج تھیں۔ پیش نظر متن میں ترتیب کے لحاظ سے درج کیا گیا

۲۔ درد = پھول کی پتھری

۳۔ چو پڑ = ایک قسم کا کھیل

نوٹ۔ (ب) میں یہ غزل می ۱۵۱ الف زیر درج ہے

دیکھ کر بحر گنہ کیوں نہ ہو زہرا^۱ پانی آشنا کوئی نہیں ام ہے گہرا پانی
 صدف جہم میں جس وقت کہ ٹہرا پانی پھر ہوا گوہر شہوار کا زہرا پانی
 برق کی یہ نہیں تحریر چڑھایا ہے دیکھ وصلیٰ نیلیٰ گردوں پہ سُہرا پانی
 موج ساں پیچ نہ کھا جی میں نہ کرم چسپی بحرِ الفت سے نہیں ہے تجھے ہرا پانی
 سیلی موج ابھی منہ سے لگی ہے تیرے اس خیا سبز کے آگے تو نہ ٹہرا پانی
 صدف ترگاں سے بچے انگ تو بچے دل کو چھوڑتا ہی نہیں پلٹن کا یہ پیرا پانی

غم نہیں تشنہ محشر کو بلا دیں گے فراق
 حوضِ کوثر سے علیٰ حضرت زہرا پانی

۱۔ زہرا = خوف زدہ

۲۔ وصلیٰ = تخی

۳۔ ہرا = معذور

داغِ دل خالق نے ہم کو حُسن اور خوبی تھے چاند سیری رفتہ رفتہ آہ لے دُوبے تھے
 غرقِ حیرت تو ہی جو آئیے اب رہے لگا دردِ دل ہم کو دیا اور اشکِ محبوبی تھے
 اکھڑیاں آنت ستم نامہ قیامت ہول چال حق نے دی ہے جامہ زیبی اور خوش اسلوبی تھے
 حال پر عاشق کے رونا تجھ کو تو زیبا^۱ نہیں اے مرے یوسف نہیں چبتی ہے یعقوبی^۲ تھے

یار کو لکھتا ہوں خطا کوئی میرا زخم اے فراق
 یاد گر چودے تو بتلا شعرِ مکتوبی تھے

۱۔ (ب) میں: "حال پر عاشق کے رونا تجھ کو تو زیبا" ہے! "ماہرِ دل ہے۔ قیاسی تو کج کر دی گئی ہے!

۲۔ یعقوبی - موتِ یعقوب کی اشکِ فانی!

نوٹ - (ب) میں: "عزل صی ۱۵۲ (ب) میں درج ہے،

مگر ہی بارِ دامن سے نہ تنہا کچھ لپکتی ہے ہوا گلے سے اے پیارے تری چوٹی مسکتی ہے
 بعینہ اشک کی یوں بوند خراگاں پر جھمکتی ہے کہ جیسے تار میں قندیل شیشے کی ٹٹکتی ہے
 کناری یوں جھمکتی ہے ترے دامن کی اے گلو کہ جیسے دامنِ ابر بہاری میں دمکتی ہے
 بجائے سے ترے کب عشق کی آتش یہ بجتی ہے عہدِ داغِ جگر پر چشمِ ترِ بانی چمکتی ہے
 کناری سے نہ جوڑا باندھ کر نظر کرو مگر سے اندھیری رات میں سرِ بڑی بھلی چمکتی ہے
 نظر چڑھنے لگا ہے پیش و کم چہرِ شناسوں کے کوئی دن میں اس اشکِ سرخ کی رقی چمکتی ہے
 یہ ایں صافی سرِ شبِ چشم کی ہے قطرہ آسانی کہ جیسے رات دن انگریز کی رینی ٹپکتی ہے
 خدا جانے کہ وقت جاں کنی کیا دل پہ گزر لگی ستم ہوتا ہے چالوں انگلی میں گر کوں کھٹکتی ہے

رکھے ہے چشمِ کجی تختی سدا اب اہ سینے پر
 فراق اس کی ہی ہولِ دل سے کیا چھاتی دھڑکتی ہے

۱۔ رقی = قسمت

۲۔ رینی = انگریز کے لشکر کے ہونے پر سے قطرہ قطرہ پانی ٹپکنا !

نوٹ - (ب) سی ۱۵۳ ص ۱۵۳ الف یہ درج ہے ۔

جو نعلِ کُتِ دلِ ہر دم یہ چشمِ تر نکالے ہے بھلا اس رنگ سے خواص کب گوہر نکالے ہے
 دلا بایوس مت ہو اپنی تُو بے دست و پاؤں پر شجرِ جُونِ جُونِ ظلم ہوتا ہے دُونِ دُونِ سر نکالے ہے
 یہاں تک انتظار کی کہ لبِ پتھر اکسِ آنکھیں ہر کِ بُوندِ چشمِ تر ہی ہی سر نکالے ہے
 ہر اک گل نے کیا آکر عدم سے رنگ و رو پیدا بھلا طارِس کب بیضہ میں بالِ دِیہ نکالے ہے
 دلا مت تنگیِ حشر سے دُرُ جگر کے کوثر سے مہیوں کے لئے حوالہ علی ساغر نکالے ہے
 شفق میں پیچہ غرشیہ ظالمِ دُربِ جادے کا حنا آلودہ پا چلن سے کیوں بچ نکالے ہے
 ذرا تر دیوہُ النصف سے دیکھو تو اے رُوم صدف کیا چشم سے گوہر ہی بہتر نکالے ہے
 نہیں اوراقِ گل پر ہی تری رُقم بے ہری شکایت کا تر لا ابھی اک دفتر نکالے ہے

چلا جا آنکھ موندے بے خبر سیدھا یہ رستہ ہے
 فراق اب کیوں عدم کی راہ میں جاسد نکالے ہے

۱۔ خواص : غوطہ خور

(ب) میہ خزل ص ۱۵۳ الف (ج) دہ

شبنم و محلِ نسیم و شام ہے یا رووے بڑے عاشق کو ہے کیا کام ہے یا رووے
 جام و مینا میں کٹی عمر سفر ہے درپیش دیکھ کر دل بہ سرا انجام ہے یا رووے
 میں ترا کشتہ الفت ہوں مجھے کام نہیں یارِ زخمِ دلِ ناکام ہے یا رووے
 شبِ شد و جامِ فدا کن کے تئیں ہے پروا کہ بہ این گردشِ آیام ہے یا رووے
 میرے گریہ پہ نہیں تیری ڈرنے سے ہول کہ ترا کشتہ دلِ آرام ہے یا رووے

جس کا محبوبِ خدا ہووے شب و روزِ فراق
 کر تو انصاف وہ ناکام ہے یا رووے

نوٹ :- رب میء نزل ص ۱۵۳ (ب) چہ درجہ

ہر جیسے پہ تکرار ہے، تکرار کی خوبی ہر بات پہ دشنام ہے، گفتار کی خوبی
 دریافت اُسے ہو دینِ یار کی خوبی سچے جو کوئی عقدہ دشوار کی خوبی
 ہر ناز میں انداز ہے ہر گام پہ ٹھوکر ظالم نے نکال ہے یہ، رنثار کی خوبی
 جھٹک ہے کسی سے تو کسی سے ہے اشار ٹالک دیکھو اس گرمی بازار کی خوبی
 جائے میں بھی اپنے وہ چولاز سلوے جو دیکھے ترے اس گلِ دستار کی خوبی
 ہے آہوئے بردِ جاں پیچے بند سے جوہر سے نظر آتی ہے تر و آبر کی خوبی
 میں غنچہ دل تم کو ابھی جان دیا ہے یوں لے کے مکرنا، سنو انکار کی خوبی
 برآں میں جھڑکی ہے ہر اک آن میں گالی کس بند سے بیاں کیجئے اس یار کی خوبی
 ٹالک معرۂ اہرہ یہ میاں خال ہنادے دہ چند ہے اُس سے گلِ رخسار کی خوبی
 عاشق کو ری جان سمجھ اپنے غنیمت بلبل سے ہے یعنی گل و گلزار کی خوبی

ہے یارِ فراق عیش کہاں اور کدھر زلیست
 ہے ساتھ میاں گل کے یہاں خار کی خوبی

۱۔ (ب) میں : ”جھٹک ہے کسی سے ہے اشار“ ہے ! سہو ثابت ہے ۔ تپاسی تھو کر دی گئی ہے !

۲۔ تر و آبر = تلوار

۳۔ ”مکرنا“ = انکار کرنا (ب) میں ”مکرنا“ ہے !

۴۔ دہ چند = دس گنا

نوٹ :- (ب) میں یہ غزل صفحہ ۱۵۴ پر درج ہے !

کھول آنکھیں جو بشر ہے رگ کا مادہ ہے نقش پا کو دیکھ لے تو پیش پا اُفتادہ ہے
بارود احسان کے پوتے ہیں عالی منش ساٹھان چرخ بے چوب و ظباب استادہ ہے
غم غلا کرنے کو یہ دو شغل ہیں اب ان دونوں یا بیاض غم ہے یا اشکِ جگر کا بارہ ہے
کچھ تکرار ہی ہیں گردِ حادث سے اسے آئینہ سے دیکھ لو بہتر یہ تلب سارہ ہے

سلسلہ درد و آثر کائنات رہے گا اے فراق
غم نہ کھا حضرت الم اب صاحبِ سجادہ ہے

- ۱۔ (ب) میں یہ قول رباعیات کے ساتھ درج تھی۔ پیش نظر متن میں تافید کی ترتیب کے لحاظ سے درج کی گئی ہے !
۲۔ تکرار = تلمیذ - سو - درد - خواجه میر درد - م - اثر - میر محمدی ائم - خواجه میر درد کے برادر خوار
۳۔ اکم - ضیاء النوار اکم - خواجه میر درد کے صاحبِ زاد

نوٹ

۱۵۴ (الف)
(ب) میں یہ قول صحت پر درج ہے۔ اس کے بعد غزلوں کی ترتیب صحیح نہیں ہے
رباعیات 'سلام' تاریخی قلعات وغیرہ درج ہیں۔ کچھ غزلیں ستراد درج ہیں۔ مثلاً ص ۵۵ (ب) اور
ص ۵۶ (ب) پر کچھ غزلیں درج ہیں۔ اس کے بعد ۱۵۹ (الف) سے ترتیب بند غزلوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے
پیش نظر متن میں جو غزلیں صحیح صحیح ہیں درج تھیں ان ب کو اس قول کے ساتھ ایک جگہ تحریر کر دیا گیا ہے !

اسی طرح دیگر اصناف کی بھی ترتیب درست کر دی گئی ہے !

نہیں جاتی ہے سہی مجھ سے جفا رونے کی کوئی بتاؤ جو آتی ہے دوا رونے کی
 ابر ترنہ پہ سدا رکھے ہے باران کو دھوم بھپی ہے سری تاب کجا رونے کی
 غل غل خندہ زباں رہ کر بہ رنگِ شبنم تجھ کو بھاتی ہیں یہ شوخ ادا رونے کی
 مستلیم رہ عقبتی ہیں ہوگی بے شک پاشلیکوں سے کرو سنتے ہو یا روانی کی
 شیخ گریہ پہ رے خندہ بے جودہ نہ کر دیکھ فرقان میں ہے حمد و ثنا رونے کی
 بارش ابر جو ہوتی ہیں سارے دیہقان اس گنہگار کے انگلیں ہیں دعا رونے کی

شعر کیا درِ معانی نَفْت ہے فراق
 اک غزل اور تو کھہ بہرِ خدا رونے کی

۱۔ بارانی = ہر ساق

۲۔ دب میں ! " پاش کتوں " ہے ! سب کو ثابت ہے . قیامی تیر کر دی گئی ہے !

۳۔ فرقان = قرآن شریف

۴۔ نَفْت = جو چٹا نہیں گیا

نوٹ : - دب میں یہ قول صمد (الف) پر درج ہے !

دل کو ہو ضبط وہ تدبیر بتا رونے کی ہنس کے بولا نہیں جز وصل دوا رونے کی
 موجیں کیا مارے ہے اے بحرِ دُوبِ ^{دلوں} دیتے کے ہر میں آگئے ہم بھی جو جلا رونے کی
 نہیں کرتا کوئی ہے درد علاجِ گر یہ ! حضرت درد سے پوچھوں گا دوا رونے کی
 میری تہائی پہ شبنم ہی نہ کچھ روتی ہے آجیو شکلِ دکھائی ہے جُدا رونے کی
 جہازِ قوارے نے گر یہ کا وہ بانہا ہے اب چرخ پر پیچھے ہے اب جس کی صدا رونے کی
 بچلیاں لے کے یہ شیشہ ہی نہ کچھ روتا ہے اہر تر نے بھی اٹھائی ہے پنا رونے کی
 درد دیوارِ غرض ساتھ رہے روتے ہیں اے صبا آج بندھی ہے یہ ہوا رونے کی

دم بہ دم شوقِ تہاں میں پڑے روتے ہو فراق
 کس سے ہو سیکھے ہو یہ نامِ خود رونے کی

نوٹ : — دم میں یہ غزل ^{۱۵۵۸} اب میں دہر ہے !

رہے خونِ جگر سے کیونکر اپنی چشمِ تر خالی کر دیکھا ہے مئے گلوں سے اس ساغر کو کم خالی
 ہمیں گئے دشتِ سارے ایک دم میں چشمِ نم خالی کہو جو دل کریں گے بیٹھ کر جنگل میں ہم خالی
 نہ شورِ نادر ہے دل میں نہ فریاد و فغان زاری اہی کیوں پڑا ہے آج یہ بیتِ القنم خالی
 ترے بھونکے آمدن کے واہیِ مقدس میں گئے یک دست صحرا کو غرلائی حرم خالی
 تلی دل دھبی، اشفاق ہی سہکار میں کچھ ہے فقدا ماجب کو یاد آتا ہے اندازِ ستم خالی
 جو ہم اُتھے جہاں سے اور کوئی آن لیجے گا بہ رنگِ خاندِ شطرنجِ گھر دیکھا یہ کم خالی
 برنگِ آئینہ ہے عکس سے تیرے غود اپنی نہیں مکن ترے بنی ہو ہیں جو ایک دم خالی
 جاتِ اساز سہ کو کھینچے منعم بحرِ الفت میں (ق) ذرا کر چشمِ دا اور جو خودی سے ایک دم خالی
 گیا ہے کون لے کر ساتھ اپنے دولتِ دنیا گئے یک دست سارے یاں سے اربابِ چشمِ خالی
 سکندر کو سنا ہودے گا تو نے پر ہائیں شکست گیا وہ بات ہی دیا سے لے سوئے عدم خالی

فراق اب پھر زمینِ شعر میں سہ گرم جولا ہوں
 کہ جوشِ دل بولا ہے اس غزل میں اپنا کم خالی

۱۔ (ب) میں "دل دی ہے" ہے! اٹلے کی غلطی ہے

۲۔ اشفاق = شفقت۔ عنایت۔ ہر بانی

۳۔ سکندر = یونان کا مشہور بادشاہ: جس نے ساری دنیا کو فتح کرنے کا عزم کیا تھا

نوٹ: - (ب) میں یہ غزل ص ۱۵۷ (الف) میں درج ہے!

تری آنکھوں کی زگیں رکھتے ہیں صورتِ صنم خالی یہ یہ شوخی کہاں انداز ہے ہے ایک تلم خالی
 بہ رنگِ ابر ہاراں غم سے کب جوتے ہیں ہم خالی ہوا آتا ہے دل ہوتے ہیں جوں جوں ختم ہم خالی
 اگر چاہے دیانِ یار تک تجھ کو رسائی ہو بہ رنگِ نے خوری اپنی سے تو ہو یک تلم خالی
 عجیب رنگوں سے جی اپنا ہوا آتا ہے اے ساقی منے گلوں کا شیشہ جو دے ہے جوں دم بہ دم خالی
 ترے بنِ سفر سے کس طرح مجھ کو گوارا ہو ہلالِ عید کو تجھ بن سمجھتے ہیں گے ہم خالی
 اگر بوسے ہمیں دو گئے تو گزرائیں گے ہم دل کو وگرت بہت ایسے تو سننے ہیں ہم نے دم خالی
 دلِ نیر داغ میں گر تو نہ ہو کس کام کا یہ ہے ہاں جانا ہے کس کا فر کو گلزارِ ارم خالی
 بجائے پیو خزاں کرے اشکوں سے درویزی کہ دیکھا اہل بیت کا نہیں دستِ کرم خالی
 جو سراؤں چراغِ شمع کی تکلیف مت کچھ خراں ناز سے مرقہ یہ آنا تو صنم خالی
 ترے پائے نگاہیں کا ہوں اے رشکِ جن کنتہ بجائے غلری چلتی یہ رکھ دینا قدم خالی

یہ فراق اُس کو خبر کیا ہو بقول حضرت سودا
 اثر ہے ^{ہیں} تہی نائے تصرف سے ہیں دم خالی

۱۔ سودا - مرزا محمد رفیع سودا

۲۔ یہ شعر ^{از مکران سودا} حضرت سودا کی ایک غزل کا ہے !

نوٹ :- (ب) میں یہ غزل صد (۱۵۶) میں درج ہے !

ترکیب بند غزلیں

(۱)

بجائے بادۂ گلگون ہو میرا پیا تو نے اسے کہتے ہیں کیا ظالم چلا یہ کیا کیا تو نے
 سمور^۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

از ان رخسار حیرت آفرین تا پردہ وا کر دے
 سراچوں دیدہ قربانیاں بے مدعا کر دے

۱۔ سمور = پوستیں جن سے ایک قیمتی پڑا تیار کیا جاتا ہے !

۲۔ تاقم = ایک قسم کے ریشمی پڑے کا نام

۳۔ سنجاب = " " " "

نوٹ :- (ب) میں یہ غزل ص ۱۹۵ (الف) پر درج ہے !

نہ صحنِ باغِ خوش آوے نہ سیرِ گلستاں ہم کو دماغ و دل رہا ہے سیرِ گلشن کا کہاں ہم کو
 اسی اندیشہ و غم میں ہیں دن رات گزرے ہے کبھو فکرِ فکر ہے اور کبھو فکرِ دہاں ہم کو
 رہے قسمت کو وہ بھی قید سے آزاد کرتا ہے قفس میں دیکھ کر صیاد صیدِ ناقواں ہم کو
 کچھ ان روزوں میں ہم ربِ حریفِ افسردہ خاطر ہیں نہ دو تکلیفِ سیرِ باغ کی تم دوستاں ہم کو
 نظر آتی ہیں ہم کو تو کوئی شکل ملنے کی بھلا تو ہی بنا تمہیں اس کی دلستاں ہم کو

۱۔ (ب) میں: "کچھ ان میں روزوں میں ہم ربِ حریفِ افسردہ خاطر ہیں" ہے! یہ تو ثابت ہے۔ ناخوڑوں ہے

قیاسی قلعہ کر دی گئی ہے

نوٹ: (ب) میں یہ غزل ۱۹۰ (الف) پر درج ہے!

سیر کے خود وصل تو اے آرام جاں مارا کہ از خویشاں ترا بیم است و در بیگانگان مارا
 کوئی دل تجھ کو کیا دیوے پڑا تو بے روت ہے دلاسا دلبری ہر دم وفا ہے نے مروت ہے
 عزیزاں فی الحقیقت ہیں اگرچہ دیکھئے اُس کو تو روزِ یجر بھی یہ کیا کم از روزِ قیامت ہے
 برکتِ آئینہ گر چشم ہی وا ہے تو کیا حاصل کہ اپنی آگہی بھی دیکھئے تو عین غفلت ہے
 بارے ہی کہو دل کی طرف دیکھو نظر بھر کر تمہیں کیا آئینہ ہی سے پیارے چشمِ الفت ہے
 نگاہوں سے جو بچ جاوے تو لیجاوے شاہیں غرض تو دل کے لینے کو بلا ہے کوئی آفت ہے
 ادھر میں زگیں چراں ادھر تو غنچے ساں لہجش عجب ہی طرح کی اے یار اب مجھ تجھ میں صحبت ہے

مکن بخرت تو از تملیس نہ ایمائے نہ تقریرے
 بدایا اند کہ ہم بزم است تصویرے بہ تصویرے

۱۔ خامش : ضرورتِ شری کے تحت استہال ہوا ہے !

نوٹ : - (ب) میں یہ غزل ص ۱۹۰ (الف) پر درج ہے !

برنگب آئینہ سیلے ہوشیوہ خود گمانی کا ادھر دیکھو تو یہ ہے کون سا طرزِ آشنائی کا
جو روشن دل جاں میں ہیں سو ہیں حیل و سرگرداں کہ ماہ و خور لئے چرتی ہے بہت کاب گدائی کا
مرے دل کے تئیں لیکر کوئی بوسہ تو دیتا ہے کہ تو ایک ہے کا مفت ^۲ ہر ساری خدائی کا
میں ہے پتھر خوشید اس آئینہ گردوں میں پڑا ہے عکس یہ شاید ترے دستِ خدائی کا
راہِ دل جانتا ہے جو مرے دل پر زرتی ہے پر اب ^۳ میں کیا کروں تجھ سے بیاں روزِ جدائی کا

ہر روز بے کسی جزایہ اکھ کس نیرت یارے من
ولے آں ہم نہ دارد طاقتِ شہبائے تارے من

۱۔ (ب) میں: - "کان گدائی" ہے۔ یہو کتابت ہے۔ قیاسی تھو کر دی گئی ہے!

۲۔ مفت ہر = ہر قیمت مال حاصل کرنے والا

۳۔ اب میں: - "کیا کروں تجھ سے بیاں روزِ جدائی کا" ہے!

نوٹ: - (ب) میں یہ غزل ص ۱۹۰ اب پر درج ہے!

عاشق کی بھی تجھ کو کچھ خبر ہے شب گریہ و نالہ تا سحر ہے
دل بہل و چشمِ ٹھنڈاں ہے صد پارہ بان ٹھل جگر ہے
مانند شرر بجے ہمیشہ ہر چشمِ بدن میں یاں سفر ہے
ساقی تجھے ہائے دردِ دور دیا لاکٹی سے ذرا کدھر ہے
ہے بسترِ کاکل پریشاں یا محوِ تھوڑے کمر ہے
ہستی سے نہ بچکو کچھ غرض ہے نے مجھ کو عدم کی کچھ خبر ہے

میں محوِ خیالِ دل رُبا ہوں

آئینہِ مثالِ چشمِ وا ہوں

ہے دردِ رفیق و یار میرا غم ہے سودہ غم گار میرا
رہتا ہوں اُسے خبر نہیں ہے بے رحم بہت ہے یار میرا
اے خانہ خرابِ اشتباہی دل سنت ہے بے قرار میرا
بازاں میں پہنچ رہوں گا منزل مت کیجیو اس انتظار میرا
آنے سے مرے خاندان ہو جیو گرجی سے ہے دیت دار میرا
دل لاوے کلینے کلینے ظالم اس میں نہیں اختیار میرا
ہوں کشتہ محنتِ جدائی کیا پوچھئے حالِ زار میرا

میں بارِ الم سے نا قواں ہوں

بے تاب بی دل سے نیم جاں ہوں

۱۔ (ب) میں : ” آنے خاندان سے مرے خاندان ہو جیو “ ہے ! یہ تو ثابت ہے ۔ قیاسی تو یہ کہہ کر دی گئی ہے !

نوٹ : - (ب) میں یہ قول صحت سے خارج ہے !

سنتے ہیں داستان میری یہ بھی کوئی طرز ہے جان میری
 بات اپنی ہی جاتے ہو کلمے تم سنتے بھی ہو ہر بان میری
 کچھ اور طرح سے تجھ کو چاہوں طاقت ہے یہ 'ہد گمان' میری
 انداز سخن سے ہے یہ ظاہر چھٹی ہے کوئی زبان میری
 ① کرا

خاک در کوئے یار ہوں میں
 بس اپنی // عزت شان میری

۱۔ (ب) میں یہ سطریں پڑھیں جا سکیں !

نوٹ :- (ب) میں یہ غزل ص ۱۹۱ (الف) پر درج ہے !

نریا عیادت

593

از خونِ جگر بادہ و جامے دارم ^ع بے ساختہ من عیشِ مدامے دارم
مانندِ نگاہِ چشمِ درگلشنِ دہر در عینِ سفر بہ ہیں مقامے دارم

از صحبتِ طُرخاں پنہاں شدہ ام ^ع جمہیتِ گم کردہ پر لٹیاں شدہ ام
گا ہے خفقاں و شدتِ نزلہ گاہے از دستِ دل و دماغ جیراں شدہ ام

نبتِ آنکھِ مری اُس سے لڑی رہتی ہے ^ع پیروں بندھی آنکھ کی جھڑی رہتی ہے
گھوٹیاں کی یہ چشمِ گلوڑی ہے مگر دن رات جو پانی میں پڑی رہتی ہے

بے درد نہ باش درد مند بے ہمہ باش ^ع در فکرِ ترا جسمِ رند بے ہمہ باش
دلسوزیِ مردماںِ ماضیِ الوسح ^۳ آتش تو مہاش خود پسند بے ہمہ باش

۱. خفقاں - اختلاجِ قلب کی بیماری

۲. گھوٹیاں - پانی کا ایک جانور

۳. (ب) میں "حتی الوسح" ہے سہو لٹا ہوت ہے۔ اعلیٰ کی غلطی ہے۔ پیشِ نظر میں صحیح اظہار

درج کر دیا گیا ہے۔

۱۱ نے تابِ قیام نے قُودے دارم ۱۰ وردِ قرآن نے درودے دارم
 ۱۲ خوب خدِ افخرِ عرب جائے غار ۱۱ ہر ہر قدمت نقشِ سجود کے دارم

۱۳ ہر خام کو اس راہ میں پکا دیکھا ۱۲ ہر سادہ تراش واں کا بکا دیکھا
 ۱۴ نظروں میں کبھو نہ چاند سورج پھرا ۱۳ اس مکھڑے کا جن نے نہ جھمکا دیکھا

۱۵ واں عقل کا کچھ یار دیکھا ۱۴ ادراک کا پر لڑ نہ لڑا دیکھا
 ۱۶ اس بحر کی مثل ہے حقیقت پانی ۱۵ جس کی نے تھاہ نے کنار دیکھا

۱۷ مطلب نبی ہیں اور علی طالب ہیں ۱۶ کیونکر نہ ہوں ابنِ ابی طالب ہیں
 ۱۸ جوں نورِ نگاہ مرتضیٰ و احمد ۱۷ دیکھا تو ایک جان دو قالب ہیں

۱۹ (ب) میں "نہ" ہے سہوِ ثبات ہے۔ بیشِ نظرِ متن میں اسکی جگہ "نے" درج کر دیا گیا ہے
 ۲۰ بکا۔ غم زدہ

۲۱ (ب) میں "ٹھرائے" ہے۔ سہوِ ثبات ہے۔ مرغِ ناموزوں ہے۔ بیشِ نظرِ متن میں اسکی
 قیاسی تصحیح کر کے "ٹھہرا کر دیا گیا ہے۔"

۲۲ (ب) میں "ابنِ علی طالب" ہے۔ سہوِ ثبات ہے۔ مرغِ ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح میں ابنِ ابی طالب کو دیا گیا ہے۔

میں دل میں سدا یاد علی رکھتا ہوں درد و غمِ اولادِ علی رکھتا ہوں
خطہ نہیں آسیبِ حوادث سے مجھے سینہ پہ لکھی نادرِ علی رکھتا ہوں

سودل سے فدا ہزارِ جی سے ہوں غلام ملک دیکھو اس طرف بھی اوستِ خرام
تقصیر ہوئی ہے مجھ سے ایسی سہ زد قابل نہ دعا کے نہ سزاوارِ سلام

احوالِ خفی اور جلی رکھتا ہوں بے تابِ دل سے بریکلی رکھتا ہوں
جاؤں میں کہ ہر کو یہ درِ دولت چھوڑ داتا تجھ سامینِ علی رکھتا ہوں

مت کر تو فراقِ آہ و زاری ہر دم گریہ سے نہ آستین و دامن کر خم
لکھ صفحہٴ سینہ پہ محمد کی ثنا پتلی کو بنادواتِ ترنگاں کو قلم

۱۔ خفی - پوشیدہ - چھپا ہوا

۲۔ جلی - روشن - عیاں

تم باعثِ نظامِ امیر و فقیر ہو قبلہ ہو کعبہ ہو مرے مرشد ہو پیر ہو
درماندگی سے سخت میں حیران ہوشتا یا پیر دستگیر! مرے دستگیر ہو

۱۴

پل میں کرے ہے دور تو ہر اک کی تباہی محبوب کو میرے بھی زرا بھ سے ملا ہی
ہر ایک لہا کرے میں دیتا ہے تو شاہی قرباں ہوں ترے نام کے محبوبِ الہی

۱۵

ہر وقت میں دستگیر مرے غم ہو مرشد مرے ہو پیر میرے غم ہو
امرا فقرا سے یاں سب جان نہیں مام مجھے^۱ یا حضرتِ خواجہ میر میرے غم ہو

۱۶

یارب رہے تازہ نیست مجھے وصلِ حبیب اور رشک سے جلتے رہیں اپنے رقیب
من بد جو دنیا سے کروں نفلِ مکاں صدقے سے پیہر کے ہو ایمان نصیب

ار (ب) میں "امرا فقیر سب جان میں مام مجھے" سہولتاً بت ہے۔ موع ناموزوں ہے
اس لئے قیاسی تصحیح پیش نظر متن میں کر دی گئی ہے۔

کہتا تھا میں جان سے ائے جانِ حزیں محبوب کے غم سے تو بہت ہے غمگین
اللہ کرے کہ وہ شتابی آجائے دل بول اٹھا وہیں کہ آمیں آئیں

گہ اشک سے آستین دھوئی ہم نے یہ کشتی چشم بھی ڈبوئی ہم نے
دن رات ہماری رو نے دھوئے میں کٹی افسوس کہ یوں عمر ہی کھوئی ہم نے

دن ہجر کے اشک کے بہانے میں گئے^۱ لو ہو پہنے میں ہنم کے کھانے میں گئے^۲
دو دن یہ وصل کے غنیمت تھے فراق^۳ سو ان کے روٹھنے منانے میں گئے^۴

۱۔ (ب) ہجر کے دن اشک بہانے میں گئے "سہو لتا بت ہے۔" موع ناموزوں ہے
اسکی قیاسی تصحیح ہر پیش نظر متن میں کر دی گئی ہے۔

۲۔ (ب) میں "دو دن یہ وصل کے اب تھے فراق" ہے۔ سہو لتا بت ہے۔ موع
ناموزوں ہے۔ اسکی قیاسی تصحیح کر کے پیش نظر متن میں "اب"
کی جگہ "غنیمت" کر دیا گیا ہے۔

۳۔ (ب) میں "سو ان کے روٹھنے منانے ہی میں گئے" ہے۔ سہو لتا بت ہے۔ موع
میں ایک لفظ زائد ہے۔ اس لئے پیش نظر متن میں "ہی" کو حذف کر دیا گیا ہے

۲۰

احوال جو ہے تمام میرا کہنا
لیلیٰ و شب سے سلام میرا کہنا

اُس گل سے جا پیام میرا کہنا
جھک جھک کے بزرگ شاخِ بید مجنوں

۲۱

سہ ماہیہ جام و زنبِ مستی تو ہے
سچے یوں ہے کر گھوڑی لبتی تو ہے

آباد کنِ خانہ ہستی تو ہے
تجھ بن تو اجاڑ ہے میرا ملک دل

۲۲

دیکھا سب سے بلند و بالا تو ہے
اپنے گھوڑا تو بس اُجالا تو ہے

کوئین میں اب جناب والا تو ہے
تاریک جہاں ہے بن تیرے ماہ لقا

۲۳

غیروں سے تو نے چھپ کے مے لی دیکھی
جب آنکھ ادھر سے تیری میلی دیکھی

تیری بے مہری و شبِ لیلیٰ دیکھی
بس ہم نے اب حرفِ تمنا دھویا

ا، (ب) میں "جھک جھک بزرگ شاخِ مجنوں" ہے۔ پہلو کتابت ہے موع ناموزوں ہے
پیش نظر متن میں اسکی قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۷۴

جی ناک میں آ رہا ہے غم کے مارے گذرے ہے رات گنتے گنتے تارے
ہوتے ہو جس پر گلے کے بار اچھا تم جیتے مری جان غرض ہم ہمارے

۷۵

بیتابی دل بھی کیا بلا لائی ہے لوگوں نے جدی جان مری کھائی ہے
گر اس سے نہ ملے تو ستم ہے جی پر ملے تو غم و درد ہے رسوائی ہے

۷۶

دشمن نہ مرا قیدِ الم سے چھوٹے ظالم کوئی اس کو آکے جلدی لوٹے
ہر شام و سحر یہی دعا ہے میری جو ٹھکوستا دے اسکی ٹنگڑی لوٹے

۷۷

کھانکھاکے فسمیں کہا ہے لاکھوں بیری خاطر میں نہیں رفیق جس پر تیری
جوں آئینہ کچھ نہیں کہورت دل میں اس شوخ سے ہے صاف محبت میری

ار جدی - جدا - علیحدہ

۷ (ب) میں "قیدِ الم" ہے۔ سہو کتابت ہے۔ پیش نظر متن میں اسکی جگہ "قیدِ الم" درج کر دیا گیا ہے۔

۸، بیری (ہندی لفظ) بمعنی بار - دفعہ

۲۸

خدمت میں یہی عرض ہے الہی تیری کہتا ہوں میں ہاتھ جوڑ سو سو پھیری^۱
دنیا میں نہیں ہے اس برابر کچھ لطف نہہ^۲ جائے خیرے سے اب جو اسکی میری

۲۹

پیارے تیری جان کا خدا حافظ ہے حضرت زہرا^۳ و مصطفیٰ^۴ حافظ ہے
آسیرِ فلک سے نہ تجھ کو ایذا پہوے شبیر و شبیر آفتیٰ^۵ حافظ ہے

۳۰

اس چہرے کے اس دہن کے صدقہ^۶ قے اس چال کے اس پھین کے صدقہ^۷ قے
چل دور تو ہے سارے جہاں کا جھوٹا اس جھڑی اس سخن کے صدقہ^۸ قے

۱۔ پھیری۔ (ہندی لفظ) ہے۔ مجنی بار۔ ~~و~~۔ جگر۔

۲۔ (ب) میں "نہہ" ہے۔ یہ کہ ثابت ہے اطمینان کی غلطی ہے۔ پیش نظر متن میں
اس کی تصحیح کر کے "نہہ" درج کر دیا گیا ہے۔

۳۔ (ب) میں "ہوے" ہے یہ کہ ثابت ہے۔ اسکی تصحیح پیش نظر متن میں کر کے
"ہوے" کی جگہ "ہے" درج کر دیا گیا ہے۔

۳۱ء

دن آج کا تیری یاد گاری میں گیا فریاد و فغاں و آہ و زاری میں گیا
تیرے دل کی خدا ہی جانے پیارے اپنا تو یہ روز بے قرار ی میں گیا

۳۲ء

خیروں سے تجھ ربط ملا قاتیں ہیں^۱ ہنسنا ہے بولنا ہے اور باتیں ہیں
یاں غم میں ترے حال یہ اب ہے پیارے جھڑپاں ہیں انٹوں کی برسائیں ہیں

۳۳ء

کہتے ہیں لوگ جی سنبھل جاوے گا اسلوب محبت کا بدل جاوے گا
پر ہم کو تو یہ پھر میں سوچھ ہے فراق روتے روتے ہی جی لکل جاوے گا

۳۴ء

یار بکری دور یہ تباہی میری یا جان کو غم سے کر تو راہی میری
تو عالم و آگاہ ہے حالت سے میری تعمیر نہیں ہے کچھ الہی میری

ار (ب) میں "ہے" درج ہے۔ یہی کتا بت ہے کیونکہ فاعل جمع کے لحاظ سے
فعل جمع کا صیغہ استعمال ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ اپیش نظر میں
"ہے" کی جگہ پر "ہیں" درج کر دیا گیا ہے۔

غفلت سے چیت فکر آگاہی کر اس زلیست پہات بھول نہ مگر اہی کر
جو گنجد آخر تجھ پر ہم ہونا تو میر وزیر بن لے، یا شاہی کر^۱

دل کیجئے آن آن صد فے صد فے تجھ پر سے ہر بان صد فے صد فے
غصے سے تیرے ہو جئے جی سے قرباں اور پیارے میری جان صد فے صد فے

اُس مکھڑے کے اُس دہان کے صد فے صد فے اُن دانتوں کے اُس زبان کے صد فے صد فے
ابرو و ترہ کو دیکھ کہتا ہے دل اُس تیر کے اُس کمان کے صد فے صد فے

ہر دم تو فراق کیا پڑا رہتا ہے خواہاں کے الم میں جان کیا کھوتا ہے
نت قافلہ عمر چلا جاتا ہے بیدار ہو کس نیند پڑا رہتا ہے

۱. (ب) میں "تو میر وزیر بن بے بادشاہی کر" ہے۔ یہ کونسا ثابت ہے۔ موع
ناموزوں ہے۔ اُس کی قیاسی تصحیح پیش نظر متن میں کر دی گئی ہے
۲. "نت" - ہمیشہ

دنیا کی یہ جستجو ہے جس کا ہے یہ حال عقبی کا تو کچھ خاک نہیں بائے خیال
اس بات سے ہے چین کے ہر بخشش رکھتے ہیں اور بنی کے ہم آل

۳۹

یارب یہ عجب طور کا ہے اب کے مال گل تک بھی نہیں دانہ شبنم کا خیال
غنی کے نہیں ہے گی یہ ہنہ پر خنی منہ مار طمانیہ رکھے ہے اپنا آل

۴۰

یتا بی دل سے جی جلا جاتا ہے اشک آنکھ سے متصل بہا جاتا ہے
ہم روتے ہیں غنی لب تو ہستا ہے پڑا ہاں سچے ہے تری کانٹھ سے لیا جاتا ہے

۴۱

مات غیہ کی بات مان دل لو لے لے ہے قیمت سہل اک بوسہ دے لے
بس اب تو نہ دل مونگ مری چھاتی پر ظالم ترے غم میں بہت پا پڑ بیٹل

۱ رکال = (ہندی لفظ) بہ معنی قحط

۲ چھاتی پر مونگ دلنا (محاورہ) بہ معنی لطف پہنچانا۔

۳ پا پڑ بیٹلنا (محاورہ) بہ معنی مصیبت اٹھانا۔ دکھ بھیلنا

۷۳

خواب سے مرے دل کو چھڑا دے یارب ساتھ اپنے مرے جی کو لگا دے یارب
 ہے آتشِ غم خانہ سوزِ عالم اس آگ کو سینے کی بجھا دے یارب

۷۴

ہر آنِ فراق کو ستاتے ہو گے ہر بات میں اس کی جان کھاتے ہو گے
 یہ بھی کوئی طرز ہے جفا کی پیارے ناحق عاشق کا جی چلا تے ہو گے

۷۵

فرصت نہیں مجھ کو داغِ دل دھونے سے جوں شمعے مجھے ہے کام نہتِ رونے سے
 ہستی پہ مری ہر ایک گل نہتا ہے اے کاش میں ہوتا ہی نہ اس ہونے سے

۱۔ (ب) میں "سینے سے" ہے۔ سہولتاً بت ہے۔ اس کی جگہ پیشِ نظر متن میں "کی" درج کر دیا گیا ہے۔

۲۔ (ب) میں "فرصت نہیں مجھ کو داغِ دل دھونے سے" ہے۔ سہولتاً بت ہے۔ مروع میں ایک لفظ کی کمی ہے۔ اس کی قیاسی تصحیح کر کے پیشِ نظر متن میں "دل" کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

۳۔ (ب) میں "سینے سے" ہے۔ سہولتاً بت ہے۔ مروع ناموزوں ہے۔ پیشِ نظر

متن میں "سینے" کی جگہ "ہستی" کر دیا گیا ہے۔ دوسرے مروع میں "نہ ہوتا" کی رعایت سے "ہستی" ہی ہونا چاہیے۔

۴۶

بن شب ہجر آہ کیونکر کاٹوں کٹی نہیں خواہ مخواہ کیونکر کاٹوں
 آنکھوں میں جان ہے لبوں پر ہے آہ^۱ حالت ہے بہت تباہ کیونکر کاٹوں

۴۷

میں نے الم کی آئے دل کو گھیرا رہتا ہے شب و روز تصور تیرا
 بند آتی ہے رات کو نہ دن کو آرام بیٹابی دل نے چین کھو یا میرا

۴۸

ہم کو ہے غم و درد نے آکر گھیرا^۲ ہم مرتے ہیں جانے کا نہیں کچھ تیرا^۳
 تو اپنے بنانے میں وہاں ہے مشغول بگڑے ہے یہاں حال بستمیرا

۱۔ (ب) میں "آنکھوں میں جان ہے لبوں پر آہ" ہے۔ سہو کتابت ہے۔ موع ناموزوں ہے
 پیش نظر متن میں اسکی قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲۔ (ب) میں "ہم کو غم و درد نے آکر گھیرا" سہو کتابت ہے موع ناموزوں ہے اس
 میں ایک لفظ کی کمی ہے۔ اسکی قیاسی تصحیح کر کے پیش نظر متن میں "ہے" کا
 اضافہ کر دیا گیا ہے۔

۳۔ (ب) میں "ہم مرتے ہیں جانے کا نہیں کچھ تیرا" ہے سہو کتابت ہے موع ناموزوں
 ہے اس میں ایک لفظ کی کمی ہے۔ قیاسی تصحیح کر کے پیش نظر متن میں "ہیں" کا
 اضافہ کر دیا گیا ہے۔

بچکی اک صبح ایک آتی ہے شام پر دوست کے نام پر یہ دے ہے آرام
بچکی نہیں قاصدوں کو چھوڑے ہے فراق لاتی ہے مرے دوست کا یعنی پیغام

۵۰

قاتل ہر ایک آن ہے گی جس کی ہوسانے اسکے تاب و طاقت کس کی
چٹکی کیا لوں کہ جی ہی جاتا ہے چلا کافر لیتا ہے اس ادا سے سسکی

۵۱

تو بھی تو فراق اب کہیں جاتا ہے ہم سے نہ مگر بہلا۔ نہیں جاتا ہے
ہم کو تیرے جنوں سے معلوم ہوا چھپ چھپ کے تو رات کو وہیں جاتا ہے

۱۰ (ب) میں "بچکی ہے نہیں قاصدوں کو چھوڑے ہے فراق" ہے۔ یہ کتابت ہے
مصرع ناموزوں ہے۔ اس میں ایک لفظ زائد ہے۔ اس نے پیش نظر متن میں
"ہے" کو حذف کر دیا گیا ہے

۱۱ (ب) میں "کافر لیتا ہے اس ادا سے ہی سسکی" ہے۔ یہ کتابت ہے۔ مصرع
ناموزوں ہے اس میں ایک لفظ زائد ہے۔ اس نے پیش نظر متن میں "ہی" کو
حذف کر دیا گیا ہے۔

سنا ہی نہیں بات کان دھر کر میری جاتا ہے وہ غیر پاس سو سو پھیری
کہتا ہوں جو شب کو آتو یہ کہتا ہے ایسی سنی ہے بہت کہانی تیری

اک روز کہا نہیں کہ یہ میں مائل کو اتنا نہ خفا کر تو دل بسمل کو
کہنے لگا تو سہی بجائے ہندی پاؤں کے تلے ملوں میں تیرے دل کو

دن کو تو بڑا فراق نہت روتا ہے راتوں کو تو سکھ کی نیند نہیں سوتا ہے
کچھ تو ہے بتاؤ بھید اس مایہ کو اس عشق اور عاشقی میں کیا ہوتا ہے

اس گلشنِ دہر میں ہستاروتا اے ماش کہ میں بھی گل و شبنم ہوتا
سنا تو کہاں فرصت رہی نہیں رورو کے میں باغبانِ دل کو کھوتا

کب تک دئی اے غم میں سینا کوٹے فوارہ اشک یہ کہاں تک پھوٹے
ہوں سوزنِ غم سے میں نہایت دلریش سرشتِ الفت یہ الہی ٹوٹے

اپنی یہ فراقِ اصطاری تاکے^۱ فریاد و فغاں آہ و زاری تاکے
مر جائیگا کبھی تو نہیں رو رو کر بس کراتنی بھی بقیاری تاکے

روئے سے مری جان کو ٹھپ چین آیا آرام دل حزیں نے میرے پایا
اے سہو رواں ہمیشہ رہیو تجھ پر اللہ و محمد و علی کا پایا

اے ہونسی حالِ دستداراں آجا اے شبِ بہارِ طلحہ داراں آجا
آنا ہے اگر تو دیر اتنی کیا ہے اے راحتِ جانِ بقیاراں آجا^۲

۱. تاکے = کب تک

۲. (ب) میں "جانِ بقیاری" ہے۔ سہو لٹا بت ہے۔ کیونکہ قافیہ "طلحہ داراں" کے وزن پر آنا چاہئے لہذا پیش نظر متن میں "جانِ بقیاری" کی جگہ "جانِ بقیاراں" درج کر دیا گیا ہے۔

۶۰

۱
ہے عظیمِ سفر تجھے نبی کو سونپا ہمارے ترے دل کی بیگلی کو سونپا
جاتا تو ہے پرشتابِ آنا پیارے اللہ و محمد و علی کو سونپا

۶۱

واں آپ ہیں اور مہمانِ داری ہے یاں ہم ہیں فغاں ہے نالہ ہے زاری ہے
واں پان ہے بھول ہیں مدارش ہیں یاں اشک ہیں نختِ دل ہے غمخواری ہے

۶۲

پہلے تو وہ ربط و آشنائی کیجے باتوں باتوں میں دلربائی کیجے
پھر آخر کار اے ستمگرے رسمِ یوں چھین کے دل کو بے وفائی کیجے

۶۳

ہر تعزیر پر جو جاہ جاہ قندیل آتش بن کر رہا ہے قندیل
شبیر کے ماتم میں بسانِ فرشتہ گشتہ گردابِ بلا ہے قندیل

۶۴

ہر تعزیر پر جو جلوہ گر ہے قندیل جوں غنی گل جاگ جگر ہے قندیل
شعلہ ہی پڑا نہ باتھ کچھ ملتا ہے شبیر کے غم میں چشمِ تر ہے قندیل

ار (ب) میں "عظیم سفر" ہے۔ پہلو ثابت ہے۔ ایلے کی غلطی ہے۔

پیشِ نظر متن میں صحیح اِطلا درج کر دیا گیا ہے۔

۶۵

نغم میں شہر دیں گے کیوں نہ روئے جبریل
ہیں روز شفا ملت گے وہی سب کے کفیل
کچھ مجلس و ماتم ہی نہیں تعز یہ دار
ہر ایک ہے یاں حلقہ ماتم قندیل

۶۶

ہر تعز یہ ہر جو ہے نمایاں قندیل
آئینہ صفت ہے چشم حیراں قندیل
لڑا - - - - - لڑا

۶۷

دل جان امانت تجھے سو تو دے لی
اب جاتے ہیں اللہ ہی تمہارا بیل
کیا چاہئے او، بہو فاؤں کو ترے
ہے وا چھوڑے اشک مسلسل بیل

۶۸

سنا نہیں تو کبھو کہانی میری
منظور نہیں ہے جالفتاشانی میری
تیرے لئے خاک میں ملایا جی کو
تس پر راز قدر نہ جانی میری

اردب میں اس رباعی کا حرف ایک شعر درج ہے کسر و نسخہ میں بھی یہ
رباعی نہیں ہے۔

۲ بیل - نگہبان - محافظ

۳ بیل - پانی کا سیلاب

رہا ہوں تری گلی میں سو سو پھیری شاید کہ ملاقات کبھو ہو تیری
تو غیروں کے وہاں رہے ہے سرگرم فوشی یاں لکھے غم سے جانِ ظالم میری

رقم جو لکھا پوچ یہ تو نے بے شرم کچھ بھی ہے تجھے شہور اے لونڈے نرم
حالت تیرے گمراہ میں ایسی ہے کراٹوں کے سرد خانے کو گرم

خشکی سے ہے جگ میں تباہی دریا میں تپاں ہیں مرغ و ماہی
عالم کو برس کے گردے سیراب اے بارشِ رحمتِ الہی

من از غم عشق رنگ زرد دارم اشک گرمی و آہ سردے دارم
دریا بہ مرا زود در ماتم شو یا حفتِ خواجہ میر دردے دارم

۱۔ (ب) میں "ہے خشکی سے ہے جگ میں تباہی" ہے۔ سہو کتابت ہے۔ موع ناموزوں ہے۔

اس میں ایک لفظ زاید ہے۔ اس لئے پیشِ نظر متن میں "ہے" کو حذف کر دیا گیا ہے

۲۔ (ب) میں "اشکے گرمی" ہے سہو کتابت ہے۔ اٹلے کی غلطی ہے پیشِ نظر متن

میں اسکی تصحیح کر دیا گیا ہے۔

۶۵

نغم میں شہر دیں گے کیوں نہ روئے جبریل
ہیں روز شفا ملت گے وہی سب کے کفیل
کچھ مجلس و ماتم ہی نہیں تعزیر دار
ہر ایک ہے یاں حلقہ ماتم قندیل

۶۶

ہر تعزیر پر جو ہے نمایاں قندیل
آئینہ صفت ہے چشم حیراں قندیل

لہ

۶۷

دل جان امانت تجھے سو تو دے لی
اب جاتے ہیں اللہ ہی تمہارا بیل
کیا چاہئے او، بہو فاؤں کو ترے
پے وا چھوڑے اشک مسلسل سیلی

۶۸

سنا نہیں تو کبھو کہانی میری
منظور نہیں ہے جانفشانی میری
تیرے لئے خاک میں ملا یا جی کو
تس پر زرا قدر نہ جانی میری

اردب) میں اس رباعی کا حرف ایک شور درج ہے کسی اور نسخہ میں بھی یہ
رباعی نہیں ہے۔

۲، بیل - نگہبان - محافظ

۳، سیلی - پانی کا سیلاب

کر تا ہوں تری گلی میں سو سو پھیری شاید کہ ملاقات کبھو ہو تیری
تو غیروں کے وہاں رہے ہے سرگرم فوٹی یاں لٹکے غم سے جانِ ظالم میری

۱۱۱
رقعہ جو لکھا پوچ یہ تو نے بے شرم کچھ بھی ہے تجھے شعور اے لونڈے نرم
حدت تیرے گمراہ میں ایسا ہے کراٹاں کے سرد خانے کو گرم

۱۱۲
خشکی سے ہے جگ میں اک تباہی دریا میں تپاں ہیں سرخ و ماہی
عالم کو برس کے کر دے سیراب اے بارشِ رحمتِ الہی

۱۱۳
من از غم عشق رنگ زرد کے دارم اشکِ گرمی و آہِ سرد کے دارم
دریا پرازود در ماتم شو یا حضرتِ خواجہ میر درد کے دارم

۱ (ب) میں "ہے خشکی سے ہے جگ میں تباہی" ہے۔ سہو کتابت ہے۔ موع ناموزوں ہے۔

اس میں ایک لفظ زاید ہے۔ اس لئے پیش نظر متن میں "ہے" کو حذف کر دیا گیا ہے

۲ (ب) میں "اشکِ گرمی" ہے سہو کتابت ہے۔ اعلیٰ کی غلطی ہے پیش نظر متن

میں اسکی تصحیح کر دیا گیا ہے۔

رفتہ بہ طیب و لغتہم از غایت شوق ^{۳۷} بیماری عشق ماست مافوق الخوق
چوں و شربت من بدید از خندہ گنفت داری ز سر زلف بہاں در دل ذوق

از داغِ غم تو لالہ زارے دارم ^{۳۸} وز گریہ چشم آہشارے دارم
اے سرو رواں بیاد بنشین و بہیں نیگاہ آہ بہارے دارم

شوخی کے ترے نام کے صدقے صدقے ^{۳۹} اس چہرہ گلفام کے صدقے صدقے
دل چشم و دہن کو کہتا ہے یہی اس لبت و بادام کے صدقے صدقے

دل جان سے ہوتا ہوں میں کس کے صدقے ^{۴۰} خورشید و فلک ہوتے ہیں جس کے صدقے
کیا روزِ چشم سے تو جھانکے ہے پڑا ہوتا ہوں مری جان میں اس کے صدقے

ہوں سوزنِ غم سے نیت میں سینا سیتا ^۱
 غم کھاتا ہوں خوں ناب جگر ہوں پیتا
 کافر ہو جو اس میں جھوٹ بولے پیارے
 تیری اُمید پر میں ہوں گما جیتا

فرقت کی یہ رات جلد راہی ہووے ^۲
 تا دور مرے دل سے تباہی ہووے
 جاتے ہی طوں اپنے دل آرام سے میں ^۳
 جلدی سے کہیں صبح الہی ہووے

آ غم نے مجھے چار طرف سے گھیرا
 اس وقت میں احوال زلوں ہے میرا
 درگاہ سے اپنی کچھ معین کردے
 میں بھی بندہ ہوں یا الہی تیرا

۱ (ب) میں "ہوں سوزنِ غم نیت میں سینا سیتا" ہے۔ سہولتاً بت ہے۔ مروع ناموزوں ہے۔ اس میں ایک لفظ کی کمی ہے۔ اور سینا کا ایل غلط ہے۔ پیش نظر متن میں "سے" کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور ایلے کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲ (ب) میں "یارب فرقت کی یہ رات جلد راہی ہووے" ہے۔ سہولتاً بت ہے۔ مروع ناموزوں ہے۔ اس میں ایک لفظ زائد ہے۔ اس نے پیش نظر متن میں "یارب" حذف کر دیا گیا ہے۔

۳ (ب) میں "دل ابرام" ہے۔ سہولتاً بت ہے۔ مطلب واضح نہیں ہوتا۔ اس نے پیش نظر متن میں "دل ابرام کی جگہ" "دل آرام" درج کر دیا گیا ہے۔ دل آرام بمعنی معشوق۔

۸۰

من از دل و جان محو کلام اشرف
آشفته و مبتلائے نام اشرف
از میر و فقیر و شاہ مطاب چہ مرا
من بندہ و خادم و غلام اشرف

۸۱

کن نے رتبہ جہاں میں پایا تیرا
ہے نادر میر یہ جو پایا نیسرا
روح کی نہیں گرد بھٹکتا خوشید
اتنا غالب ہے اس پہ سایا تیرا

۸۲

آئینہ خطایاں ہے سہا حیرانی
نقشے ہیں تمام اک جہاں کے غانی
دو نقش الہی کو رے دل پہ بٹھا
یا حضرت خواجہ نقشبند ثانیؒ

۸۳

کیا منہ ہے جو ہم کہیں نہ طاعت کی ہے
یا زہد و عبادت و ریاضت کی ہے
اتنا ہی شرف بس ہے جہاں میں ہم کو
یا حضرت درد کی زیارت کی ہے

۱۔ اثر - خواجہ میر اثر - خواجہ میر درد کے بھائی - صوفی متش اور صاحب دیوان شاعر تھے اسکے علاوہ ایک مشہور مثنوی "خواب و خیال" ان سے یادگار ہے۔

۲۔ خواجہ میر نام عنایت - خواجہ میر درد کے والد تھے - صوفی بزرگ اور شاعر تھے۔

۳۔ نقطہ - مثل - طرح۔

۴۔ خواجہ نقشبند ثانی (خواجہ عبداللہ احرار) صوفی بزرگ اور پیر تھے۔

۵۔ (ب) میں "اتنا ہی شرف بس کہ ہے جہاں میں ہم کو" سپہ کعبت ہے - موع ناموں

ہے۔ اس میں ایک لفظ زائد ہے۔ اس لئے پیش نظر میں "کہ" حذف کر دیا گیا ہے۔

۸۴

وال ہیں دو جہاں کے اور ہیں امیر درد کیا ان سے ہے چھپا کہ ہیں روشن ضمیر درد
پائے ثبات کو مری لُغزش ہے ان دلوں یہ وقت دستگیر ہے یا خواجہ میر درد

۸۵

خواہش یہ نہیں کہ کچھ امیری کیجے کپڑے یارنگ کر فقیہی کیجے
آگاہی قلب و استغامت ہو نصیب یا حوت پیر دستگیر کیجے

۸۶

۱۔ اے حوت عندلیب جانِ گلشن ۲۔ اے رونقِ باغ و بوستانِ گلشن
دے آتشِ گل سے خار او پامِ جلا ۳۔ اے شمع و چراغِ دو دمانِ گلشن

۱۔ (ب) میں "کپڑے یارنگ" ہے یہاں ثابت ہے۔ مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ اعلیٰ کی غلطی ہے۔ اس کی قیاسی تصحیح پیش نظر متن میں کر دی گئی ہے۔

۲۔ عندلیب = خواجہ نادر عندلیب۔ خواجہ میر درد کے والد۔ صوفی بزرگ اور شاعر تھے۔
۳۔ گلشن = ایک اہم صوفی بزرگ تھے آپ شیخ عبد الاحد سہ بندی کے خلیفہ اور حوت محمد الف ثانی شیخ احمد سہ بندی کے نواسے تھے۔ خواجہ نادر عندلیب ان کے مرید تھے۔

۴۔ گل = شاہ عبد اللہ گل ایک صوفی بزرگ اور پیر تھے ان کے مرید سید اللہ گلشن تھے۔

۵۔ چراغ = حوت شیخ نصیر الدین محمد چراغ۔ روشن چراغ دہلی آپ کا لقب تھا۔ آپ

چراغِ دہلی کے نام سے بھی مشہور تھے۔ دہلی میں جہاں آپ کا مزار ہے اُسے چراغ

دہلی بھی کہتے ہیں۔

۸۷

خوناب جگرکب تن غم سے پیچھے یہ وقت ہے ملک آکے خبر اب لیجے
 ہے پائے نہات کو مری لخرش ہام یا حوت درد دستگیر کیجے

۸۸

خاموش کہ اس غنچہ تماشا شدنی است اس قطرہ بہ ہیں چہ طرفہ دریا شدنی است
 زین صورت غمخیز پیو لے دارد بالفعل اگر نیست بہیا شدنی است

۸۹

بیہودہ مدہ کہ کار عقبی شدنی است چیزے کہ کم است دہ باز پیدا شدنی است
 بہ طینت واصل خود نظر باید ساخت آخ زین سنگ نینر مینا شدنی است

۹۰

وہم است کہ اس خیال و خواہے داری در طینت خود تو آب و تاجے داری
 بہ صفحہ دل چسرت سالک سنگ در زیر بغل تو ہم کتاہے داری

۹۱

شاہے دارم نہ من وزیرے دارم پروائے گداؤ نے فقیرے دارم
 از لخرش پامرا چہ سالک پرواہ پیرے دارم و دستگیرے دارم

اے اشک روانہ ہو تو سوئے دہلی کر سیرِ مہاں و باغ و کوئے دہلی
جانا تجھ فرضِ عین ہے پارہٴ دل نکلے تادل سے آرزوئے دہلی

ہیں رشکِ ارم کوچہ و باغِ دہلی رشکِ پرتاؤس ہے زاغِ دہلی
جاتا نہیں سہلاب یہ داغِ دہلی تم پر روشن ہے سب چراغِ دہلی

از رنگِ سرِ شکرِ لالہ زاری شدہ و رفت وز داغِ جگرِ طرفہ بہاری شدہ و رفت
عاشقِ بخت تو دُنِ خاکے شدہ ماند آں ہم بہ ہوائے تو غباری شدہ و رفت

ہمدرد کیسے نہ غمِ گہرا دارم مخلص نہ کیسے نہ دوستدارِ بے دارم
از داغِ فراق تو ہمیں خانہٴ خراب چشمِ ترو جانِ بیقرارِ بے دارم

ار (ب) میں "اے" ہے سہولتاً بت ہے۔ پیش نظر متن میں اسکی تصحیح
کر دی گئی ہے۔

۱۲ چراغِ دہلی = حضرت شیخ نصیر الدین محمود (چراغِ دہلی)

۹۶

از شدت درد تو فنا نے دارم وز موج اشک کاروانے دارم
 باور اُرت نہت بیازود ہیں اینک ہر اب رسیدہ جانے دارم

۹۷

غافل اگر از رنگِ حقیقت خبر اشت در ارض و سما ہیں کرچیرے در است
 گر چشم بصیرت است از خور بہ زمیں یک نور الہی ہمہ جلوہ گر است

۹۸

فصلِ دل و نیش جاودانی ہمہ سچ ناکامی دہر و عامرانی ہمہ سچ
 ایں ہستی مہیوم ظلم محض است عالم ہمہ خواب و زندگانی ہمہ سچ

قطعات

محتاج میں تمہارے ارادے پر خسرو ^۱ ^۲ علی
 بل میں کئے ہیں تم نے کتنے فقیر خسرو
 محبوب پاس ہووے اور ہو مجھے فراغت
 یہ مانگتا ہوں تم سے خوفت امیر خسرو

شام و سحر ہے وردِ زباں مجھ کو نام درد ^۱ ^۲ علی
 رکھتا ہوں حشرِ جان ہمیشہ کلامِ درد
 مجھ کو نہیں ہے کام امیر و فقیر سے
 ہندہ ہوں جانثار ہوں خادمِ غلامِ درد

اَنَا سَاجِدٌ وَأَنْتَ مُسْجودٌ ^۱ ^۲ علی
 اَنَا عَابِدٌ وَأَنْتَ مُعْبودٌ
 اَيْسُ مُطْلَبُ سُرَابٍ فِي الدَّارِينِ ^۱ ^۲ علی
 أَنْتَ رَبِّي وَأَنْتَ مُعْطودٌ

پہ سید زخم نہانے کہ داشتہ دارم ^۱ ^۲ علی
 بہ لبِ یحیوم فنا نے کہ داشتہ دارم
 بربِ شمع زہرِ فراقِ آن طرد
 دلِ پرشتہ و جانے کہ داشتہ دارم

ار درد = خواہ میر درد

”مشراد زبا عیادت“

۱۔

اپنا ہے بہت ان دنوں احوال تباہ - ملک کیچوں گاہ
محتاج تمہارے ہیں گدا سے نا شاہ - بے شک واللہ
طاقت نہیں اب مجھ کو پڑ جبریں ہو، جلدی سے اب
کردیجئے مطلب مرے سب خاطر خواہ - یا حضرت شاہ

۲۔

عارض ترے والشمس ہیں اے غیرت ماہ - گر کیجئے لٹاہ
والیل سے کچھ کم نہیں ہے زلف سیاہ - بیشک واللہ
جوں آئینہ سہرہ صفائی ہے یہاں - الخ شکر
شاہد ہے پیہر مجھ ہے جیسی چاہ - اللہ گواہ

۱۔ والشمس :- سورۃ ۲، آفتاب

۲۔ والیل :- سیاہ رات - قرآن کی آیت بھی ہے جیسے ”سورۃ والیل“ کہتے ہیں جس میں خدا نے رات کی قسم کھائی ہے - شراد اکثر والیل سے محبوب کی سیاہ زلف کو بھی تشبیہ دیتے ہیں -

۳۔ (ب) میں ”والیل سے کچھ کم نہیں ہے زلف سیاہ“ - واللہ ”سہو کتابت“ ہے - مروع ناموزوں ہے اس میں ایک لفظ کی کمی ہے - اسلئے پیش نظر متن میں ”بیشک“ کا اضافہ کر دیا گیا ہے -

۴۔ (ب) میں ”جس سے“ ہے - سہو کتابت ہے اسکی تصحیح کر کے پیش نظر متن میں ”جیسی“ درج کر دیا گیا ہے -

ہر داغِ جگر پہ رشکِ نظرِ آرام - حسبِ دُخواہ
 ہر زخمِ دل نہیں ہے فردوس سے کم - گر کیجے نگاہ
 ہے کلبۂ احزان میں میسرِ ہم کو - یہ سیرِ چمن
 کیا باغ و بہار ہے ترا عشقِ صنم - اللہ اللہ

نوروز تجھے ہو جو مبارک - یہ اب - باختمت و جاہ
 دل سے ہوں ترے دور یہ سب نچ و توب - از فضلِ اللہ
 ہر شام و سحر یہی دعا ہے اپنی اے عالیِ بخت
 ہر آویں ترے دل کے تمامہ مطلب - سب خاطرِ خواہ

ار (ب) میں "ہر چشم نہیں ہے فردوس سے کم" ہے۔ یہ کہ کتابت ہے۔ موع ناموزوں ہے اس میں
 ایک لفظ کی کمی ہے۔ پیش نظر متن میں اسکی قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔
 سار کلبۂ احزان = نخلکہ

سار (ب) میں "خاطر خواہ" ہے۔ یہ کہ کتابت ہے۔ اے کی غلطی ہے۔ پیش نظر متن میں
 اسکی تصحیح کر دی گئی ہے۔

کہتے تھے یہ عید جو آ جاوے گی۔ گلے گا گلے
یعنی کہ یہ چار دہ دیکھاوے گی۔ دن ہوئے بھلے
آج عید تھی وہ سب سے گلے ملتے تھے۔ خوش ہو رہی تھیں
میں نے جو کیا میری بھی بار آوے گی۔ منہ پھیر چلے

۷۶

دل کے تئیں رو رو کے کریں ہم ہر بات۔ اے مائیہ ناز
تم بزم میں غیروں کی رہے ساری رات۔ ہنگامہ طراز
گو ہو گئے ہم خاک برابر غم میں۔ یہ تو نے کبھو
افسوس رہ پوچھی نہ ہماری کچھ بات۔ اے ہندہ نواز

۷۷

شبہم گلے لگتی ہے گلوں کے باہم۔ بادیدہ غم
بلبل کہتی ہے ہو کے نالاں ہر دم۔ بادرد و الم
شبہم یہ نہرے آٹا دے لوٹے یہ بہار۔ اپنے یہ نصیب
ہم جو روحاً کھاویں اور کھاویں غم۔ اے والہ بہتم

ار بار = بار بار

۱۲۔ (ب) میں "ہنگامہ صلا" ہے سہو کثابت ہے۔ پیش نظر متن میں اسکی تصحیح کر کے
"ہنگامہ طراز" درج کر دیا گیا ہے۔

۱۳۔ تذکرہ عبارت الشعراء (قلمی نسخہ) میں "شبہم یہ نہرے لوٹے آٹا دے یہ بہار" ہے۔

تاریخی قطعات

”تاریخ وفات حضرت خواجہ محمد عظیم صاحب قدس الہ سرہ“

اِذَا مَا فِي شَوْقِ رَبِّ الْجَلِيلِ شَفِيقٌ، خَلِيقٌ، شَكِيبٌ، كَرِيمٌ
سُلْنَا عَنْ الْغَيْبِ عَالَمِ الْوَفَاتِ فَكَ قَالَ تَارِيخُ رَبِّ عَظِيمِ

۱۲۲۲ھ

تاریخ فارسی

جلیس منہ توحید ذاتِ شاہِ عظیم کہ اینزولش چو ملائک نمودہ بود سر شربت
زمانہ را اثر از فیض داد تا کہ بہ زیست بہ نزرع دو جہاں تخم محسنات بہشت
نمود نقل مکان زین رباط کینہ دہر بیاد کردن عالم ز نام نیک بہشت
چو سال رحلت اور از عقل پریدیم سر و ش گفست کہ ”رو کرد اول بہوئے بہشت“

۱۲۲۲ھ

ار عام : سال

۱. (پ) میں ”نہاہ کردہ“ ہے۔ یہو کتابت ہے۔ مورع غیر مورع ہوزوں ہے۔

قیاسی تصحیح کردی گئی ہے۔

باغِ دنیا سے کیا جس گھڑی حُفوت نے سفر کچھ زمیں پر ہی نہ تھا نالہ و افناں شیون
 عندِ لبِ لبانِ چمن گریہ کنناں تھے ہر سو پیر بن جاگ تھا ہر گُل کا غرض تا دامن
 آسماں آہ سیہ پوش ہوا اس غم سے کر کے تسبیحِ ملائک بھی ہوئے لُحسہ زن
 نرگس اس غم سے فقط آہ نہ تھی کچھ بہار خاکِ آلودہ نمایاں تھا لباسِ سوسن
 ایسے اشخاص غرض ہو بہت مشکل ہیں چھانٹا خاک پھرے برسوں اگر حیرتِ کہن
 سن کے اشعار کے پیرِ خرد یہ بولا کوئی تاریخِ کہو کون ہے یہ طرزِ سخن
 کر ہوا ^۱وئے ہوس جوں ہی میں سوچا تاریخ بولا ملکینِ قضا دو ہیں نہ "رضواں مکن"

تاریخ وفات حضرت پیرورثہ حضرت خواجہ میر الممتخلص بہ دردد رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

جناب حضرت خواجہ نہیں ہے کچھ ایسی
میں اُنکے رتبہ عالی کو کیا بیان کروں
رضا ئے حق میں عرض تھو وہ اس قدر خوب
کیا جب اپنے دنیا ئے ^۲دوں سے نقل ہوگا
جہاں ہو گیا تار یک اپنی نظروں میں
پہ کیا کروں کہ زمیں سخت آسمان ہے دور
یہ حال دیکھ کے پیر خرد نے تجھے کہا
تو کوئی موعودہ تاریخ جلد الیسی کہہ
یہ سن کے فکر میں تاریخ کے ہو میں غرق
کہ اتنے میں یہ طلب لول اٹھو نہ خود داد

زبان خامہ سے اوصاف جس کے ہوں تر قسیم ^۱
ملک ملک پہ سدا ان کی کرتے ہیں تعظیم
قضا و قدر انھیں جب کے کرتے تھے تسلیم
خدا ہی تھارے احوال کا گواہ و علیم
دل و جگر ہوئے تیغ الم سے میرے دو نیم ^۳

اگر تو رکھے ہے عقل درست و فہم سلیم
کہ آب زر سے جسے چاہئے کریں تر قسیم ^۴
کہ دیکھ کرے القادہ کیا خدائے علیم
ہوئے ہیں ملنِ جنت کے آج جائے مقیم ^۵

۱۱۹۹، م

۱۔ تر قسیم = تحریر

۲۔ دنیا ئے دوں = دنیا ئے آب و گل

۳۔ (ب) میں "دل و الم ہوئے تیغ الم کے دو نیم"۔ یہ کو کتابت ہے موع ناموزوں ہے قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۴۔ (ب) میں "کہ تاب زر سے جسے چاہئے کریں تر قسیم"۔ یہ کو کتابت ہے موع ناموزوں ہے قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۵۔ القادہ = الہام

تاریخ وفات مرزا جان جاناں مظہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کروں کیا سیرا صاحب کی تعریف طریق شمع مرنے تک نبھایا
شب عیشہ کو خفت کو سدھارے یہ سن کر مجھ اس پر نے سہا
غرض میں نے جناب کبریٰ میں وہی تاریخ کا مضمون چاہا
ملائی تب دل بریاں سے بولے غایا تھم آہا، تھم آہا

۱۱۹۴ھ

نوٹ: مرزا جان جاناں مظہر: اردو کے مشہور شاعر تھے۔

تاریخ وفات حلیم قادر علی خاں

اے ملک قادر علی خاں اے تیس دنیا سے نہ اٹھانا تھا ابھی تو نے یہ کیا کام کیا
آج وہ شخص اٹھا جس سے تھی آرائش دہر تو نے کیوں اپنے تئیں مفت میں بدنام کیا
گفتگو سن یہ مری پیر خرد بول اٹھا تجھ کو کیا ان نے ہرا، یا یہ بھلا کام کیا
تجھ کو اس گفتگو نے پوچھ سے ہے کچھ حاصل تو نے کوئی موعزہ تاریخ بھی ارغام کیا
سن اے یہ فکر میں تاریخ کے میں غرق ہوا دوہیں ہاتھ سے میں تاریخ کا پیغام کیا
کہا ہاتھ نے اوہیں از سر بہ تابی و آہ ان نے جا ملشیں فردوس میں آرام کیا

۱۲۴۸ھ

ارد (ب) میں آج وہ شخص تھا کہ جس سے تھی آرائش دہر ہے۔ سہو کتابت ہے
موعزہ ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کردی گئی ہے۔

تاریخ وفات یوسف خاں

گیا جس وقت یوسف خاں عزیزاں ٹرنیکی کالے باغِ جہاں سے
گلِ بہارِ غم سے ہو گیا زرد اٹھا شورِ فغاں اک آسماں سے
ملائک از سرِ افسوس بولے پہ رنگِ گل گیا خنداں جہاں سے

۱۱۸۷ھ

نوٹ:- یوسف خاں دلی کے مشہور حکیم تھے۔ غلام حسن خاں کے فرزند تھے

(آثار الصنادید - ص - ۵۱۶)

تاریخ تولد فرزند کنور گوپال ناتھ

کنور صاحب کے ہاں فرزند دلہند ہوا جس دم بہ پیش و کارانی
دلِ شاداں سے بولا بالفِ غیب گلِ باغِ اُسیدِ جاودانی

۱۱۸۷ھ

تاریخ افضل المتأخرین رئیس المتقدمین خلف الصدق خوت خواجہ میر درد

المتخلص صاحب میرالم قدس سرہ الخزیر

جناب آتم جب کہ جنت گئے	ہوا ان کی فرقت سے کیا کیا الم
فلق پر قلق داغ پیر تازن داغ	الم پیر الم اور ستم پر ستم
کچھو درد تھا بے قراری کچھو	کچھو آہ و زاری سے اک رنج و غم
کچھو دست بر سر کچھو نوخہ گر	کچھو آہ بر لب کچھو پیشہ غم
کچھو سینہ کو باں کچھو نعرہ زن	کچھو دل طبر چاک مثل قلم
خرد نے مراد یکہ حال زبوں	کیا مجھ سے اے وارث ملک غم
خلف آج اس کا ہے خواجہ لفر	سہ ایائے اشفاق و لطف و کم
وہ ہے دو دمان الم کا چراغ	نہ پونچے اے صرصر فوج غم
خدا اسکو دائم سلامت رکھے	کہ اس خاندان کا وہی ہے علم
کوئی قطعہ تاریخ کا میرے یار	ارادہ اگر ہے تو کیجئے رقص
لکھوں کیا کہ حالت عجب اب ہوئی	برسنے لگا ہر طرف ابر غم
کھلا مجھ پہ اب باب حیر فراق	تھر مراد یکہ کر یک قلم

نہروئے کرم دو ہیں بولے ملک

کہ جنت ہوئی خواجہ کا الم

۱۲۲۵ھ

ار دو دمان :- دھواں

مار (ب) میں الم ہے۔ الم کی غلطی ہے تصحیح کر دی گئی ہے۔

تاریخ اشرف المحکمات حکیم شریف خاں

جس گھڑی اس جہاں سے خان شریف سینچ جود، معدن افضال
ملتفت ہوں ہوا یہ عالم قدس شاہ باز سپر بدر کمال
بولے باغ بہشت کے ساکن تیری خاطر یہ سرب ہے نیک فصال
دو حشہ، سبج طرہ موزوں روضہ ماء نہر ہا سلسال
قدرو منزل کو دیکھ کر اپنی ہوا دنیا سے جلد فارغ البال
درجہت پہ جوں قدم رکھتا کیا تاریخ کا میں حق سے سوال

از سر وصل ناگہاں روضوں

تال اجلس معی تعال تعال

۱۲۲۲ھ

تاریخ اشرف المحکمات حکیم شریف خاں

شکرِ غم دلوں پہ آہٹھا نہرا جس وقت یارِ وفا کا وصال
دیکھ اس واقعہ کو ہاتھ سے کیا تاریخ کا میں وہیں سوال

از سر جاں وہیں ندا آئی

اٹھ گیا جامع صفات و کمال

۱۲۲۲ھ

نوٹ: حکیم شریف خاں = دہلی کے مشہور و معروف حکیم (بحوالہ "آثار الضادید

"ص" ۵۱۲)

تاریخِ وفاتِ ہدایت اللہ خاں صاحب تخلص بہ ہدایت رحمت اللہ علیہ

مشفق و مہرباں ہدایت خاں بادشاہ سخن تھا وہ استاد
شومن اس کا رشتہ کھاتے تھے طوطی ہند بلبل شبیر از
بس کہ خادم جناب درد کا تھا شرس رکھ تھا وہ سوز و گداز
جو تراوش کرے تھا وہاں مورع درد ٹپکے تھا موافقت انداز
ریختے میں بھی تھی شیرینی ہند میں تھا وہ سعدی شیراز
وقتِ رحلت جو عنقریب آیا در عزت پہ مل کے روئے نیاز
کلمہ سے ہم کلام وہ بہ سو کر چشم کو روند پاؤں کر کے دراز
ملفت جوں ہوا بہ عالم قدس یعنی واصل بحق ہوا وہ شہباز
زیر دیوار پیرِ آسودہ جس گھڑی کہ ہوا وہ ہندہ نواز
پولا رفلوں وہیں زروئے کرم کر دیا ہے در بہر شدت کو باز

۱۲۱۷ھ

۱۔ (ب) میں "مہرباں ہدایت خاں" ہے مورع ناموزوں ہے قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲۔ (ب) میں "طراوش" ہے۔ ایلے کی غلطی ہے تصحیح کر دی گئی ہے۔

۱۲
 قطعہ تاریخ وفات ہدایت اللہ خاں صاحب تخلص بہ ہدایت رحمت اللہ علیہ

ظائر روح نے ہدایت کے جب کیا قصہ عالم بالا
 از سر لطف بول اٹھا ہاتھ شاہ باز سخن جہاں سے گیا

۱۲۱۷ھ

۱۳
 تاریخ نیا باغ اسماعیل خاں بہادر

چوں خان فلک قدر عالی نثر ادب بنا کرد یک گلشن یادگار
 فرد پایا بہادریں باغ الفت کہ تاریخ آں بہت باغ و بہار

۱۲۲۱ھ

۱۴
 تاریخ نکاح راحت خاں میر عزت اللہ قادری سلمہ اللہ تعالیٰ

بہار سعادت وہ عزت پناہ ہوا جب کہ عازم یہ رسم نکاح
 چو تہنیت گو سبھی خاص و عام کہ ہے اکس میں دنیا و دین کی صلاح
 یمن میں بھی تھا فکر تاریخیں کہ اتنے میں بالخمہ ہائے فلاح
 ملائکہ ساز لوطی چرخ یہ بولی درٹیش کر افتتاح
 بہار گل باغ قدرت تھے بخوبی مبارک ہو عقد نکاح

۱۱۷۷ھ

تاریخ ہندی میر عزت اللہ سلمہ اللہ

گل قدرت نے جب ہندی لگائی کہا بچہ سے خود نے کہ مبارک
ذرو نے تہنیت لکھی میں تاریخ ضاہندی تجھے نوشتہ مبارک

۱۱۶۷ھ

تاریخ کتھائی ہر نور دار سہلات نشان میر عزت اللہ سلمہ

جب اُس لختِ جگر آرام جاں کی فلک نے دھوم سے شادی بچائی
تماشا دیکھ کے یہ لونی چرخ بدھاوا آپ آ مجلس میں گائی
وفور لختہ سازاں تھا یہاں تک کہ بہنوں کی وہاں ^{باری} پائی
دھواوہ دھوم سے نقار خانہ کہ جس کے دیکھنے کو خلق آئی
ہے نوبت سب بچے موجود آکر کہ جو نقارچی تھے بادشاہی
ہر اک نقارہ نے تاشِ ملک پر خوشی اور خستہی سے غل بچائی
فلک پر سے ملک کہتے تھے حسن غرض اس کطف سے نوبت بچائی

ار بدھاوا = شادی کا گیت جو عورتیں گاتی ہیں۔

مار (ب) میں "وفور لختہ سازاں تھا یہاں تک" ہے یہ کو کتابت ہے موع ناموزوں ہے قیاسی تصحیح

کردی گئی ہے۔

سار تاش = کثرت

سوار کی جو آرائش کو دیکھا
وہ آتش بازی چھوٹی تھی کہ جس پر
خیالت سے ہوا مہتاب^۲ روپوش
نہ تھا آنا^۳ ہر خنداں فقط کچھ
تماشا دیکھ کے ہتھ پھول^۵ کاواں
مجھے دیکھا جو اس ہزم طرب^۶ میں
کوئی تاریخ کا کدہ^۷ کو بھی قطعہ
یہ سن کر جو ہوا میں سر بہ زانو
مبارک باد دی دولہا کو اس دم
کہا وہ میں خود نے ہو کچھ مبارک

فلک کہنے لگا اچھی بنائی
جلے تھو اشک سے مرغِ ہوائی^۱
ستاروں کی ہوئی یاں تک چڑھائی
خوشی سے پھلچھڑی بھی مسکرائی
قلم بھی یک قلم حکیم میں آئی
یہ بولا دل زروئے آشنائی
کہ کھلے ہے اس امر میں تجھ کو رسائی
جناب حق سے جو اعداد چاہی
بعد آداب و رسم جبہ سائی
مبارک ہو یہ رسم کہ خدائی^۸

۱۲۱۵ ہج

۱۔ مرغِ ہوائی = ہوا میں اڑنے والا مرغ

۲۔ مہتاب = چاند

۳۔ ستاروں = آنا کہ ستارے

۴۔ آنا = آتش بازی کی ایک قسم

۵۔ ہتھ پھول = پھلچھڑی

۶۔ (ب) میں "مجھے دیکھا اس ہزم طرب میں" ہے یہ کہنا ثابت ہے جو غنا و زول ہے قیاسی تفسیح کر دی گئی ہے

۷۔ (ب) میں "مبارک باد دی دولہا کو اس دم" ہے یہ کہنا ثابت ہے جو غنا و زول ہے قیاسی تفسیح کر دی گئی ہے۔

۸۔ کہ خدائی = نکاح = شادی

تاریخ در وفات سید احمد

مرد درویش شیخ فضل اللہ
از تپ دق چہ آں جوان بچہ
سال تاریخ آن بہشت مکان
خدا آں طور در شمار آورد
رفتہ بگذاشت جادہ ایں مو
خفت آن کس کہ گویے نیکی برد
چوں عاشق ذات پاک نور احمد
جان کرد فدائے نام می سرمد
گفت از سر لطف ہاتف غیب
فی عشق اللہ مات سید احمد

۱۲۲۷ھ

۱۸

تاریخ والدہ ماجدہ میر قدرت اللہ حکیم اللہ صاحب

وہ جب مادر مہربان و شفیع
گی نژد پروردگار حبیب
یہ سن فکر تاریخ جو میں کیا
کیا وہ میں ہاتف نے رطوں نصیب
۱۲۰۹ھ

۱۹

تاریخ وفات جان صاحب مرحوم

خان رحمت نشان او جانی خاں
چو غریمیت بہ خلد والا کرد
رحلت او بگوش ہر کہ رسید
ہر کشید آہ و نالہ از دل سید
سال تاریخ الوداعش را
آں چوں جہیم از دل پیر درد
از سر لطف گفت ہاتف غیب
مرد جاں داد و نام روشن کرد

۱۲۱۹ھ

تاریخ وفات حکیم غلام علی خاں دروم

چوں بہ حکیم حکیم عزو جل آن حکیم بلند قد و نثر اد
 خان عالی نسب غلام علی رحمت حق بہ روح پاکش باد
 بہرست محل بہ عالم باقی گشت جنت زمقد مش آ باد
 ہاتھی لغت سال تو دلحیش کرد جاد رہشت پاک نہاد

۱۲۲۲ھ

تاریخ وفات حضرت مولانا فخر الدین قدس اللہ سرہ الخزینہ

جبکہ وہ قبلہ مقصود گیا دنیا سے یعنی وہ طہ فخر زمان کعبہ ہر پیر و جوان
 دیکھا اس واقعہ کو چرخ سید پوش ہوا اہل افلاک کو ہرگز نہ رہی تاب و توان
 مثل گل چاک گریبان کوئی کرنا تھا مثل شبنم کے بعد رنگ کوئی تھا گریاں
 کوئی سنبلی کی طرح مرنے پر لشتیاں بے حال کوئی جوں دیدہ رنگس کے بہ حیرت نگراں
 الخوض ہو کوئی اس واقعہ جاں کماہ میں تھا مثل تصویر کے حیراں تھا محجب حال سے ا
 میں بھی اس حادثے کو دیکھ بہت سارو یا کہ محجب شخص نے دنیا سے کیا نقل رماں
 دیکھ کے پیر خرد نے یہ در حال سقیم کیا کس واسطے غمگین ہے تو اکیس جلاں
 عرض کی میں نے کہ وہ گلشن دنیا سے گیا فخر دین، فخر جہاں، فخر امین فخر زمان

اردب) میں "مثل تصویر کے بند حیراں تھا محجب حال سے داں" ہے۔ یہ ہونکا بہت ہے۔ موع ناموزوں ہے قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

اس لئے درد و الم کا میں غرض شیفۃ ہوں اس لئے بنچودو بے حال ہوں میں گریہ کناس^۱
 سن کے اس واقعہ کو کر کے بہت سا افسوس کیا بے فائدہ اس درد سے تو ہے نالاس
 ہر کہ آید بہ جہاں نقشِ خرابی دارد کون اس گلشنِ دنیا میں رہا ہے ناداس
 کوئی تاریخِ کدہ اب جس میں ہو تیری بہبود گو ہر اشک کا درد و کرے ہے کیوں تو نریاں
 سن کے اس بات کو ہاتھ سے بدل کر کے رجوع بحر تاریخ میں جوں میں ہوا غوطہ زناں^۲

از سر لطف طائف یہ وہیں بول اٹھ^۳
 اٹھ لیا گلشنِ دنیا سے وہ قطب دو جہاں

حج ۱۱۹۳

۱۔ (ب) میں "اس لئے بے خود و بے حال ہوں میں گریہ ہوں" ہے۔ یہ کتنا بہت ہے۔
 معرے ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲۔ (ب) میں "بحر تاریخ میں جوں میں ہوا غوطہ زناں" ہے۔ یہ کتنا بہت ہے۔
 معرے ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

”سلام“

علہ

یا علی بے شبہ ہو تم نائبِ حضرت رسول شانِ والا میں ہو مجھے ہیں آئینِ کتنی نزول
بلبلیں صلوٰۃ بھجیں ہیں بہ امیدِ قبول یا علی گل و صف میں کتنے ہیں تیرے بھول بھول

السلام اُنے سایہ ات خورشیدِ ربِّ العالمین

آسمانِ غرورِ تمکین آفتابِ داد و دیں

ختمِ تم پر ہی چلی ہے بس کہ شانِ مصطفیٰ^۱ اہلِ منی تم کو کہتے ہیں گے جانِ مصطفیٰ^۲
ہو قہیں چشم و چراغِ خاندانِ مصطفیٰ^۱ عرض کرتے ہیں یہی سب بندِ جانِ مصطفیٰ^۲

السلام اُنے سایہ ات خورشیدِ ربِّ العالمین

آسمانِ غرورِ تمکین آفتابِ داد و دیں

۱ (ب) میں ”ختمِ تم پر علی ہے بس کہ شانِ مصطفیٰ“ ہے۔ یہ لکھا بت ہے۔ موع ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲ اہلِ منی = صاحبِ دل۔ صاحبِ باطن

بڑھ درود ہر دم پیسہ کو یہ بھیجے ہے ثواب اس نے ہے گی کف دریا میں تسبیحِ جناب
 موجیں کھاتی ہیں غم شیریں نہ پہنچے و تاب ماہیاں کہتی ہیں خدمت میں تری یا بدتراب

السلام اے سایہ ات خورشید رب العالمین
 آسمانِ عز و تمکین آفتابِ داد و دیں

منظرِ چشمِ مہاں بس کہ ہے تیرا رواق ۲۷ خوانی میں ہیں تیرے مومنوں مالا اطاق
 بس کہ تیرے نام کا رہتا ہے ہر دم اشتیاق رات دن یہ ہی زبان پر ورد رکھتا ہے خرق

السلام اے سایہ ات خورشید رب العالمین
 آسمانِ عز و تمکین آفتابِ داد و دیں

وہ جناب پاک ہے تیری امیر المومنین ۲۸ سب ملائک آتسری خدمت میں با صد لقیں
 آستانے پر ادب سے تلخے ہیں اپنی جبین اور درودِ عرش پر کہتے ہیں یہ روح الامیں ۲۹

السلام اے سایہ ات خورشید رب العالمین
 آسمانِ عز و تمکین آفتابِ داد و دیں

۱۔ ماہیاں = مچھلیاں

۲۔ رواق = مکان کا چھتچہ

۳۔ امیر المومنین = حضرت علی کا لقب

۴۔ مالا اطاق = وہ کام جس کے کرنے کی طاقت و قدرت نہ ہو

۵۔ روح الامیں = جبریل امیں۔

غم میں تیرے چاک کر ڈالا ہے گل نے پیرہن نخلِ ماتم کی گویا تصویر ہے سرو چہن
یاد میں تیری کمرنت اٹھ کے نہ رہی دسمن آپ شبنم سے وضو کر کے یہ کہتے ہیں سخن

السلام اے سایہ ات خورشید رب العالمین
آسمان غزو و تمکین آفتاب داد و دیں

یا علی غم میں نہیں شبنم ہی تیرے زار زار غنچہ و گل بھی رہے ہے تیرے غم سے دھڑکار
داغ ہے اس غم سے لالہ کے جگر پر اشتعار عند لیپ کی صفحہ آپس کہتی ہیں یہ بار بار

السلام اے سایہ ات خورشید رب العالمین
آسمان غزو و تمکین آفتاب داد و دیں

وہ ترے فرزند ہیں دونوں شہید عالی مقام جن پہ درجہ سب شہادت مانگو ہے اہل ختم
یہ فلک نہت پشت خم رکھتے ہیں از بہر سلام قدسیاں سے نہت صدا آتی ہے یہ ہی صبح و شام

السلام اے سایہ ات خورشید رب العالمین
آسمان غزو و تمکین آفتاب داد و دیں

ار قدسیاں = فرشتے

سلام
علی

تمہارے زور شہادت کو کیا کروں مرقوم یہ کچھ فقی نہیں ہے سب ہے فرض معلوم
تمہاری روز و غا میں فرض پُری ہے دھوم تمہارے نام سے بھاگتے ہیں سب چوں ظلوم

تو آن نہ کہ کیسے رو ہوئے تو آید

مجال نیست کہ دشمن پہ سوئے تو آید

کرو ہو مشکل عالم تمہیں تمام آساں وگرنہ کر سکے ہے کوئی ہر کد ام آساں
تمہیں سے خلق کے ہوتے ہیں سار کام آساں مری بھی کچھ مشکل کو یا امام آساں

مکن تو مشکل آساں برائے پیغمبر

امیر ہر دوسرا رہتا ہے جن و بشر

حسن حسین کا بندہ ہوں اور علی کا غلام انھیں کی یاد میں رہتا ہوں ہر کد ہر شام
نسیم کہو مری طوف سے یہ عجز تمام کہ یوں فراق کہے ہے تمہارا اب یہ غلام

ہزار جان گرا می فدائے نام علی

علی امام من است و منم غلام علی

ار و غا = جنگ

۲۰ کد ام = کون شخص

نسیم باغ شہادت میں گر ترا ہو خرام تو کیجو حُفوتِ عباس سے یہ عرضِ کلام
اور اسکے بعد ہر طرف سے دیکھو پیام کہ یوں کہے ہے تمہارا فرق اب یہ غلام

زدستِ چرخ جفا کا زار می گریم

بسانِ موسمِ ابر بہار می گریم

سلام بھجوں ہو یا شاہِ انت تمہارے میں تمہاری یاد سے رہتی ہے دل کو یک تکیں
وگرنہ چرخ کے ہاتھوں رہوں ہوں نت غمیں سوا تمہارے کروں عرض کس سے قبضہ دیں

سوائے ذاتِ مبارک مرا پنا ہے نیست

ازیں ستم بکہ نام کہ داد خوا ہے نیست

تمہاری آتشِ غم سے مدام جلتا ہوں برنگِ شعلہ سدا یا امام جلتا ہوں
غرض کہ ہر طرح عالی مقام جلتا ہوں چراغِ گل کی طرح صبح و شام جلتا ہوں

چراغِ گرجہ لبوزد لبشام می سوزد

الم زداغ فراقت مدام می سوزد

ار حُفوتِ عباس = حُفوتِ امام حسین کے بھائی جن کا لقب علمدار تھا اور جو

کربلا میں شہید ہوئے۔

حُسنِ حُسن کے بجائی ہر اور علی کی جاں تمہارے نام کے عباسِ علی میں ہیں قرباں
تمہارے غم سے مرے رہتے ہیں نتِ اشکِ رواں تمہارے رتبہٴ عالی کو کیا کروں میں ہیاں

برادرِ حسن و نورِ دیدنِ زہرا
نشانِ لشکرِ شبیر و جانِ شیرِ خدا

۱۔ نشانِ لشکرِ شبیر = (مراد) حضرت امام حسن کے بجائی حضرت عباس علیہ السلام
۲۔ شیرِ خدا = (مراد) حضرت علی علیہ السلام

جنت میں گر نسیم سحر ہو ترا لذار کبجوری طرف سے شہیدان سے آشکار
یعنی کہ یہ غلام جو ہے شاہِ نامدار کرتا یہی ہے عرضِ ابدِ عجز و انکسار

ڈالی درود کی یہ پذیرا ہو یا امام

اور ہو مرا قبول یہ گلدستہ سلام

کبجوری طرف سے نسیم چمنِ توجا یہ عرض درجنابِ شہیدانِ کربلا
تحفہ تمہاری نذر کو بھیجوں سو بکینا ہر دم یہی ہے خدمتِ عالی میں استجا

ڈالی درود کی یہ پذیرا ہو یا امام

اور ہو مرا قبول یہ گلدستہ سلام

یا حضرت حسینؑ تمہارا غلام ہوں قربان تمہارے نام کے ہر صبح و شام ہوں
نیت بھیجتا میں تم پر درود و سلام ہوں ہر دم یہی زبان سے کہتا سلام ہوں

ڈالی درود کی یہ پذیرا ہو یا امام

اور ہو مرا قبول یہ گلدستہ سلام

ار (ب) میں "نظر" ہے بسہو کتابت ہے۔ ایلے کی غلطی ہے جس کی تصحیح کر دی گئی ہے

کرتا ہے کوئی دستہ گل لا تری نیاز سہرا کوئی چڑھاوے ہے تاہوں میں سر نزار
لاوے ہے کوئی چادر گل کو ہا متیاز کہتا ہی غلام ہے با سوز و با گداز

ڈالی درود کی یہ پذیرا ہو یا امام

اور ہمارا قبول یہ طہ ستہ سلام

اس گردش زمانہ سے جاؤں میں اب کدو ہوں مضرب پڑا ہوں ترے در پہ آن کر
میں بھیجتا سلام ہوں ہر شام ہر سحر مطلع ہی رہے ہے مری منت زبان پر

ڈالی درود کی یہ پذیرا ہو یا امام

اور ہمارا قبول یہ طہ ستہ سلام

جوں غنچہ دل گرفتہ میں رہتا ہوں اور اس رکھتی ہے مجھ کو بادِ مخالف یہ ہے حواس
لیکن تجھی سے مجھ کو ہر اک امر میں ہے آس ہر دم ہی ہے خدمتِ عالی میں التماس

ڈالی درود کی یہ پذیرا ہو یا امام

اور ہمارا قبول یہ طہ ستہ سلام

ہو موجب ملال کروں عرض جو زیاد
رہتی ہے رات دن مجھے تیری ہی بس کہ یاد
ہر دم ہی کروں ہوں میں ہو ہو کہ شاد شاد
اے مصطفیٰ و باغ علی کے گل مراد

ڈالی درود کی یہ پذیرا ہو یا امام

اور ہو مرا قبول یہ طہ ستہ سلام

جانے کار بلا کارے تو اگر خیال
کھینچو نسیم دوش پہ اپنے مجھے بھی ڈال
یاد بس کاب اسلے مجھے شوق ہے کمال
رورو کے یہ کہوں گا کہ اے فاطمہ کے لال

ڈالی درود کی یہ پذیرا ہو یا امام

اور ہو مرا قبول یہ طہ ستہ سلام

یہ آرزو ہے روضہ کے قرباں ہو کروں
احوال اپنا عرض کروں اور بس کا کروں
جو بات دل میں ہے سوز بانی ادا کروں
ہر دم ہی فراق میں رورو کہہ سا کروں

ڈالی درود کی یہ پذیرا ہو یا امام

اور ہو مرا قبول یہ طہ ستہ سلام

سلام
۷۷

غلب پہ مانِ مہم کا دیکھتے ہی ہلال غم حسین کا لڈرا ہے اپنے جی پہ طلال
الم کی تیغ سے دل کٹ کے بہ گیا ہے ڈھال ادب سے سر کو جھکا جب کیا یہ میں فی الحال

قتیل تیغ شہادت سلام لے میرا

غزین بحرِ امانت سلام لے میرا

شہا میں ذکر کروں تیرے مرتبے کو کیا سوارِ دوشِ پیہر پہ نت کو چہ ہاتھا
سو آج سر ترانیزے پہ پانچے ہر با حرم پر پیٹ کے سر کہتے ہیں کہ داویلا

قتیل تیغ شہادت سلام لے میرا

غزین بحرِ امانت سلام لے میرا

تمہاری آتشِ غم سے کوئی تو جلتا ہے بسانِ شعلہ کوئی غم سے ہاتھ ملتا ہے
غم و الم سے کوئی خاک و فوں میں لٹتا ہے کسی کے منہ سے یہاں ہر گھڑی نکلتا ہے

قتیل تیغ شہادت سلام لے میرا

غزین بحرِ امانت سلام لے میرا

تھہاری آتشِ غمِ تن بدن میں ساری ہے ہر گنگ نے مرے تب پر فغاں ہے زاری ہے
ہجومِ درد ہے وحشت ہے بے قراری ہے زباں پہ ہر گھڑی ہر دم یہ ہیبت جاری ہے

قتیل تیغِ شہادت سلام لے میرا
خونِ بحرِ امامت سلام لے میرا

یہ دس دلوں میں ماتمِ فلک پہ ہوتا ہے سرِ شبِ چشم سے دامنِ ہر ایک دھوتا ہے
پٹک کے سر کے تئیں جبریلِ روتا ہے ہر ایک کرے یہ مذکور جی کو کھوتا ہے

قتیل تیغِ شہادت سلام لے میرا
خونِ بحرِ امامت سلام لے میرا

ا. (ب) میں "لٹ" ہے یہ ثابت ہے۔ قیاسی تصحیح کردی گئی ہے اور اسکی جگہ
"لب" دزعہ کر دیا گیا ہے۔

دلہن نے قاسم دو لہا کاجوں ہی سر دیکھا علم کی ٹوک پہ وہ شام کی طرف جاتا
بچھاڑ کھائے گری اونٹ پر سے واویلا سنبھلے پھر لگی کہنے کے سر کو لہا

قتیل تیغ شہادت سلام لے میرا
(۳) غزنی بحرِ امات سلام لے میرا

ہزار حریف ترا خاک میں لے یہ جمال ترا ہوا آت بے دیں کے واسطے یہ حال
میں لیا کروں مرا کچھ بس نہیں ہے نہیں فصال زبان سے ہی کہتی تھی ہر گھڑی ہونڈ حال

قتیل تیغ شہادت سلام لے میرا
(۴) غزنی بحرِ امات سلام لے میرا

فراق کیا کروں رتبہ کو شاہ کے تر قسیم ادب سے اُن کی ملائک کریں ہیں نت تنظیم
سلام جھک کے کرے ہے کوئی بعد تسلیم کوئی کہے ہے تہہ دل سے یہ بعد تکریم

قتیل تیغ شہادت سلام لے میرا
(۵) غزنی بحرِ امات سلام لے میرا

(ب) میں بند ۳، ۴، ۵ "ترجیح بند" ہیں اشعار کے ساتھ درج تھے لیکن چونکہ اُن
کا تعلق سلام سے ہے اس لئے پیش نظر متن میں شامل کر کے اُسکی ترتیب صحیح
کردی گئی ہے۔

میں غوث پاک تیرا جان و دل سے ہوں غلام تری ہی یاد میں رہتا ہوں صبح سے تا شام
 نگینِ دل میں کیا میں نے نقش تیرا نام ترے غلام کو کیا ہے کسی بشر سے کام

وہ بہر طریق تو ہی دستگیر ہے میرا

تو ہی امام ہے مرشد ہے پیر ہے میرا

پے عہد انت جن و بشر تو آیا ہے ترے ہی نورِ کاسارے جہاں میں سایا ہے ^۱
 سرِ اوجِ امامت کا تو ہی پایا ہے غرض کہ ڈھونڈھ کے تیرے تئیں میں پایا ہے ^۲

بہر طریق تو ہی دستگیر ہے میرا

تو ہی امام ہے مرشد ہے پیر ہے میرا

۱۔ (ب) میں "ترے ہی نورِ کاسارے جہاں میں سایا" ہے۔ یہ لکھنا بت ہے۔ موع
 ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲۔ سریر = تخت

۳۔ (ب) میں "غرض ڈھونڈھ کے تیرے تئیں میں پایا ہے" ہے۔ یہ لکھنا بت ہے۔ موع
 ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

جہاں میں نعمتِ زرِ قاسم تو ہی ہے ہمارا مولا ہے دانا کریم تو ہی ہے
جو دعا ہے سو اس کا علیم تو ہی ہے ہمارے درد کا یعنی حکیم تو ہی ہے

بہر طریق تو ہی دستگیر ہے میرا

تو ہی امام ہے مرشد ہے پیر ہے میرا

نرا نظیر جہاں میں ہوا نہ کوئی عدیل ظہورِ قدرتِ خالق کی یعنی تو ہے دلیل
بھرا جو تجھ سے جہاں میں ہو خرابِ دلیل مرا تو راہ نما اور مرا ہے تو ہی کفیل

بہر طریق تو ہی دستگیر ہے میرا

تو ہی امام ہے مرشد ہے پیر ہے میرا

ملک ملک پہ بھی دستگیر کہتے ہیں امام کہتے ہیں اپنا امیر کہتے ہیں
ننا صفت تری شاہ و وزیر کہتے ہیں ادب سے پیر بھی ایسے فقیر کہتے ہیں

بہر طریق تو ہی دستگیر ہے میرا

تو ہی امام ہے مرشد ہے پیر ہے میرا

نر ہے وہ زور ولادت نہ ہے وہ تیرا کمال
 قدم نہی کمالیا اپنے دوش اوپر سنبھال
 سنبھالے بارِ نبوت کیسے یہ تاب و مجال
 مرے بھی دل سے اٹھالے تو بارِ در و طلال

بہر طریق تو ہی دستگیر ہے میرا

تو ہی امام ہے رشد ہے پیر ہے میرا

میں سر سے پاؤں تک ہوں غریقِ بکربانہ
 ترے ہی ہاتھ ہے یا پیر دستگیرِ پناہ
 تو ہی تو بارِ طاووسے کا جھکو میرے شان
 بحقِ اشہد و ان لا الہ الا اللہ

بہر طریق تو ہی دستگیر ہے میرا

تو ہی امام ہے رشد ہے پیر ہے میرا

فلک کے ہاتھ سے رہتا ہوں روزِ شب غمگین
 اب اسکے جوتا کھانہ کی جھکو تاب نہیں
 یہ چرخِ سفلہ رہے ہے ہمیشہ در پئے کس
 ترے سوا میں کروں کس سے عرضِ قبلہ دیں

بہر طریق تو ہی دستگیر ہے میرا

تو ہی امام ہے رشد ہے پیر ہے میرا

ترے ہی فضل سے آتا ہے کچھ ہمارے ہاتھ وگرنہ زور ہے اپنا نہ ہم کسی کے ساتھ
رکھے ہیں حشر میں ہم ہی کفیل تیری ذات ترے غلام ہیں بندے ہیں قبلہ حاجات

بہر طریق تو ہی دستگیر ہے میرا

تو ہی امام ہے مرشد ہے پیر ہے میرا

فراق ہول قیامت سے کس لئے ہو طول یہ کس کے حال پہ تیری رہے ہے نذر قبول^۱
تجھی سے نوبت زر ہے جہاں میں اسکو صول یہی کہے ہے کہ ائے ابنِ مرتضیٰ و بتول^۲

بہر طریق تو ہی دستگیر ہے میرا

تو ہی امام ہے مرشد ہے پیر ہے میرا

۱۔ (ب) میں "نظر" ہے املے کی غلطی ہے۔ پیش نظر متن میں اسکی تصحیح کر دی گئی ہے

۲۔ (ب) میں "بہ طول" ہے۔ املے کی غلطی ہے۔ پیش نظر متن میں اسکی تصحیح کر دی

گئی ہے۔ "بتول" جناب فاطمہؑ کا لقب ہے۔

علی کے لختِ جگرِ فاطمہ کے دل کے چین امام ہر دوسرا یعنی حضرت حسینؑ
انہیں کے ہونے سے یہ زیب و زینت کو چین جو خوب غور سے دیکھا میں اُنکو کر عین

حسن حسین دو چشم محمدؐ ربی اسرت
بہ ہیں کہ ہر ت ہمیں عینِ خدا طلبی اسرت

حسن حسین غرض ہیں وہ سیدِ مظلوم کہ جن کے غم سے طائفِ تمام ہیں محموم
میں اُن کے رتبہٴ عالی کو کیا کروں مرقوم بہ چشمِ غور سے دیکھا تو یہ ہوا معلوم

حسن حسین دو چشم محمدؐ ربی اسرت
بہ ہیں کہ ہر ت ہمیں عینِ خدا طلبی اسرت

خدا کے ماضی اسرارِ جان پہنچے علی کے چارہٴ دل فاطمہ کے نورِ نظر
میں دور ہیں فراموش کو رکھ کے پیشِ نظر نگاہِ غور سے دیکھا تو دونوں شہدِ قمر

حسن حسین دو چشم محمدؐ ربی اسرت
بہ ہیں کہ ہر ت ہمیں عینِ خدا طلبی اسرت

وہ شانِ ارے بلا وستم کشیدہ ہیں جفا و درد و مصیبت بلا رسیدہ ہیں
 رضا و صبر میں یکے ہیں اور جبریدہ ہیں علی کی جان پیغمبر کے نور دیدہ ہیں

حسنِ حسنین دو چشم محمد عربی است
 بہ ہیں کہ بہت ہمیں عینکِ خدا طلبی است

سلام بچہ جو حسن پر حسنین اوپر درود جو بندہ چاہئے کو غن میں نہیں ہو د
 وسید ان کے سے سب کے برائے میں مقصود کہ ان سکھ ذات سے ہے کائناتِ حق جو خود

حسنِ حسنین دو چشم محمد عربی است
 بہ ہیں کہ بہت ہمیں عینکِ خدا طلبی است

خدا نے نہ تپے کو قرآن میں انکے بتلایا ظہورِ شانِ خدائی انھیں میں دکھلایا
 جو کچھ کیا وہ بجا اور دہشت فرمایا بچشمِ غور سے دیکھا تو یوں نظر آیا

حسنِ حسنین دو چشم محمد عربی است
 بہ ہیں کہ بہت ہمیں عینکِ خدا طلبی است

خدا رسی مافراق ہو اگر کسی کو شعور
نواہدیت کی الفت کو وہ رکھیں منظور
حسنِ حسین کی میں قدر کیا کروں مذکور
چراغِ راہِ ہدایت^۱ ہیں اور خدا کے نور

حسنِ حسین دو چشم محمد عربی است
ہے ہیں کہ ہر ہمت ہمیں عینکِ خدا طلبی است

ہر رنگ غنچے میں پیدا جو سوز بان کروں
بیان تو بھی میں کیا ان کی عروشان کروں
حسنِ حسین کی جو ذات کو دھیان کروں
تو ان کے رتبہ عالی کو کیا بیان کروں

حسنِ حسین دو چشم محمد عربی است
ہے ہیں کہ ہر ہمت ہمیں عینکِ خدا طلبی است

۱ (ب) میں "چراغِ راہِ ہدایت اور خدا کے نور" ہے۔ یہ کتابت ہے۔ موع ناموزوں ہے۔
قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲ (ب) میں "بیان تو بھی میں کیا اسکی عروشان کروں" ہے۔ یہ کتابت ہے۔ موع
ناموزوں ہے قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

غم سے رہتا ہوں غرض ہرو

جس طرح ساون میں روتا ہے کھڑا ابر بہار

شاہِ دین سن کر شہادت کا تمہارے ماجرا دل کو اس اندھون غم سے ٹکڑے ٹکڑے میں کیا
رات دن اس غم سے کرتا ہوں سدا شین بکا یاں تلک رو یا کہ دل بھی خون ہو کر بہہ گیا

دردِ دل تو ہے نہ اپنا سہرور عالی گھٹا

دردِ غم سے ہے پر رہتی ہے سدا کالی گھٹا

ایک دم آنسو نہیں رکھتے مگر حق حین بے قراری اضطرابی ہے نہیں ہے دل کو چین
کوئی سنتا ہی نہیں کس سے کہو وہ غم ہے سن تیری فرقت میں سدا جاری رہے ہیں اپنے سن

موجزن ہر طرہ اپنا دیدہ ہر آب ہے

چشمِ ما چشمہ ہے یارب یا کوئی تالاب ہے

بیبوں نے پاس لاشے کے کیا جس دم گذر واضحینا کہد کے اونٹوں سے گریں خدہ جگر
ہی سیکڑی جولا شے پر پڑی جا کر لنگر خاک اڑا سہ پر لگی کہنے کے اے میرے پدر

تیرے غم میں کچھ مجھے پیسا نہ کچھ کھانا مجھے

آندوں کا مہنت آنکھوں سے برسانا مجھے

ماں نے قاسم کو جو دیکھا اس بنے کو خدہ حال آہ و فریاد و فغاں کر نوچ ڈالے سر کے بال
ہر گھڑی بیٹے سے رورو کر رہی تھیں سوال خاک اور خوں میں پڑا ہے کس لئے تو میرے لال

چشم کو وا کر کہ تیرے غم میں روتی ہوں کھڑی

دیکھ لو یہ اشک ہے برسات کی یا ہے جھڑی

قاسم دو لہیا کالا شہ دیکھ کر دہن غریب پیٹ سرورویں کہتی تھی وہ اسکے قریب
خاک و خوں میں تم لمے پھوٹے ہو لہا لہیب بے کفن اور بے دفن لاشہ ترا ہو کے جہیب

بارش غم سے بھلا کیونکر نہ طغیانی ہو آج

سہ ماوارث یوں رہے جا مارے اور ہائے راج

اتنے میں آعا بہ ہیار نے لاشے کے پاس دست بستہ بادب اُس سے کیا یہ اتما س
قبیلہ و کعبہ تمہارے بن میں رہتا ہوں اُداس ہیکسی تشنہ لبی سے چھا رہی ہے دل پہ آس

اب تیری فرقت میں آگے شام کو رو تے چلے
اشک اندوہ و الم کے تخم کو بولتے چلے

عابد میں یہ کہہ کے اونٹلوں کے نئے آگے روں چشم تر خندہ جگر، فریاد زن، نوحہ کنساں
سہ جو بابا مانظر آیا اُداس سے واں ناگہاں وحید کتبہ کے غش کھا کر گرا وہ ناتواں

ہوش جو آیا تو رویا یاں تلک جل تھل چو
مومن زن دریا ہوئے یک لخت سب جھٹل چو

کیا فراق احوال شاہِ دیں کروں آگے قسم رات دن چھایا رہے دل پہ پیکر ابر غم
ایک دم فرحت نہیں دیتی ہے مجھ کو چشمِ نم صفحہ کاغذ پہ کیا لکھوں کہ تر ہے یک قلم

شوق گر یہ یاں تلک اپنے شیں دن رات ہے
دیدہ تر سے بعینہ موسمِ ہر سات ہے

بہ رنگ برقِ تپاں غم سے نت رہوں ہوں مدام لہسانِ رعد میں نالاں چروں ہوں غم سے مدام
بہ رنگ شمع نہیں رونے کے سوا کچھ کام بہ تو بھی بھیج تجھے تحفہ درود و سلام

بہ رنگ ابر مجھے اشکِ نت بہانا ہے

کہ مغفرت کے تئیں بس یہی بہانا ہے

نہیں ہے رعد، مرے چرخِ پر میں یہ نالے ہماری آہ سے بادلِ تلک میں یہ کالے
تھمارے غم سے پڑے ہیں گے جان کے لالے کہ چشمِ تر سے ہے میں مدام پر نالے

بہ رنگ ابر مجھے اشکِ نت بہانا ہے

کہ مغفرت کے تئیں بس یہی بہانا ہے

نلک پہ دیتی ہے بدلی جواب یہ دکھلائی ہماری آہ سے مائی بھٹا ہے یہ آئی
پیپے گونجے ہیں نے موردے ہے دکھلائی فغاں ہے اس دلِ پرداغ کی مرے چھائی

بہ رنگ ابر مجھے اشکِ نت بہانا ہے

کہ مغفرت کے تئیں بس یہی بہانا ہے

کبھو فغاں ہے کبھو درد ہے کبھو زاری ہجوم آہ کبھو اشک چشم ہے جاری
 فرش بستر غم ہے غذا جگر خواری تمہاری تشنگی کا یاد کرو وہ دکھ بھاری

بہ رنگ ابر مجھے اشک نت بہانا ہے
 کہ مغفرت کے تئیں بس یہی بہانا ہے

تمہارے غم سے شہ دیں مدام روتا ہوں تمہاری راہ میں اشکوں کے موتی پوتا ہوں
 قرار دن کو نہ شب نیند بھر کے سوتا ہوں غرض کہ عمر اسی درد دکھ میں کھوتا ہوں

بہ رنگ ابر مجھے اشک نت بہانا ہے
 کہ مغفرت کے تئیں بس یہی بہانا ہے

تمہارے غم سے رہے ہے ہمارے گھر برسات مدام اپنی رکھے ہے پہ چشم تر برسات
 غلط یہ لوگوں کو آوے ہے بس نظر برسات ہمارے اشک کی جھڑیاں میں ہے کدھر برسات

بہ رنگ ابر مجھے اشک نت بہانا ہے
 کہ مغفرت کے تئیں بس یہی بہانا ہے

نبی کے تختِ جگرِ تلقی کی جانِ حسینؑ شفیعِ اہدیتِ عاصی و سیدہ کو نین
تمہاری دوستی ہے مومنوں کو فرضِ عین میں آنسوؤں سے بھریں کیوں نہ آہ اپنے نین

بہ رنگِ ابر مجھے اشکِ نت بہانا ہے

کہ مغفرت کے تئیں بس یہی بہانا ہے

جو اہلیت کے غم میں رہے گا دیدارِ تر اسی کو دیں گے پلا جامِ ساقی کوثر

بہ آہِ رونا رہے گا بہ عرصہٴ محشر بساں شبنم و گلِ روز و شب اسی خاطر

بہ رنگِ ابر مجھے اشکِ نت بہانا ہے

کہ مغفرت کے تئیں بس یہی بہانا ہے

فراقِ شاہ میں میں زارِ زار روتا ہوں بہ رنگِ شبنم و گلِ زار زار روتا ہوں

ہجومِ اشک سے بے اختیار روتا ہوں بساں موسمِ ابر بہار روتا ہوں

بہ رنگِ ابر مجھے اشکِ نت بہانا ہے

کہ مغفرت کے تئیں بس یہی بہانا ہے

۱۰ (ب) میں "میں آنسوؤں سے کیوں نہ اپنے تئیں" ہے۔ یہ کتابت ہے۔ - موع ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۱۱ (ب) میں "فراقِ شاہ میں میں بار بار روتا ہوں"۔ بہ رنگِ شبنم و گلِ بار بار روتا ہوں" ہے۔ عروضی غلطی ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

نوٹ: اس سلام میں شروع کے دو بند کی ہیئت میں "کہ مغفرت کے لئے" ہے۔ باقی بند میں کہ مغفرت کے تئیں ہے۔ - پیش نظر متن میں ~~بند کا لحاظ کرتے ہوئے~~ "کہ مغفرت کے لئے" ہی درج کیا گیا ہے۔

۱۔ اے دلِ سلام! آن پر تو کہہ جو ہیں وصی مصطفیٰ
 قائم مقامِ مجتبیٰ زوَجِ بتولِ پارسا
 ۲۔ میروں شیرِ خدا میں کیا کروں آن کی ثنا
 اُس مُطہِّیٰ باغِ وفا اُس سرِ دبستانِ صفا
 ۳۔ خورشیدِ برجِ ارتضائیں علی مرتضیٰ
 ۴۔ عالی نسب والاحسب رنگِ بہارِ دوسرا
 ۵۔ گلہ سترہ باغِ نبی سرِ دفترِ آلِ عبا
 ۶۔ کیا کیا کروں تیری صفت حیران پر مشکل کشا
 ۷۔ بدرالہ جی صدرِ التقیٰ کہفِ الورا زینِ الہدا
 ۸۔ نجمِ العلّیٰ شمسِ الفحیٰ لعلیٰ وصی مصطفیٰ

۱۰۔ نجمِ العلّیٰ :- بلند ستارہ
 ۱۱۔ شمسِ الفحیٰ :- روشن سورج

۱۔ وصی مصطفیٰ :- نائبِ رسول
 ۲۔ مجتبیٰ :- حضرت محمد کا لقب
 ۳۔ مُطہِّیٰ :- طالبِ مایہِ پورا
 ۴۔ ارتضا :- رضامندی
 ۵۔ آلِ عبا :- خاندانِ رسول
 ۶۔ مشکل کشا :- حضرت علی کا لقب
 ۷۔ بدرالہ جی :- چودھویں ماجانہ
 ۸۔ صدرِ التقیٰ :- بہترین مائوں کے صدر
 ۹۔ کہفِ الورا :- دنیا میں بزرگ اور بڑا

حق میں ترے پس قسم ہے دنیا و دیں کی بہتری
 ممکن نہیں اوصاف جو تیرے بشر سے ہوں ذری
 کرتے یہاں عرض سب جن دلشہ جو رو پری
 فور شد ہرج بہتری سیارہ نیک اختہری
 درج کرم رامتہری ملک قدم را پیشوا

ویران جن نے ردائے یکدست سب بیت الفہم
 دوش نبی پر دوستان جن نے رکھا ہوئے قدم
 اوصاف اور خوبی بھلا ان کی کروں میں کیا رقم
 عالی علم والا ہم شیر خدا میرا ام
 شاہ عرب ماہ عجم سلطان جملہ اولیا

۱۔ (ب) میں "مکن نہیں اوصاف جو تیرے بشر ہوں ذری" سے پہلو کتابت ہے۔ موع ناموزوں ہے۔
 قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲۔ (ب) میں "کرتے یہاں عرض سب جن دلشہ جو رو پری" سے پہلو کتابت ہے۔ موع ناموزوں ہے قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۳۔ ہرج بہتری = بہتر ہرج

۴۔ درج کرم رامتہری = درجہ کرمی

۵۔ ملک قدم را پیشوا = زمانہ قدیم کے پیشوا

۶۔ بیت الفہم = حضرت علی کی ولادت سے قبل خانہ کعبہ بیت الفہم یا بیت خانہ کعبہ ملا تھا۔

۷۔ عالی علم = بلند مرتبہ علم رکھنے والا

۸۔ والا ہم = بلند ہمت والا

۹۔ شاہ عرب = عرب کے بادشاہ

۱۰۔ ماہ عجم = عجم کا چاند

لیکھ قلم حیران ہوں زنگس نمط میں مردماں وصف علی مرتضیٰ لینی کروں میں کیا ہیماں
حسن و شمائل ان کے ہیں عالم میں پیہب پیریاں مقصود ارکن فکاں مطلوب جسم و جاں

مفتی درس انس و جاں منی حرف انما

مولا علی کو یوں کریں تیر جفا کا اب ہدف اور بادشاہ شام یوں اُنکے کریں حق کو تلف
درتہ انھوں کا جاں کر ماہ عرب شاہ نجف در ولایت راصرف ہرج امامت راشرف
شاہ وب ماہ نجف چاہک سوار رافتی

۱. مقصود ارکن فکاں = ارکن فکاں کے مقصود (رسول خدا)

۲. مفتی درس انس و جاں = تمام انہوں کو درس دیتے والے

۳. منی حرف انما = (انما یرید اللہ) قرآن میں وہ حروف جو خداوند عالم کے لئے آئے ہیں اُنکے معنی انما - تحقیق کیا کہ

۴. (ب) میں "اور بادشاہ شام یوں اُنکو کریں جنگو تلف" ہے۔ یہ کو کتابت ہے۔ موع ناموزوں ہے
قیاس فصیح کر دی گئی ہے۔

۵. رافتی = حضرت علی کا لقب ہے۔

طاعت ریائی کے لئے زاہد نہ کر رہے و سخن
 بے حُبِ اہلبیت کے جنت کہاں سو کر جتن 665
 اپنے دل پر درد سے ہر دم یہی ہے اب سخن
 میرم جتن است و جتن آرام جان و جسم و تن

بے مہر الیساں دم مزن گرمی زنی لاف ازولا

ہیں گے وہ زین العابدین آں قدہ وار بادیں
 انکے ام میں کچھ بشر رہتے نہیں تنہا حزیں
 لحظہ بہ طہ دم بہ دم کہتے ہیں یہ روح الامیں
 باد اینزاں آفریں از فضل رب العالمیں

ہر جان زین العابدین آں قدہ اہل صفا

دونوں اماموں بدو باقی رہے قہ نور تن
 ان کو جواہر خانہ دل میں تو رکھ کر سو جتن
 سب کو ہر جان تو کہتا ہیں تجھ سے سخن
 از باقر و صادق سخن گرمی کنی کاظم بکن
 اے دل تو کھل دیدہ کن خاک در موسیٰ رضا

۱۔ حُب - محبت - شیمی عقیدے کے مطابق بغیر اہلبیت کی محبت کے کسی کو جنت
 نہیں ملے گی۔

۲۔ (ب) میں "جواہر خانہ" ہے دل میں تو رکھ کر سو کر جتن: "سہو کتابت" ہے موع ناموزوں ہے۔
 قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۳۔ باقر = حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

۴۔ صادق = حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

۵۔ کاظم = حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

۶۔ موسیٰ رضا = حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام

بس صفحہ کاغذ پہ تو اتنے گلِ معنی نہ چین جاؤ ادب ہے بہرہ آگے نہ رکھ کھینے کی دھن
 مثلِ فراقِ خستہ جاںِ ظلمتِ رہ یہ بات سن حافظِ غموشی ^{بیش} کن در کارِ خود اندیشہ کن

قطعِ نظر زینِ بیشہ کن گرسہ بیابد مر ترا

.....

کر کے تسلیم و سلام و چشمِ نم
نیری خدمت میں رسولِ محترم
دردِ فرقت سے بہا کر اشکِ غم
عرض کرتا ہوں بعدِ درد و الم

آرزو دارم کہ خاکِ آن قدم

تو تیا ئے چشمِ سازم دمِ بدم

رات دن اس غم سے رہتا ہے طال
دوشِ اپنے صبا لے مجھ کو ڈال
بارِ عصیاں سے بہت ہو میں ڈھال
خاکِ در کا اُس کے رہتا ہے خیال

آرزو دارم کہ خاکِ آن قدم

تو تیا ئے چشمِ سازم دمِ بدم

اے صبا طرارتک لے چل مجھے
اُس دیار یارتک لے چل مجھے
گلشنِ اسرار تک لے چل مجھے
اُمڈِ مختار تک لے چل مجھے

آرزو دارم کہ خاکِ آن قدم

تو تیا ئے چشمِ سازم دمِ بدم

جس طرف کو ہے مدینہ اُجھا
دے ہوا خواہی سے تو مجھ کو بتا
یعنی کہ وہ قبلہ اہلِ صفا
خاکِ سروں سے نہ ہرگز تو چھپا

آرزو دارم کہ خاکِ آن قدم

تو تیا ئے چشمِ سازم دمِ بدم

پھر نجف کی طرف کو لے جا شتاب ^۱ کر جناب پاک سے تو کامیاب
شہسوارِ لافتنی کی لے رکاب ^۲ چوم کر میں یوں کہوں کہ پوتراب

آرزو دارم کہ خاکِ آن قدم

تو تیا ئے چشم سازم دسبدم

کر بلا کی سمیت کو پھر ہو رٹواں ساتھ اپنے مجھ کو بھی لے چل ویاں
روضہ شہر سے یعنی جہاں یوں کہوں اُن سے کہ شاہِ دو جہاں

آرزو دارم کہ خاکِ آن قدم

تو تیا ئے چشم سازم دسبدم

آرزو میری یہی ہے ہمیشہ آستانے پر رہوں شام و سحر
دردِ الفت سے رہا با چشمِ تر خاکِ اُس در کی کروں کحلِ البصر

آرزو دارم کہ خاکِ آن قدم

تو تیا ئے چشم سازم دسبدم

خانہٴ مولا ہو یا بہتِ رسول دولتِ دارین ہو مجھ کو حصول
یہ نہیں خواہش کہ ہو دنیا و صل یہ دعا میری فراقِ اب ہو قبول

آرزو دارم کہ خاکِ آن قدم

تو تیا ئے چشم سازم دسبدم

۱۔ نجف = عراق میں ایک شہر ہے جہاں حضرت عثمان غنی کا روضہ ہے۔

۲۔ پوتراب = حضرت علی علیہ السلام کا لقب ہے۔

قیری جناب میں ہے ہی عرض یا امام ہووے مرا قبول یہ گلہ ستہ سلام
شبنم صفت میں کیونکہ نہ رویا کروں مدام دیکھا جو باغ میں تو خزاں بھر گئی تمام

باغ نبی کی کٹ گئی ساری بہار صیف

نے گل رہا نہ باغ نہ غنچہ نہ از صیف

عباس مانہ نام رہا نے نشاں رہا اضر وہ نو نہال نہ اکبر جواں رہا

اس باغ کا نہ ایک بھی سہ ورواں رہا نت اک چن میں غلبہ باد خزاں رہا

کس کس کو یاد کرے میں رویا کروں مدام

ایس ہوا چلی نہ سبھی ہو گئے تمام

گریہ سے ایک دم نہیں میرے تیں فراغ لبریز چشم کار ہے ہے نت مرا یا باغ
جلتا ہوں سوز غم میں ہے ہر شام چو چراغ جوں لالہ سینہ آتش غم سے ہے داغ داغ

آتش سے داغ دل کی سہ آیا تو جل گیا

گلزار پھول کے لیا کہ بدن سارا پھل گیا

قاسم بنا ہے تھا کہ سنتی ہوا ماں جاں اس بیاہ میں خوشی کا نہیں نام کو نشاں

بہندی کی جاہو سے لے ہاتھ خوں نشاں سرتن سے اب قلم ہی کرتا ہے اب بیاں

نے بلبل چن نہ گل نو دسیدہ ہوں

میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں

قاسم کی ماں نے سُن کے یہ ماسم کے غم کی مین
چشم پر آب کر کے یہ بولیں کہ نور عین 670
آرام خاطر دل نغمیں وحی کے چین
وہ مام کر کے جس میں ہوا بزمِ حنین

سہرے کو باندھ بچوں کے گھوڑے پہ ہوسوار
راہِ رضا میں جان کو اپنی تو کر نشان

شادی میں اسکی نوبت و تقارہ تھے کہاں
نقارہ سینہ کو پی و شہنائی تھی فغاں
مارا گیا وہ بیاہ کے دن ہائے نوحواں
ارمانِ حجابی ہی میں پس رہ گیا ندان

چوتھی کہہ تھی چوتھی کے دن اسکی بھول تھی
اہلِ حرم فغاں کناں سارے ملول تھے

انقصہ جبکہ حضرت سرور ہو شہید
سہ ماٹ اس مالے گئے ظالم سٹو سٹو
ماں ہوا یہاں وہاں تھی اسکی گھر میں عید
بانو کہے تھی رو رو کے با محنتِ شدید

جنگل میں چھوڑ کر ہمیں سرور چلے گئے
اب تک پھرے نہ ملک عدم کو بھلے گئے

کر قتلِ شہ کو فیضِ عصمت جلا دیا
اسباب سارا اہل حرم کا لیا چھنا
اونٹوں پہ بیہوں کے تئیں جب بٹھا دیا
بانو نے تہ فلک کی طرف دیکھ یوں کہا

پاؤں سے میں برہنہ ہوں سے ہوں بعدِ ا
اے چرخِ دہلیز یہ کیا ستم ایجاد ہے بھلا

ار نذاں = آخر کار

۱۲ (ب) میں "بیہوں کے تئیں کو بٹھا دیا ہے" یہ کتابت ہے۔ جو ع ناموزوں ہے قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔
۱۳ (ب) میں "پاؤں سے میں برہنہ ہوں سے ہوں بعدِ ا" یہ کتابت ہے۔ جو ع ناموزوں ہے قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

اہل حرم کا قافلہ جس دم رواں کیا تب عابد ضعیف کو واں سارباں کیا
 بانو نے دیکھ کر اسے شور و فغاں کیا زین العبادؑ نے رو رو کے تب یوں بیاں کیا

لکھے یہ جان یا کہیں اک دل کو تاب ہو

قسمت میں جو لکھا ہے الہی شتاب ہو

آگے فراق مجھ کو نہیں طاقتِ طام چھایا ہے دل پہ یا تئیں میرے غمِ امام
 کاغذ ہوا ہے گردہ تصویر یہ تمام کیونکہ لکھوں قلم سے کہ حیر کا ہے مقام

غم ہائے شاہِ دیں کو میں کیونکر کروں رقم

جب تک نہ ہوئے خانہ تصویرِ موقسم

۱۔ زین العباد = حضرت عابدؑ - امام حسینؑ کے سب سے بڑے صاحب زادے جو کربلا

میں تھے۔

۲۔ (ب) میں "غم ہائے دیں کو میں کیونکر کروں رقم" ہے یہ ہولناکت ہے۔ موع

ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

①

اُس کو میرا سلام ہے جن نے یہ بن میں جا لیا
لاشِ حسین سے کہ اٹھے واقفِ رازِ انما
پاؤں میں خارِ صد جفا سے یہ آفت و بلا
عابد زار سے بھلا کیوں کر کٹے کارِ راستہ

یک دل و صد ہزار غمِ دلِ بچہ مدعا ہنم
تن ہمہ داغ داغ شدہ پنبہ کجا کجا ہنم

②

رونے سے ایک دم نہیں میرے تیں فراغ ہے
فون جگر سے دمدمِ حشم کا پیرایا غ ہے
شعلہ آہ آتشیں گھرِ کارے چیرا غ ہے
دردِ دیدہ درد ہے جدا داغ یہ تازہ داغ ہے

یک دل و صد ہزار غمِ دلِ بچہ مدعا ہنم
تن ہمہ داغ داغ شدہ پنبہ کجا کجا ہنم

③

سہ پہر ہمارے ہائے اب سرور دو جہاں نہیں
سہ پہر ہمارے ہائے اب غم و غم نہیں
مونس جاں جو تھا اکبرؑ نوجواں نہیں
مرگے سارے اقربا کوئی بھی اب تو یاں نہیں

یک دل و صد ہزار غمِ دلِ بچہ مدعا ہنم
تن ہمہ داغ داغ شدہ پنبہ کجا کجا ہنم

ار واقفِ رازِ انما = (انما یرید اللہ) خرا کے اسرار و رموز کا جاننے والا

۱۲ (ب) میں "عابد زار سے بھلا کیوں کر کٹے کارِ راستہ" ہے۔ سیو کتابت ہے۔ موعے ناخوڑی

ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

اکبر ہزاراں مرے عابد نالواں جٹے
اصغر نیم جاں مرے عابد نالواں جٹے

سور دجہاں مرے عابد نالواں جٹے
تاسم لاجواں مرے عابد نالواں جٹے

یک دل و صد ہزار غم دل کچھ مدعاہم
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجاہم

(5)

ایک مفاوت تری قبلہ دوسرا مجھے دوسرے قوم ہر جفا صحیح دیتی ہے یہ جفا مجھے
قطرہ اشک ہے دو افون جگر خدا مجھے درد جدائی سے خدا دیوے اس شفا مجھے

یک دل و صد ہزار غم دل کچھ مدعاہم
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجاہم

(6)

سمائی جھپٹے مر گئے ایک فقط رہے ہیں ہم - کتبہ تمام لٹ گیا بیتخ جفا سے یک قسم
شع صفت تمام شب غم سے مرے ہیں چشم غم یک دل نالواں مرا جس پہ یہ بشمار غم

یک دل و صد ہزار غم دل کچھ مدعاہم
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجاہم

(7)

ہائے حرم کا نام نہ جاوے ہے شام کو یہ سب راہ رضا میں کھینچ کر سخت و بچ اور لب
شاہ نجف کی پتیاں جاویں ہیں سب یہ شہنشاہ ہائے رے ہائے یہ ستم ہائے رے ہائے یہ غضب

یک دل و صد ہزار غم دل کچھ مدعاہم
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجاہم

۱۔ (ب) میں "شاہ نجف کی پتیاں جاویں ہیں" سے لے کر "شہنشاہ" تک ہے۔ سہرا لکھا ہے۔
مصرع نامزدوں ہے۔ قیاسی لفظی لڑی گئی ہے۔

کتنی چشم روز و شب گزرے یہ حرکت
غم میں ترے نہ چین ہے دن و شب کو راج

یک دل و صد ہزار غم دل کجہ مدعا ہم
تن بہ داغ داغ شد ینبہ کجا کجا ہم

اوسٹوں کو خوشامیاں لے جاتے ہیں یہ کناکناں
دھوپ میں جاتے ہیں علیے آہ کناں لہو فغاں

یک دل و صد ہزار غم دل کجہ مدعا ہم
تن بہ داغ داغ شد ینبہ کجا کجا ہم

۱۔ (ب) میں ”غم ہی ترے نہ چین ہے دن کو شب کو جواب ہے“
سہو ثابت ہے - مصرع نامزدوں ہے - قیاسی لفتح کر دی گئی ہے -

بیکس و ناتواں غریب مائٹم نوٹہ کی دلہن جاتی ہے اونٹ پر چلی کھتی ہوئی وہ یہ سخن
دولہا کو اب تک کور ملی ہے نے کفن آلِ بنی پر اس قدر ہو کہ یہ رہے اور محن

یک دل و صد ہزار غم دل بچہ مدعا ہنم

تن ہمہ داغ داغ شدہ پینہ کجا کجا ہنم

جاتے ہیں کہ کشتاں لے اپنا نہ کوئی یار ہے قالہ اسیس ہے مرا آہ یہ دوستدار ہے
دردِ اشتیق ہے صبر ہی غم گسار ہے تیرے الم میں شاہ^۱ دیں حالات اضطرار ہے

یک دل و صد ہزار غم دل بچہ مدعا ہنم

تن ہمہ داغ داغ شدہ پینہ کجا کجا ہنم

دردِ فراق شاہ کو آگے کروں میں کیا رقص شاہ کے غم میں رات دن چاب چلے یاں قلم
آلِ بنی یہ دوستاں جو کچھ ہوئے ہیں یاں ستم^۲ کچھ بھلا بیان کیا ستم^۳ قلع ہے اور الم

یک دل و صد ہزار غم دل بچہ مدعا ہنم

تن ہمہ داغ داغ شدہ پینہ کجا کجا ہنم

۱، ۲، ۳ (اب) میں "تیرے الم شاہ دیں حالات اضطرار" ہے۔ سہو کتابت ہے۔ سوغ ناموزوں ہے
قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۱، ۲، ۳ (اب) میں "آلِ بنی یہ دوستاں جو کسی کچھ ہوئے ہیں یاں ستم" ہے سہو کتابت ہے۔ سوغ ناموزوں
ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۱، ۲، ۳ (اب) میں "قلم" ہے سہو کتابت ہے۔ لفظ ناموزوں ہے۔ اس نے پیش نظر میں اس کی جگہ
"قلع" درج کر دیا گیا ہے۔

ہے سلام اس پر جو وہ جانباز ہے صبر کے میدان میں یکہ تراز ہے
مرتقی کا تختِ دل دم ساز ہے جس کے غم میں نے سے یہ آواز ہے

بشواز نے چوں حکمت می کند

وز جدائی با شکست می کند

حق تعالیٰ سے کہے ہے ہر ملا دے مجھے درد شہید کر بلا
داغ گر ہو دے تو داغِ مرتقی عشق اگر ہو دے تو عشقِ مصطفیٰ

آتش است این ^{بانگِ ناد} ~~چشم~~ نسبت باد

ہر کہ این آتش نثار دنیست باد

مانم شیریں مت کر قصور اس کا بدلہ ہے میاں حور و قصور
عقل سے ہرگز نہیں ہے کچھ بہ دور مولوی کہتے ہیں مرد باشعور

در پس ہر گریہ آخر خندہ الیست

مرد آخر میں مبارک ہندہ الیست

حُبِّ شاہِ دیں ہے حُبِّ مرقیّا حُبِّ حیدر ہے یہ حُبِّ مصطفیٰ
مصطفیٰ کی حب ہے بس حُبِ خدا ابنِ راتب کو سمجھو اہل صفا

چوں ازو کشتی ہمہ خیر از تو کشت
چوں ازو کشتی ہمہ خیر از تو کشت

شاہِ دیں صبر و رضا میں فرد ہے صبر الیہی بھی بس واں گرد ہے
دل وہی ہے جس میں اسکا درد ہے اشکِ بہتر ہے جو غم پر درد ہے

اے خُندِ چشمے کہ آں گریانِ اوست
اے ہمایوں دل کہ آں ہریانِ اوست

یارِ جوہورے اخِ مصطفیٰ اور ہوزوجِ بتولِ پارسا
جس کا بیٹا ہو شہید کر بلا کون بہتر ہے بھلا اس کے سوا

تو بتا ریکی علی را دیدہ
راں سببِ غیرے ہر نگری دی

مصطفیٰ کا بھائی ہے اور یار ہے اس کے گھر کا مالک و مختار ہے
مصطفیٰ کا واقف اسہار ہے سب سے افضل سب کا اور سردار ہے

صاف ہی گوید جناب مولوی
افتخار ہر نبی و ہر ولی

ار اخِ = بھائی

ار زوج = شوہر

تجھ سے کہتا ہوں مرد نیک فو باغِ حُسن کی اگر ہے آرزو
 نائنہ احوال کی یہ پینٹ و رو اشکِ فونی سے تو کرے شہتِ شو

آبروداری اگر ملے نظر
 باشِ چوں دولاں نالائِ چشمِ تر

ہے فراقِ خستہ جاں کی یہ دعا ہو تر دیدارِ مولا مُرّ لہٰی
 دردِ نا اپنے لکھوں کیا ماجرا ہے یہ میری دعا اور التجا

سینہ خواہم شرع شرع از فراق

تا بہ گویم شرع دردِ اشتیاق

سلام اُس پر جو کہتے تھے کہ مجھ کو رن میں جانے دو
 بلا کے دشت میں فوں کا مجھے دریا بہانے دو
 نہ گھبراؤ خدا کی راہ میں سر کو کسٹانے دو
 مرے نانا کی اُمت کو مجھے تم بخشوانے دو

اگر اُمت کی خاطر سر کلیے تو خیر بہتر ہے
 سو گردن یہ حاضر ہیں نہیں تکرار دو بہر ہے
 ادھر موجود یہ سر ہے ادھر کو تیغ و خنجر ہے
 مجھے نانا کی اُمت کے لئے تہہ کرنے جانے دو

جو کچھ کہ درخت پہونچے ہے مجھے وہ عین راحت ہے
 جہاں پر مرے جو سنگ ہے سنگ جہاں راحت ہے
 ولایت باپ کو پہونچا رہے مجھ کو شہادت ہے
 سواری جلد یارو واسطے میرے مسگانے دو

کیا عابد نے بابا جان یہ تم سے وصیت ہے
 نہ لڑنا دیکھو تجھ سے ہی یہ قائم امامت ہے
 توئی شمع نبوت ہے توئی شمع ولایت ہے
 اگر تم کو ستاویں گے تو یہ ظالم ستانے دو

جگر کے زخم تادہ اشک سے تو دم بہم کیجو
 سہشتہ صبر کا پر ہاتھ سے زہنہ امت دیجو
 اگر بانی نہ دیں گے جان من خون جگر پیجو
 مقرر اور کیجو غصہ و غم کے تو کھانے دو

حرم کا قافلہ اونٹوں پہ گر جاوے تو ہاں جاوے
 کوئی تیغ و تبر تم کو جو دکھلاوے تو دکھلاوے
 کوئی پانی کو میری جان ترساوے تو ترساوے
 اگر اہل غضب خیمہ جلاویں گے جلاوے دو

اگر نہ نجیر پاؤں میں پڑے مت ہو جیو شذر

اگر یا بوس ہو خار مخیلاں جان ہے بہتر

تَحْمَلْ لَیْمِیَہُ الْقَصْدِ جَوَّارِے بِلَا سِرِّ

چڑھاویں سر جو نیزہ پر تو تم ان کو چڑھانے دو

جو روئیں زینب و کلثوم بھی تم ان کو روئے دو

زمینِ دل میں تخمِ اشک کر بوسیں تو بونے دو

جگر کے داغِ اشکوں سے اگر دھوئیں تو دھو دے دو

سکینہ بھی اگر آنسو بہاویں تو بہانے دو

شہادت اتنے میں بولی کہ یہ لوٹدی بھی طاہر ہے

ترے قربان ہوں تو بندہ صابر ہے شاکر ہے

شجاعت اور رامت تیری سب عالم میں ظاہر ہے

جو ہووے حکم تو آؤں وگرنہ ہم کو جانے دو

لکل خیمہ سے جب گھوڑے تین میدان میں ڈپٹا^۱
 صف اعدائے تین اٹا کیا عالم تہہ و بالا
 شجاعت گھیا تو بھلا اس شاہ کی میں کیا کروں انشا^۲
 دم آخر تک کہتے تھے امت بخشوانے دو

تیرا نانا جو ہے اسکو نبوت ہے رسالت ہے
 تیرا بابا اسبہ دو چہاں صاحب ولایت ہے
 شہادت کو تیری خدمت میں بیعت ہے ارادت ہے
 کیا ارشاد یہ سن کر اگر آوے تو آنے دو

فراقِ خستہ جاں کو بس یہی ہے آرزو اب تو
 غم شبیر ہی میں جان کو کھوئے سدا برو برو
 مرے تو پھر ملائک کو وہیں یارب اجازت ہو
 کہ جنت میں اسے دو دوالم کے ساتھ جانے دو

۱۔ ڈپٹا = ڈانٹا

۲۔ انشا = تحریر

ہے اُس پہ درود اے محباں ہے اُس پہ سلام اے عزیزاں
تسیم ہے اُس پہ اے شفیقاں رفعت جس کی ہے اور یہ شاں

طفلی کہ بہ خانہ خدا شد

باہنت رسول کہ خدا شد

سب سے اُسی کو ہر تری ہے یعنی لکھا

کب غیب سے اُس کو پہنچا ہے سب دُور وہ پہرِ خاوری ہے

طفلی کہ بہ خانہ خدا شد

باہنت گھر رسول کہ خدا شد

کعبہ میں ہوا وہ جوں ہی پیدا زمزم سے ملک نے اُس کو دھوا یا

پہلے کرے خدا کو سجدہ پھر نعتِ نبیؐ زباں پر لا یا

طفلی کہ بہ خانہ خدا شد

باہنت رسول کہ خدا شد

جب تک نہ دیکھا روئے سرور ہرگز ہی پیا نہ شیرِ مادر

انگلی جب رکھی منہ کے اندر بس پیئے گا وہ دودھ لے کر

طفلی کہ بہ خانہ خدا شد

باہنت کہ رسول کہ خدا شد

زہرا کا ہر انکاح جس دم آدم حوا اور آئیں مریم
سب عرش کے نیچے ہو فراموش خطبہ کو پڑھا علیؑ کے باہم

طفلی کہ بہ خانہ خدا شد

بانہت رسول کہ خدا شد

خودوں نے پہن لباسِ فاخر اور پہن کر زیور و جواہر
سب جا ہوئیں زیر عرشِ حاضر یاں سے ہے علیؑ کی قدر ظاہر

طفلی کہ بہ خانہ خدا شد

بانہت رسول کہ خدا شد

رضواں سے بہن کے شادمانی کی باغ میں گل نے زلفشانی
موسن سے غرض کہ سن زبانی بلبل کہے یہ ماحِ خوانی

طفلی کہ بہ خانہ خدا شد

بانہت رسول کہ خدا شد

۱. (ب) میں "ہوا" الے کی غلطی ہے۔ "ماخوذوں ہے قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲. (ب) میں "خطبہ کو پڑھا علیؑ باہم" ہے۔ یہ کو کتابت ہے۔ "موضع ماخوذوں ہے۔ قیاسی

تصحیح کر دی گئی ہے۔

داؤدی چنبیلی اور چمپا گل منہدی ہزار اور لالہ
ہر ایک خوشی ہے اور بھولا نرگس یہ کہے تھے میرے مولا

طفلہ کہ پہ خانہ خدا شد

بانت رسول کہ خدا شد

داماد ہے اور وصی علی ہے ہے خویش و یگانہ وصی ہے
پوشیدہ نہیں یہ سب جلی ہے بس منظر کل غرض علی ہے

طفلہ کہ پہ خانہ خدا شد

بانت رسول کہ خدا شد

ہے یہ جو فراق درد آلود ہے ہارِ غم سے اس کو بہبود
ہر چند ہے یہ غلام نابود آتا ہے رکھے ہے یہ بہبود

طفلہ کہ پہ خانہ خدا شد

بانت رسول کہ خدا شد

ار خویش : داماد

سلام لکھ لے نبی کو قلم غنیمت ہے
سرنیاز سے لکھ لے سلام اور تسلیم
شفیع روز جزا اعلیٰوں کے طامی مار
پیرنگ نرگس شہلا علیٰ کو جھکے سلام
غم بتول میں ہے سینہ چاک اور غمناک
ہو کے قطرے بہا چشم تر سے ہر حسن
حسین خستہ جگر کی پیاس کو کر یاد
غم حسین میں رکھ اشک و لعل دل منظور
دلوں کے داغ محبوں کے دیکھ روز شمار
غم حسین کو میزاں میں تول تولیں ہی

بھروسہ دم کا نہیں یعنی دم غنیمت ہے
جو بار غم سے رہے پشت خم غنیمت ہے
یہ بخشوانے کو بھر کرم غنیمت ہے
نثر سے لکھ کے تجھے چشم غم غنیمت ہے
نہیں نصیب خوشدلی یہ غم غنیمت ہے
کہ رو نہا دھونا ہی دم بہ دم غنیمت ہے
سبیل اشک بہا چشم غم غنیمت ہے
لگے ہے ہاتھ ترے یہ رقم غنیمت ہے
ملک کہیں گے یہ دام و درم غنیمت ہے
یہ جنس لاؤ کہ یہ بیش و کم غنیمت ہے

فراق شادی کو شین سے یہ بہتر ہے

غم حسین میں درد و الم غنیمت ہے

۱۔ (ب) میں "غم بتول سید چاک روز و غمناک" ہے۔ یہ کتابت ہے۔ موع ناموزوں ہے
قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

بتول = حوت فاطمہ زہرا

۲۔ (ب) میں "حسین خستہ جگر کی پیاس کو کر دیا ہے" یہ کتابت ہے۔ موع ناموزوں ہے۔
قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

بعد تسلیم و سلام و ہندگی باد صبا پشت خم کر چشمِ غم کر دل سے باصدق و صفا
منہ نجف کی صہت کر کہو امید و سرا یہ فراقِ خستہ جاں کہتا ہے غم کا مہبتلا

اے خدا ے مرقد پاک تو سہ تاپا پائے من

یا علی مولا نے من مولا نے من مولا نے من

خاکہ کی ہے ستری خاکِ شفا کحلِ لہر گھوڑا کعبہ مجہول کو تو آتا ہے نظر
وارثِ علم لدنی نائبِ خیر البشر مہربانی کی نظر ہو جاوے میرے حال پر

اے خدا ے مرقد پاک تو سہ تاپا پائے من

یا علی مولا نے من مولا نے من مولا نے من

میرے غم میں چشمِ تر رہتا ہے یہ ہر دم غلام روئے اور دھونے سوا ہرگز نہیں رکھتا ہے کام
ساقی کو شر قہاری یاد میں ہر صبح و شام چشمِ مالہر نیز ہر وقت میں رکھتا ہے جام

اے خدا ے مرقد پاک تو سہ تاپا پائے من

یا علی مولا نے من مولا نے من مولا نے من

۱۔ (ب) میں "گھوڑا کعبہ مجہول کو آتا ہے نظر" ہے یہ ہولناکت ہے۔ مرع ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲۔ (ب) میں "روئے اور دھونے سوا ہرگز نہیں رکھتا ہے کام" ہے یہ ہولناکت ہے۔ مرع ناموزوں ہے قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۳۔ (ب) میں "ساقی کو شر قہاری یاد میں ہر صبح و شام" ہے یہ ہولناکت ہے۔ مرع ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۴۔ (ب) میں "چشمِ مالہر نیز ہر وقت میں رکھتا ہے جام" ہے یہ ہولناکت ہے۔ مرع ناموزوں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

گئی ہے۔

آگہی اسرارِ مولا نائبِ حضرت رسولؐ
سہ جھاکر شاخِ گل کہتی یہ ہر دم پھول پھول
گلن رنگِ سیادتِ شہیرِ پاک ہٹول
ہندگیِ تسلیم ہووے خاکِ اوروں کی قبول

اے فدا ئے مرقہ پاک تو سہ تاپا ئے من

یا علی مولا ئے من مولا ئے من مولا ئے من

قد رتیری سب سے افروں مرتبہ سب زیاد
وصف میں قرآن ہے تیرے نیک منزل خوش ہاد
دیکھنا تیرا سعاد ہے عبادت تیری یاد
باعثِ ایجادِ عالم واقفِ سرِ معاد

اے فدا ئے مرقہ پاک تو سہ تاپا ئے من

یا علی مولا ئے من مولا ئے من مولا ئے من

بارِ باحق میں تیرے کہتے تھے یہ خیر الا نام
خیر بہتر نوج بہتر اور بھٹی نیک نام
----- عالی مقامؑ
میں بھدا کیونکر نہ ہوں قربان تیرے صبح و شام

اے فدا ئے مرقہ پاک تو سہ تاپا ئے من

یا علی مولا ئے من مولا ئے من مولا ئے من

۱۔ (پ) میں "آلہ" ہے اظہر کی غلطی ہے۔

۲۔ خیرِ کرم فورہ ہے۔ مطلب واضح نہیں ہے۔

دُکھِ غلزارِ حقیقت واقعہ سرِ قدم زینتِ علم شہادتِ موردِ لطف و کرم
دولتِ باغِ طریقت سیدِ عالی ہنرمم باغِ جنت کے یہی کہتے ہیں ساکنِ دمدم

اے خدا اے مرقدِ پاک سرتاپا اے من

یا علی حولا اے من حولا اے من حولا اے من

۱۔ لہجہ لہجی نہیں بولے ہیں تیری شان میں آتشیں اکثر ہیں تیرے وصف کی قرآن میں
ذرخوبی کا ہے تیرے باغ میں بہستان میں یہ صدا کانوں سن رہی ہے ہم نے بحرِ وکان میں

اے خدا اے مرقدِ پاک سرتاپا اے من

یا علی حولا اے من حولا اے من حولا اے من

۲۔ زائرینِ روضہ ات را بہر درِ خلہ ہیں می رسد آوازِ طبتم قد خلوا خالہ میں
اس لئے اب دردِ دل سے قبلہ نیا وہیں یہ فراقِ خستہ جاں کہتا تھا با صدق و لقیں

۳۔ اے خدا اے مرقدِ پاک سرتاپا اے من

یا علی حولا اے من حولا اے من حولا اے من

۱۔ لہجہ لہجی = ہمارا گوشت میرا گوشت

۲۔ (ب) میں "بہستان" ہے سہولتِ بہت ہے جموعِ ناخوروں ہے۔ قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے

۳۔ طبتم قد خلوا خالہ میں =

کیوں نہ بھیجوں علی ولی پہ سلام سلسلے پہنچتے ہیں ان کو تمام
اپنے ہادی ہیں پشوا ہیں امام صاف کہتا ہوں میں یہ سب سے کلام

گردو عالم پیراز ولی باشد

پیر مارتقی علی باشد

یارو گھر کا بنی کے در ہے وہ سب دگر میں گئے اور جگر ہے وہ

سب ستارے ہیں اور قمر ہے وہ ساری شاخیں ہیں اور بھر ہے وہ

گردو عالم پیراز ولی باشد

پیر مارتقی علی باشد

بولے مسجد میں جب یہ پہنچے پیر کردو دروازے ہند سب یکے

مرتقی سے کہیں تو بیٹھ نہ ر تو واکس لے ہے پھر ششدر

گردو عالم پیراز ولی باشد

پیر مارتقی علی باشد

ار (ب) میں "بنی کے گھر کا یاروں درد ہے وہ" - ہے سہو کتا بہت ہے - موع

ناموزوں ہے - قیاسی تصحیح کردی گئی ہے -

نائبِ دین مصطفیٰ^۲ ہے وہ واقفِ رازِ انما ہے وہ
کشتیِ دین کا ناخدا ہے وہ باخدا اپنا رہنما ہے وہ

گرد و عالم پیرِ ازولی باشد
پیرِ مارتقی علی باشد

شاہِ مرداں ہے ابنِ غم رسول^۲ شیرِ پیرِ دردِ کارِ زونجِ بتول
ہے نبوت کے باغ کا وہ پھول سب فروغِ اسلئے اور وہ، اہل

گرد و عالم پیرِ ازولی باشد
پیرِ مارتقی علی باشد

اُس پہ صد قے مرادِ دل و جاں ہے دردِ منداں کا وہ ہی درماں ہے^۲
دوستیِ اسلی دین و ایماں ہے فیضِ اسلئے سے سب آحا ہے

گرد و عالم پیرِ ازولی باشد
پیرِ مارتقی علی باشد

۱. فروغ = شاخیں

۲. (ب) میں "دردِ منداں" وہاں ہی درماں ہے "سہو کتا بت ہے۔" مجموعہ ناموزوں ہے

قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

ختم روز ولادت ہے اُس پر^۱ عین آنکھوں کے درد کے اندر
 لوط آب حملہ میں در خیبہ چاہئے ایسا دین کا رہیبہ

گرد و عالم پیرازولی باشد

پیرامرتقی علی باشد

اپنی بخشش کو غم وسیلہ ہے اشک تر چشم غم وسیلہ ہے

یعنی درد و الم وسیلہ ہے کیا فراق اب یہ کم وسیلہ ہے

گرد و عالم پیرازولی باشد

پیرامرتقی علی باشد

۱۔ (ب) میں "ختم روز ولادت علی اُس پر" ہے سہولتِ عابت ہے۔ - موع ناموزوں

ہے قیاسی تھی کردی گئی ہے۔

مناجات

مثل آئینہ میں ہوں دستِ فلک سے حیراں اور پریشاں ہوں بسان سے زلفِ خواں
شبہم آٹا چن دہریں ہوں میں گریاں دستگیری کا یہی وقت ہے ائے مائے جلاں

شاہِ مرداں بہ من بے سوساں مددے

قبلہ دیں مددے کعبہ ایساں مددے

نغم کے دریا میں مری کشتی ہوئی جا ہے تباہ تم سوا کون ہے لاوے جو مجھے پرہہ راہ
لطف کی بہرِ خدائے یکتا مجھ پہ نگاہ ہے عنایات تمہاری ہی سے اپنا تو نہاں

شاہِ مرداں بہ من بے سوساں مددے

قبلہ دیں مددے کعبہ ایساں مددے

نغم سے اب گل کی نمطِ چاک گرہاں ہوئیں زلفِ سنبل کی طرح آنہ پریشاں ہوئیں
مثل تصویر کچھ اک ہر دم میں حیراں ہوئیں سو کی طرح سے یاں بے سوساں ہوئیں

شاہِ مرداں بہ من بے سوساں مددے

قبلہ دیں مددے کعبہ ایساں مددے

ار بسان = طرح

آٹا = طرح

اہل دنیا نہیں کرتے ہیں مری کچھ تو تیرے جانِ نفس مجھے دیکھے ہیں بچشمِ حقیر
 لیکن اس بات سے ہرگز نہیں میں کچھ دلگیر کہ میں ہر حال میں رکھتا ہوں محاتمِ ساپیر

شاہِ مرداں بہ من بے سرو ساماں مددے

قبلہ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

رنجش و غم میں مجھے خونِ طہرنت سینا کر دیا تیروں نے غم کے تو شبِ سینا
 چور ہے دل کا رے سنگِ ستم سے مینا بھاری آتا ہے نظر مجھ کو تو اپنا جینا

شاہِ مرداں بہ من بے سرو ساماں مددے

قبلہ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

مثلِ نرگس نہیں حیرت سے مجھے آتے خواب ہے اسی غم سے مری چشم سے جاری خونِ تاب
 کہ نہ نوکی طرح میں جو ہوں پاں پایہِ تاب کچھ مرے پاس سو کا نہیں ہرگز اسباب

شاہِ مرداں بہ من بے سرو ساماں مددے

قبلہ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

بعض ایسے ہیں کہ جو فضل و ہنر رکھتے ہیں بعض ایسے ہیں کہ وہ لعل و گہر رکھتے ہیں
بعض یاں جاہ و چشم دولت و زور رکھتے ہیں ہم فقط تیرے کرم ہی پہ نظر رکھتے ہیں

شاہِ مرداں بہ من بے سوسا ماں مددے

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

رات دن روئے سوا میرے تئیں کام نہیں ایک لمحہ پیشِ دل سے اب آرام نہیں

چین اس غم سے مجھے صبح نہیں شام نہیں کہ سفرِ کل کو ہے درپیش سہ انجام نہیں

شاہِ مرداں بہ من بے سوسا ماں مددے

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

تم ہو محبوبِ رسول اور خدا کے قبول دولتِ دنیوی و آخری ہے تم سے حصول

تنگ دستی سے فراق اب تو نہایت ہے طول عرض کرتا ہے یہی تم سے بہ اُمید قبول

شاہِ مرداں بہ من بے سوسا ماں مددے

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

قصیدہ

قصیدہ در وصف شمس الدین صاحب

پس از حمد خدا و نعت احمد
 قلم لکھ میر شمس الدین کے اوصاف
 سخن دان و سخن فہم و سخن رس
 ز بس باندہ ہے وہ معنی رنگیں
 وہ درد آمیزہ میں اشارہ اسکے
 خلف ہے میر فتح الدین کا وہ شخص
 عباد میں نہ ہو کیوں کردہ مقل
 قلم نے سن وہیں سر کو جھکا یا
 لکھوں اوصاف اسکے پاس چشم
 شرافت، انفراد، میرد و عالم
 تواضع، دست گیر جاں مروت
 بہ اخلاص و کج خلقی ایسا
 وہ جھکے اس میں ہے نور سیادت
 رکھے حق اس کو عالم میں سلامت
 نگیں کی وہ یارب رحیم ہیں
 گیتِ خواہ بس آئے نہ چل اب
 یہ خاطر حاجی صاحب کی نہیں تھی
 کہ جس سے رونق و ترنیں دیں ہے
 کہ دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے
 خرد جب کو کہے مدد آفریں ہے
 زمینِ شرع کی گل زمیں ہے
 کہ چکے وصف کا قائلِ حزیں ہے
 کہ سہ تاپا بنا صاف و لقیں ہے
 کہ وہ فرزند زین العابدین ہے
 کیا کاغذ ہے اور میری جبین ہے
 کہ وہ فرزند ختم المرسلین ہے
 صداقت، مرتبت کا ن لقیں ہے
 وفا بنیاد وہ درد آئیں ہے
 نہ زیر چرخ نے روئے زمیں ہے
 کہ جس کا خوشہ چیں ماہ میں ہے
 کہ ایسا خلق میں کوئی نہیں ہے
 جنہیں اس سے عداوت اور کین ہے
 دماغِ شاعری کس کے شبن ہے
 کہ ان کی طبع طبعِ راستیں ہے

وگردنہ ہم کہیں ہیں دل آہیں ہے

لکھا شمار کتنے صاف شمس

نوٹ: (ب) یہ قصیدہ صفحہ ۱۸۸ (الف) پر درج ہے۔



عید ما جانہ دیکھ کر محبوب کی جدائی پر

کہتے تھے کہ یہ عید جو آ جاوے گی پیارے
تھا جی میں گلے خوب سا لگے گا تمہارے
سو آج سنا ہم نے کہیں آپ سدھارے
بس سنتے ہو کل عید نہیں گھر میں ہمارے

شد ماہ نہ دیدم رخ تو آہ نہ دیدم
فردا نہ کنم عید کہ شب ماہ نہ دیدم

دن تیس یہ اس ماہ کے کاٹے ہیں بہ امید
کھا کھا کے غم و غصہ و پی اشک کی تہہ پید
کہتے تھے کریں گے تجھے کل خواب سے ہم دید
سو تو لڑا آتا ہی نہیں ہم کو یہ عید

شد ماہ نہ دیدم رخ تو آہ نہ دیدم
فردا نہ کنم عید کہ شب ماہ نہ دیدم

ہر ایک گھڑی ہم نے بچ دیکھ سے ہر کی
ہر شام ہری جان بہ امید ہر کی
سو مرنے کو مہمان گئے اور نہ خبر کی
بس ہم کو ہوی جان سیری عید کدھر کی

شد ماہ نہ دیدم رخ تو آہ نہ دیدم
فردا نہ کنم عید کہ شب ماہ نہ دیدم

ار تہید: ٹھنڈائی ایک قسم کی دوا جو بخار اتارنے کے لئے دی جاتی ہے۔

لے میں گئے لوگ یہ اور عید ہے گھر گھر
پھرتا ہے ہر اک خندہ زناں خرم و خوشتر
تہنیت عید ہم کو ہے دشنام سے بدتر
یہ ماہ محرم ہے میاں عید ہے کید^۱ ص

شد ماہ نہ دیدم رخ تو آہ نہ دیدم

فردا نہ کنم عید کہ شب ماہ نہ دیدم

ہر عاشق و محشوق بہم شیر و شکر ہے
عشرت ہی مری جان ہر اک شام و سحر ہے
معلوم نہیں آج تو آئے جان کدھر ہے
تجھ بن تو مرا حال یہ اٹے رشک قمر ہے

شد ماہ نہ دیدم رخ تو آہ نہ دیدم

فردا نہ کنم عید کہ شب ماہ نہ دیدم

حالت ہے فراق اس کے الم میں یہ ہماری
خوشناب ہے کہ چشم سے نت اپنے ہے چلری
روٹا ہوں پڑا عید کو جوں ابر بہاری
اور ہریت ہے ہر دم یہ زباں پر مرے جاری

شد ماہ نہ دیدم رخ تو آہ نہ دیدم

فردا نہ کنم عید کہ شب ماہ نہ دیدم

۱۔ (ب) میں "یہ ماہ محرم ہے میاں عید کیدھر" ہے۔ سہو کتابت ہے موع نامزدوں ہے
قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲۔ (ب) میں "تجھ بن تو مرا حال اٹے رشک قمر ہے" ہے۔ سہو کتابت ہے۔ موع نامزدوں ہے
قیاسی تصحیح کر دی گئی ہے۔

کس سے کریں فریاد کہاں جائے پکاریں
سہ کے تئیں لے کس درو دیوار سے ماریں
تجاجی میں کہ لو میں گئے تیرے ساتھ بہاریں
سو کیا ستم ہے عید کو ہی آپ سدھاریں

شد ماہ نہ دیدم رخ تو آہ نہ دیدم

فردا نہ کنم عید کہ شب ماہ نہ دیدم

جز اشک کے اپنے تئیں نہرید کہاں کی
اس حالت نامید میں اُمید کہاں کی
فرقت میں تیری عشتہ جاوید کہاں کی
جب تم نہ ہوئے پاس تو پھر عید کہاں کی

شد ماہ نہ دیدم رخ تو آہ نہ دیدم

فردا نہ کنم عید کہ شب ماہ نہ دیدم

جوں غنچہ تصویر میرا بستہ وہاں ہے
نہ طاقتِ گفتار ہے نہ شرحِ ہیاں ہے
گرمی تبِ شہنشاہی ہے اب سرخ زباں ہے
یہ عید نہیں حق میں ہمارے رمضان ہے

شد ماہ نہ دیدم رخ تو آہ نہ دیدم

فردا نہ کنم عید کہ شب ماہ نہ دیدم

فراق کے وہ اشعار جو موصول نسخوں میں نہیں ہیں لیکن تذکروں میں ملتے ہیں

تذکرہ مجموعہ نغز کی تکمیل پر قلم تارخ

چوں ناریغ شد از قلم این تذکرہ :: ابو القاسم استاد عالی جناب
فراق از سر جاں بتارخ اں :: خرد گفت مجموعہ انتخاب
۱۲۲۱ھ

(تذکرہ مجموعہ نغز: از قدرت اللہ قاسم: دیباچہ ص ۵)

عجب حضرت قاسم نے کیا تذکرہ مرقوم
روشن کیا یعنی کہ چراغِ گلِ معنی
ہو غنچہ غلط سر بہ گر بیانِ تفکر
باقف سے کیا تب میں سوانحِ گلِ معنی
دی او نے بدایہ کہ سر بہ کو قلم کر
تارخ میں پھر دیکھ تو باغِ گلِ معنی
۱۲۲۱ھ

(تذکرہ مجموعہ نغز: از قدرت اللہ قاسم: دیباچہ ص ۵)

تذکرہ ریختی گویان کامل ہونے پر مصرع تارخ

کہا باقف نے انتخاب سلف
۱۲۲۲ھ

(تذکرہ ریختی گویان: از فتح علی حسینی: ص ۱۱)

لے کر نقابِ منہ پر دیکھ ہے چوری چوری عینِ حجاب میں بھی کیا ہے حجابیاں ہیں
برزخِ فراق اُس کی تفصیر کچھ نہیں ہے اس دل کے جانے کی ساری خوابیاں ہیں

(تذکرہ مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم و مراۃ الشراء از محمد یحییٰ تنہا ص ۲۵۵)

ناز و انداز سے جوں اُن نے رکھا ناک پہ ہاتھ ہم گئے بیٹھ وہیں مکہ دل غم ناک پہ ہاتھ
شکرِ حق نے کیا تاب و توانِ غارت کی بلکہ کہتے ہیں پُر آشوبِ ادراک پہ ہاتھ
بہ خدا برقِ غلط وہیں تڑپ کر جاگا جا پڑا رات کو جو اُس بُتِ بیباک پہ ہاتھ
سرشبِ چشم سے اپنے بعینہ ترہ جو ہے سو پھولوں کی جھڑی ہے
خیالِ زلف میں کیونکر نہ روؤں انہوہری شہب ہے ساون کی جھڑی ہے

(تذکرہ مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم)

اُس نہ جیسے رات کہا میں نے اے فراق
پیارے شتاب آؤ کہ جاتی ہے چاندنی

(تذکرہ مجموعہ نغز : از قدرت اللہ قاسم)

کتابیات (الف)

تذکرے اور کتب جن کے حوالے دیئے گئے ہیں

- ۱۔ تذکرہ شعرائے اردو از میر حسن - مرتبہ حبیب الرحمن شیروانی خان - مطبوعہ مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ علی گڑھ -
- ۲۔ گلشن ہند از مرزا علی لطف - مرتبہ عبداللہ خان مطبوعہ رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور -
- ۳۔ تذکرہ ہندی از مصحفی - مرتبہ مولوی عبدالحق - مطبوعہ حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی -
- ۴۔ عیار الشعرا از خوب چند ذکا (مخطوطہ) مملوکہ انجمن ترقی اردو ہند دہلی
- ۵۔ عمدہ منتخبہ از میر محمد خان سرور مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی مطبوعہ پرنٹنگ پریس بمبئی
- ۶۔ مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم - مرتبہ محمود شیرانی - مطبوعہ ایگل آفست پرنٹرس دہلی گنج دہلی
- ۷۔ تین تذکرے (مجمع الانتخاب - طبقات الشعرا - گل رعنا) مرتبہ نثار احمد فاروقی مطبوعہ مکتبہ برہان اردو بازار دہلی -
- ۸۔ مرآۃ الشعرا از محمد یحییٰ تنہا - مطبوعہ عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور -
- ۹۔ تذکرہ شعرائے اردو (گل رعنا) از حکیم سید عبدالحی مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ
- ۱۰۔ گلشن بیخ خار از نواب مصطفیٰ خان شیخہ - مطبوعہ منشی نول کشور پریس لکھنؤ ناصر اردو اکادمی لکھنؤ
- ۱۱۔ خوشی مکرہ زیبا از سماعت خان ناصر - مرتبہ ڈاکٹر شمیم انہونوی مطبوعہ نسیم بک ڈپو لکھنؤ
- ۱۲۔ طبقات الشعرائے ہند از کریم الدین وفیلن - مرتبہ عطا لاکوی مطبوعہ دی آرٹ پریس سلطان گنج پٹنہ -

- ۱۳- گلشن همیشه بہار از نصر اللہ خان خوشگی - مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان
- ۱۴- طور کلیم از سید نور الحسن از سید نور الحسن مرتبہ عطا لاکوی مطبوعہ دی آرٹ پریس سلطان گنج پٹنہ -
- ۱۵- آب حیات از محمد حسین آزاد - مطبوعہ رام نرائن لال بینی مادھو -
- ۱۶- گلستان بہ خزان (نفسہٴ عندلیب) از حکیم قطب الدین باطن - مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ناصر اردو اکادمی لکھنؤ -
- ۱۷- سخن شعرا از عبدالغفور نساج - از عبدالغفور نساج مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ناصر اردو اکادمی لکھنؤ -
- ۱۸- مخزن نکات از قیام الدین قلیم - مرتبہ مولوی عبد الحق مطبوعہ حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی -
- ۱۹- تذکرہ ریختی گویان از فتح علی حسینی گردیزی مرتبہ ڈاکٹر عبد الحق ناشر انجمن ترقی اردو حیدرآباد -
- ۲۰- طبقات الشعرا از قدرت اللہ شوق مرتبہ نثار احمد فاروقی مطبوعہ مطبع عالیہ لاہور پاکستان -
- ۲۱- مجالس رنگین از سعادت یار خان رنگین از سید مسعود حسین رضوی ادیب مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ -
- ۲۲- تذکرہ گلشن ہند از حیدر بخش حیدری - مرتبہ مختار الدین احمد مطبوعہ سلسلہ مطبوعہ اردو مجلس دہلی -
- ۲۳- تذکرہ جواہر سخن از محمد مبین چریاکوشی - مطبوعہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد
- ۲۴- تذکرہ شعرائع ہندی از میر حسن مرتبہ ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری مطبوعہ اردو پبلشنگس نظیر آباد لکھنؤ
- ۲۵- گلستان سخن از قادر بخش صابر - ناشر اردو اکادمی لکھنؤ -
- ۲۶- خواجہ میر درد اور ان کا ذکر و فکر از قدیر احمد - مطبوعہ مکتبہ شاہ راہ اردو بازار دہلی -

- ۲۷۔ میروسودا کا دور از نثار الحق - مطبوعہ جاوید پریس کراچی
- ۲۸۔ بنم طیسوریہ از صباح الدین عبدالرحمن - مطبوعہ مصارف پریس اعظم گڑھ
- ۲۹۔ اورینٹل کالج میگزین (دلی بارہویں صدی ہجری کا شاعرانہ ماحول) شماره اگست ۱۹۶۳ء
- ۳۰۔ تاریخ ہندوستان از مولوی ذکاء اللہ - مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج علی گڑھ
- ۳۱۔ تنقیدی نقوش از ڈاکٹر عبدالقیوم - مطبوعہ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی -
- ۳۲۔ ادب فکر اور سماج از راجندر ناتھ شیدا - مطبوعہ ہندوستانی لیتھو پرنٹنگ پریس دہلی -
- ۳۳۔ میخانہ درد از ناصر نذیر فراق - مطبوعہ جید برقی پریس دہلی
- ۳۴۔ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوب - مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈمی لاہور
- ۳۵۔ The Fall of Moghal Empire by J.N. Sarkar, Published by M.C. Sarkar & Sons, Calcutta.

کتابیات (ب)

تذکرے اور کتب جن سے استفادہ کیا گیا

- ۱۔ بہادر شاہ ظفر از میر احمد علوی مطبوعہ نای پریس لکھنؤ
- ۲۔ خیمخانہ جاوید از لالہ سری رام مطبوعہ مخزن پریس دہلی
- ۳۔ آثار السنادید از سرسید احمد خان - مطبوعہ سنٹرل بک ڈپو - اردو بازار جامع مسجد دہلی
- ۴۔ شعر العجم از مولانا شبلی - مطبوعہ مصارف پریس اعظم گڑھ
- ۵۔ غزل انسائیکلو پیڈیا از ذکر کاکوروی مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ
- ۶۔ تذکرہ گل عجائب از اسد خان نمٹا - مرتبہ ڈاکٹر عبدالحق ناشر انجمن ترقی اردو حیدرآباد -

- ۷۔ اردو کے ادبی معرکے از میر حسن نورانی مطبوعہ نسیم بک ڈپو لکھنؤ
- ۸۔ دلی کی یادگار ہستیاں از امداد صابری مطبوعہ جمال پرنٹنگ پریس
جامعہ مسجد دہلی
- ۹۔ تذکرہ گل رعنا از لچھی نرائن شفیق مطبوعہ عہد آفرین برقی پریس حیدرآباد
- ۱۰۔ شعرائے اردو کے اولین تذکرے از ڈاکٹر انصار اللہ مطبوعہ لیتھوکلر پرنٹرز علیگڑھ
- ۱۱۔ شعرائے اردو کے اولین تذکرے از ڈاکٹر انصار اللہ مطبوعہ لیتھوکلر پرنٹرز علیگڑھ
- ۱۲۔ اردو شاعری میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات از ڈاکٹر سید حامد حسین
مطبوعہ پاشا پرنٹنگ پریس بھوپال
- ۱۳۔ آب حیات از محمد حسین آزاد - مطبوعہ رام نرائن بینی مادھو پبلشنگ آلہ آباد
- ۱۴۔ تاریخ ادب اردو رام بابو سکسینہ مترجمہ مرزا حسن عسکری مطبوعہ خاتون
مشرق اردو بازار دہلی -
- ۱۵۔ گنجینہ تحقیق از بیخود موہانی مرتبہ ڈاکٹر صفدر آغا - ناشر اردو اکادمی لکھنؤ
- ۱۶۔ حقائق از ڈاکٹر گیان چند جین مطبوعہ نیشنل آرٹ پریس آلہ آباد
- ۱۷۔ تذکرہ ریاض الفسحان از مصحفی مرتبہ ڈاکٹر عبدالحق مطبوعہ جامع برقی پریس دہلی
- ۱۸۔ تاریخ ہندوستان (زوال سلطنت تیموریہ) از مولوی ذکاء اللہ مطبوعہ انسٹی
ٹوٹ علی گڑھ مالہ علیگڑھ -
19. Discovery of India by Jawaharlal Nehru, P.B. Maridian Book Ltd. London.
20. The National Culture of India by Dr. Abid Hussain, P.B. Jaico Books, London.
21. Mysticism and Logic by Dr. Russel P.B. Publication Books, London
22. On Literature by M. Gorky, P.B. Progress Publications Moscow.
- ۲۳۔ قاموس المشاہیر از نظامی بدایونی - مطبوعہ نظامی پریس بدایون
- ۲۴۔ خواجہ میر درد تصوف اور شاعری از ڈاکٹر وحید اختر - مطبوعہ لیتھوکلر پرنٹرز
علیگڑھ

- ۲۵۔ واقعات دارالحکومت دہلی - از بشیر الدین مطبوعہ شمس مشین پریس آگرہ
- ۲۶۔ دلی میں اردو شاعری کا تہذیبی اور فکری پس منظر از ڈاکٹر محمد حسن مطبوعہ شاہی پریس لکھنؤ
- ۲۷۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے اکرام کا کام از ڈاکٹر عبدالحق ناشر انجمن ترقی اردو اورنگ آباد -
- ۲۸۔ تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی ناشر ندوۃ المستفین دہلی
- ۲۹۔ تاریخ الحکماء از جمال الدین ابوالحسن مترجمہ ڈاکٹر غلام جیلانی برقی ناشر انجمن ترقی اردو ہند دہلی -

SUMMARY
EDITING OF THE "DIWAN" OF
SANAULLAH KHAN
"FIRAQ" DEHLVI
WITH A SHORT INTRODUCTION
AND NOTES

Sanaullah Khan "Firaq" Dehlvi, a poet of the golden period of Urdu literature, i.e. the 19th century had been quite popular in his time and thereafter, but with the dawn of 20th century his fame suffered and eclipsed. This strange phenomenon stimulated my curiosity to explore the significance of his accomplishments.

In the course of my study of this poet, I discovered that many of his distinguished and important poetic works were lying unannotated, because no collection of his poetic work has ever been published. I made-up my mind to edit his "DIWAN" with a short introduction and annotations.

My present thesis is designed to fill up this lacuna of the history of Urdu literature. I have divided it into two parts, the first dealing with his life history in brief along with a short

introduction, and the other comprising the text of his "DIWAN" with foot notes indicating variations of manuscripts, meanings of difficult words, and phrases, corrections of spellings and stanzas written inadvertently wrong, by the calligrapher.

It would be an ample reward of my labour, if the hidden treasure of the poetic works of "FIRAQ DEHLVI" comes light bringing into focus the style and temper of the poetry of the age and the poet's own contribution to the literature of the time.

ANCESTRY AND LIFE HISTORY IN SHORT

According to the available sources, Sanaullah Khan "FIRAQ" who was born at Delhi probably in the year 1174 A.H. and died in 1246 A.H. at the same place. He belonged to a "AFGHAN Family". His uncle, Hidayatulla Khan "Hidayat" was a famous poet of the age. By occupation, Firaq was a famous physician and learned the Unani System of medicine from Qudratulla Qasim, a renowned poet, writer and physician. "Firaq" had only one son, Nasrullah Khan "Vesal", by name. He too was a poet. "Firaq" was one of the chief pupils of Khwaja Mir "Dard", the most renowned and greatest poet of his age.

"Firaq" was regarded a respectable person in the society and held a place in the Moghal Court.

Besides more than five hundred "Ghazals" "Firaq" left many poems, salams (سلم), tarikhi-ghataat (تاریخی قطعات) and rubaiyat (رباعیات).

The printing press had not come into vogue till then and the few copies that were made of the poetic collections were soon forgotten. "Firaq" was, however, important enough to earn a mention in most Tazkirahs and the few couplets that were selected convinced people of his stature in poetry. If he could not be adjudged properly it was primarily because of the inaccessibility to his poetic works in the various genre. This present work fulfils the need.

My thesis is not the final work on "Firaq" but marks just a beginning. It would serve as a leading mile stone for the future scholars, who could certainly study the various aspects of his contribution in greater details.



(Syed Ali Bagar Zaidi)